شرح ترمذی شریف
شمائل ترمذی
امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورة ترمذی
ترجمہ
ابو العلا محمد محی الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ
شارح
حضرت علامہ محمد یسین قصوری نقشبندی
شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

شرح جامع ترمذی شریف
شمائل ترمذی
8
تصنیف
امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی
ترجمہ
ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ
شرح
محمد یٰسین قصوری نقشبندی دامت برکاتہم
شبیر برادرز ®
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

مترجم	ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر
شرح	محمد یٰسین قصوری نقشبندی
کمپوزنگ	ورڈز میکر
باہتمام	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	اگست 2017ء
سرورق	اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور 0322-7202212
طباعت	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ	روپے فی جلد

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

شرح شمائل ترمذی

شرح شمائل ترمذی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِيْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی قَالَ الشَّيْخُ الْحَافِظُ

اَبُوْ عِيْسٰی مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰی بْنِ سُوْرَةَ التِّرْمِذِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی

لفظ: شمائل شمال کی جمع ہے، جس طرح ''خصائل'' خصال کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے: عادت، خصلت، طبیعت۔ یہاں ''شمائل'' سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ اور سیرت طیبہ ہے۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''جامع ترمذی'' کے آخر میں ''ابواب المناقب'' لائے ہیں جن کے آغاز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل وخصائل کے حوالے سے چند احادیث لائے ہیں پھر مناقب صحابہ شروع کر دیے۔ چونکہ یہ مضمون تشنہ رہ گیا تھا، اس لیے اس کی تکمیل کے لیے انہوں نے ''شمائل الترمذی'' کے نام سے مستقل رسالہ تصنیف فرمایا جس میں شمائل وسیرت کے حوالے سے احادیث مبارکہ جمع فرمائیں۔ یہ رسالہ (پاک وہند میں) جامع ترمذی کے آخر میں بطور لاحقہ مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ اس کی احادیث مبارکہ کی توضیحات وفوائد سطور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

سوال: کتاب ''شمائل ترمذی'' میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی 'حیات طیبہ' بیان کی گئی ہے اور ''شمائل ترمذی'' کا معنی ہے: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عادات، تو یہ مناسبت درست نہیں ہے؟

جواب: لفظ: الشمائل، پر الف، لام عہد ذہنی کا ہے، جس کا مفہوم ہے کہ اس کتاب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ حالات طیبات ہیں جو حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمع کیے ہیں۔

سوال: حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''جامع ترمذی'' میں حیات مقدسہ کو شامل کرنے کے بجائے الگ کتاب کیوں تصنیف فرمائی؟

جواب: علماء کرام نے علم حدیث کے اسّی (۸۰) شعبہ جات تحریر کیے ہیں جن میں سے ایک ''شمائل'' ہے، اس لیے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''شمائل'' پر مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔

سوال: کتب سیرت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ بیان کی گئی ہے اور ''شمائل'' میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال بیان کیے گئے ہیں، دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: خواہ کتب سیرت اور شمائل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کیے گئے ہیں لیکن دونوں میں نمایاں فرق ہے۔ کتب سیرت میں حیات مقدسہ تاریخ کے اعتبار سے بیان کیے گئے ہیں مگر شمائل میں حالات طیبہ احادیث کے حوالے سے بیان کیے گئے ہیں۔

سوال: لفظ خَلق اور خُلق میں کیا فرق ہے؟

جواب: لفظ: خَلق کی تعریف بایں الفاظ کی گئی ہے: صورة الانسان او ظاهرة المدركة بالبصرت انسان کی ظاہری صورت جو آنکھوں سے ملاحظہ کی جاسکتی ہو۔ لفظ: خُلق صورة الانسان الباطنة المدركة بالبصرة ۔ انسان کی خفیہ صورت جو عقل وشعور سے معلوم کی جاسکتی ہو۔

مدینہ منورہ کی مساجد جو نسبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشہور ہیں

مدینہ طیبہ میں اٹھارہ (۱۸) مساجد ایسی ہیں، جو نسبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشہور ہیں، ان کے نام مع مختصر تعارف حسب ذیل ہیں:

۱- مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: ہجرت مدینہ کے بعد مرکزی مسجد یہی ہے' جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر کروائی تھی، اس سے متصل امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے حجرات تھے، اس مسجد کی تعمیر میں آپ نے ذاتی طور پر حصہ لیا تھا، یہی مسجد مسلمانوں کا مرکز ومحور قرار پائی، آپ تاحیات اس میں امامت وخطبہ جمعہ کی خدمات انجام دیتے رہے۔ اسی مسجد کے دامن میں مدرسہ صفہ تھا اور اسی مسجد میں مہاجرین وانصار کے مابین رشتہ مواخات قائم کیا تھا۔

۲- مسجد الجمعہ: اس کو مسجد الوادی اور مسجد عاتکہ بھی کہتے ہیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے تذکرہ میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ جب جمعہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے مدینہ منورہ کو متوجہ ہوئے ابھی آپ قبیلہ بنی سالم بن عوف میں پہنچے ہی تھے کہ جمعہ کی نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ نے جمعہ کی نماز اسی مقام پر ادا فرمائی، مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد جو سب سے پہلا جمعہ قائم ہوا وہ یہی تھا۔

۳- مسجد الفضیخ: اب اس کو مسجد الشّمس کہتے ہیں۔ مسجد قبا کے قریب یہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے' جو مسجد قبا سے مشرقی جانب ایک بلند مقام پر سیاہ پتھروں سے بنی ہوئی ہے، اس کی چھت خالی ہے مربع گیارہ در گیارہ گز ہے۔ جس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی النضیر کا محاصرہ کیا تھا اور ان کے قریب خیمہ لگایا تھا' تو چھ روز تک اس مسجد کی جگہ پر نماز ادا فرمائی تھی پھر اس کے بعد وہاں مسجد تعمیر کی گئی۔

۴- مسجد بنی قریظہ: یہ مسجد، مسجد شمس کے مشرقی جانب حرہ شرقیہ کے نزدیک باغات کی نہایت پر واقع ہے۔ جس وقت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کا (جو یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا) محاصرہ کیا تھا' تو آپ نے اسی جگہ نزول فرمایا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ اس مقام کے پڑوس میں ایک مکان تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز ادا فرمائی تھی۔ ولید بن عبد الملک نے یہ مسجد تعمیر کرتے وقت اس مکان کو بھی مسجد بنی قریظہ میں داخل کر دیا۔ یہ مقام مسجد کے مغربی شمالی گوشہ میں ہے۔ قدیم عمارت میں اس جگہ

مسجد قبا کے منار جیسا ایک منار تھا، جو امتدادِ زمانہ کے ہاتھوں منہدم ہو گیا۔

۵-مسجد مشربہ اُمِّ ابراہیم: یہ مسجد بنی قریظہ کے شمالی جانب حرہ شرقیہ کے نزدیک نخیل کے درمیان واقع ہے، جنگل میں ایک احاطہ بغیر چھت کے ہے۔ یہ قبلہ سے شام کی جانب گیارہ گز اور شرقاً غرباً چودہ گز ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پر نماز ادا فرمائی تھی مشربہ سے مراد باغ اور اُمِّ ابراہیم سے مراد ماریہ قبطیہ (والدہ ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ ان کا یہاں پر ایک باغ تھا اور حضرت ابراہیم کی پیدائش بھی وہیں ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات یہاں پر تھے جو فقراء کے لیے آپ نے وقف فرمائے تھے۔

۶-مسجد بنی ظفر: اب اس کو مسجد بغلہ کہتے ہیں اور عوام الناس سفرہ پیغمبر کہتے ہیں۔ یہ بقیع کے مشرقی جانب اس قبا کے راستہ میں ہے، جو فاطمہ بن اسد ام امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہے اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی ظفر کے محلّہ میں صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں ابن مسعود اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما وغیرہ شامل تھے، پہنچ کر نماز ادا فرمائی تھی۔ وہاں پر ایک پتھر رکھا تھا۔ آپ اس پر بیٹھے اور قاری کو حکم فرمایا: قاری قرآن پڑھے، جب قاری اس آیت پر پہنچا: (پس کیا حال ہوگا جبکہ ہم ہر امت سے گواہ کو لائیں گے اور آپ کو ان سب کے اوپر گواہ بنائیں گے) سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور فرمایا: اے اللہ! میں جن لوگوں میں موجود ہوں ان کا گواہ ہوں اور جن لوگوں کو میں نے نہیں دیکھا ہے ان کو میں کیسے جان سکتا ہوں؟

۷-مسجد الاجابہ: یہ بقیع کے شمالی جانب واقع ہے۔ جس جگہ شہداء کی قبور کا احاطہ ہے۔ اگر آپ اس طرف چلیں تو یہ مسجد بائیں جانب پڑے گی۔ بقیع میں یہ مسجد زمین پر واقع ہے۔ اس کا طول اور عرض قبلہ سے شام کی جانب تقریباً بیس گز اور شرقاً غرباً پچیس گز ہے، اس کو مسجد بنی معاویہ بھی کہتے ہیں۔ بنی معاویہ اوس کا ایک قبیلہ تھا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے تشریف لا رہے تھے کہ آپ کا گزر بنی معاویہ کی مسجد میں ہوا، آپ نے اس میں دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت نے بھی نماز ادا فرمائی۔ نماز کے بعد آپ نے نہایت لمبی دعا کی، جب آپ واپس ہونے لگے تو آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے تین دعائیں کی ہیں، دو قبول ہو گئیں اور ایک سے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔ میں نے دعا کی کہ میری امت کو قحط کی مصیبت سے نہ مارا جائے، قبول کر لی گئی۔ دوسری دعا یہ تھی کہ ان کو غرقابی سے ہلاک نہ کیا جائے، یہ دعا بھی قبول کر لی گئی۔ تیسری یہ تھی کہ میری امت آپس میں خانہ جنگی نہ کرے، مجھے اس دعا سے منع کر دیا گیا اور یہ دعا قبول نہیں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیری امت کی ہلاکت تلوار کے ذریعے ہوگی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے قبول ہونے کی وجہ سے اس مسجد کو مسجد الاجابہ کہتے ہیں۔

۸- جب آپ سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے مشہد کو تشریف لے جائیں تو یہ مسجد مشرقی راستے کی جانب پڑے گی۔ یہ ''مسجد ابی ذر غفاری'' کے نام سے بھی مشہور ہے۔

۹-مسجد البقیع: جب کوئی شخص بقیع کے دروازے سے باہر نکلے تو یہ مسجد دائیں ہاتھ پر پڑے گی۔ مشہد عقیل اور امہات المؤمنین

کے مزارات مغربی جانب ہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بعض علماء کو اس مسجد کے متعلق کوئی قوی سند نہیں ملی ہے، اس لیے بعض یہ کہتے ہیں کہ شاید یہی وہ مقام ہے' جو بقیع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عید کا مصلیٰ قرار پایا تھا اور بعض علامات اور دلائل پر نظر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بظاہر یہ ابی بن کعب کی مسجد ہے حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اکثر اوقات تشریف لاتے رہتے تھے اور نماز بھی ادا فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اگر لوگوں کی واپسی کا خوف نہ ہو' تو اکثر اوقات اسی مسجد میں نماز ادا کروں۔ واللہ اعلم۔

۱۰۔ مصلیٰ العید: یہ مدینہ منورہ سے باہر ہے۔ مصری دروازہ کے مغربی جانب اس جگہ پر جہاں سے مکہ مکرمہ کا قافلہ آتا ہے یہ مسجد وہیں پر واقع ہے 6ھ میں مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد پہلی مرتبہ عید کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں پڑھی تھی۔

۱۱۔ مسجد الفتح: دوسری مسجدیں جو اس کے قبلہ کی جانب ہیں، ان سب کو مساجد فتح کہتے ہیں لیکن عوام الناس ان کو اربع مساجد کہتے ہیں۔ مسجد الفتح وہی مسجد ہے' جو بلند ہے اور سلع پہاڑ کے مغربی قطعہ پر واقع ہے۔ مشرقی و شمالی جانب اس میں چند درجے ہیں، اس کو مسجد الاحزاب و مسجد اعلیٰ بھی کہتے ہیں۔

۱۲۔ مسجد القبلتین: یہ مساجد فتح کے غربی جانب نصف میل یا اس سے کچھ کم فاصلہ پر وادی عقیق اور بیئر رومہ کے نزدیک واقع ہے۔ محمد ابن اخنس سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی سلمہ میں اُمّ میر ایک بیوہ تھیں، سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مزاج پرسی کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا۔ کھانا تناول فرمانے کے دوران اُمّ میر ارواح کا احوال دریافت کرنے لگیں۔ اس حدیث کا شان نزول جو ارواح مؤمنین و کافرین کے متعلق وارد ہوئی ہے، اسی مجلس کا واقعہ ہے۔ جب ظہر کا وقت آیا آپ بنی سلمہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے نکلے۔ دو رکعت نماز ادا فرمائی تھی کہ وحی آئی کہ قبلہ بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی جانب پھیر دیا گیا ہے۔ آپ نے نماز ہی کی حالت میں مڑ کر کعبہ کی جانب منہ کر لیا اور آخری دو رکعت کعبہ کی طرف ادا فرمائیں اسی وجہ سے اس کو مسجد قبلتین کہتے ہیں۔

۱۳۔ مسجد الذباب: اب اس کو مسجد الرابہ کہتے ہیں۔ جب مدینہ منورہ سے روانہ ہوں تو یہ شامی راستہ سے دائیں جانب اس پہاڑ پر ملے گی جس کا نام ذباب ہے۔ اس کی بنیاد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے رکھی تھی پھر منہدم ہو گئی تھی۔ مدینہ منورہ کے بعض امراء نے اس کی تجدید کی ہے۔ مسجد فتح اور اس کے درمیان میں کوہ سلع حائل ہے۔ مساجد فتح پہاڑ کے مغربی جانب ہیں اور مسجد الذباب مشرقی جانب نہایت بلند مقام پر ہوادار اور منور ہے۔ مدینہ مطہرہ اور قبلہ منورہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد سے تجلی خاص اور مشاہدہ مخصوص رکھتا ہے۔

۱۴۔ مسجد الفسح: یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مشہد کے شمال جانب جبل احد کے دامن میں ہے۔ کہتے ہیں کہ آیت کریمہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ (اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ کشادہ ہو کر مجلسوں میں بیٹھو) آخیر آیت تک اسی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ مظہری کہتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز احد کے دن لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد اسی مقام پر ادا فرمائی تھی۔

۱۵-مسجد عینین: بجانب قبلہ مشہد سید الشہداء کے ہے۔اس جبل کو جبل الرمات کہتے ہیں۔ تیر انداز لشکر السلام کے روز اسی مقام پر کھڑے تھے۔اس مسجد کا اکثر حصہ منہدم ہو چکا ہے۔ سید الشہداء کو وحشی کا حربہ بھی اسی مقام پر لگا تھا۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز احد کے دن پل کے نزدیک جبل عینین پر پڑھی تھی۔

۱۶-مسجد الوادی: جبل عینین کے شامی کنارہ پر واقع ہے۔مظہری نے کہا ہے کہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مقام بھی یہی ہے کہ حربہ لگنے کے بعد اول مقام سے اس جگہ آ کر گر پڑے تھے۔ابن شیبہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہونے کے بعد جبل رمات ہی کے مقام پر رہے۔اس کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بطن وادی سے اٹھا کر جس مقام پر اب آپ کی قبر ہے دفن کیے گئے۔بعض علماء نے اس مسجد کو مسجد العکر بھی کہا ہے۔

۱۷-مسجد السقیا: سقیا ایک کنوئیں کا نام ہے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے لشکر کو یہیں پر روکا تھا اور اسی مقام پر نماز ادا فرمائی تھی۔اہل مدینہ کے لیے یہیں پر دعائے برکت کی تھی۔بعض علماء اس مسجد کی تحقیق میں کوشاں ہوئے یہاں تک کہ زمین کے نیچے اس کی بنیاد نکل آئی اور تقریباً نصف نصف ہاتھ ہر جانب سے اس کی دیوار ظاہر ہوگئی۔اس کے بعد لوگوں نے اسی بنیاد پر تجدید کر دی۔مسجد سقیا اس مسجد کو کہتے ہیں جو مکہ مکرمہ کے راستے میں مدینہ منورہ کے اطراف کے قریب ہے،جو لوگ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے مکہ مکرمہ سے آتے ہیں ان کے لیے پہلی متبرک جگہ یہی مسجد ہے۔گویا یہ چھوٹی ہے مگر مقدار سات در سات ہے۔واللہ اعلم۔

۱۸-مسجد ضرار: انصار کے ہم نشینوں کی ایک جماعت جو کفر ونفاق کے مرض میں مبتلا تھی اس نے مسجد قبا کے مقابلے میں یہ مسجد بنائی تھی،چونکہ اس کی تعمیر میں ان کے اغراض فاسدہ شامل تھے،اس لیے آیت کریمہ نازل ہوئی وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا الآية (اور وہ لوگ کہ جنہوں نے مسجد ضرار بہ نیت کفر بنائی آخر تک) بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ابو عامر نے منافقین سے کہا: تم ایک مسجد تعمیر کرو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کسی حیلے سے نظر میں رکھے رہو میں قیصر روم کے پاس جاتا ہوں اور وہاں سے ایک بڑی فوج لا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب کو نکال دوں گا۔یہ لوگ مسجد کی تعمیر سے فراغت پا کر سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے اور کہا: ہم نے ایک مسجد بنائی ہے اور اس کی تکمیل سے فارغ ہو چکے ہیں،اگر آپ اپنے اصحاب کے ساتھ اس مسجد میں نماز ادا فرمائیں تو برکت وسعادت ہوگی۔وحی آئی: لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ط لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ط الٰی قوله وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (آپ اس مسجد میں کبھی نماز نہ پڑھیں،بے شک وہ مسجد کہ جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر ہے،زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا)

(ماخوذ از جذب القلوب الی دیار المحبوب،مصنف حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی،از صفحہ 177 تا 199)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے مدینہ منورہ کے مشہور کنویں:

مساجد کی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے مدینہ منورہ میں متعدد کنویں تھے مگر اکثر اب معدوم ہو چکے ہیں۔

تاہم سات کنوؤں کے نام اور مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

۱- بیر اریس: یہودیوں میں سے ایک شخص کے نام سے منسوب ہے، جس کا نام اریس تھا۔ یہ مسجد قبا کے قریب مغرب کی جانب ہے، اس کا پانی نہایت لطیف اور شیریں ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا تھا، اس لیے اس کے پانی میں لطافت و شیرینی پیدا ہوئی ہے ورنہ اس سے پہلے یہ شیریں نہ تھا۔ بیہقی بیان کرتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب قبا میں آئے تو اس کنوئیں کے متعلق دریافت کیا، ان کو ایک شخص نے اریس کے کنوئیں پر پہنچا دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قبا میں آئے تو اس کنوئیں کے متعلق دریافت کیا۔ ان کو ایک شخص نے اریس کے کنوئیں پر پہنچا دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کنوئیں پر تشریف لائے اور اس آدمی سے جو پانی بھر رہا تھا، ایک ڈول پانی طلب فرمایا اور پیا باقی پانی کو مع لعاب دہن مبارک کنوئیں میں ڈال دیا۔ اس کے بعد آپ پیشاب کے لیے تشریف لے گئے اور پھر کنوئیں پر آکر وضو فرمایا، دونوں موزوں پر مسح کر کے نماز ادا فرمائی۔ بعض نے اس قصہ کو بیر عرض کے متعلق بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

جو کچھ بیر اریس کے متعلق صحت کو پہنچا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے وضو کیا اور گھر سے بنیت صحبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلا اور عہد کیا کہ آج آپ کی خدمت سے جدا نہ ہوں گا۔ میں مسجد شریف میں آیا، یہاں آپ کو نہ پایا۔ لوگوں نے کہا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو ابھی قبا کی جانب تشریف لے گئے ہیں، میں بھی آپ کے قدموں کے نشان پر چل دیا۔ لوگوں نے بتایا: آپ بیر اریس پر تشریف رکھتے ہیں، میں اس احاطہ کے دروازے پر پہنچا جس کے اندر وہ کنواں واقع ہے۔ میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجت ضروری سے فراغت پا کر وضو فرمایا۔ اس کے بعد میں بھی آپ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کنوئیں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ساق مبارک کو کھولے ہوئے پاؤں مبارک کو کنوئیں میں لٹکائے ہوئے ہیں۔ میں سلام کر کے واپس آ گیا اور دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں ارادہ کیا کہ آج سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دربانی کروں گا، ایک ساعت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے کہا: کون ہے؟ جواب دیا: ابوبکر۔ میں نے کہا: کھڑے رہیے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دوں۔ میں نے جا کر عرض کیا: یا رسول اللہ! ابوبکر آئے ہیں اور اجازت مانگتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آنے دو اور ان کو جنت کی خوشخبری دے دو۔ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور جنت کی خوشخبری سنا دی۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باغ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب بیٹھ گئے اور آپ کی اتباع میں اپنے پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیے۔ میں واپس آ کر پھر بیٹھ گیا۔ میں اپنے اس بھائی کا منتظر تھا جس کو گھر چھوڑ آیا تھا۔ میں وضو کر رہا تھا اور دل میں خیال تھا کہ کاش اس وقت وہ بھی آ جاتا، کیونکہ آج رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقت خاص ہے۔ اگر وہ آ جائے تو وہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سے مشرف ہو جائے۔ اسی اثناء میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے دریافت کیا: کون ہو؟ کہا: عمر۔ میں نے کہا: ٹھہرے رہو تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دوں۔ میں نے جا کر عرض کیا: یا رسول اللہ! عمر آئے ہیں اور اجازت طلب کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: آنے دو اوران کو بھی جنت کی خوشخبری دے دو۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا ان کو جنت کی خوشخبری دی، حضرت عمر بھی باغ میں داخل ہوئے۔ سرورانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب جس طرح حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، بیٹھ گئے۔ میں واپس آکر دروازے پر بیٹھ گیا اور منتظر تھا کہ کاش میرا بھائی بھی آجاتا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آئے، میں نے ان کی بھی خبر پہنچائی، آپ نے فرمایا: آنے دو اوران کو بھی جنت کی بشارت دو مع اس مصیبت کے جوان کے سر پر آئے گی۔ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا: اندر آجایئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں اس بلا کے ساتھ جو تمہارے سر پر آئے گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اندر آئے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کی جانب اور ابوبکر وعمر کی طرف بھی جگہ تنگ تھی، اس لیے ان کے روبرو دوسری جانب بیٹھ گئے۔

حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی جو دست اقدس میں رہا کرتی تھی وہ آپ کے بعد حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں رہی۔ ان حضرات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی، ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسی کنوئیں پر بیٹھے ہوئے تھے اور انگوٹھی مبارک کو اتار کر عادت کے موافق گھمارہے تھے انگوٹھی کنوئیں میں گر پڑی، تین روز تک جستجو کی اور پانی بھی کھینچا لیکن نہ ملی۔

۲- بیرٔ غرس: یہ مسجد قبا کے مشرقی جانب سے نصف میل کے فاصلہ پر ہے اور غرس ان مقامات کا نام ہے' جو اس کے ارد گرد ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا کنواں ہے جس میں دہ دردہ سے زائد پانی ہے اور اس کے پانی پر سبزی (کائی) غالب ہے، اس میں زینہ بھی ہے جس کے ذریعہ سے کنوئیں میں اتر جاتے ہیں۔ 882 ہجری میں اس کی تجدید ہوئی تھی۔ یہ بات ثبوت کو پہنچی ہے کہ حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وضو کر کے بقیہ پانی کو اس میں ڈال دیا۔ ابن حبان ثقہ لوگوں سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیرٔ غرس سے پانی منگواتے تھے اور فرماتے: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اس کا پانی پیتے تھے اور وضو کرتے تھے۔

۳- بیرٔ رومہ: یہ بہت بڑا کنواں ہے' جو مسجد قبلتین کے شمالی جانب وادی عقیق میں واقع ہے، اس کا پانی نہایت ہی لطیف اور بہت ہی شیریں ہے جس کی صفت بیان نہیں ہوسکتی۔ حدیث میں آیا ہے **نعم القليب قليب المزنی** (بہت ہی عمدہ کنواں مزنی ہے) مزنی اور رومہ ایک ہی بات ہے۔ یہ کنواں مزنی کا تھا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس سے خرید کر وقف کر دیا تھا۔ منقول ہے کہ جب امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا تو اس کنوئیں کا نصف حصہ سواونٹوں کے عوض میں خرید کر وقف کر دیا۔ کنوئیں کے مالک نے جب پانی کے اوپر مخلوق کی بھیڑ کثرت سے دیکھی جو اس کو اس کے نصف حصہ سے کنوئیں کا نفع اٹھانے سے مانع ہوتی تھی، تو بقیہ نصف حصہ بھی کچھ تھوڑی چیز کے عوض حضرت عثمان کے ہاتھ بیچ ڈالا۔

حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **يشتری رومة يشرب رواه فی الجنة** (جو شخص بیرٔ رومہ کو خریدے گا، وہ سیراب ہوگا جنت میں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے مال سے خرید کر وقف کر دیا۔ بغوی نے بشیر اسلمی سے روایت کی ہے کہ جب مدینہ منورہ میں مہاجرین کی تشریف آوری کثرت سے ہوگئی تو پانی کی قلت محسوس کی جانے لگی۔ اس مقدس شہر میں میٹھا پانی

بہت کم تھا، بنی غفار کے ایک آدمی کے پاس ایک چشمہ دار کنواں تھا جس کو بیئر رومہ کہتے تھے۔ یہ شخص پانی کا ایک مشکیزہ ایک مد کے بدلے میں فروخت کرتا تھا۔ ایک دن سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے فرمایا: اس کنوئیں کو اس چشمہ کے عوض جو تجھ کو جنت میں ملے گا، میرے ہاتھ بیچ ڈال۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے اور میرے بچوں کے لیے اس کنوئیں کے سوا دوسرا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو پینتیس ہزار (۳۵،۰۰۰) درہم میں خرید کر اس کو مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

۴- بیئر بضاعۃ: یہ کنواں مدینہ منورہ کے شامی باب کے قریب ہے، جب انسان مشہد مطہرہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے راستے پر چلے تو چلنے والے کے دائیں جانب واقع ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بیئر بضاعۃ پر آئے اور ایک ڈول پانی طلب فرما کر وضو کیا، بقیہ پانی مع لعاب دہن مبارک کنوئیں میں ڈال دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جو شخص بیمار ہوتا تھا اس کو بضاعۃ کے پانی سے غسل دیتے تھے، اس کی برکت سے بیمار کو جلد شفا حاصل ہو جاتی تھی۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص بیمار ہوتا تھا اس کو تین دن بضاعۃ کے پانی سے غسل دیتے تھے وہ صحت یاب ہو جاتا تھا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ کے لیے بیئر بضاعۃ سے پانی لاتے ہیں، حالانکہ لوگ اس میں کتوں [illegible]شت، حیض کے کپڑے اور مختلف نجاستیں ڈالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: پانی پاک ہے، اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا آپ بیئر بضاعۃ پر وضو فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اس پانی سے وضو کرتے ہیں، حالانکہ اس میں لوگ بہت سی نجس چیزیں ڈالتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: الماء لا ینجسه شیيء یعنی پانی کو کوئی چیز نجس نہیں بنا سکتی۔

۵- بیئر البصہ: یہ کنواں بقیع کے قریب قبا کے راستے میں بائیں جانب واقع ہے۔ اگر بقیع کی جانب سے مدینہ منورہ کے حصار کے نیچے چلیں تو یہ مذکورہ جگہ پر ملے گا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں تشریف لائے اور دریافت فرمایا: تمہارے یہاں کچھ سدر ہے تاکہ میں اس سے سر کو دھوؤں، کیونکہ آج جمعہ کا دن ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں ہے۔ سدر لے لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بیئر البصہ پر چلا گیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنے سر مبارک کو دھویا اور غسالہ کو کنوئیں میں ڈال دیا۔ اس کنوئیں میں زینے ہیں اور اس کا پانی بہت نزدیک ہے۔

۶- بیئر حاء: حاء ایک مرد یا عورت کا نام ہے، اس کنوئیں کی اضافت اس کی طرف کر دی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حاء اس مقام کا نام ہے جس جگہ پر کنواں واقع ہے، یہ جگہ مسجد نبوی کے شمال جانب قلعہ کی دیوار کے متصل مسجد نبوی سے بہت ہی قریب ہے۔ اگر قلعہ کی دیوار بیچ میں حائل نہ ہوتی تو مسجد نبوی سے اس کنوئیں کا فاصلہ بہت ہی قریب تھا۔ کہتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات تشریف لاتے تھے وہاں کے درختوں کے سایہ میں بیٹھتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے۔ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس باغ کی حیثیت میں بہت مال تھا۔ اور ان کے مالوں میں سے محبوب ترین مال ان کے نزدیک مسجد کے روبرو یہی بیئر حاء تھا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پر تشریف لے جاتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کنوئیں کو اپنے عزیز واقارب کے لیے وقف کر دیا تھا۔

۷۔ بیرُ العِہن: یہ مدینہ منورہ میں مسجد قبا کے مشرقی جانب ایک بڑے باغ میں ہے، جو شرفاء سے تعلق رکھتا ہے۔ وہاں پر زراعت اور درخت بہت ہیں۔ مقام پاک صاف اور لطیف ہے۔ سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر وضو کیا اور نماز ادا فرمائی۔ (ماخوذ از جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب، مصنف شیخ عبدالحق محدث دہلوی، از صفحہ 200 تا 211)

مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ کے راستہ میں واقع زیارت گاہوں کا ذکر:

مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ کے راستہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے کثیر زیارت گاہیں تھیں، ان میں اکثر کے نشانات مٹ چکے ہیں مگر چند ایک کے نام اور ان کا تعارف حسب ذیل ہے:

۱۔ مسجد ذی الحلیفہ: بعض مؤرخین نے اس کو مسجد الشجرہ بھی کہا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی مرتبہ عمرہ کی نیت سے مکہ کا ارادہ فرمایا تو درخت سمرہ کے سایہ میں بیٹھے، یہ درخت ذی الحلیفہ میں تھا۔ یہاں آپ نے نماز ادا فرمائی۔ رات میں قیام بھی یہیں فرمایا اور وہیں سے آپ نے احرام باندھا۔ اب یہ اہل مدینہ کا میقات ہے۔ وہاں پر جو بڑی مسجد تھی وہ طویل زمانہ کی وجہ سے منہدم ہوگئی تھی۔ 861ھ میں اس کی تجدید کی گئی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز اسطوانہ وسطیٰ کی جانب ادا فرمائی تھی۔ شجرہ بھی اسی مقام پر تھا۔

اس بڑی مسجد کے قبلہ کی جانب ایک دوسری چھوٹی سی مسجد ہے، جو تھوڑے فاصلہ پر ہے ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی ہو۔ اس چھوٹی مسجد کو مسجد المعرس کہتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض غزوات سے واپسی کے وقت یہاں تعریس کیا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا خروج شجرہ کے راستہ سے تھا اور داخلہ معرس کے راستے سے تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی اس مقام پر پہنچتے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعریس کا مقام ڈھونڈ کر وہیں تعریس کیا کرتے تھے۔

۲۔ مسجد شرف الروحاء: روحا ایک مقام کا نام ہے۔ مدینہ منورہ اور اس کے درمیان میں اکتالیس (۴۱) یا چھتیس (۳۶) میل کا فاصلہ ہے۔ اس مسجد سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوں تو راستہ کے دائیں جانب شرف روحاء کے نزدیک ایک مسجد ملے گی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز ادا فرمائی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ نالہ آباد ہوگیا تھا اور اب وہاں پر بہت سے چشمے اور آبادیاں ہوگئی ہیں۔ والیٔ مدینہ کی جانب سے وہاں پر ایک حاکم رہتا تھا، وادی کے باشندوں کے اشعار و اقوال صفحہ زمانہ پر یادگار ہیں۔ اس وقت بھی بعض نشانات اور ٹیلوں کو دیکھ کر وہاں کی آبادی پر استدلال پکڑ سکتے ہیں۔ قافلہ کی گزرگاہ پر بہت سی پرانی قبریں ہیں جو کبھی اس وادی کے باشندوں کا مدفن تھا۔ بعض حکماء ان کو شہداء کی قبریں کہتے ہیں، ممکن ہے کہ یہ اہل بیت کی قبریں ہوں جو ظلماً شہید کیے گئے تھے۔

۳۔ مسجد الغزالہ: وادی روحاء میں پہاڑ کی جانب ایک مسجد ہے۔ جب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوں تو یہ مسجد راستہ کے بائیں جانب پڑے گی۔ اس کو مسجد الغزالہ کہتے ہیں۔ سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی تھی، یہاں پر ایک

مقام ہے جس کو انایہ کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہاں پر قیام فرمایا کرتے' اور کہتے تھے کہ یہ مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ وہاں پر ایک درخت تھا، جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہاں قیام کرتے تو وضو کرتے اور بقیہ پانی درخت کی جڑ میں ڈال دیتے اور فرماتے تھے کہ اسی طرح کرتے ہوئے میں نے رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں درخت کے گرد گھوم کر اس کی جڑ میں پانی ڈالتے تھے۔ اس مسجد کا وہ راستہ جس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو تشریف لے جاتے تھے، بائیں جانب ہے۔ زمانہ قدیم سے یہی راستہ جاری تھا۔ اس کو انبیاء کا راستہ کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام جب مکہ مکرمہ کو حج کا قصد کر کے تشریف لے جاتے تو وہ سب اسی راستے سے گزرتے تھے۔ اسی راستہ میں ایک کنواں بھی ہے، جس کو بیرُ السقیا کہتے ہیں اور یہ اس پہاڑ کی گھاٹی پر ہے جس کا نام ہرشا ہے۔ اب اس راستے کے دائیں جانب ایک دوسرا راستہ بھی ہے، جس پر لوگ چلتے ہیں۔ مؤرخین نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستہ کی بہت سی مساجد نبویہ اور مقامات مصطفویہ کو بیان کیا ہے مگر اس وقت ان میں سے بیشتر کے علامات ونشانات مٹ چکے ہیں۔ ان کے اثرات بے شک پائے جاتے ہیں لیکن وہ طالبان مشتاق جن کی چشم بصیرت سرمہ ہدایت سے منور ہیں اور جن کے باطن کی آنکھیں نور عنایت سے منور ہو رہی ہیں۔ ان سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ان تمام پہاڑوں، میدانوں اور مکانات سے کس قدر روحانیت اور نورانیت جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے کہ ان مقامات میں کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے' جو جمال مصطفوی کے سعادت اثر سے ممتاز نہ ہوا ہو۔

۴- مسجد بدر: بدر ایک مشہور مقام ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا غزوہ اسی مقام پر ہوا۔ یہ غزوہ اسلام کی عزت، مسلمانوں کی شوکت اور کفار کی ذلت کا سبب بنا۔ اس مقام پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک عریش بنایا گیا تھا، عریش اس مکان کو کہتے ہیں جو خرمہ کی شاخ وغیرہ سے تیار کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد لوگوں نے وہاں پر ایک مسجد تعمیر کرا دی جو اب بھی موجود ہے۔ اس مقام کے متبرک مقامات میں ان شہداء کی قبریں شمار کی جاتی ہیں جو اس غزوہ میں شرف شہادت کو پہنچے تھے۔ یہاں کے غرائبات میں جو چیز مشہور ہے، وہ یہ ہے کہ مزاراتِ شہداء کے بالائی جانب ریت کا جو ٹیلہ ہے وہاں سے نقارہ کی مانند ایک آواز سنائی دیتی ہے، جس کے سننے یا وجود میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

۵- مسجد خلیص: ان مساجد میں سے جو مکہ کے راستہ میں معلوم اور متعین ہیں، مسجد خلیص ہے۔ یہ مسجد مکہ مکرمہ سے تین دن کے فاصلے پر ہے، جہاں پر ایک کھجور کا درخت اور ایک چشمہ تھا۔ وہاں پر ایک مسجد تھی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی تھی۔ 998 ہجری میں سلطان روم نے اس مسجد کی تجدید کرائی اور چشمہ کو اس مسجد کے صحن میں شامل کر دیا۔ حرہ عقبہ میں خلیص ایک دوسری مسجد ہے، گاؤں سے لے کر وہاں تک تین میل کا فاصلہ ہے۔ خلیص سے مدینہ منورہ کی جانب ایک دوسرا پڑاؤ ہے، اس مسجد کے راستے کے دائیں جانب سے اُمّ معبد کا خیمہ قدید ہی میں تھا۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کے دوران قدید پہنچے تھے' تو یہ اُمّ معبد ہی تھیں جن کی بکریوں کے تھنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے دودھ اتر آیا تھا۔

۶-مسجد سرف: یہ مسجد تنعیم کے قریب مکہ مکرمہ سے ایک منزل اور تین میل کے فاصلہ پر ہے۔اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک بھی یہیں پر ہے اور ان کا نکاح وزفاف بھی اسی مقام پر ہوا تھا۔

۷-مسجد التنعیم: تنعیم ایک مقام ہے، مکہ کے رہنے والے عمرہ کا احرام یہیں سے باندھتے ہیں۔یہاں پر ایک درخت تھا اور کنوئیں بھی تھے اور اسی جگہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد تھی لیکن اب یہاں مشہور ''مسجد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا'' ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انہوں نے حج وداع میں عمرہ کا احرام یہیں سے باندھا تھا اور یہ مقام بہت زیادہ مشہور ہے۔

۸-مسجد ذی طویٰ: ذی طویٰ ان مکانات سے متصل ایک کنواں ہے' جو مکہ مکرمہ سے خارج ہیں۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لائے تھے' تو اسی مقام پر قیام فرمایا تھا اور رات یہیں گزاری تھی، صبح کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تھے۔اس وقت جو مسجد موجود ہے یہ مقام اس کے علاوہ ہے۔واللہ اعلم۔

(ماخوذ از جذب القلوب الی دیار المحبوب ،مصنف شیخ عبدالحق محدث دہلوی، از صفحہ:212 تا 217)

احد پہاڑ کی اہمیت وفضیلت:

مدینہ منورہ کے مشہور پہاڑوں میں سے ایک احد پہاڑ ہے، جس کی فضیلت واہمیت احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے۔اس سلسلہ میں چند ایک مناقب حسب ذیل ہیں:

۱-حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ اُحد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا:''**هٰذَا جبل یحبنا و نحبه** ۔'' یہ ایک پہاڑ ہے' جو ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اسے محبوب رکھتے ہیں۔

۲-ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کوہِ اُحد پر پڑی، آپ نے اللہ اکبر کہہ کر فرمایا:''**هٰذَا جبل یحبنا و نحبه علی باب من ابواب الجنة وهٰذَا عیر جبل یبغضنا نبغضه علی باب من ابواب النار** ۔'' یہ ایک پہاڑ ہے' جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں، یہ پہاڑ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہے۔اور یہ عیر ایک پہاڑ ہے' جو ہم کو دشمن رکھتا ہے اور ہم اس کو دشمن رکھتے ہیں اور یہ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

۳-حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ سے خطاب فرمایا:''**اسکن یا احد فانما علیك نبی او شهید** ۔'' اے احد ٹھہر جا! تیرے اوپر نبی ہیں اور شہید ہیں۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں علم اور عقل موجود ہے جس کی وجہ سے خطاب کو سمجھ سکے۔عشق ومحبت عقل اور فہم کے لوازمات سے ہے۔زمانہ نبوت سے پہلے آپ کو پتھروں کا سلام کرنا وغیرہ اور آپ کی جدائی سے مسجد شریف کے ستون کا رونا، اس مدعا کی صاف دلیل ہے۔

۴-رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''**احد علی رکن من ارکان الجنة وعیر علی رکن من ارکان النار** ۔'' احد جنت کے رکنوں میں سے ایک رکن پر ہے اور عیر جہنم کے رکنوں میں سے ایک رکن پر ہے۔

۵-حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''**اربعة اجبال من اجبال الجنة واربعة انهار من انهار الجنة واربعة ملاحم من ملاحم الجنة قیل فما العیان قال احد یحبنا ونحبه من اجبال الجنة و ورقان جبل من اجبال الجنة**

والطور جبل من اجبال الجنة ولبنان جبل من اجبال الجنة والانهار الاربعة النيل والفرات وسيحان و جيحان والملاحم بدر واحد والخندق والحنين ۔" چار پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں، چار نہریں جنت کی نہروں میں سے ہیں اور چار لڑائیاں جنت کی لڑائیوں میں سے ہیں۔عرض کیا گیا: یارسول اللہ! وہ کون سے پہاڑ ہیں؟ فرمایا: احد ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں جن کے پہاڑوں میں سے ہے، ورقان جنت کے پہاڑوں میں سے ہے، طور جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے اور لبنان جنت کے پہاڑوں میں سے ایک ہے۔ چار نہریں یہ ہیں: نیل، فرات، سیحان اور جیحان۔ چار لڑائیاں یہ ہیں: بدر، احد، خندق اور حنین۔

۶۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر جو شہدائے احد سے ہیں کھڑے ہوئے اور یہ آیت مبارکہ پڑھی:"من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهد والله عليه الاية اللهم ان عبدك ونبيك يشهد ان هولاء شهداء" فرمایا: اے اللہ! بیشک تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہداء ہیں۔تم آؤ اور شہدائے احد کو سلام کہو، جب تک زمین و آسمان قائم ہیں جو شخص بھی ان کو سلام کہتا ہے وہ اس کو جواب دیتے ہیں۔

۷۔صحیح خبروں میں آیا ہے کہ چھیالیس (46) سال کے بعد جب شہدائے احد کی قبروں کو کھولا گیا تو اسی طرح سے تروتازہ مثل غنچہ گل مع کفنوں کے نکلے، یہ معلوم ہوتا تھا گویا ان کو کل ہی دفن کیا گیا ہے۔بعضوں کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ زخم پر رکھے ہوئے ہیں جب ہاتھ کو زخم سے علیحدہ کرتے' تو اس زخم سے تازہ خون جاری ہو جاتا تھا اور جب ان کے ہاتھ کو چھوڑ دیتے تھے' تو وہ پھر زخم کی جگہ پہنچ جاتا تھا۔ان قبور کے کھولنے کے متعلق جو واقعات مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ایک شخص کا عزیز ایک اجنبی کے ساتھ دفن ہو گیا تھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح اجازت کی وجہ سے یا بوجہ دلالت حال کے یا پھر قیاس اور اجتہاد کے سبب ان کو نکال کر علیحدہ دفن کرنا چاہتے تھے۔دوسرا واقعہ یہ تھا کہ نالوں میں سیلاب آجانے کی وجہ سے قبریں کھل گئی تھیں اور زیادہ تر اس وجہ سے بھی کہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے اپنی امارت کے زمانہ میں اپنی طرف سے ایک چشمہ نکال کر اس مشہد مقدس کی راہ سے جاری کیا تھا، جس کی وجہ سے اکثر شہداء کی قبریں کھل گئیں اور شہیدوں کو قبر سے باہر نکالا گیا۔

۸۔جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہر جاری کی تو حکم دیا کہ شہداء اپنی قبروں سے منتقل کیے جائیں، ایک ہاوڑہ حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے پائے مبارک پر لگا اس سے خون جاری ہو گیا، بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ کے گورنر نے چشمہ کھودنے کے دن مدینہ میں منادی کرادی تھی کہ امیر المؤمنین کا چشمہ جاری ہو رہا ہے جس شخص کا مردہ احد میں دفن ہے وہ آئے اور اس کو یہاں سے دوسری جگہ لے جائے۔واللہ اعلم۔

(ماخوذ از جذب القلوب الی دیار المحبوب، مصنف شیخ عبدالحق محدث دہلوی، از صفحہ: 249 تا 256)

زیارت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت:

احادیث میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے فضائل و مناقب بکثرت بیان کیے گئے ہیں، ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"من زار قبری وجبت له شفاعتی ."

"جو شخص میری قبر شریف کی زیارت کرے، میری شفاعت اس کے لیے واجب اور لازم ہے۔"

۲-حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"من زار قبری حلت له شفاعتی ."

جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگی۔

۳-حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"من جاء نی زائر الا تعمله حاجة الا زیادتی کان عقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیٰمة ."

"جو شخص میری زیارت کے لیے آئے اور نہ ہو اس کو حاجت سوائے میری زیارت کے تو مجھ پر واجب ہے کہ اس کے لیے شفیع ہو جاؤں قیامت کے دن۔"

یہ دونوں حدیثیں حدیث اول کی تقریباً ہم معنی ہیں لیکن تیسری میں صدق و اخلاص کی شرط ضرور موجود ہے اور انسان کے افعال واعمال کا دارو مدار اخلاص ہی پر ہے۔

۴-حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی .

"جس شخص نے حج کیا اور میری قبر کی زیارت کی، میری وفات کے بعد میری صحبت کا حکم رکھتی ہے۔ جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی گویا وہ شخص میری زندگی میں میری صحبت سے فیض یاب ہوا۔"

۵-حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی ."

"جس شخص نے خانہ کعبہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی، اس نے مجھ پر ظلم کیا۔"

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حاصل نہ کرنے پر وعید ہے اور حج کرنے کے بعد اس فضیلت سے محروم رہنے پر تنبیہ اور سرزنش ہے، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی خواہش تھی کہ آپ کی امت ثواب حاصل کرے اور یہ آپ کی امت پر کمال شفقت ہے۔

۶-حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"من زارنی الی المدینة کنت له شفیعا وشهیدا ."

"جو شخص میری زیارت کرنے کے لیے مدینہ میں آئے، اس کے لیے میں شفیع ہوں گا اور گواہ۔"

شفاعت گناہگاروں کے لیے ہوگی اور شہادت اہل اطاعت کے لیے۔

۷-حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:من زارنی متعمدا کان فی جواری یوم القیٰمة ومن مات فی احد الحرمین بعثه الله من الامنین یوم القیٰمة .

"جو شخص عمداً میری زیارت کے لیے آیا تو اس کے لیے میں قیامت کے دن پڑوسی ہوں گا۔ جو شخص حرم مکہ یا مدینہ میں مرے وہ قیامت کے دن عذاب سے امن میں ہوگا۔"

۸-حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:من حج حجة الاسلام وزار قبری وغزی غزوة وصلی فی بیت

المقدس لم يسال الله عز وجل فيما افترض عليه .
اس حدیث میں فریضہ حج کی فضیلت اور حضرت سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت، کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور بیت المقدس میں نماز ادا کرنا جو نیک لوگوں کا مقام ہے ذکر کیے گئے ہیں۔ احتمال رکھتا ہے کہ یہ مخصوص جزا یعنی فرائض مخصوص کا نہ پوچھا جانا مجموعہ امور کے اوپر ہے یا فرداً فرداً پر مرتب ہوگا؟ واللہ اعلم۔

۹۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من زارني متعمدا كان في جواري يوم القيمة ومن مات في احد الحرمين بعثه الله من الامنين يوم القيمة .

"جو شخص میری زیارت کرے اور اس کو مقصود اصلی سمجھے، وہ قیامت کے دن میرا پڑوسی ہوگا اور جو شخص حرم مکہ یا مدینہ میں مرے، تو وہ قیامت کے دن عذاب سے امن میں ہوگا۔"

۱۰۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من حج الى مكة ثم قصدني في مسجدي كتبت له حجتان مبرورتان ."

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا قصد کرنا اور آپ کی مسجد شریف کی زیارت سے مشرف ہونا، حج مقبول کے برابر ہے بلکہ قبولیت حج کا سبب ہے۔

۱۱۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من زار قبري بعد موتي فكانما زارني في حياتي ومن لم يزر قبري فقد جفاني .

"جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔"

۱۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: من سال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الدرجة والوسيلة حلت له شفاعته يوم القيمة ومن زار قبر رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كان في جوار رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم .

"جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا کرے اس کو قیامت کے دن درجہ وسیلہ اور شفاعت حاصل ہوگی۔ جو شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں ہوگا۔"

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

ہمارے اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں، تصرف کرتے ہوئے اپنے امتیوں کی معاونت کرتے ہیں اور نماز وغیرہ عبادات ادا کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند ایک دلائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الانبياء احياء في قبورهم يصلون .

''انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔''

اور وہ حدیث جو خاص کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو ثابت کرتی ہے، یہ ہے:

۲-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام ۔

''جو شخص مجھ پر سلام بھیجے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو واپس کرتا ہے، یہاں تک کہ میں اس پر اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

۳-حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: من صلی علی فی قبری رددت علیہ ومن صلی علی فی مکان اخر بلغونیہ ۔

جو شخص صلوٰۃ بھیجتا ہے مجھ پر میرے روضے کے پاس، میں خود اس کو جواب دیتا ہوں اور جو شخص صلوٰۃ بھیجتا ہے مجھ پر دوسرے مقام سے، تو وہ مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

۴-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: مامن عبد یسلم علی عند قبری الا وکل اللہ بھا ملکا یبلغنی وکفی اجر اخرتہ ودیناہ وکنت لہ شھید وشفیعا یوم القیمۃ ۔

''کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جو سلام بھیجے میرے روضے کے نزدیک مگر مقرر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک فرشتہ جو پہنچاتا ہے میرے پاس اور کفایت کرتا ہے اللہ اس کے اجر کو دنیا اور آخرت میں اور میں ہوں گا اس کے لیے گواہ اور شفیع قیامت کے دن۔''

مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ کی افضلیت:

ہمارا اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ مدینہ طیبہ کی عظمت و فضیلت مکہ معظّمہ سے زیادہ ہے، اس کے کثیر دلائل ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-وعن العبدی من المالکیۃ المشی الی المدینۃ لزیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل من الکعبۃ ۔ (خلاصۃ الوفاء، ص:٦٦)

حضرت عبدی مالکی فرماتے ہیں: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ کا سفر کرنا کعبہ سے افضل ہے۔

۲-الحبیب لایختار لحبیبہ الا ماھو احب واکرم عندہ ۔ (جذب القلوب، ص:۲۰-۲۱، خلاصۃ الوفاء)

حبیب اپنے حبیب کے لیے وہی شے پسند کرتا ہے، جو سب سے زیادہ محترم اور معزز ہو۔

۳-طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

والمدینۃ خیر من مکۃ ۔ (وفاء الوفاء، ص:۳۷، ج:۱)

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔

۴-صاحب وفاء الوفاء علامہ نورالدین سمہودی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قد انعقد الاجماع علی تفضیل ماضم الاعضاء الشریفة حتیٰ علی الکعبة المنیفة ۔

(جذب القلوب، باب دوم، وفاء الوفاء، ص:۴۰، ج:۱)

☆ مکہ مکرمہ کی سب سے بڑی افضلیت کی یہ دلیل دی جاتی ہے کہ یہاں ایک نیکی کا ثواب لاکھ کے برابر ہے، حالانکہ افضلیت کا معیار ثواب کی کمی بیشی پر نہیں جیسا کہ عرفات میں حج کے دن نماز پڑھنا اور منیٰ کے اندر قربانی کے دن ظہر کی نماز ادا کرنا کعبہ میں نماز سے افضل ہے باوجود یہ کہ حرم کعبہ کے اندر نماز میں ثواب کی زیادتی سبھی کو معلوم ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی مقام پر ثواب کا زیادہ ملنا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ جگہ و مقام افضل ہے۔ حج کے دن فضیلت عرفات کو حاصل ہے مگر ثواب حرم کعبہ میں زیادہ ہے۔

افضلیت مدینہ پر مزید دلائل:

1-مدینہ منورہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدفن بننے کا شرف حاصل ہے۔

2-مدینہ منورہ کو شرف حاصل ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

3-یہ خطہ مبارک مکرمہ افضل البقاع ہے۔

4-یہاں بھی مکہ مکرمہ کی طرح قتال حرام ہے۔

5-یہی مقدس شہر ہے جس میں سب سے زیادہ صحابہ کرام آرام فرما ہیں۔

6-یہی مقدس شہر ہے جس کی خاک پاک دوا کا کام کرتی ہے۔

7-اسی شہر مقدس میں وہ شہداء موجود ہیں جنہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جانیں دیں۔

8-اسی زمین انور کو اللہ نے اپنے حبیب کے لیے پسند فرمایا۔

9-قرآن مجید کی تلاوت کا آغاز اسی شہر مقدس سے ہوا۔

10-اسلامی فتوحات کا آغاز اسی شہر مقدس سے ہوا۔

11-دین کا مظہر یہی شہر قرار پایا۔

12-فتح مکہ سے قبل ہجرت کا حکم اسی شہر طرابلس کی طرف دیا گیا۔

13-ایمانداروں کو اسی شہر میں قیام کی ترغیب دی گئی۔

14-اسی شہر انور میں مرنے والوں کو شفاعت کا وعدہ دیا گیا۔

15-اسی شہر انور میں موت کی دعا کو مستحب قرار دیا گیا۔

16-اسی شہر مقدس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کو پسند فرمایا۔

17-اسی شہر مقدس کے دکھوں پر صبر کرنے والوں کو جنت کا مژدہ سنایا گیا۔

18-اسی شہر انور میں مکہ مکرمہ سے زیادہ برکت کی دعا فرمائی گئی۔

19-اسی شہر پاک کو محبوب بنانے کے لیے دعا سے نوازا گیا۔

20-اسی شہر مقدس میں قرار اور رزق حسنہ کی دعا فرمائی گئی۔

21-یہی شہر مقدس ہے جسے دیکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خوشی میں اپنی سواری مبارک کو تیز کر دیتے تھے۔

22-یہی وہ مقدس شہر ہے جسے دیکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کندھوں مبارک سے چادر اتار دیتے کہ مدینہ منورہ کی ہوا لگے۔

23-یہی شہر مقدس ہے جس کے نام مبارک تمام شہروں کے ناموں سے زیادہ ہیں۔

24-یہی شہر مقدس ہے جس کے دشمنوں کے لیے ہلاکت کی بددعا کی گئی۔

25-یہی شہر مقدس ہے جس کے ظالموں کے لیے سخت وعید ہے۔

26-یہی شہر مقدس ہے جس میں سب سے پہلے مسجد تعمیر کی گئی۔

27-احکام اسلام کا اکثر و بیشتر حصہ اسی شہر مقدس میں نازل ہوا۔

28-اسی شہر مقدس کی مسجد نبوی میں نماز جمعہ کا پڑھنا حج کا ثواب ہے۔

29-یہی شہر مقدس ہے جس کے پھلوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم چوم لیا کرتے تھے۔

30-اسی شہر انور میں ریاض الجنۃ اور جنت البقیع کے پاک خطے ہیں۔

31-یہی شہر انور ہے جس کے بعض پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں۔

32-یہی وہ مقدس شہر ہے جس کی تاریخ نوح علیہ السلام سے جا ملتی ہے۔

33-یہی وہ مقدس شہر ہے جس کی حفاظت پر فرشتے مامور ہیں۔

34-یہی وہ مقدس شہر ہے جو دجال اور طاعون سے بچا رہے گا۔

35-یہی وہ مقدس شہر ہے جس کی زیارت سے زائر کی بخشش لازم ہو جاتی ہے۔

(ماخوذ از مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، مصنف علامہ منظور احمد شاہ، از صفحہ: 334 تا 350)

بَابُ مَاجَآءَ فِیْ خَلْقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

باب 1: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا بیان

1- اخبرنا ابو رجاء قُتَیْبَۃُ بن سَعِیْدٍعن مالك بن انس عن ربیعة بن اَبِیْ عبد الرحمن عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ انه سَمِعَہٗ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ وَلَا بِالْاَبْیَضِ الْاَمْھَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَہُ اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی رَأْسِ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً فَاَقَامَ بِمَکَّۃَ عَشْرَ سِنِیْنَ وَ بِالْمَدِیْنَۃِ عَشْرَ سِنِیْنَ فَتَوَفَّاہُ اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی رَأْسِ سِتِّیْنَ سَنَۃً وَّ لَیْسَ فِیْ رَأْسِہٖ وَ لِحْیَتِہٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَۃً بَیْضَاءَ ۔

❖❖ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لمبے نہیں تھے اور چھوٹے قد کے بھی نہیں تھے۔ آپ زیادہ سفید بھی نہیں تھے اور بالکل گندمی بھی نہیں تھے۔ آپ زیادہ گھنگھریالے بالوں کے مالک بھی نہیں تھے اور زیادہ سیدھے بالوں والے بھی نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس (۴۰) برس کی عمر میں مبعوث کیا، آپ نے دس (۱۰) برس مکہ میں قیام کیا اور دس (۱۰) برس مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساٹھ سال کی عمر میں وفات دی اور اس وقت آپ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک میں بیس (۲۰) بال بھی سفید نہیں تھے۔

2- حَدَّثَنَا حمید بن مسعدة البصری حَدَّثَنَا عبدالوهاب الثقفی عن حمید عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ رَبْعَۃً وَ لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ حَسَنَ الْجِسْمِ وَکَانَ شَعْرُہٗ لَیْسَ بِجَعْدٍ وَّلَا سَبْطٍ اَسْمَرَ اللَّوْنِ اِذَا مَشٰی یَتَکَفَّاءُ ۔

❖❖ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم درمیانے قد کے تھے، آپ زیادہ لمبے بھی نہیں تھے اور نہ چھوٹے تھے۔ آپ خوبصورت جسم کے مالک تھے۔ آپ کے بال زیادہ گھنگھریالے نہیں تھے اور زیادہ سیدھے بھی نہیں تھے، آپ سفید رنگت کے تھے، جب چلتے تھے تو آگے کی طرف جھک کر چلتے تھے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک:

البائن: زیادہ طویل، نمایاں، الالھق: زیادہ سفید، الذوم: گہرا سانولا، یتکفا: جھک کر چلنا، قدم اٹھا کر چلنا، چلنے کا انداز تیزی سے چلنا۔

سوال: زیر مطالعہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں دس سال تک ٹھہرے رہے حالانکہ آپ تیرہ سال تک قیام پذیر رہے اور اسی طرح آپ کی کل مدت عمر ساٹھ (۶۰) سال ظاہر کی گئی ہے، جب کہ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی کل مدت عمر تریسٹھ سال تھی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اعلانِ نبوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی دس سال بیان کی گئی ہے' اس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں: (۱) اہل عرب عموماً عشروں کو شمار کرتے ہیں اور اکائیوں (کسروں) کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (۲) یہاں قیام سے مراد اعلانِ نبوت کے بعد کا زمانہ نہیں ہے بلکہ علان و سالت کے بعد کا زمانہ ہے' چونکہ اعلانِ نبوت کے تین سال بعد آپ نے اعلان رسالت فرمایا تھا' تو اس طرح قیام مکہ کی مدت دس سال ہوئی۔

جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کل مدت عمر کا تعلق ہے' اس بارے میں تین روایات ہیں: (۱) ساٹھ (۶۰) سال: جب عشروں کو شمار کیا جائے اور کسروں کو ترک کیا جائے۔ (۲) تریسٹھ (۶۳) سال: جب عشروں کے ساتھ کسروں کو شمار کیا جائے لیکن سال ولادت و سال وصال دونوں کو شمار نہ کیا جائے۔ (۳) پینسٹھ (۶۵) سال: جب عشروں کے ساتھ کسروں اور سال ولادت و سال وصال کو بھی شمار کیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور ڈاڑھی مبارک میں سفید بالوں کی کل تعداد کے بارے میں چار روایات ہیں: (۱) چودہ بال (۲) سترہ بال (۳) اٹھارہ بال (۴) بیس بال۔

قد مبارک' رنگ مبارک اور رفتار مبارک:

ان روایات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تین خصوصیات بیان کی گئی ہیں:

۱- قد مبارک: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک نہ قصیر تھا اور نہ طویل تھا بلکہ درمیانہ اور مائل طوالت تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجمع عام یا کثیر لوگوں میں تشریف فرما ہوتے' آپ سب سے طویل معلوم ہوتے تھے۔ یہ طوالت دراز قد ہونے کی وجہ سے نہیں تھی' بلکہ اس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں: (i) بطور معجزہ آپ طویل معلوم ہوتے تھے۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے جس طرح کمالات معنوی میں آپ کو ممتاز کیا تھا' اسی طرح کمالات ظاہری میں بھی ممتاز کیا تھا' تاکہ کوئی شخص آپ سے بلند دکھائی نہ دے۔

۲- رنگ مبارک: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا رنگ مبارک نہ تو چونے کی طرح سفید نہ بالکل گندمی تھا بلکہ ایسا سفید تھا' جو سرخی مائل تھا۔ آپ کے جسم مبارک کا وہ حصہ جو کپڑوں میں چھپا رہتا' وہ سفید اور جو نمایاں ہوتا' وہ گندمی ہوتا تھا۔

۳- رفتار مبارک: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار بیان کرنے کے لیے لفظ: یتکفأ استعمال ہوا ہے جس کے مفہوم میں تین اقوال ہیں: (i) تیزی سے چلنا (ii) آگے کی طرف جھک کر چلنا (iii) قوت سے قدم اٹھا کر چلنا۔ یہ تینوں مفاہیم درست ہیں' کیونکہ یہ لفظ تینوں معانی کا متحمل ہوسکتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار میں تینوں اوصاف پائے جاتے تھے۔ سر اٹھا کر چلنے سے تکبر کا اظہار ہوتا ہے' اس لیے آپ سر جھکا کر چلتے تھے' جو عجز کی علامت ہے۔ آپ عورتوں کی طرح پاؤں گھسیٹ کر نہیں بلکہ مردوں کی طرح اٹھا کر چلتے تھے اور کمزوروں کی طرح سستی سے نہیں بلکہ قوت سے قدم اٹھا کر چلتے تھے۔

3- حَدَّثَنَا محمد بن بشار یعنی العبدی حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عَنْ اَبِی اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ رَجُلًا مَرْبُوْعًا بُعَیْدَ مَابَیْنَ الْمَنْکِبَ

عَظِیْمَ الْجُمَّةِ اِلٰی شَحْمَةِ اُذُنَیْہِ عَلَیْہِ حُلَّةٌ حَمْرَآءُ مَارَاَیْتُ شَیْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْہُ ۔

حضرت ابواسحاق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم درمیانے قد کے تھے، آپ کے کندھوں کے درمیان فاصلہ زیادہ تھا۔ آپ کے بال گھنے تھے اور وہ کانوں تک آتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے سرخ حلہ زیب تن کر رکھا تھا اور میں نے آپ سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں دیکھا۔

4- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا وکیع حَدَّثَنَا سفین عَنْ اَبِیْ اسحق عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَارَاَیْتُ مِنْ ذِیْ لِمَّةٍ فِیْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَہٗ شَعْرٌ یَضْرِبُ مَنْکِبَیْہِ بُعَیْدَ مَا بَیْنَ الْمَنْکِبَیْنِ لَمْ یَکُنْ بِالْقَصِیْرِ وَلَا بِالطَّوِیْلِ ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے سرخ حلے میں لمبے بالوں والا کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ آپ کے بال مبارک کندھوں تک آتے تھے۔ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا، آپ چھوٹے قد کے نہیں تھے اور لمبے بھی نہیں تھے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی کیفیت:

اس روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ نہ بالکل گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے تھے بلکہ دونوں حالتوں کے درمیان تھے، جو خوبصورتی کی علامت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں کی کیفیت یہ تھی کہ نہ طویل تھیں اور نہ قصیر تھیں۔ جب آپ تیل استعمال کر کے کنگھا کرتے، وہ کانوں کے نیچے گردن مبارک کے پاس آجاتیں ورنہ کانوں تک ہوتی تھیں یعنی سر مبارک کے بالوں کی کیفیت یکساں نہیں رہتی تھی بلکہ ان میں تبدیلی آتی رہتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی کیفیت تین طرح کی تھی، جو تین لفظوں میں بیان کی جاسکتی ہے:

۱- وُفرہ: وہ بال جو کانوں کی لو تک ہوتے۔

۲- لِمّہ: وہ بال جو کانوں کی لو سے قدرے نیچے ہوتے۔

۳- جُمّہ: وہ بال جو گردن کی پچھلی ہڈی تک پہنچ جاتے۔

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کانوں کی لو تک ہوتے تو ان کو وفرہ کہا جاتا ہے جبکہ یہاں انہیں لفظ: جمہ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے؟

جواب: یہاں لفظ: جُمّہ کا لغوی معنی مراد لیا گیا ہے، وہ ہے: گنجان بالوں والا ہونا۔

سرخ لباس کا مسئلہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید رنگ زیادہ پسند تھا اور عموماً سفید لباس زیب تن فرماتے تھے۔ آپ نے سیاہ کپڑا بھی

استعمال فرمایا تھا، فتح مکہ کے موقع پر جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کا عمامہ مبارک سیاہ تھا۔ آپ کو سبز رنگ کا کپڑا بھی پسند تھا۔ زیر مطالعہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ لباس پسند فرمایا اور استعمال بھی کیا۔ بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے سرخ کپڑے کا استعمال جائز قرار دیا ہے۔

سوال: زیر مطالعہ حدیث سے سرخ کپڑے کے استعمال کا جواز ثابت ہوتا ہے جبکہ بعض روایات میں مردوں کے لیے اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے، اس طرح یہ تعارض ہو؟

جوب: (۱) یہی روایت حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں نقل کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: اراھا کانھا حبرۃ ۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو دھاری دار لباس میں دیکھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لباس زیب تن کیا تھا وہ خالص سرخ نہیں تھا بلکہ دھاری دار تھا۔ (۲) بیان جواز کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ لباس زیب تن فرمایا تھا یعنی ضرورت کے تحت سرخ لباس استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

سوال: کیا مرد حضرات سرخ لباس زیب تن کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: مرد حضرات ضرورت کے تحت سرخ لباس استعمال کر سکتے ہیں لیکن عورتوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہے اور تقویٰ کے بھی خلاف ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و جمال:

راوی کا بیان ہے: مارأیت شیئا قط احسن منہ ۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی چیز حسین نہیں دیکھی تھی''۔ لفظ: شیئا' لوگوں کو شامل ہے اور شمس و قمر کو بھی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور شمس و قمر سے بھی حسین تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال، آپ کے حسن و جمال کا صدقہ تھا۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ کے حسن و جمال کی منظر کشی کرتے ہوئے یوں کہا:

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ　　كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ
وَأَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِيْ　　وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

(یارسول اللہ!) آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں، گویا جیسا آپ نے چاہا ایسے ہی آپ پیدا کر دیے گئے اور آپ سے زیادہ حسین میری آنکھوں نے نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ حسین کسی عورت نے پیدا نہیں کیا۔

(دیوان حسان)

4/1- حَدَّثَنَا محمد بن اسمٰعیل حَدَّثَنَا ابونعیم حَدَّثَنَا المسعودی عن عثمان بن مسلم بن هر مزعن نفع ابن جبیر بن مطعم عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَا يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

بِالطَّوِیْلِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ شَثْنُ الْکَفَّیْنِ وَالْقَدَمَیْنِ ضَخْمُ الرَّاسِ ضَخْمُ الْکَرَادِیْسِ طَوِیْلُ الْمَسْرُبَۃِ اِذَا مَشٰی تَکَفَّأَ تَکَفُّؤًا کَاَنَّمَا یَنْحَطُّ من صَبَبٍ لَمْ اَرَقَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہت لمبے نہیں تھے اور بالکل چھوٹے بھی نہیں تھے۔ آپ کے دونوں ہاتھ اور پاؤں گوشت سے بھرے ہوئے تھے، سر بڑا تھا اور جوڑ بھاری تھے۔ آپ کے سینے مبارک پر بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ جب آپ چلتے تھے' تو جھک کر چلتے تھے گویا آپ بلندی سے نیچے کی طرف اتر رہے ہوں۔ میں نے آپ کی مثل پہلے اور آپ کے بعد کوئی نہیں دیکھا۔

5- حَدَّثَنَا سفیان بن وکیع حَدَّثَنَا اَبِیْ عن المسعودی بھذا الاسناد نحوہ بمعناہ حَدَّثَنَا احمد بن عبدۃ الضبی بمعناہ حَدَّثَنَا احمد بن عبدۃ الضَّبِّی البصری و علی بن حجرو اَبُوْ جعفر محمد بن الحسین و ھو ابن اَبِیْ حلیمۃ و المعنی واحد قالوا حَدَّثَنَا عِیْسٰی بن یونس عن عمر بن عبد اللّٰہ مَوْلٰی غُفْرَۃ قَالَ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِّنْ وُلْدِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ کَانَ عَلِیٌّ اِذَا وَصَفَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِالطَّوِیْلِ الْمُمَّغِطِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَکَانَ رَبْعَۃً مِّنَ الْقَوْمِ وَلَمْ یَکُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبِطِ کَانَ جَعْدًا رَجِلًا وَّلَمْ یَکُنْ بِالْمُطَھَّمِ وَلَا بِالْمُکَلْثَمِ وَکَانَ فِیْ وَجْھِہٖ تَدْوِیْرٌ اَبْیَضُ مُشْرَبٌ اَدْعَجُ الْعَیْنَیْنِ اَھْدَبُ الْاَشْفَارِ جَلِیْلُ الْمُشَاشِ وَالْکَتَدِ اَجْرَدُ ذُو مَسْرُبَۃٍ شَثْنُ الْکَفَّیْنِ وَالْقَدَمَیْنِ اِذَا مَشٰی تَقَلَّعَ کَاَنَّمَا یَنْحَطُّ فِیْ صَبَبٍ وَ اِذَا الْتَفَتَ اِلْتَفَتَ مَعًا بَیْنَ کَتِفَیْہِ خَاتَمُ النُّبُوَّۃِ وَ ھُوَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ اَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا وَّ اَصْدَقُ النَّاسِ لَھْجَۃً وَ اَلْیَنُھُمْ عَرِیْکَۃً وَاَکْرَمُھُمْ عَشِیْرَۃً مَنْ رَّاٰہُ بَدِیْھَۃً ھَابَہٗ وَ مَنْ خَالَطَہٗ مَعْرِفَۃً اَحَبَّہٗ یَقُوْلُ نَاعِتُہٗ لَمْ اَرَقَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ

حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک یوں بیان کیا کرتے تھے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی لمبے بھی نہیں تھے اور بالکل چھوٹے بھی نہیں تھے۔ آپ درمیانے قد کے تھے، آپ کے بال بہت گھنگھریالے نہیں تھے اور زیادہ سیدھے بھی نہیں تھے بلکہ سلوٹ والے سیدھے تھے۔ آپ کا جسم گوشت سے پرنہیں تھا اور آپ گول چہرے والے نہیں تھے۔ البتہ آپ کے چہرے میں کسی حد تک گولائی کا عنصر پایا جاتا تھا۔ آپ سرخی مائل سفید رنگ کے تھے۔ آپ کی آنکھیں زیادہ سیاہ تھیں، پلکیں گھنی اور لمبی تھیں۔ جوڑوں اور کندھوں کے درمیان کی جگہ مضبوط تھی۔ آپ کے سینے پر بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ آپ کی ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ جب آپ چلتے تھے' تو قدموں پر وزن ڈالتے تھے یوں جیسے آپ بلندی سے نیچے کی طرف اتر رہے ہوں اور جب متوجہ ہوتے تھے' تو مکمل طور پر متوجہ ہوتے تھے۔ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں۔ آپ سب سے زیادہ سخی سینے کے مالک تھے، آپ سب سے زیادہ سچ بات کرنے والے تھے، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے تھے اور زیادہ معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جو شخص آپ کو اچانک دیکھتا اس پر آپ کی ہیبت طاری

ہو جاتی اور وہ پہچاننے کے بعد آپ کے ساتھ گھل مل جاتا اور وہ آپ سے محبت کرنے لگتا۔ آپ کی تعریف کرنے والا یہی کہتا تھا کہ میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

شرح

حل لغات:

شثن الکفین و القدمین: ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا موٹا ہونا۔ ضخم الراس: سر کا قدرے بڑا ہونا۔ المسربۃ: سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی دھار۔ قضیب: تلوار کی مثل باریک۔ غفرۃ: حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ کا نام۔۔ سینے پر باریک بالوں کی لمبی دھاری۔ المتردد: ایک دوسرے میں گھسے ہوئے اعضاء۔ المطھم: موٹا جسم۔ المکلثم: گول چہرے والا۔ تدویر: گولائی میں ہونا۔ مشرب: ایسی سفیدی جس میں سرخی ہو۔ ادعج: زیادہ سیاہ آنکھوں والا۔ اھدب الاشفار: لمبی پلکوں والا۔ جلیل: بڑا۔ المشاش: ہڈیوں کے کنارے۔ الکتد: دونوں شانوں کے درمیان کی جگہ مغلوب۔ اجراد: جسم کا بالوں سے خالی نہ ہونا۔ تقلع: تیز رفتار چلنا۔ صبب: ڈھلوان' اجود الناس: لوگوں میں زیادہ سخی۔ لھجۃ: انداز' گفتگو۔ عریکۃ: طبیعت۔ عشیرۃ: قبیلہ۔ بداھۃ: اچانک۔ ھابۃ: بلغلوب ومرعوب ہونا۔ خالطہ: میل جول رکھنا۔ معفۃ: پہچان حاصل کرنا۔ تمغط: تیزی سے تیر کھینچنا۔

جب کوئی عاشق اپنے محبوب کے کمالات ومحاسن اور حسن و جمال کی منظر کشی کرتا ہے' وہ مبالغہ سے کام لیتا ہے بطور نتیجہ فرماتے ہیں: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ومحاسن کا حامل کوئی شخص آپ سے پہلے دیکھا تھا اور نہ آپ کے بعد دیکھا ہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے' آپ فرماتی ہیں کہ مصر کی خواتین نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سے مسحور ہو کر پھلوں کے بجائے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے' اگر وہ محبوب حجازی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتیں تو وہ ہاتھوں کے بجائے اپنے دل کاٹ لیتیں۔

6- حَدَّثَنَا سفیان بن وکیع قَالَ حَدَّثَنَا جمیع بن عمیر بن عبد الرحمن العجلی املا علینا من کتابه قَالَ حَدَّثَنَا رجل من بنی تمیم من ولد اَبِیْ ھالة زوج خدیجة یکنی ابا عبد اللّٰه عن ابن لابی ھالة عن الحسن بن علی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سالت خالی ھند بن اَبِیْ ھالة وکان وصّافا عن حلیة النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ و انا اشتھی ان یصف لی شیئا اتعلق به فقال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا یَتَلَالَاُ وَجْهُهٗ تَلَاْلُؤَ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ اَطْوَلَ مِنَ الْمَرْبُوْعِ وَاَقْصَرَ مِنَ الْمُشَذَّبِ عَظِیْمَ الْهَامَةِ رَجِلَ الشَّعْرِ اِنِ انْفَرَقَتْ عَقِیْقَتُهٗ فَرَقَهَا وَاِلَّا فَلَا یُجَاوِزُ شَعْرُهٗ شَحْمَةَ اُذُنَیْهِ اِذَا هُوَ وَفَّرَهٗ اَزْهَرَ اللَّوْنِ وَاسِعَ الْجَبِیْنِ اَزَجَّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ مِنْ غَیْرِ قَرَنٍ بَیْنَهُمَا عِرْقٌ یُدِرُّهُ الْغَضَبُ اَقْنَی الْعِرْنَیْنِ لَهٗ نُوْرٌ یَعْلُوْهُ یَحْسِبُهٗ مَنْ لَمْ یَتَاَمَّلْهُ اَشَمَّ كَثَّ اللِّحْیَةِ سَهْلَ الْخَدَّیْنِ ضَلِیْعَ الْفَمِ مُفَلَّجَ الْاَسْنَانِ دَقِیْقَ الْمَسْرُبَةِ کَاَنَّ عُنُقَهٗ جِیْدُ دُمْیَةٍ فِیْ

صَفَاءِ الْفِضَّةِ مُعْتَدِلُ الْخَلْقِ بَادِنٌ مُتَمَاسِكٌ سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ بَعِيْدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ ضَخْمُ الْكَرَادِيْسِ اَنْوَرُ الْمُتَجَرَّدِ مَوْصُوْلُ مَابَيْنَ اللَّبَةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعْرٍ يَجْرِيْ كَالْخَطِّ عَارِيُ الثَّدْيَيْنِ وَالْبَطْنِ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ اَشْعَرُ الذِّرَاعَيْنِ وَالْمَنْكِبَيْنِ وَ عَالِي الصَّدْرِ طَوِيْلُ الزَّنْدَيْنِ رَحْبُ الرَّاحَةِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ سَائِلُ الْاَطْرَافِ اَوْقَالَ شَائِلُ الْاَطْرَافِ خَمْصَانُ الْاَخْمَصَيْنِ مَسِيْحُ الْقَدَمَيْنِ يَنْبُوْا عَنْهُمَا الْمَاءُ اِذَا زَالَ زَالَ قَلْعًا يَخْطُوْا تَكَفِّيًا وَّ يَمْشِيْ هَوْنًا ذَرِيْعُ الْمِشْيَةِ اِذَا مَشٰى كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ وَ اِذَا الْتَفَتَ اِلْتَفَتَ جَمِيْعًا خَافِضُ الطَّرْفِ نَظَرُهٗ اِلَى الْاَرْضِ اَكْثَرُ مِنْ نَظَرِهٖ اِلَى السَّمَاءِ جُلُّ نَظَرِهِ الْمُلَاحَظَةُ يَسُوْقُ اَصْحَابَهٗ يَبْدَءُ مَنْ لَقِيَ بِالسَّلَامِ

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک تفصیل سے بیان کرتے تھے۔ میری یہ خواہش تھی کہ وہ کچھ میرے سامنے بیان کریں تا کہ میں اسے یاد رکھوں تو انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی شان کے مالک تھے اور معزز تھے۔ آپ کا چہرۂ انور چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ درمیانے قد سے ذرا طویل تھے اور زیادہ لمبے سے کچھ ہے۔ آپ کا سر مبارک قدرے بڑا تھا اور آپ کے بال ذرا سے بل کھائے ہوئے تھے۔ اگر آپ کے سر کی مانگ خود بخود نکل آتی تو آپ اسے ایسے ہی رہنے دیتے تھے لیکن خود اہتمام کے ساتھ نہیں نکالتے تھے۔ جب آپ بالوں کو بڑا کرتے تو وہ کانوں کی لو سے نیچے آجایا کرتے تھے۔ آپ کی رنگت چمکدار تھی۔ آپ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی۔ آپ کے ابرو مبارک خم والے تھے، باریک تھے، گھنے تھے اور ایک دوسرے سے الگ تھلگ تھے۔ آپ کے دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت سرخ ہو جاتی تھی۔ آپ کی ناک تھوڑی سی بلند تھی لیکن بہت خوبصورت اور روشن تھی۔ جو شخص آپ کو غور سے نہ دیکھتا وہ یہی خیال کرتا کہ آپ کی ناک بلند ہے۔ آپ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔ آپ کے رخسار نرم اور ہموار تھے۔ آپ کا منہ مبارک کشادہ تھا اور آپ کے دانتوں کے درمیان ہلکا سا خلا تھا۔ آپ کے سینے اور ناف کے درمیان بالوں کی ایک باریک لکیر موجود تھی۔ آپ کی گردن یوں تھی جیسے وہ کسی مورت کی گردن ہو اور وہ چاندی کی طرح چمکدار تھی۔ آپ کے اعضاء گوشت سے بھرے ہوئے لیکن کھنچے ہوئے تھے۔ آپ کا پیٹ اور سینہ مبارک دونوں برابر تھے۔ آپ کا سینہ کشادہ جبکہ دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپ کے جوڑ مضبوط تھے۔ آپ کے جسم کا کھلا رہنے والا حصہ بھی روشن تھا۔ سینے سے لے کر ناف مبارک تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ اس لکیر کے علاوہ سینے اور پیٹ پر بال نہیں تھے۔ البتہ دونوں کلائیوں، کندھوں اور سینے کے اوپر والے حصے پر کچھ بال موجود تھے۔ آپ کی کلائیاں مبارک لمبی تھیں اور ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔ آپ کی ہتھیلی اور پاؤں دونوں پر گوشت تھے۔ آپ کے ہاتھوں اور پاؤں مبارک کی انگلیاں قدرے لمبی تھیں۔ آپ کے پاؤں کے تلوے کم مقدار میں گہرے تھے۔ آپ کے پاؤں ہموار تھے۔ ان کے نیچے سے پانی نہیں گزر سکتا تھا۔ جب چلتے تھے تو آپ پاؤں پر زور دے کر اور جھک کر چلتے تھے۔ آپ کے پاؤں مبارک کشادہ تھے گویا بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں، جب آپ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تھے تو مکمل طور پر متوجہ ہوتے تھے۔ آپ اپنی نظر مبارک نیچی رکھتے تھے اور آسمان کی بجائے زمین کی طرف زیادہ دیکھا

کرتے تھے۔ عام طور پر آپ آنکھ کے کنارے سے دیکھا کرتے تھے۔ اپنے صحابہ کرام کو آگے چلایا کرتے' اور جو شخص آپ سے ملتا اسے سلام میں پہل کرتے تھے۔

شرح

بے مثل کمالات کا مجسمہ:

الفخم: شاندار۔ المفخم: بلند' عالی مرتبت۔ لیلة البدر: چودھویں کا چاند' المربوع: میانہ قد آدمی۔ المشذب: درخت کا تنا۔ الھامة: سردار۔ العقیقة: سر کے بال۔ ازھر: چمکدار' صاف وشفاف۔ زج الحاجب: ابرو کا طویل ہونا۔ ادر الشئی: کسی چیز کا حرکت کرنا۔ اقنیٰ: بلند' اونچا۔ العرنین: ناک کا ابھرا ہوا حصہ' ناک کا بانسہ۔ شم العرانین: خوددار' باعزت۔ کث الشعر: بالوں کا گنجان ہونا۔ سھل الخدین: نرم رخسار' مفلج الاسنان: کھلے دانتوں والا۔ جید: گردن۔ الخمصان: پاؤں کے تلوے۔ الاخمص: تلوے کا گہرا حصہ۔ مسیح: صاف وشفاف

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جو محاسن وخصائص بیان کیے گئے ہیں' ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلند رتبہ اور چاند سے بھی زیادہ خوبصورت چہرے والے تھے۔

۲- آپ درمیانہ قد والے سے قدرے طویل' زیادہ طویل سے پست' سر اقدس قدرے بڑا' بال مبارک گھنگریالے' الجھ جاتے تو مانگ نکال لیتے ورنہ نہیں اور بال مبارک دونوں کانوں سے دراز ہو جاتے تھے۔

۳- آپ کا رنگ صاف' پیشانی کشادہ' ابرو طویل و باریک' مڑے ہوئے گنجان لیکن باہم ملے ہوئے نہ تھے اور دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت حرکت میں آ جاتی تھی۔

۴- ناک کا بانسہ بلند تھا جس پر روشن نور تھا اور وہ شخص آپ کو بڑی ناک والا خیال کرتا جو اس نور کی طرف توجہ نہ کرتا۔

۵- ڈاڑھی مبارک گنجان' رخسار نرم' چہرہ کشادہ' دانتوں میں قدرے فاصلہ' سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر تھی اور گردن نہایت خوبصورت تھی۔

۶- اعضاء معتدل' جسم مبارک پُر گوشت' سینہ اور پیٹ ہموار' سینہ کشادہ' ہاتھوں اور کلائیوں کی ہڈیاں مضبوط' سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی لکیر تھی' دونوں چھاتیوں اور پیٹ پر بال نہیں تھے۔

۷- آپ کے دونوں بازوؤں' کندھوں اور سینہ کے بالائی حصہ پر بال تھے' جو طویل لکیر کی شکل میں تھے۔ ہتھیلیاں فراخ تھیں اور ہتھیلیاں' دونوں ہاتھ اور قدم پُر گوشت تھے۔

۸- دونوں تلوے قدرے گہرے' دونوں پاؤں قدرے چکنے' ان پر پانی نہیں ٹھہرتا تھا' قوت سے قدم اٹھاتے' آگے کو قدرے جھک کر چلتے' رفتار میں قدرے تیزی تھی اور چلتے وقت یوں محسوس ہوتا کہ آپ بلندی سے نشیب میں اتر رہے ہوں۔

۹- متوجہ ہوتے وقت آپ پورے جسم سے متوجہ ہوتے' نظریں نیچے جھکی رہتی تھیں اور نظر آسمان کی نسبت زمین کی طرف جھکی رہتی تھی۔

۱۰- آپ عموماً گوشہ چشم سے دیکھتے تھے اپنے ساتھیوں (خدام) کو اپنے آگے رکھتے تھے اور خود پیچھے ہوتے اور ملاقات کے وقت سلام کرنے میں پہل کرتے تھے۔

فائدہ نافعہ:

ساتھیوں کو آگے رکھنا اور خود پیچھے چلنے کو اگر سفر پر محمول کیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ نیز اس کیفیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف عجز کا اظہار ہوتا ہے جو آپ کو بہت پسند تھا۔

7- حَدَّثَنَا ابوموسٰی محمد بن المثنی حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عن سماك بن حرب قَالَ سَمِعْتُ جابر ابن سمرة يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ضَلِيْعَ الْفَمِ اَشْكَلَ الْعَيْنِ مَنْهُوْسَ الْعَقِبِ قَالَ شُعْبَةُ قُلْتُ لِسِمَاكٍ مَا ضَلِيْعُ الْفَمِ قَالَ عَظِيْمُ الْفَمِ قُلْتُ مَا اَشْكَلُ الْعَيْنِ قَالَ طَوِيْلُ شَقِّ الْعَيْنِ قُلْتُ مَامَنْهُوْسُ الْعَقِبِ قَالَ قَلِيْلُ لَحْمِ الْعَقِبِ

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ منہ، بڑی آنکھوں اور پتلی ایڑیوں والے تھے۔ شعبہ نے بیان کیا: میں نے سماک سے دریافت کیا: "ضلیع الفم" سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: کشادہ منہ، میں نے پھر دریافت کیا: "اشکل العین" سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا: آنکھ کے "شق" کا لمبا ہونا، میں نے دریافت کیا: "منھوس العقب" سے مراد کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: پنڈلی پر گوشت کا کم ہونا۔

شرح

فصاحت و بلاغت میں بے مثل:

ضلیع الفم: کشادہ چہرہ، اَشْكَلُ الْعَيْنِ: آنکھ کی لمبی دراڑ والا۔ مُنْهَوِسُ الْعَقَبِ: پر گوشت ایڑیوں والا۔

اہل عرب فراخ دہن شخص کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور اسے قابل اعتماد قرار دیتے ہیں۔ یہاں فراخ دہن سے مراد فصاحت و بلاغت میں بے مثل ہونا بھی ہو سکتا ہے۔

8- حَدَّثَنَا هناد بن السرى حَدَّثَنَا عبثر بن القاسم عن اشعث يعنى ابن سوار عَنْ اَبِىْ اسحق عن جابر بن سمرة قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِىْ لَيْلَةِ اَضْحِيَانٍ وَ عَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَيْهِ وَ اِلَى الْقَمَرِ فَلَهُوَ عِنْدِىْ اَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ .

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو چودھویں رات میں دیکھا جبکہ آپ نے سرخ حلہ زیب تن کیا ہوا تھا۔ میں کبھی آپ کو دیکھتا اور کبھی چاند کو دیکھتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

شرح

حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک:

اضحیان: روشن رات، چاندی رات۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ایک روشن رات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ لباس میں ملبوس تھے۔ میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف بالآخر میرے دل نے فیصلہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے مقابلے میں چاند کی خوبصورتی ہیچ ہے۔ چاند تو آپ کے بچپن کا کھلونا ہے، شیر خوارگی کے عالم میں آپ جس طرف انگلی کا اشارہ کرتے تھے، چاند اسی طرف جھک جاتا تھا۔

حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک　　　اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

9- حَدَّثَنَا سفين بن وكيع حَدَّثَنَا حميد بن عبد الرحمن الرواسي عن زهير عَنْ اَبِىْ اسحٰق قَالَ سَالَ رَجُلٌ البراء بن عَازِبٍ اَكَانَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِثْلَ السَّيْفِ قَالَ لَا بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ

◆◆ حضرت ابو اسحاق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ایک شخص نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح روشن تھا؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں بلکہ چاند کی طرح روشن تھا۔

شرح

تلوار کے بجائے چاند سے تشبیہ دینے کی وجہ:

زیر مطالعہ حدیث میں تلوار کے بجائے چاند سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ تلوار میں سفیدی غالب ہوتی ہے مگر نورانیت نہیں اور تلوار طویل ہوتی ہے لیکن گول نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کو چاند سے تشبیہ دی ہے، کیونکہ اس میں گولائی ہوتی ہے اور نورانیت بھی۔ یاد رہے یہ تشبیہ محض سمجھانے کے لیے دی گئی ہے ورنہ چاند تو آپ کے حسن کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ چاند میں دھبے موجود ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور دھبوں سے پاک تھا۔

10- حَدَّثَنَا ابو دَاوٗدَ المصاحفي سليمان بن سلم حَدَّثَنَا النضر بن شميل عن صالح بن اَبِى الْاَخضر عَنْ ابن شهاب عَنْ اَبِىْ سَلْمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَبْيَضَ كَاَنَّمَا صِيْغَ مِنْ فِضَّةٍ رَجِلَ الشَّعْرِ .

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ والے تھے یوں جیسے چاندی کو ڈھال دیا گیا ہو اور آپ کے بال سیدھے تھے۔

شرح

سفید رنگ کے حوالے سے روایات میں تعارض اور اس کا جواب:

ضرب من الرجال: چست وچاک شخص۔ شنوء ۃ: یمن کا قبیلہ

سوال: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت گزر چکی ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید رنگ کی نفی کی گئی تھی لیکن زیر مطالعہ روایت میں چاندی کے ساتھ آپ کے رنگ کو تشبیہ دے کر سفید رنگ ثابت کیا جا رہا ہے۔ اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں بالکل سفید رنگ کی نفی کی گئی تھی جبکہ زیر مطالعہ حدیث سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ چونے کی طرح سفید تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ چاندی کی طرح سفید تھا جو سرخی مائل تھا اور حسن و جمال اس پر غالب تھا۔

11- حَـدَّثَنَا قتبة بن سعيد اَخۡبَرَنَا الليث بن سعد عَنۡ اَبِيۡ الزبير عَنۡ جَابِرِ بۡنِ عَبۡدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَ سَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَيَّ الۡاَنۡبِيَاءُ فَاِذَا مُوۡسٰى عَلَيۡهِ السَّلَامُ ضَرۡبٌ مِنَ الرِّجَالِ كَاَنَّهٗ مِنۡ رِجَالِ شَنُوۡءَةَ وَرَاَيۡتُ عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ فَاِذَا اَقۡرَبُ مَنۡ رَاَيۡتُ بِهٖ شَبۡهًا عُرۡوَةُ بۡنُ مَسۡعُوۡدٍ وَرَاَيۡتُ اِبۡرَاهِيۡمَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ فَاِذَا اَقۡرَبُ مَنۡ رَاَيۡتُ بِهٖ شَبۡهًا صَاحِبُكُمۡ يَعۡنِيۡ نَفۡسَهُ الۡكَرِيۡمَةَ وَرَاَيۡتُ جِبۡرِيۡلَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ فَاِذَا اَقۡرَبُ مَنۡ رَاَيۡتُ بِهٖ شَبۡهًا دِحۡيَةُ .

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے انبیاء علیہم السلام کو پیش کیا گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شکل وصورت ایسی تھی گویا وہ شنوءہ قبیلے سے تعلق رکھتے ہوں۔ پھر میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں ان سے سب سے زیاذہ مشابہت عقبہ بن مسعود رکھتا ہے۔ پھر میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو میں نے جتنے لوگوں کو دیکھا ہے ان سے سب سے زیادہ مشابہت تمہارے آقا رکھتے ہیں، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد آپ کی اپنی ذات پاک تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جبرائیل کو دیکھا میں نے جتنے لوگوں کو دیکھا ہے وہ ان سب سے زیادہ مشابہت "دحیہ کلبی" کے ساتھ رکھتے ہیں۔

شرح

انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کی نوعیت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام سے جو ملاقات فرمائی تھی، اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں (۱) سفر معراج کے دوران مسجد اقصیٰ میں ملاقات کی، جس کی تصریح احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔ (۲) حالت خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انبیاء کرام سے ملاقات ہوئی ہو۔

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام سے اپنی ملاقات کا تذکرہ اجمالی طور پر کیا جبکہ تین انبیاء حضرت موسیٰ کلیم اللہ' حضرت عیسیٰ روح اللہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام کا تذکرہ تفصیلی طور پر کیوں فرمایا؟

جواب: (۱) تمام انبیاء میں سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہما السلام بنی اسرائیل میں امتیازی شان رکھتے تھے' جبکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا شمار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اباء واجداد میں ہوتا ہے۔ (۲) دیگر انبیاء کی نسبت ان تینوں کو خصوصی القاب سے نوازا گیا تھا' جس وجہ سے ان تینوں کا تذکرہ تفصیلاً کر دیا گیا۔

فائدہ نافعہ: انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں' باہم ملاقات کرتے ہیں' جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں' عبادت وریاضت کرتے ہیں' امت کے معاملات میں تصرف فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا رزق کھاتے ہیں۔

12- حَدَّثَنَا محمد بن بشار سفیٰن ابن وکیع المعنی واحد قَالَا اَخْبَرَنَا یزید بن هارون عن سعید الجریری قَالَ سَمِعْتُ ابا الطفیل یَقُوْلُ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَمَا بَقِیَ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ رَاٰهُ غَیْرِیْ قُلْتُ صِفْهُ لِیْ قَالَ کَانَ اَبْیَضَ مَلِیْحًا مُقَصَّدًا ۔

◆◆ حضرت سعید جریری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ابوطفیل کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور میرے سوا کوئی ایسا آدمی باقی نہیں رہا جس نے آپ کی زیارت کی ہو۔ راوی نے بیان کیا: میں نے ان سے دریافت کیا: آپ ان کا حلیہ مبارک میرے سامنے بیان کریں؟ تو انہوں نے بتایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید ملیح رنگت اور درمیانے قد کے مالک تھے۔

شرح

کامل واکمل ذات:

سابقہ روایات کی طرح اس روایت میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ سے صرف رنگ مبارک کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ آپ کا رنگ سفید تھا جس میں ملاحت کا عنصر شامل تھا' جو حسن میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم　　وہ ملیح دل آرا ہمارا نبی
ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو　　نمکین حسن والا ہمارا نبی

زیر مطالعہ حدیث کے راوی حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ ہیں' جن کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا۔

سوال: زیر مطالعہ حدیث کے راوی حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ نے کہا: **وما بقی علی وجه الارض احد راه غیری** (روئے زمین پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والا میرے سوا کوئی نہیں رہا) اس میں "**علی وجه الارض**" کہا ہے اور "**علی وجه الارض والسماء**" کیوں نہیں کہا؟

جواب: ''وما بقی علی وجه الارض احد راٰه غیری'' کی قید سے حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والے آسمان پر موجود ہیں۔

سوال: مدینہ طیبہ میں آخری صحابی انتقال فرمانے والے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں اور زیر مطالعہ حدیث میں آخری انتقال کرنے والے حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بتایا گیا۔ اس طرح انتقال کرنے والے آخری صحابی کے بارے میں تعارض ہوا؟

جواب: یہ بات درست ہے کہ مدینہ طیبہ میں انتقال کرنے والے آخری صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں' جن کا ۷۴ھ یا ۷۵ھ میں انتقال ہوا۔ مگر روئے زمین میں انتقال کرنے والے آخری صحابی حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ ہیں' جن کا انتقال ۱۲۰ھ کو مکہ معظمہ میں ہوا۔ ان کا نام حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ تھا۔

13- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبد الرحمن اَخْبَرَنَا ابراهيم بن المنذر الحزامی اَخْبَرَنَا عبد العزيز بن ثابت الزهری حدثنی اسمٰعيل بن ابراهيم ابن اخی موسٰی بن عقبة عن كريب عن بن عباس رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كان رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ اِذا تَكَلَّمَ رُاِیَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک کشادہ تھے، جب آپ بات کرتے تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے آپ کے سامنے والے دانتوں سے نور کی لہر نکل رہی ہو۔

شرح

دانتوں کی تابانی:

افلج اثنتین: سامنے والے دانتوں میں قدرے فاصلہ ہونا۔

زیر مطالعہ حدیث میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ میں سے صرف آپ کے دانتوں کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ وہ گنجان نہیں تھے بلکہ ان کے درمیان قدرے ریخیں تھیں اور گفتگو کرتے وقت ان سے نور ظاہر ہوتا تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت مسکراتے تو دانتوں سے روشنی ظاہر ہوتی جس کی مدد سے اشیاء دیکھی جا سکتی تھیں۔ یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رات کے وقت کپڑے کو پیوند لگا رہی تھیں اور سوئی ہاتھ سے گر کر گم ہوگئی۔ تلاش بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہوئی اور آپ پریشان ہوگئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے اور مسکرائے جس وجہ سے آپ کے دندان مبارکہ سے ایسی روشنی ظاہر ہوئی کہ حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہ نے اپنی سوئی تلاش کر لی۔

ہساجدوں سوہنے دنداں کیتی روشنائی سی ۔۔۔ بھی رات سوئی جھڑی عائشہ نے گوائی سی

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ خَاتَمِ النُّبُوَّةِ

باب 2: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کا بیان

مہر نبوت کی کیفیت:

اس مضمون کا تعلق حلیہ مبارک سے تھا اور اسے ماقبل باب کے ذیل میں لانا چاہیے تھا لیکن اس کا شمار علامات نبوت اور معجزات میں بھی ہوتا ہے' اسی مناسبت سے اسے الگ عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ مہر نبوت کا ظہور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے ہو چکا تھا اور آپ کا وصال ہوتے ہی یہ معدوم ہو گئی تھی' جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے انتقال پر استدلال کیا تھا۔

سوال یہ ہے: ''مہر نبوت'' کیا چیز تھی؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں: (۱) یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں کندھے کے قریب ابھری ہوئی چیز تھی' جس کی مقدار میں قدرتی طور پر کمی زیادتی ہوتی رہتی تھی اور کم ہونے کی صورت میں کبوتری کے انڈے کے برابر جبکہ زیادہ ہونے کی حالت میں بند مٹھی جتنی ہوتی تھی۔ (امام احمد بن حجر عسقلانی' فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۵۶۳)

(۲) بائیں کندھے کی نرم ہڈی کے پاس مہر نبوت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ (امام احمد بن حجر عسقلانی' فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۶' ص ۵۶۳) (۳) مہر نبوت کی عبارت کے بارے میں تین روایات ہیں: (الف) محمد رسول اللہ (ب) یاستر انت منصور آپ جائیں' آپ مدد کیے ہوئے ہیں۔ (ج) یا اللہ وحدہ (امام ابن کثیر' البدایۃ والنہایۃ ج ۶' ص ۳۰)

سوال: خاتم النبوت' خاتم النبی اور ختم نبوت تینوں اصطلاحات میں کیا فرق ہے؟

جواب: یہ تینوں اصطلاحات بڑی اہمیت کی حامل ہیں اور ان کی توضیح درج ذیل ہے:

۱- خاتم النبوۃ: اس سے مراد ہے ''مہر نبوت'' جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان سیاہ رنگ کا ابھرا ہوا گوشت تھا۔ اس کا ذکر سابقہ آسمانی کتب میں بھی موجود تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کی معیت میں ملک شام کا سفر کیا تو ایک نخلستان میں جرجیس نامی راہب نے آپ کے بارے میں ابو طالب سے دریافت کیا' انہوں نے جواب میں کہا: یہ میرا بیٹا ہے۔ راہب نے پھر سوال کیا: انہیں تو یتیم ہونا چاہیے تھا؟ جواب میں کہا: یہ میرے بھائی کے بیٹے ہیں۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا اٹھا کر دیکھا کہ دونوں کندھوں کے درمیان ''مہر نبوت'' موجود تھی۔

اس پر برجیس راہب نے ابو طالب سے بطور مشورہ کہا: انہیں ملک شام نہ لے کر جائیں' کیوں یہودی شہید کر دیں گے۔ اس مشورے پر عمل کرتے ہوئے ابو طالب آپ کو ملک شام لے جانے کے بجائے مکہ معظمہ میں واپس لے آئے۔

۲- خاتم النبی: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر مبارک مراد ہے' جس پر تین سطروں میں بالترتیب تین الفاظ تحریر تھے: محمد رسول اللہ۔ یہ دراصل چاندی کی انگوٹھی پر چاندی سے کندہ عبارت تھی' جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلاطین وقت کے نام خطوط تحریر کرتے وقت استعمال کرتے تھے۔ یہ مہر تیار کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ اس دور میں مہر کے بغیر خط کو جعلی اور ناقابل توجہ قرار دیا

جاتا تھا۔

۲۔ختم نبوت: اس کا مطلب ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں''۔ اس بارے میں ارشاد نبوی ہے: اَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''۔ ایک مشہور ارشاد گرامی یوں ہے: لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ ''اگر میرے بعد اور نبی آنا ہوتا' وہ عمر ہوتا''۔

14– حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد حَدَّثَنَا حاتم بن اسمٰعيل عن الجعد بن عبد الرحمٰن قَالَ سَمِعْتُ السائب بن يزيد يَقُوْلُ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِيْ وَجِعٌ فَمَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَأْسِيْ وَدَعَالِيْ بِالْبَرَكَةِ وَتَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَ ضُوْءِهٖ وَ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ اِلَى الْخَاتَمِ الَّذِىْ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَاِذَا هُوَ مِثْلُ زِرِّ الْحَجَلَةِ ۔

◆◆ حضرت جعد بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا: میری خالہ مجھے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا یہ بھانجا بیمار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر آپ نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی پی لیا۔ پھر آپ کی پشت کی طرف کھڑا ہوا تو میں نے ''مہر نبوت'' کو دیکھا جو آپ کے دونوں کندھوں مبارک کے درمیان تھی وہ ''زر حجلہ'' (مسہری کے مخصوص بٹن) کی طرح تھی۔

شرح

حدیث سے ثابت ہونے والے مسائل:

زیر مطالعہ حدیث سے متعدد مسائل ثابت ہوتے ہیں' جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔صالحین کی خدمت میں حاضر ہونا: جب کوئی شخص علیل ہو خواہ ارتکاب معصیات کی علالت ہو وہ علماء ربانیین' صالحین اور مشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مرض کا علاج کروا سکتا ہے' کیونکہ یہ لوگ جسمانی اور روحانی تمام امراض کا علاج تجویز کر سکتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے روحانی علاج کی طرح جسمانی علاج کرانے کی غرض سے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے' کیونکہ کوئی حکیم یا ڈاکٹر آپ کے خاک پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مرض کے مطابق علاج تجویز فرماتے تھے اور کسی کو محروم نہیں فرماتے تھے۔

۲۔تبرکات کی برکات سے علاج کرنا: اولیاء وصالحین اور علماء ربانیین کے تبرکات میں بھی اللہ تعالیٰ نے امراض کا علاج رکھا ہے۔ حضرت سائب بن یزید بیمار رضی اللہ عنہ تھے' ان کی خالہ علاج کی غرض سے انہیں لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل کی ادائیگی کے لیے یا محض ان کے لیے وضو کیا اور وضو کا پانی انہیں پلانے کے لیے عنایت فرمایا۔ اس سے تبرکات صالحین کے فیوض و برکات کا ثبوت ملتا ہے۔

۳- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت پر شفقت فرمانا: جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر مہربان و رحیم ہے اسی طرح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی امت پر شفیق ومہربان ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ولادت اور وصال کے وقت اپنی امت کی خیر خواہی اور بخشش کے لیے دعا کرتے رہے۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے سر پر دست شفقت رکھا۔

۴- سر پر ہاتھ مبارک پھیرنے کی وجوہات: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راوی حدیث کے سر پر دست شفقت پھیرا اس کی کوئی وجوہات ہوسکتی ہیں: (۱) ان کی ولادت ۲ھ میں ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آٹھ نو سال کے بچے تھے اور اس وقت وہ شفقت کے حقدار تھے۔ لہٰذا ان کے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا۔ (۲) حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کے مطابق ان کے پاؤں میں تکلیف تھی اور سر پر ہاتھ پھیرنے سے مریض تشفی وسکون محسوس کرتا ہے، کیونکہ جسم کے کسی بھی حصہ میں تکلیف ہو اسے قلب و دماغ دونوں ہمہ وقت محسوس کرتے ہیں۔

۵- مہر نبوت کی زیارت کرنا: راوی بیان کرتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے اس وقت میں آپ کے پس پشت کھڑا تھا اور میں نے اپنی آنکھوں سے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کی زیارت کی جس کی کیفیت کبوتری کے انڈے کے برابر (بیضوی شکل کی) تھی۔

فائدہ نافعہ: (۱) پانی پینے کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ تین سانسوں میں اور بیٹھ کر پیا جائے لیکن چند پانی ایسے ہیں جن کو کھڑے ہوکر پینا افضل ہے: (۱) آبِ زمزم (۲) وضو کا بچا ہوا پانی (۳) والدین کا جھوٹا (۴) اساتذہ کا جھوٹا (۵) پیر و مرشد کا جھوٹا۔

فائدہ نافعہ: (۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو جو پانی دیا گیا تھا اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں: (۱) وضو سے بچا ہوا پانی ہو اس میں نہ اختلاف ہے نہ اشکال (۲) وہ پانی دیا گیا ہو جو جسم سے گرتا ہے اور اسے ماء مستعمل کہا جاتا ہے، تب بھی کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات مبارکہ تک جب پاک ہیں تو آپ کے جسم اطہر کے لیے استعمال ہونے والا مبارک پانی بطریقہ اولیٰ پاک ہے۔

15- حَدَّثَنَا سعید بن یعقوب الطالقانی اَخْبَرَنَا ایوب بن جابر عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرة قَالَ رَاَیْتُ الْخَاتَمَ بَیْنَ کَتِفَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ غُدَّةً حَمْرَاءَ مِثْلَ بَیْضَةِ الْحَمَامَةِ

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی ہے، یہ سرخ رنگ کی غدود تھی جو کبوتری کے انڈے کی مثل تھی۔

شرح

مہر نبوت کے رنگ اور مقدار کے حوالے سے مختلف روایات میں تطبیق:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کے رنگ اور مقدار کے حوالے سے روایات مختلف ہیں' ان کے درمیان تطبیق کی صورت کیا ہوگی؟ ان روایات میں تطبیق کی متعدد صورتیں ہیں: (۱) مہر نبوت کا رنگ اور مقدار یکساں نہیں رہتی تھی' بلکہ قدرتی طور پر ان میں تبدیلی آتی رہتی تھی جس وجہ سے روایات بھی مختلف ہیں۔ (۲) ان روایات کا تعلق تشبیہات سے ہے اور ہر تشبیہ ہر شخص کے ذہن کے مطابق ہوتی ہے' جسے تقریبی کیفیت بھی کہا جاتا ہے اور تقریب کے مختلف ہونے میں اشکال نہیں کیا جا سکتا۔

16- حَدَّثَنَا اَبُوْ مصعب المدنی اَخْبَرَنَا یوسف بن الماجشون عن ابیه عن عاصم بن عمر بن قتادة عن جدته رمیثة قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَلَوْ اَشَاءُ اَنْ اُقَبِّلَ الْخَاتَمَ الَّذِیْ بَیْنَ کَتِفَیْهِ مِنْ قُرْبِهٖ لَفَعَلْتُ یَقُوْلُ لِسَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ یَوْمَ مَاتَ اهْتَزَّ لَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ۔

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اپنی نانی حضرت رمیثہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کرتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اگر میں چاہتی تو آپ کی مہر نبوت کو بوسہ دے سکتی تھی جو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان موجود تھی۔ جس دن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اس کی وجہ سے پروردگار کا عرش خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔

شرح

حرکت عرش کے معانی:

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت عرشِ الٰہی حرکت میں آ گیا تھا۔ حرکت عرش کے تین معانی ہو سکتے ہیں: (۱) ان کی روح کے استقبال اور خوشی میں عرش الٰہی حرکت میں آ گیا تھا۔ (۲) اہل عرش یعنی فرشتے ان کی روح کی آمد پر خوشی سے جھوم اٹھے تھے۔ (۳) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر پریشانی کے عالم میں ان کا اپنا تخت حرکت میں آ گیا تھا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا تعارف:

زیر مطالعہ حدیث کے علاوہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کثیر روایات وارد ہیں۔ ان کا شمار ممتاز صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ قبل از ہجرت اہل مدینہ کی خواہش اور مطالبہ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں بطور معلم بھیجا تھا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے' چونکہ آپ اپنے خاندان کے سردار تھے' لہٰذا جس دن آپ نے اسلام قبول کیا تھا بالکل اسی دن تمام خاندان نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ۵ھ کو سینتیس (۳۷) سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ ستر (۷۰) ہزار فرشتے آپ کی نماز جنازہ میں شامل ہوئے تھے۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قلیل وقت تک آپ

کے لیے بھی ضیق قبر کا مسئلہ پیش آیا تھا۔ ضیق قبر کا مرحلہ شب کو پیش آتا ہے، کسی کے لیے ہلکا اور کسی کے لیے ثقیل، خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قبر کے ذکر پر آنسو بہا کر روتے تھے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی تھی لیکن جنت و دوزخ کے ذکر پر اتنے آنسو نہیں بہاتے تھے۔ آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو جواب میں فرمایا: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے کہ قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے، جسے اس سے نجات حاصل ہوگئی، اسے آخرت کی تمام منازل سے نجات حاصل ہو جائے گی ورنہ سب میں دشواری پیش آئے گی۔

حضرت رمیثہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنا قریب تھی کہ اگر چاہتی تو "مہر نبوت" کو بوسہ دے سکتی تھی۔ ان کے اس بیان سے ترجمۃ الباب سے مطابقت ثابت ہوتی ہے۔

17- حَدَّثَنَا احمد بن عبدة الضبی و علی بن حجر وغیرہ واحد قالو انبانا عِیْسٰی بن یونس عن عمر بن عبد اللّٰہِ مولی غفرۃ قَالَ حدثنی ابراھیم بن محمد من ولد علی بن اَبِیْ طالب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ عَلِیٌّ اِذَا وَ صَفَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ بِطُوْلِہٖ وَقَالَ بَیْنَ کَتِفَیْہِ خَاتَمُ النُّبُوَّۃِ وَھُوَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ .

حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں بیان کیا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک یوں بیان کیا کرتے تھے، اس کے بعد انہوں نے طویل حدیث بیان کی۔ جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں۔

18- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا اَبُوْ عاصم حَدَّثَنَا عزرۃ بن ثابت حدثنی علباء بن احمد الیشکری قَالَ حدثنی ابوزید عمر بن اخطب الانصاری قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَا اَبَا زَیْدٍ اُدْنُ مِنِّیْ فَامْسَحْ ظَھْرِیْ فَمَسَحْتُ ظَھْرَہٗ فَوَقَعَتْ اَصَابِعِیْ عَلَی الْخَاتَمِ قُلْتُ وَ مَا الْخَاتَمُ وَ قَالَ شَعْرَاتٌ مُجْتَمِعَاتٌ .

حضرت ابوزید عمر بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابو زید! میرے قریب ہو جاؤ! میری پشت پر ہاتھ پھیرو! میں نے آپ کی پشت مبارک پر ہاتھ پھیرا تو میری انگلیاں مہر نبوت پر پڑیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے دریافت کیا: وہ کیا چیز تھی؟ انہوں نے جواب دیا: کچھ بال تھے جو اکٹھے موجود تھے۔

شرح

مہر نبوت اور ختم نبوت:

دونوں روایات میں دو امور کا تذکرہ ہے: (۱) مہر نبوت کے اطراف میں بال بھی موجود تھے۔ گویا "مہر نبوت" کی کیفیت ایک جدید زاویہ سے بیان کی گئی ہے۔ (۲) مہر نبوت کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت یعنی آخری نبی ہونے کا مسئلہ بھی

بیان کیا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ ختم نبوت بیان کرتے ہوئے فرمایا: میری اور دیگر انبیاء کی مثال اس محل کی ہے جو خوبصورت تیار کیا گیا ہو لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو۔ کوئی شخص دیکھنے کے لیے اس میں داخل ہوتا ہے اور اس کی خوب تعریف کرتا ہے اور بالآخر کہتا ہے کہ اگر یہاں اینٹ لگا دی جائے تو محل ہر لحاظ سے مکمل ہوتا' خبردار! نبوت کے محل کی وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔

19- حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الحسين بن حريث الخزاعي حَدَّثَنَا علي بن حسين بن و اقد حدثني اَبِیْ حدثني عَبْدُ اللّٰهِ بْن بريدة قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ بُرَيْدَة يَقُوْلُ جَاءَ سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ بِمَائِدَةٍ عَلَيْهَا رُطَبٌ فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ يَا سَلْمَانُ مَا هٰذَا فَقَالَ صَدَقَةٌ عَلَيْكَ وَ عَلٰی اَصْحَابِكَ فَقَالَ ارْفَعْهَا فَاِنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ فَرَفَعَهَا فَجَاءَ الْغَدَ بِمِثْلِهٖ فَوَضَعَهٗ بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا سَلْمَانُ فَقَالَ هَدِيَّةٌ لَّكَ فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ ابْسُطُوْا ثُمَّ نَظَرَ اِلَی الْخَاتَمِ عَلٰی ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَاٰمَنَ بِهٖ وَكَانَ لِلْيَهُوْدِ فَاشْتَرَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِكَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا عَلٰی اَنْ يَّغْرِسَ لَهُمْ نَخِيْلًا فَيَعْمَلَ سَلْمَانُ فِيْهِ حَتّٰی تُطْعِمَ فَغَرَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ النَّخْلَ اِلَّا نَخْلَةً وَاحِدَةً غَرَسَهَا عُمَرُ فَحَمَلَتِ النَّخْلُ مِنْ عَامِهَا وَلَمْ تَحْمِلِ النَّخْلَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَا شَانُ هٰذِهِ النَّخْلَةِ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا غَرَسْتُهَا فَنَزَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَغَرَسَهَا فَحَمَلَتْ مِنْ عَامِهٖ ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب وہ مدینہ منورہ آئے تھے، وہ ایک دستر خوان لے کر آئے جس پر کھجوریں موجود تھیں، انہوں نے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا۔ آپ نے دریافت کیا: اے سلمان! یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ آپ کے لیے اور آپ کے ساتھیوں کے لیے صدقہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے اٹھا لو، کیونکہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ راوی کا بیان ہے: انہوں نے اسے اٹھا لیا پھر اگلے دن اسی طرح (کھجوریں) لے کر آئے اور اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے سلمان! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ آپ کے لیے تحفہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ہاتھ آگے بڑھا لو۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر موجود مہر نبوت کو دیکھ لیا تو آپ پر ایمان لے آئے، وہ یہودیوں کے غلام تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اتنے، اتنے درہم کے عوض میں خرید لیا۔ اس شرط پر کہ آپ ان کے لیے کھجوروں کے درخت لگائیں گے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس میں کام کرتے رہیں گے اور اس کی پیداوار انہیں دیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کے درخت لگائے صرف ایک درخت ایسا تھا' جو آپ نے نہیں لگایا اسے حضرت عمر فاروق رضی

اللہ عنہ نے اگایا تھا تو تمام درختوں پر اسی سال پھل لگ گیا لیکن ایک درخت پر پھل نہیں لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اس کھجور کے درخت کو کیا ہوا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اسے میں نے لگایا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اکھاڑ دیا اور اس کی جگہ دوسرا درخت لگایا تو اسی سال اس پر بھی پھل لگ گیا۔

20۔ حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا بشر بن الوضاح انبانا ابوعقیل الدروقی عَنْ اَبِیْ نضرة قَالَ سَاَلْتُ اَبَاسَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ عَنْ خَاتَمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْنِی خَاتَمَ النُّبُوَّۃِ فَقَالَ کَانَ فِیْ ظَھْرِہٖ بِضْعَۃٌ نَاشِزَۃٌ ۔

حضرت ابونضرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے بارے میں دریافت کیا: یعنی مہر نبوت کے بارے میں، تو انہوں نے جواب دیا: آپ کی پشت پر موجود تھی اور کچھ ابھرا ہوا گوشت تھا۔

شرح

الھدایا مشترکۃ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں یہ بات شامل تھی کہ جب آپ کی خدمت میں کوئی "ھدیہ" پیش کیا جاتا، آپ وہ تمام حاضرین میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد گرامی ہے: الھدایا مشترکۃ ۔یعنی ہدیوں میں سب حاضرین کا حصہ ہوتا ہے"۔ اس حوالے سے بہت سے واقعات ہیں۔ حضرت ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ وقت کے پاس "ہدیہ" آیا، پاس بیٹھے ہوئے ایک خادم نے عرض کیا: الھدایہ مشترکۃ۔ ہدیہ میں سب کا حصہ ہوتا ہے، شیخ نے جواباً فرمایا: ہم تو شرک کو پسند نہیں کرتے بلکہ وحدت پسند ہیں۔ لہٰذا یہ تمام ہدیہ تم لے لو۔ وہ ہدیہ مقدار کے اعتبار سے اتنا زیادہ تھا، جو خادم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ انہوں نے دوسرے خادم کو حکم دیا کہ ان کے گھر چھوڑ آؤ اور وہ ان کے گھر چھوڑ آئے۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں نقدی کی شکل میں "ہدیہ" پیش کیا گیا۔ اہل مجلس میں سے ایک نے عرض کیا: الھدایا مشترکۃ 'ہدیہ میں سب کا حصہ ہوتا ہے"۔ حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ان ہدیوں سے خاص ہدیے مراد ہیں اور ساتھ ہی اپنے ایک خادم کو حکم دیا کہ یہ "ہدیہ" محفوظ کرکے رکھ دو۔ شیخ وقت کا اپنے خادم کو ہدیہ عنایت کردینا اور حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا خادم کو عنایت نہ کرنا، دونوں واقعات اپنے اپنے موقع کے اعتبار سے درست ہیں، کیونکہ شیخ نے ایثار کو پیش نظر رکھا جبکہ حضرت امام صاحب نے شرعی مسئلہ پر عمل کیا۔ اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد گرامی کے حوالے سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ مجھے اپنی عمر کے ابتدائی زمانہ میں مسلسل روزہ رکھنے کا شوق پیدا ہوا اور بعد میں اس بارے میں اختلاف فقہاء کے سبب مجھے تردد ہوا۔ خواب میں مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پاس موجود تھے۔ انہوں نے کہا: الھدایا مشترکۃ۔ میں نے وہ روٹی ان کے سامنے پیش کردی جس سے انہوں نے ایک ٹکڑا لے لیا۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی

اللہ عنہ نے فرمایا: الھدایا مشترکۃ۔ میں نے روٹی ان کے حضور پیش کر دی تو انہوں نے بھی ایک ٹکڑا لے لیا۔ پھر اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الھدایا مشترکۃ۔ میں نے ان سے عرض کیا: اگر آپ لوگ اسی طرح روٹی تقسیم کرتے رہے تو میرے لیے کیا بچے گا؟

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا تعارف:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ طویل العمر بزرگ تھے۔ ان کی عمر کے بارے میں دو قول ہیں: (۱) اڑھائی سو سال (۲) ساڑھے تین سو سال۔ آپ آسمانی کتب کے عالم تھے۔ انہوں نے سابقہ آسمانی کتب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تین علامات خصوصیت سے پڑھی تھیں: (۱) آپ صدقہ قبول نہیں کریں گے (۲) آپ ہدیہ قبول فرمائیں گے (۳) آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اپنے قبول اسلام کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ ایران کے صوبہ اصبہان کی آبادی ''جے'' کے باسی تھے۔ والد گرامی وہاں کے سردار تھے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ باپ اور بیٹا دونوں مجوسی تھے اور انہوں نے مجوسی مذہب کی اتنی خدمت کی کہ انہیں آتش کردہ کا نگراں تعینات کر دیا گیا۔ ایک دفعہ والد صاحب کے حکم کی تعمیل میں اپنی جائیداد کی طرف گئے' راستہ میں نصاریٰ کا گرجہ دیکھا' لوگوں کو وہاں عبادت کرتے ہوئے ملاحظہ کیا' ان کا طرز عبادت بہت پسند آیا اور شام تک گرجہ میں ٹھہرے رہے' وہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نصاریٰ کا مرکز ملک شام میں ہے۔ رات کے وقت گھر واپس آئے تو والد گرامی نے دیر سے آنے اور سارے دن کی مصروفیت کے بارے میں دریافت کیا تو تمام واقعہ سنا دیا۔ باپ نے کہا: بیٹا! ہمارا اور ہمارے اباء واجداد کا مذہب سب سے عمدہ ہے' لہٰذا اسے چھوڑ کر دوسرا مذہب کو اختیار کرنا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ باپ کی باتوں سے آپ مطمئن نہ ہوئے اور اس بارے میں باپ کو بھی خدشہ ظاہر ہوا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو بیڑیاں ڈال کر گھر میں قید کر دیا۔ موقع پا کر آپ نے بیڑیاں توڑ دیں اور ملک شام جانے والے عیسائی وفد میں شامل ہو کر ملک شام پہنچ گئے۔ وہاں عیسائی مذہب کے سب سے بڑے پیشوا (بشپ) کے پاس گئے اور انہیں بتایا: وہ ان کا مذہب قبول کر کے ایک خادم کی حیثیت سے ان کے پاس ٹھہرنا چاہتا ہے۔ بشپ نے ان کی بات مان لی اور وہ خادم کی حیثیت سے خدمات انجام دینے لگے۔ بشپ کوئی اچھا آدمی ثابت نہ ہوا۔ وہ غریبوں کے نام پر لوگوں سے صدقہ وخیرات حاصل کرتا لیکن ان میں تقسیم کرنے کے بجائے اپنے پاس جمع کر لیتا تھا۔ جب بشپ کا آخری وقت آیا تو ان سے دریافت کیا کہ ان کی وفات کے بعد وہ کہاں جائیں؟ اس نے وصیت کی کہ میرے بعد ہمارے مذہب کا سب سے بڑا پیشوا عراق کے شہر موصل میں ہے' ان کے پاس چلے جانا' بشپ کی وفات کے بعد حسب وصیت وہ ''موصل'' میں گئے اور وہاں عیسائی مذہب کے بڑے پیشوا کے بارے میں دریافت کر کے ان کے پاس پہنچ گئے جو ایک اچھا آدمی تھا۔ ان کی خدمت میں رہنے لگے' جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان سے بھی اجازت طلب کی کہ ان کی وفات کے بعد وہ کس کے پاس جائیں؟ انہوں نے اپنی وصیت میں کہا: تم نصیبین میں فلاں شخص کے پس چلے جانا۔ پیشوا کی وفات کے بعد وہ حسب وصیت نصیبین میں پہنچ کر وہاں متعلقہ شخص کے پاس ہو گئے اور ان کے پاس رہنے لگے۔ اس قیام کے دوران تجارت کا سلسلہ بھی جاری کیا جس

کے نتیجہ میں انہوں نے بکریاں اور گائیں خریدیں۔ جب اس بشپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان سے وصیت کرنے کے بارے میں کہا' انہوں نے وصیت کرتے ہوئے کہا: قسم بخدا! اس وقت ہمارے مذہب کا بڑا عالم تیرے علاوہ کوئی دنیا میں موجود نہیں ہے۔ تاہم نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا وقت قریب ہے' جو دین ابراہیمی پر ہوں گے' وہ عرب میں پیدا ہوں گے۔ ان کی ہجرت گاہ کھجوروں کی جگہ ہوگی۔ جس کے دونوں اطراف میں پہاڑ ہوں گے۔ ان کی وفات کے بعد آپ ملک شام سے مکہ مکرمہ جانے والے وفد میں شامل ہو گئے اور ان سے یہ طے کر لیا کہ وہ انہیں مکہ میں پہنچا دیں گے تو آپ جانور (بکریاں اور گائیں) ان کو پیش کر دیں گے۔ جونہی یہ وفد مکہ میں پہنچا تو انہوں نے جانوروں پر قبضہ لیا اور ظلم یہ کیا کہ بنو قریظہ کے ایک یہودی کے ہاتھوں غلام کی حیثیت سے فروخت کر دیا۔ جب یہ یہودی مدینہ طیبہ میں گیا تو آپ کو بھی بطور غلام اپنے ساتھ لے گیا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صدقہ پیش کیا جو آپ نے قبول نہ کیا اور ہدیہ پیش کیا جو آپ نے قبول کر لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی۔ شرائط پوری ہونے پر آپ نے اسلام قبول کر لیا لیکن غلام تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اپنے مالک سے مکاتبت کا معاملہ کر کے آزادی حاصل کر لو۔ آقا سے معاملہ مکاتبت نہایت سخت شرائط پر طے ہوا کہ وہ چالیس اور ایک روایت کے مطابق تین سو اوقیہ نقد سونا پیش کرنے کے علاوہ تین سو کھجوروں کے پودے لگائیں گے اور ان کے پھل آور ہونے تک ان کی خدمت کریں گے۔

اس دوران حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہیں سے سونا پیش کیا گیا جس سے چالیس اوقیہ یا تین سو اوقیہ سونا بطور مکاتبت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ادا کیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ شفقت اپنے دست اقدس سے تین سو کھجوروں کے پودے بھی لگائے جو ایک سال کے اندر پھل آور ہو گئے۔ اس طرح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سعی سے آزادی حاصل ہو گئی۔ یکے بعد دیگرے آپ دس آقاؤں کے زیر عتاب اور زیر سایہ رہنے کے بعد آزاد ہوئے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر دشمن کا مقابلہ کرنے میں سہولت کے پیش نظر آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی بار خندق کھودنے کا مشورہ دیا' جس پر عمل کرتے ہوئے خندق کھودی گئی۔

سوال: صدقہ اور ہدیہ میں کیا فرق ہے؟ علاوہ ازیں ''انا'' جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا ہے؟

جواب: حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ صدقہ اور ہدیہ کی تعریف بایں الفاظ کی ہے: **الصدقة: منيحة يمنحها المانع طلبا لثواب الاخرة و تكون من الاعلىٰ الى الادنىٰ** ۔صدقہ یہ ہے کوئی شخص ثوب کی نیت سے کسی کو تحفہ پیش کرے اور یہ چیز بڑا چھوٹے کو عنایت کرتا ہے''۔

الهدية: منحة يمنحها المانع للتقريب و التحبب اليه ۔ ہدیہ یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو محبت کی وجہ سے تحفہ دے''۔ الغرض صدقہ میں تین امور شرائط ہیں: (۱) ثواب (۲) نیت (۳) بڑا چھوٹے کو دے جبکہ ہدیہ میں ان میں سے کوئی چیز بھی شرط نہیں ہے۔

لفظ ''انا'' جمع کا صیغہ لانے کی دو وجوہات ہیں: (۱) عزت و بزرگی کی بنا پر (۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ

کی ال اطہار بھی شامل ہے اس کی تائید حدیث کے ان الفاظ سے ہوتی ہے: لا تحل الصدقة لمحمد و لا اله۔ یعنی صدقہ نہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز ہے اور نہ آپ کی ال اطہار کے لیے"۔ (امام محمد بن مسلم، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷۵)

سوال: کھجور کے وہ پودے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے لگائے تھے۔ وہ ایک سال تک پھل آور ہو گئے (جو عموماً پانچ یا دس سال میں پھل آور ہوتے ہیں) لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا پھل آور کیوں نہ ہو؟

جواب: کھجور کے پودوں کا ایک سال کے اندر پھل آور ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا بھی سال کے اندر پھل آور ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ باقی نہ رہتا۔

21- حَدَّثَنَا اَبُوْ الاشعث احمد بن المقدام العجلی البصری حَدَّثَنَا حماد بن زید عَنْ عاصم الاحول عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ هُوَ فِيْ نَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَدُرْتُ هٰكَذَا مِنْ خَلْفِهٖ فَعَرَفَ الَّذِیْ اُرِيْدُ فَاَلْقَى الرِّدَاءَ عَنْ ظَهْرِهٖ فَرَاَيْتُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ عَلٰى كَتِفَيْهِ مِثْلَ الْجَمْعِ حَوْلَهَا خَيْلَانٌ كَاَنَّهَا ثَاٰلِيْلُ فَرَجَعْتُ حَتّٰى اسْتَقْبَلْتُهٗ فَقُلْتُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ وَلَكَ فَقَالَ الْقَوْمُ اسْتَغْفَرَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ وَلَكُمْ ثُمَّ تَلَا الْاٰيَةَ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ .

◆◆ حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اپنے کچھ اصحاب کے درمیان موجود تھے۔ میں اس طرح آپ کے پیچھے سے گھوم کر آیا کہ آپ نے اندازہ لگا لیا کہ میرا مقصد کیا ہے؟ آپ نے اپنی پشت سے چادر کو ہٹا دیا تو میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کی جگہ دیکھ لی۔ وہ ایک مٹھی کی طرح تھی جس کے آس پاس تل تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ پستان کا سرا ہیں۔ پھر میں واپس ہوا اور آپ کے سامنے آ گیا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو مغفرت عطا کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور تمہیں بھی! حاضرین نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لیے دعائے مغفرت کی ہے تو انہوں نے کہا: ہاں لوگوں کے لیے بھی کی ہے، پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: تم اپنے ذنب کی مغفرت طلب کرو۔ مومنین اور مومنات کے لیے بھی مغفرت طلب کرو۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف "ذنب" کی نسبت نہ کرنا:

قدرت: گھوم کر پیچھے سے آنا۔ **مثل الجمع:** مٹھی کی مثل۔ **خیلان:** خال کی جمع بمعنی تل۔ **ثالیل:** ثالون کی جمع ہے اس کا معنی ہے: ابھرا ہوا باریک دانہ۔

انبیاء کرام اور ملائکہ معصوم ہوتے ہیں ان سے بھول کر بھی معصیت کا ارتکاب اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں ہوسکتی۔ جب یہ

لوگ معصوم عن الخطاء ہیں تو پھر ان کی طرف لفظ ''ذنب'' (گناہ) کی نسبت کرنا بھی درست نہیں ہے۔ لہٰذا سورہ محمد کی آیت نمبر ۱۹ کا صحیح ترجمہ یوں ہوگا: اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمانوں مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگیں''۔

(کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن)

صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے تفسیر حاشیہ میں لکھتے ہیں:

یہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ان کے لیے مغفرت طلب فرمائیں اور آپ شفیع و مقبول الشفاعۃ ہیں' اس کے بعد مؤمنین وغیر مؤمنین سب سے عام خطاب ہے۔ (خزائن العرفان علی کنز الایمان' ص ۸۱۰)

فائدہ نافعہ: احادیث مبارکہ یا قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ ''ذنب'' کی نبی علیہ السلام کی طرف نسبت ہے' وہاں لفظ ''ذنب'' سے آباء واجداد (اسلاف) اور آل واولاد (اخلاف) کے ذنب مراد ہیں۔ کسی حدیث یا آیت کے ترجمہ میں لفظ ''ذنب'' کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا عقیدۂ عصمت انبیاء کرام علیہم السلام کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

باب 3: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کا بیان

22- حَدَّثَنَا علی بن حجرا نبانا اسمعیل ابن ابراھیم عن حمید عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ کَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِلٰی نِصْفِ اُذُنَیْہِ .

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نصف کانوں تک ہوتے تھے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بالوں کی کیفیت:

حضرت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے بالوں کے بارے میں روایات مختلف ہیں' جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم زلفوں کو کٹواتے وہ کانوں تک ہو جائیں' جنہیں ''وفرہ'' کہا جاتا ہے۔ وہ بڑھ کر کانوں اور کندھوں کے درمیان پہنچ جاتیں' جنہیں ''لمہ'' کہا جاتا ہے۔ پھر وہ مزید طویل ہو کر کندھوں تک پہنچ جاتیں' جنہیں ''جمہ'' کہا جاتا ہے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں کے حوالے سے مختلف روایات میں تعارض باقی نہ رہا' کیوں کہ زلفوں کی کیفیت یکساں نہیں بلکہ مختلف ہوتی رہتی تھی جس وجہ سے روایات کا مختلف ہونا بھی ضروری تھا۔

حضرت علامہ محمد عاقل لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ روایات کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ اختلاف روایات' اختلاف اوقات پر محمول ہیں' جس وقت آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم قصر

فرماتے تو بال مبارک کانوں کی لو نصف لو تک پہنچتے اور جس وقت ترک قصر فرماتے تو بال مبارک لمبے ہو جاتے یہاں تک کہ کندھوں مبارک تک پہنچ جاتے' جس حالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا اسی کیفیت کو بیان کر دیا''۔

(علامہ محمد امیر شاہ' انوارِ غوثیہ شرح شمائل ترمذی ص ۵۸)

23- حَدَّثَنَا هناد بن السری حَدَّثَنَا عبد الرحمن بن اَبِیْ الزناد عن هشام بن عوف عَنْ اَبِیْ عن عَائِشَةَ رَضِیَ اللہ عنها قالت کُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ وَ كَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُوْنَ الْوَفْرَةِ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے' آپ کے بال کندھوں سے کچھ اوپر تھے اور کانوں سے کچھ نیچے تھے۔

شرح

زوجین کا ایک برتن میں غسل کرنے کا مسئلہ:

زیر مطالعہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ زوجین کا ایک برتن میں غسل کرنا جائز ہے لیکن عریانی کیفیت درست نہیں ہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خواہ ایک برتن میں غسل فرماتے تھے لیکن عریانی کیفیت باہم نمایاں نہیں ہوتی تھی۔ اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مشہور روایت ہے: میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا محل ستر کبھی نہیں دیکھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا محل ستر دیکھا تھا''۔

زوجین ایک برتن میں غسل کریں' اس کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) زوجین ستر عورت کے ساتھ اکٹھے ایک برتن میں غسل کریں' اس کے جواز میں تمام آئمہ فقہ کا اجماع ہے۔ (۲) ایک برتن میں پہلے مرد غسل کرے اور بعد میں عورت غسل کرے۔ اس کے جواز میں بھی تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ (۳) ایک برتن میں پہلے عورت غسل کرے اور بعد میں مرد غسل کرے۔ اس صورت میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ' حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ صورت بھی جائز ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ تاہم عورت کی موجودگی میں مرد غسل کرے' تب جائز ہے۔ تیسری صورت کے بارے میں جمہور اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کے درمیان زیادہ فرق نہیں ہے۔ اگر حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کو تقویٰ پر محمول کیا جائے' تب سب کا مؤقف تقریباً یکساں ہو سکتا ہے۔

24- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا اَبُوْ قطن حَدَّثَنَا شعبة عَنْ اَبِیْ اسحق عن البراء بن عازب قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَرْبُوْعًا بُعَيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ وَكَانَتْ جُمَّتُهٗ تَضْرِبُ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ .

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانے قد کے مالک تھے' آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا اور آپ کے بال کانوں کی لو تک آیا کرتے تھے۔

25- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا وهب بن جرير بن حازم حدثنی اَبِیْ عن قتادہ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ کَیْفَ کَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَمْ یَکُنْ بِالْجَعْدِ وَلَا بِالسَّبْطِ کَانَ یَبْلُغُ شَعْرُہٗ شَحْمَۃَ اُذُنَیْہِ ۔

◆◆ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کیسے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: بہت زیادہ گھنگھریالے نہیں تھے اور بالکل سیدھے بھی نہیں تھے۔ آپ کے بال کانوں کی لو تک آتے تھے۔

26- حَدَّثَنَا محمد بن یحیٰی بن اَبِیْ عُمَر المکی حَدَّثَنَا سفیان بن عیینۃ عَنْ اَبِیْ نَجِیْحٍ عن مجاھدٍ عن اُمّ ھانی بنت اَبِیْ طالب قالت قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَلَیْنَا مَکَّۃَ قَدْمَۃً وَلَہٗ اَرْبَعُ غَدَائِرَ ۔

◆◆ حضرت اُمّ ہانی بنت طالب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ہمارے ہاں تشریف لائے جبکہ آپ نے چار چوٹیاں بنائی ہوئی تھیں۔

شرح

ہجرت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں تشریف آوری:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج اور چار عمرے کیے تھے۔ ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار بار مکہ مکرمہ میں تشریف لائے: (۱) عمرۃ القضاء کی غرض سے ۷ھ ہیں۔ (۲) ۸ھ میں فتح مکہ کی غرض سے۔ اسی سفر کے دوران عمرۃ الجعرانۃ بھی ادا کیا۔ (۳) ۱۰ھ میں حج کی ادائیگی کے لیے (۴) آخری حدیث میں جس کا تذکرہ ہے۔ اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بال چار حصوں میں مینڈھوں کی شکل میں تقسیم تھے۔

27- حَدَّثَنَا سوید بن نصر حَدَّثَنَا عبد اللہ ابن المبارك عن معمر عن ثابت البنانی عَنْ اَنَسٍ اَنَّ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ اِلٰی اَنْصَافِ اُذُنَیْہِ ۔

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نصف کانوں تک آیا کرتے تھے۔

28- حَدَّثَنَا سوید بن نضر حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الْمَبَارَكَ عن یونس بن زید عن الزھری حَدَّثَنَا عبید اللّٰہ بن عبد اللہ ابن عتبۃ بن عبد اللہ عن ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ یَسْدِلُ شَعْرَہٗ وَکَانَ الْمُشْرِکُوْنَ یُفَرِّقُوْنَ رُؤُسَھُمْ وَکَانَ اَھْلُ الْکِتٰبِ یَسْدِلُوْنَ رُؤُسَھُمْ وَکَانَ یُحِبُّ مُوَافَقَۃَ اَھْلِ الْکِتٰبِ فِیْمَا لَمْ یُؤْمَرْ فِیْہِ بِشَیْءٍ ثُمَّ فَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ رَأْسَہٗ ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اپنے بال پیچھے کی طرف

لے جایا کرتے تھے، مشرکین مانگ نکالا کرتے، اور اہل کتاب بھی بال پیچھے کی طرف لے جایا کرتے تھے۔ جس معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باقاعدہ کوئی حکم نہ ملا ہوتا آپ اس میں اہل کتاب کا ساتھ دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مانگ نکالنا شروع کردی۔

29- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن معدی عن ابراھیم بن نافع المکی عن ابن ابی نجیح عن مجاھد عن امِّ ھَانِیٍ قَالَتْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ ذَاضَفَائِرَ اَرْبَعٍ .

◆◆ حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ نے چار مینڈھیاں بنائی ہوئی تھیں۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کا ایک اور انداز:

حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دور ہیں: (۱) مکی دور: جو اعلانِ نبوت سے لے کر تا ہجرت ہے۔ (۲) مدنی دور: جو بعد از ہجرت تا وصال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکی زندگی میں اپنے سر کے بالوں میں مانگ نہیں نکالتے تھے تاکہ کفار مکہ کی مخالفت ہو جائے، کیونکہ کفار اہتمام سے مانگ نکالتے تھے۔ آپ مدنی زندگی میں اہتمام سے مانگ نکالتے تھے، کیونکہ مدینہ طیبہ کے یہودیوں کے اکثر اصول دین ابراہیمی کے مطابق تھے۔

اس بارے میں حضرت محمد امیر شاہ قادری گیلانی لکھتے ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر جب تک حکم الٰہی نہ ہوتا اس بات کو اچھا جانتے کہ اہل کتاب کی موافقت کی جائے۔ اس لیے اہل کتاب کے کام پر ان کے پیغمبر کی کوئی سند تو ہوگی۔ برخلاف مشرکین کے کہ ان کے ہاں تو کوئی سند ہی نہیں اور جب احکام الٰہی آجاتے تو آپ یہود و نصاریٰ کی مخالفت میں کام کرتے''۔ (علامہ محمد امیر شاہ، انوار غوثیہ شرح شمائل ترمذی ص ۷۵)

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ تَرَجُّلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 4: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کنگھی کرنے کا بیان

بالوں میں کنگھا کرنے کا مسئلہ:

سر کے بالوں میں کنگھا کرنا مستحب ہے، کیوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر اقدس کے بالوں میں کنگھا کیا کرتے اور دوسروں کو اس کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔ لفظ ''ترجل'' کا معنی بایں الفاظ کیا جاتا ہے: بالوں کو خوبصورت، صاف ستھرا اور باسلیقہ بنانا ہے۔ حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: الترجل من باب النظافة۔ کنگھا کرنے کا تعلق نظافت سے ہے یعنی بالوں کو ستھرا رکھنا، درست کرنا، آراستہ کرنا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نظافت کی اہمیت کے حوالے سے فرمایا: النظافة

من الایمان ۔صفائی ایمان کا حصہ ہے ۔دوسری روایت میں یوں فرمایا: ان اللہ تعالٰی نظیف یحب النظافۃ ۔ بیشک اللہ تعالٰی صاف ستھرا ہے اور وہ صفائی کو پسند کرتا ہے‘‘ ۔احادیث باب میں اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے ۔

30– حَدَّثَنَا اسحٰق بن موسٰی الانصاری حَدَّثَنَا معن بن عِیْسٰی حَدَّثَنَا مالك بن انس عن ھشام بن عروۃ عن ابیه عن عائشة رضی اللّٰه عنها قَالَتْ کُنْتُ اُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ اَنَا حَائِضٌ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں کنگھی کردیا کرتی تھی حالانکہ میں اس وقت حالت حیض میں ہوتی تھی ۔

شرح

حائضہ عورت سے استفادہ کرنا:

اس روایت میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ شوہر اپنی حائضہ بیوی سے جماع کے علاوہ ہر طرح کا استفادہ کرسکتا ہے‘ کیونکہ اس حالت میں اس سے جماع کرنا حرام ہے ۔زمانہ جاہلیت میں حائضہ عورت سے نفرت برتی جاتی تھی ۔اسے کھانا تیار کرنے کی اجازت نہیں تھی‘ اسے منحوس قرار دے کر گھر کے ایک کونے میں بٹھا دیا جاتا تھا اور اسے الگ تھلگ کھانا دیا جاتا تھا لیکن اسلام نے اس مکروہ رسم کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا ۔جماع کے علاوہ اس سے شوہر ہر قسم کا استفادہ کرسکتا ہے ۔

31– حَدَّثَنَا یوسف بن عِیْسٰی حَدَّثَنَا وکیع حَدَّثَنَا الربیع بن صبیح عَنْ یَزِیْدَ بن ابان ھو الرقاشی عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یُکْثِرُ دَھْنَ رَاسِہٖ وَ تَسْرِیْحَ لِحْیَتِہٖ وَ یُکْثِرُ الْقِنَاعَ حَتّٰی کَانَ ثَوْبَہٗ ثَوْبُ زَیَّاتٍ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے بالوں میں تیل لگاتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک میں کنگھی کرتے تھے ۔آپ سر پر اکثر رومال رکھتے تھے اور وہ رومال یوں لگتا تھا جیسے تیل کا ہے ۔

شرح

نظافت وصفائی اختیار کرنا:

سر کے بالوں اور ڈاڑھی مبارک کے بالوں میں تیل استعمال کرنا اور کنگھا کرنا‘ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں شامل تھا ۔تیل کی چکناہٹ سے بچنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ مبارک کے نیچے رومال یا کپڑا باندھ لیتے تھے یا آپ کی طبیعت نظافت پسند تھی‘ اس لیے عمامہ کو تیل سے بچانے کی غرض سے اس کے نیچے سر پر کوئی کپڑا استعمال فرماتے تھے ۔

32– حَدَّثَنَا ھناد بن السری حَدَّثَنَا ابو الاحوص عن اشعث بن اَبِی الشعثاء عن ابیه عن مسروق عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَیُحِبُّ التَّیَمُّنَ فِیْ طُھُوْرِہٖ اِذَا

تَطَهَّرَ وَ فِيْ تَرَجُّلِهِ اِذَا تَرَجَّلَ وَفِيْ انْتِعَالِهِ اِذَا انْتَعَلَ ۔

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں طرف سے وضو کرنا پسند تھا، جب آپ وضو کرتے تھے۔ کنگھی کرنا جب آپ کنگھی کرتے، اور جوتا پہننا میں جب آپ جوتا پہنتے تھے۔

شرح

شرافت ونظافت والے کام کودائیں طرف سے شروع کرنا:

زیر مطالعہ حدیث میں مذکورامورثلاثہ ہی نہیں بلکہ ہر شرافت ونظافت والے عمل کودائیں جانب سے شروع کیا جائے گا ورنہ بائیں جانب سے انجام دیا جائے گا۔ مثلاً مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں داخل کیا جائے گا پھر بایاں پاؤں لیکن مسجد سے نکلتے وقت اس کا عکس اختیار کیا جائے گا یعنی پہلے بایاں پاؤں مسجد سے باہر نکالا جائے گا پھر دایاں پاؤں۔ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں داخل کیا جائے گا پھر دایاں لیکن باہر نکلتے وقت اس کے برعکس صورت اختیار کی جائے گی۔ علی ھٰذا القیاس لباس زیب تن کرتے وقت پہلے دایاں بازو یا پاؤں داخل کیا جائے گا پھر بایاں ہاتھ یا پاؤں مگر لباس اتارتے وقت اس کا عکس کیا جائے گا۔

33۔ حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا یحییٰ بن سعید عن هشام بن حبان عن الحسن البصری عن عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ اِلَّا غِبًّا ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنگھی کرنے سے منع کیا ہے، مگر ایک آدھ دن کے وقفہ سے۔

شرح

روزانہ کنگھا کرنے کی ممانعت کی وجہ:

زیر مطالعہ حدیث میں روزانہ کنگھا کرنے کی ممانعت بیان کی گئی ہے، اس ممانعت کی کئی وجوہات ہیں: (۱) یہ ممانعت کراہت تنزیہی پر محمول ہے (۲) یہ ممانعت تب ہے جب اس کی ضرورت نہ ہو، بالوں کے پراگندہ ہونے کی صورت میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ (۳) خواتین کی طرح ہمہ وقت کنگھی پٹی میں مصروف رہنے سے وقت کا ضیاع ہے، اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے تاکہ مرد کا قیمتی وقت کسی دینی کام کے لیے صرف ہو۔

34۔ حَدَّثَنَا الحسن بن عرفة قَالَ حَدَّثَنَا عبد السلام بن حرب عَنْ يَزِيْدَ بن اَبِیْ خالد عَنْ اَبِیْ العلاء الاودی عن حميد بن عبد الرحمٰن عن رجل من اَصْحَابُ النَّبِيُّ صلی اللّٰه علیه وَ سَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَتَرَجَّلُ غِبًّا ۔

حضرت حمید بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدھ دن کے وقفے کے بعد کنگھی کیا کرتے تھے۔

شرح

ایک دن کے وقفہ سے کنگھا کرنا:

یہ روایت اس سے پہلی روایت سے متعارض نہیں ہے، کیونکہ بال پراگندہ نہ ہونے کی صورت میں ایک دن کے وقفہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنگھا کرتے تھے اور پراگندہ ہونے کی صورت میں روزانہ کنگھا کرتے تھے۔

کنگھا کرنے کے وقفہ کے حوالے سے فقہاء کرام کے مختلف اقوال ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆ حضرت ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں: ایک دن کے وقفہ سے کنگھا کیا جائے۔

☆ علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے کنگھا کرنے کا معمول نہیں تھا، ایک دن کنگھا کرتے، اور ایک دن نہیں کرتے تھے۔

☆ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہفتہ میں ایک دن کنگھا کیا جائے۔

☆ حضرت علامہ محمد عاقل لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مسلسل کنگھا کرنا، عورتوں کی عادت ہے، لہٰذا کبھی کبھار کنگھا کرنا چاہیے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ شیب رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

باب۵: آپ صلی اللہ علیہ وسلم (سر اور داڑھی) کے سفید بالوں کا تذکرہ

برکات موئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک بابرکت تھے، جو امہات المومنین رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے پاس بطور تبرک رکھتے تھے اور ان سے بیماروں کے لیے شفاء حاصل کرتے تھے۔ حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہیں ان کی بیوی پانی کا پیالہ دے کر اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجتی تھیں۔ ان کی بیوی کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی بیمار ہو جاتا یا کسی کو نظر لگ جاتی وہ کسی برتن میں پانی ڈال کر حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں روانہ کر دیتیں، کیونکہ ان کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک تھا، جو ایک نلی میں محفوظ تھا، وہ اسے نکال کر پانی میں غسل دے کر پانی مریض کو پلا دیتیں جس سے اسے شفا حاصل ہو جاتی تھی۔ (علامہ محمد امیر شاہ، انوار غوثیہ شرح شمائل ترمذی ص ۶۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ کے بال مبارک کاٹ رہا تھا اور صحابہ کرام آپ کے اطراف میں حلقہ بنائے کھڑے تھے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ کوئی بال زمین پر نہ گرے بلکہ وہ اسے اپنے پاس بطور تبرک محفوظ کر لیں۔ (امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم)

حضرت امام ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ ہمارے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ یا ان کے اہل خانہ سے ہمیں دستیاب ہوئے ہیں۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس ان موئے مبارکہ سے ایک کا ہونا' دنیا اور مافیھا سے زیادہ بہتر ہے۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری' صحیح بخاری' جلد اول ص ۲۹)

35– حَدَّثَنَا محمدبن بشار حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا همام عن قتادة قَالَ قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ هَلْ خَضَبَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ اِنَّمَا كَانَ شَيْبًا فِيْ صُدْغَيْهِ وَلٰكِنْ اَبُوْبَكْرٍ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ .

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خضاب استعمال کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: اس کی نوبت ہی نہیں آئی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنپٹیوں پر کچھ بال سفید تھے۔ البتہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مہندی لگاتے تھے اور وسمہ استعمال کیا کرتے تھے۔

36– حَدَّثَنَا اسحٰق بن منصور و يحيٰى بن موسٰى قَالاَ حَدَّثَنَا عبد الرزاق عن معمر عن ثابت عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَاعَدَدْتُ فِيْ رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ لِحْيَتِهٖ اِلَّا اَرْبَعَ عَشْرَةَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے شمار کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی میں چودہ (۱۴) بال سفید تھے۔

37– حَدَّثَنَا محمد بن مثنى حَدَّثَنَا اَبُوْ داؤد حَدَّثَنَا شعبة عن شيب رَسُوْلُ اللّٰه صلى اللّٰهِ عليه وَ سَلَّمَ فَقَالَ كَانَ اِذا دَهَنَ رَأْسَه لَمْ يُرَمِنْهُ شَيْبٌ فَاِذَا لَمْ يَدَّهِنْ رُءِ يَ مِنْهُ .

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر تیل لگاتے تو کوئی سفید بال دکھائی نہیں دیتا تھا لیکن جب آپ تیل نہیں لگاتے تھے' تو کچھ سفید بال نظر آتے تھے۔

38– حَدَّثَنَا محمد بن عمرو بن الوليد الكندى الكوفى حَدَّثَنَا يحيٰى بن اٰدم عن شريك عن عبيد اللّٰه بن عمر عن نافع عن ابن عمر قَالَ اِنَّمَا كَانَ شَيْبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَحْوًا مِنْ عِشْرِيْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال بیس (۲۰) کے قریب تھے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کی تعداد کے بارے میں مختلف روایات اور ان میں تطبیق:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس اور ڈاڑھی مبارک میں سفید بالوں کی تعداد کتنی تھی؟ اس بارے میں مختلف روایات ہیں لیکن زیادہ مشہور روایات چار ہیں: (۱) چودہ بال (۲) سترہ بال (۳) اٹھارہ بال (۴) بیس بال۔ سوال یہ ہے کہ ان روایات میں تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: صحابہ کرام عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک چیز محفوظ کی اور امت تک پہنچادی۔ شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کی تعداد کم تھی۔ لہٰذا کم تعداد بیان کردی گئی اور بعد ازاں تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ مختلف اوقات میں جس صحابی نے جتنی تعداد ملاحظہ کی' اسے آگے بیان کردیا جس کے نتیجہ میں روایات مختلف ہو گئیں۔

حضرت علامہ محمد عاقل لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں لکھتے ہیں:

احادیث میں تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ مختلف اوقات میں دیکھنے والے نے مختلف خبر دی ہے یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پہلے جتنے بال مبارک دیکھے تھے' ان کا ذکر کردیا اور جب آخر میں کچھ زیادہ یعنی سترہ کے قریب دیکھے تو انہیں ذکر کردیا''۔ (علامہ محمد امیر شاہ' انوار غوثیہ شرح شمائل ترمذی ص ۶۸) مشہور روایت کے مطابق اٹھارہ موئے مبارک سفید تھے۔ واللہ اعلم۔

فائدہ نافعہ: سر اور ڈاڑھی کے سفید بالوں کو کتم یا مہندی وغیرہ سے خضاب کرنا جائز ہے لیکن سیاہ خضاب حرام ہے۔ تاہم بعض علماء نے مجاہدین کے لیے سیاہ خضاب حلال قرار دیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کی تعداد زیادہ نہیں تھی' اس لیے آپ نے کسی بھی طرح کا خضاب استعمال نہیں کیا۔ اس مسئلہ کی تفصیل آئندہ باب میں آرہی ہے۔

39- حَدَّثَنَا ابو کریب محمد بن العلاء حَدَّثَنَا معاویة بن هشام عن شیبان عَنْ اَبِیْ اسحق عن عکرمة عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَیَّبَتْنِیْ هُوْدٌ وَّالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَ عَمَّ یَتَسَآءَ لُوْنَ وَ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ ۔

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ بوڑھے ہورہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورہ ھود، سورہ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورہ عم یتساء لون اور سورہ تکویر نے مجھے بوڑھا کردیا ہے۔

40- حَدَّثَنَا سفین بن وکیع اَخْبَرَنَا محمد بن بشر عن علی بن صالح عَنْ اَبِیْ اسحق عَنْ اَبِیْ حجیفة قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَرَاکَ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَیَّبَتْنِیْ هُوْدٌ وَّاَخَوَاتُهَا ۔

◆◆ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ بوڑھے ہورہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورہ ھود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے مجھے بوڑھا کردیا ہے۔

41– حَدَّثَنَا علي بن حجر قال انبانا شعيب بن صفوان عن عبد الملك ابن عمير عن اياد بن لقيط العجلي عَنْ اَبِيْ رمثة التيمي تيم الرباب قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ مَعِيَ ابْنٌ لِيْ قَالَ فَاَرِيْتُهُ فَقُلْتُ لَمَّا رَاَيْتُهُ هٰذَا نَبِيُّ اللّٰهِ وَ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ وَلَهُ شَعْرٌ قَدْ عَلَاهُ الشَّيْبُ وَ شَيْبُهٗ اَحْمَرُ ۔

حضرت ابورمثہ تیمی رضی اللہ عنہ جو قبیلہ تیم رباب سے تعلق رکھتے ہیں، نے کہا: میں اور میرا بیٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ میں اسے آپ کی زیارت کراؤں۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو کہا: یہ اللہ کے نبی ہیں. اس وقت آپ نے دو سبز کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے اور آپ کے بال مبارک نہایت سفید تھے جو سرخ رنگ کے تھے۔

42– حَدَّثَنَا احمد بن منيع حَدَّثَنَا سريج ابن النعمان اَخْبَرَنَا حماد بن سَلْمَةَ عن سماك بن حرب قَالَ قِيْلَ لِجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَمَا كَانَ فِيْ رَاْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ شَيْبٌ قَالَ لَهُمْ يَكُنْ فِيْ رَاْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ شَيْبٌ اِلَّا شَعَرَاتٌ فِيْ مَفْرِقِ رَاْسِهٖ اِذَا ادَّهَنَ وَ رَاهُنَّ الدُّهْنَ ۔

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں سفید بال موجود تھے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں صرف چند ایک سفید بال موجود تھے جو مانگ نکالنے کی جگہ پر تھے۔ جب آپ تیل لگاتے' تو تیل ان کو چھپا دیا کرتا تھا۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال سفید ہونے کی وجہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارکہ سفید تھے۔ ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پریشانی کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ بوڑھے کیوں ہو گئے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: مجھے پانچ سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں مزید سورتوں کا ذکر ہے مثلاً سورۃ الحاقۃ، سورۃ القارعۃ اور سورۃ الغاشیۃ وغیرہ۔ ان سورتوں میں جہنم' عذاب جہنم اور قیامت وغیرہ امور کا ذکر ہے۔ اس بارے میں ایک مشہور روایت بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو امور میں جانتا ہوں' اگر تم وہ جان لو تو تم اپنا ہنسنا کم کر دیتے اور رونا زیادہ کر دیتے حتیٰ کہ تم اپنی بیویوں کے پاس جانا بھی ترک کر دیتے۔ ایک بزرگ کو خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا' عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے حدیث میں پڑھا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: ''سورہ ھود'' نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے' یہ کیا بات ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اس سورت میں یہ الفاظ ہیں: فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ ۔ آپ ثابت قدم رہیں جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے''۔ اس استقامت کا حکم کے موافق ہونا ضروری ہے' جو مشکل ترین مرحلہ ہے''۔ (شرح السنۃ)

سوال: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرخ بال خضاب کو ظاہر کرتے ہیں' لہٰذا خضاب جائز ہونا چاہیے؟

جوب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرخ بال خضاب کے جواز پر محمول نہیں کیے جا سکتے' کیوں کہ جب کوئی بال سفید ہوتا ہے' وہ

پہلے سرخ ہوتا ہے پھر سفید ہوتا ہے۔ دور حاضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن موئے مبارکہ کی مختلف ممالک کے مختلف مقامات میں زیارت کرائی جاتی ہے اور وہ سرخ معلوم ہوتے ہیں' وہ خضاب کی وجہ سے سرخ نہیں ہیں بلکہ سفید ہونے سے قبل جو سرخ ہوتے ہیں' وہ مراد ہیں یا عرصہ دراز گزرنے کی وجہ سے ان میں تبدیلی آئی ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ خِضَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 6: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کا بیان

43- حَـدَّثَـنَا احمد بن منيع اَخْبَرَنَا هشيم اَخْبَرَنَا عبدالمالك بن عمير اياد بن لقيط قَالَ اخبرني اَبُوْ رمثة قَالَ اتيت رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَعَ ابْنٍ لِيْ فَقَالَ ابْنُكَ هٰذَا فَقُلْتُ نَعَمْ اَشْهَدُ قَالَ لَا يَجْنِيْ عَلَيْكَ وَلَا تَجْنِيْ عَلَيْهِ قَالَ وَرَاَيْتُ الشَّيْبَ اَحْمَرَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى هٰذَا اَحْسَنُ شَيْءٍ رُوِيَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ وَاَفْسَرُ لِاَنَّ الرِّوَايَاتِ الصَّحِيْحَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَمْ يَبْلُغِ الشَّيْبَ وَاَبُوْ رِمْثَةَ اسْمُهُ رِفَاعَةُ ابْنُ يَثْرِبِيِّ التَّيْمِيُّ .

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اپنے بیٹے کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے دریافت کیا: کیا یہ تمہارا بیٹا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہاری سزا نہیں بھگتے گا اور تم اس کی سزا نہیں بھگتو گے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرخ بال دیکھے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ اس بارے میں منقول سب سے عمدہ روایت ہے' جو زیادہ وضاحت کرتی ہے، کیونکہ مستند روایات سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال سفید ہوئے ہی نہیں تھے۔

حضرت ابو رمثہ کا نام رفاعہ بن یثربی تیمی تھا۔

44- حَدَّثَنَا سفيٰن بن وكيع قَالَ اَخْبَرَنَا اَبِيْ عن شريك عن عثمان بن مرهب قَالَ سُئِلَ اَبُوْهُرَيْرَةَ هَلْ خَضَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ نَعَمْ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى وَرَوٰى اَبُوْ عَوَانَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ فَقَالَ عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ

حضرت عثمان بن موہب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب استعمال کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ابوعوانہ نے اسی روایت کو عثمان بن عبداللہ بن موہب کے حوالے سے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔

45- حَدَّثَـنَا ابـراهيـم بـن هـرون قَـالَ انبأنا النضر بن زرارة عَنْ اَبِيْ جناب عن اياد بن لقيط عن

الجھذمة امراة بشیر بن الخصاصیة قَالَتْ اَنَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَخْرُجُ مِنْ بَیْتِه یَنْفُضُ رَأْسَهٗ وَ قَدِ اغْتَسَلَ وَ بِرَاسِه رَدْعٌ اَوْقَالَ رَدْغٌ مِنْ حِنَّاءٍ شَكَّ فِیْ هٰذَا الشَّیْخُ

حضرت جہذمہ رضی اللہ عنہا جو حضرت بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ہیں، کا بیان ہے: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے گھر سے نکلے، آپ اپنے سرمبارک سے پانی جھاڑ رہے تھے۔ آپ نے غسل کیا ہوا تھا اور آپ کے سر میں کچھ اثر مہندی کا تھا۔ یہ شک اس شیخ کو ہوا ہے۔

46- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عبد الرحمٰن انبأنا عمرو بن عاصم اَخْبَرَنَا حماد بن سَلْمَةَ انبأنا حمید عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَأَیْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَخْضُوْبًا

قَالَ حماد و اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ محمد بن عقیل رَاَیْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ عند اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَخْضُوْبًا .

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں پر خضاب لگا ہوا دیکھا ہے۔
حماد نے بیان کیا: حضرت محمد بن عقیل رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ بتایا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک دیکھے ہیں جن پر خضاب لگا ہوا تھا۔

شرح

مسئلہ خضاب میں مذاہب آئمہ:

کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب استعمال کیا تھا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ سیاہ خضاب مکروہ تحریمی ہے لیکن کتم یا مہندی وغیرہ کا خضاب سنت ہے۔ آپ نے ان روایات سے استدلال کیا ہے جن میں خضاب کی صراحت موجود ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے تعامل صحابہ سے بھی استدلال کیا ہے، کیونکہ حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم نے خضاب کیا تھا۔ سیاہ خضاب حرام ہے، البتہ مجاہدین کے لیے جائز ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سرخ خضاب سنت ہے مگر سیاہ خضاب حرام ہے۔ انہوں نے روایات باب سے استدلال کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت علامہ محمد عاقل لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ہم علماء شافعیہ کے نزدیک سیاہ خضاب حرام ہے اور غیر از سیاہ سنت ہے۔ اس پر ہمارے نزدیک وہ حدیث ہے، جو صحیحین میں دلیل ہے، جس میں ارشاد ہے: فتح مکہ کے دن ابوقحافہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا جبکہ ان کی داڑھی اور سر

مبارک بالکل سفید تھا' تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سفیدی کو کسی شئ کے ساتھ بدل دو اور سیاہ کرنے سے بچو''۔

(علامہ محمد امیر شاہ' انوار غوثیہ شرح شمائل ترمذی ص ۵۷)

زمانہ جاہلیت کی رسم کا خاتمہ:

زمانہ جاہلیت کی بے شمار رسومات کا اسلام نے خاتمہ کر دیا۔ ان میں سے ایک یہ رسم بھی ہے کہ اگر باپ جرم کرتا تو بیٹے کو اس کی سزا دی جاتی تھی اور بیٹے کے جرم کی باپ کو سزا دی جاتی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم کو ختم کر دیا۔ اس کی تفصیل حدیث باب میں موجود ہے کہ حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ اپنا لڑکا رمثہ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دریافت فرمایا: اے ابورمثہ! کیا یہ تمہارا لڑکا ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ میرا لڑکا ہے' میں اس لیے لے کر حاضر ہوا ہوں کہ آپ اس پر گواہ ہو جائیں کہ اگر میں کسی جرم کا مرتکب ہوں تو اس کی سزا اسے دی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے اس طریقہ کو مسترد کرتے ہوئے فرمایا: تیرے بیٹے کے جرم کا تجھ سے اور تیرے جرم کا تیرے بیٹے سے مؤاخذہ نہیں ہوگا''۔ مطلب یہ ہے کہ دین اسلام' دین فطرت ہے جس میں ظلم و زیادتی جائز نہیں ہے بلکہ عدل و انصاف پر مبنی نظام پر عمل ہوگا۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جرم کا ارتکاب ایک شخص کرے اور اس کی سزا دوسرے آدمی کو دی جائے۔ اس بارے میں اسلامی اصول تو یہ ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ ایک شخص کے جرم کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالا جائے گا''۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ کحل رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 7: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرمہ لگانے کا بیان

47- حَدَّثَنَا محمد بن حميد الرازى انبأنا اَبُوْ دَاوٗدَ الطيالسى عن عباد بن منصور عن عكرمة عن ابن عباس رَضِیَ الله عنهما اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِکْتَحِلُوْا بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّهٗ یَجْلُوا لْبَصَرَ وَ یُنْبِتُ الشَّعْرَ

وَزَعَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کَانَتْ لَهٗ مِکْحَلَةٌ یَکْتَحِلُ مِنْهَا کُلَّ لَیْلَةٍ ثَلٰثَةً فِیْ هٰذِهٖ وَ ثَلَاثَةً فِیْ هٰذِهٖ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سیاہ سرمہ استعمال کیا کرو' کیونکہ یہ بینائی کو تیز کرتا ہے اور (پلکوں کے) بالوں کو اگاتا ہے۔

انہوں نے خیال کیا: آپ کی سرمہ دانی تھی جس سے آپ رات کو سرمہ لگایا کرتے تھے۔ تین مرتبہ اس آنکھ میں اور تین مرتبہ اس آنکھ میں۔

48- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصباح الهاشمى البصرى اَخْبَرَنَا عبيد الله بن موسٰى اَخْبَرَنَا اسرائيل بن يونس عن عباد بن منصور ح وحَدَّثَنَا على بن حجر حَدَّثَنَا يزيد بن هٰرون انبانا عباد بن منصور عن

عکرمة عن ابن عباس قَالَ کَانَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَکْتَحِلُ قَبْلَ اَنْ یَّنَامَ بِالْاِثْمِدِ ثَلٰثًا فِیْ کُلِّ عَیْنٍ وَقَالَ یزید بن هٰرون فی حدیثه اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کَانَتْ لَهٗ مِکْحَلَةٌ یَکْتَحِلُ مِنْهَا عِنْدَ النَّوْمِ ثَلٰثًافِیْ کُلِّ عَیْنٍ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت سونے سے پہلے ہر آنکھ میں تین مرتبہ سیاہ سرمہ لگایا کرتے تھے۔

یزید بن ہارون کی روایت میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرمہ دانی تھی جس سے آپ رات کو ہر آنکھ میں تین مرتبہ سونے سے پہلے، سرمہ لگایا کرتے تھے۔

49– حَدَّثَنَا احمد بن منیع انبانا محمد بن یزید عن محمد بن اسحٰق عن محمد بن المنکدر عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالْاِثْمِدِ عِنْدَ النَّوْمِ فَاِنَّهٗ یَجْلُوا لْبَصَرَ وَ یُنْبِتُ الشَّعْرَ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ سوتے وقت سیاہ سرمہ استعمال کیا کرو، کیونکہ یہ بینائی کو تیز کرتا ہے اور (پلکوں کے) بالوں کو اگاتا ہے۔

50– حَدَّثَنَا قیتبة بن سعید قَالَ اَخْبَرَنَا بشر بن المفضل عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن عثمان بن خیثم عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّ خَیْرَ اَکْحَالِکُمْ اَلْاِثْمِدُ یَجْلُو الْبَصَرَوَ یُنْبِتُ الشَّعْرَ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہترین سرمہ، سیاہ سرمہ ہے' جو بینائی کو روشن کرتا ہے اور بال اُگاتا ہے۔

شرح

سرمہ کی فضیلت واہمیت اور طریق کار:

سوتے وقت آنکھوں میں سرمہ لگانا سنت ہے' کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود سرمہ استعمال کرتے' اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کے استعمال کی ترغیب دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرمہ استعمال کرتے اور اس کے استعمال کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اکتحلوا با لاثمد** تم اثمد سرمہ استعمال کرو'۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: **امر رسول الله صلی الله علیه وسلم بالاثمد المروح عند النوم** (امام سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت اثمد سرمہ استعمال کرنے کا حکم دیا''۔ ایک روایت میں ''اثمد'' کو بہترین سرمہ قرار دیا گیا ہے۔ ان روایات سے سرمہ کی فضیلت واہمیت واضح ہوتی ہے۔ سرمہ کے چند مشہور فوائد یہ ہیں (۱) آنکھوں کی روشنی میں اضافہ کرتا ہے۔ (۲) آنکھوں کو

صاف ستھرا کرتا ہے۔ (۳) دماغ کے فاسد مادہ کو ختم کرتا ہے (۴) آنکھوں کا خراب مادہ خارج کرتا ہے (۵) پلکوں کو مضبوط کرتا ہے۔حرمین شریفین کے علاوہ ''اثمد'' سرمہ دستیاب نہیں ہوتا' اس کے عدم دستیاب کی صورت میں جو بھی سرمہ استعمال کریں تو سنت کا ثواب ملے گا۔

سرمہ استعمال کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں آنکھوں میں طاق عدد سلائیاں لگائی جائیں' پہلے دائیں آنکھ میں تین سلائیاں پھر بائیں آنکھ میں تین سلائیاں۔سرمہ کے استعمال کا آغاز دائیں آنکھ سے اور اختتام بائیں آنکھ سے ہونا چاہیے کیونکہ ہر شرافت و نظافت والا عمل دائیں جانب سے شروع کرنا مسنون ہے۔فقہاء کرام نے سرمہ لگانے کے دو طریقہ بتائے ہیں: (۱) دونوں آنکھوں میں تین تین سلائیاں لگائی جائیں (۲) دائیں آنکھ میں تین اور بائیں آنکھ میں دو سلائیاں لگائی جائیں۔بہتر یہ ہے کہ رات کے وقت سونے سے قبل سرمہ استعمال کیا جائے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو دن کے وقت بھی سرمہ لگایا جا سکتا ہے۔

51- حَدَّثَنَا ابراهيم بن المستمر البصرى حَدَّثَنَا اَبُوْ عاصم عن عثمان بن عبد الملك عن سالم عن ابن عمر قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّهٗ يَجْلُو الْبَصَرَ وَ يُنْبِتُ الشَّعْرَ .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سیاہ سرمہ استعمال کیا کرو کیونکہ یہ بینائی کو تیز کرتا ہے اور بالوں کو اگاتا ہے۔

لباس کے شرعی احکام:

لباس کے شرعی احکام پانچ ہیں' جو درج ذیل ہیں:

۱-لباس واجب: وہ ہے جس سے ستر عورت ہو سکے' مرد کا ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک جسم کا حصہ جبکہ خاتون کے لیے دونوں ہاتھوں' دونوں پاؤں اور چہرے کے علاوہ تمام جسم ستر عورت ہے۔

۲-لباس مندوب: وہ لباس ہے' جو جمعۃ المبارک اور عیدین کے مواقع پر حسب طاقت سفید اور خوبصورت کپڑا زیب تن کرنا۔

۳-لباس حرام: وہ ریشمی کپڑا ہے' جو مرد حضرات زیب تن کرتے ہیں۔

۴-لباس مکروہ: غنی اور صاحب حیثیت شخص کا پھٹے پرانے کپڑے زیب تن کرنا۔

۵-لباس مباح: غریب آدمی کا ہمیشہ اچھی حالت کے کپڑے زیب تن کرنا۔

بہترین لباس وہ ہے' جو اعتدال پر مبنی ہو یعنی نہ اس میں تکبر و اسراف ہو اور نہ بالکل گھٹیا درجے کا ہو۔اس لباس کی چار شرائط ہیں' جو اس ارشاد ربانی میں بیان کی گئی ہیں: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۔ اے اولاد آدم! بیشک ہم نے تمہارے لیے ایسا لباس اتارا ہے' جو تمہاری شرمگاہوں کے لیے پردہ و زینت ہے''۔

وہ چار شرائط یہ ہیں: (۱) وہ لباس جو خواتین و حضرات کی ستر عورت کے لیے کافی ہو (۲) وہ لباس باعث زینت ہو (۳) وہ لباس غیر مسلموں کے مشابہہ نہ ہو (۴) وہ لباس ایسا ہو کہ خواتین و حضرات کے مشابہ نہ ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمتی یعنی یمنی چادروں پر مشتمل لباس بھی زیب تن کیا ہے اور صحابہ کرام نے آپ کے لباس

میں بیس بیس پیوند بھی شمار کیے ہیں۔

سوال: اعتدال پر مبنی لباس کس نوعیت کا ہونا چاہیے؟

جوب: اس کا جواب اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے: **البسوا ما شئتم مالم تکن مخیلة و لااسراف** (امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری ج ۲، ص ۸۶۰) تم تکبر و اسراف سے احتراز کرتے ہوئے لباس زیب تن کرو"۔

فائدہ نافعہ: غیر ملکی کپڑا استعمال میں لانا بھی جائز ہے' کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمتی ترین یمنی چادروں پر مشتمل لباس زیب تن فرمایا تھا۔ تاہم اگر اس کپڑے سے بدبو آتی ہو یا گندگی وغیرہ سے آلودہ ہو' اسے دھو کر استعمال میں لانا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان پر نماز فرض ہے اور نمازی کے لباس کا پاک ہونا شرط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ لِبَاسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 8: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کا بیان

52- حَدَّثَنَا محمد بن حميد الرازى انبانا افضل بن موسٰى و اَبُوْ تميلة و زيد بن حباب عَنْ عبد المومن بن خالد عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن بريدة عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ

كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الْقَمِيْصَ .

حَدَّثَنَا على بن حجر حَدَّثَنَا الفضل بن موسٰى عن عبد المومن بن خالد عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن بريدة عن اُمِّ سَلْمَةَ قالت كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الْقَمِيْصَ حَدَّثَنَا زياد بن ايوب البغدادى حَدَّثَنَا اَبُوْ تميلة عن عبد المومن بن خالد عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن بريدة عن امه عَنْ اُمِّ سِلْمَةَ قَالَتْ

كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَلْبَسُهُ الْقَمِيْصَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى هٰكذا قَالَ زياد بن ايوب فى حديثه عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن بريدة عن امه عن اُمِّ سَلْمَةَ وهٰكَذَا روى غير واحد عَنْ اَبِىْ تميلة مثل رواية زياد بن ايوب و اَبُوْ تميلة يزيد فى هٰذا الحديث عن امه و هواصح .

◆◆ سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے پسندیدہ لباس قمیص تھی۔

دوسری روایت کے مطابق حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ لباس قمیص تھی۔

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو لباس پہنتے تھے اس میں آپ کو سب سے زیادہ پسند قمیص تھی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہی روایت دیگر اسناد کے ہمراہ منقول ہے۔ ابوتمیلہ نامی راوی نے اپنی والدہ کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ مستند ہے۔

53۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ محمد بن الحجاج حَدَّثَنَا معاذ بن هشام حدثنی اَبِیْ عن بدیل العقیلی عن شهر بن حوشب عن اسماء بنت یزید قالت کَانَ کُمُّ قَمِیْصِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِلَی الرُّسْغِ ۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کی آستین کلائیاں تک ہوتی تھیں۔

شرح

کرتا پسند کرنے کی وجوہات:

روایات میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لباس میں چادر کے بجائے کرتا کو زیادہ پسند فرماتے تھے' اسے زیادہ پسند کرنے کی متعدد وجوہات ہیں: (۱) کرتا سے ستر جسم زیادہ ہے اور زینت بھی (۲) اس کا بوجھ کم ہے جبکہ چادر کا بوجھ زیادہ ہے۔ (۳) اس میں تکبر و رعونت بھی نہیں بخلاف چادر کے (۴) کرتا تھوڑے کپڑے سے تیار ہو جاتا ہے۔ (۵) کرتا میں ستر عورت کے ساتھ ساتھ زینت و تجمل بھی زیادہ ہے۔

درویشانہ زندگی اور مسافرانہ لباس:

محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز زندگی درویشانہ اور لباس مسافرانہ تھا۔ عموماً غریب آدمی کے پاس متعدد جوڑے کپڑوں کے' کئی چادریں اور کئی جوتے ہوتے ہیں جو مختلف اوقات میں مختلف مقاصد کے لیے استعمال میں لاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز زندگی اس سے مختلف تھا' مسافر کی طرح آپ کے پاس ضرورت کے تحت صرف ایک ایک چیز تھی۔ اس سلسلے میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مشہور روایت درج ذیل ہے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے کھانے میں سے شام کے لیے اور شام کے کھانے میں سے صبح کے لیے کچھ بھی بچا نہیں رکھتے تھے (یعنی ایک سے دوسرے وقت کے لیے کچھ بھی نہ چھوڑتے سب کچھ تقسیم فرما دیتے تھے) اور بیک وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی چیز کے دو جوڑے نہیں ہوتے تھے۔ نہ دو قمیض' نہ دو چادریں' نہ دو لنگیاں اور نہ ہی جوتوں کے دو جوڑے''۔

(علامہ ابراہیم بن محمد بیجوری: مواہب اللدنیہ ص ۵۰)

فائدہ نافعہ: اگر سلاطین وقت' وزراء عصر' اغنیاء اور متوسط طبقہ کے لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز زندگی اور اسوۂ حسنہ پر عمل کریں تو اس کی برکت سے ایک طرف گرانی کا خاتمہ ہوگا اور دوسری طرف غربت و مفلسی بھی ختم ہو سکتی ہے۔

54۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ عمار الحسین بن جریث حَدَّثَنَا اَبُوْ نعیم حَدَّثَنَا زهیر عن عروة بن عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ قشیر عن معاویة بن قرة عن ابیه قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِیْ رَهْطٍ مِنْ مُزَیْنَةَ لِنُبَایِعَهٗ وَ اِنَّ قَمِیْصَهٗ لَمُطْلَقٌ اَوْ قَالَ زِرُّ قَمِیْصِهٖ مُطْلَقٌ قَالَ فَاَدْخَلْتُ یَدِیْ فِیْ جَیْبِ قَمِیْصِهٖ فَمَسَسْتُ الْخَاتَمَ ۔

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: میں ''مزینہ'' قبیلے کے چند افراد کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ ہم آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کرلیں تو آپ کی قمیص مبارک کھلی

ہوئی تھی یا آپ کی قمیص کا بٹن کھلا ہوا تھا۔

راوی کا کہنا ہے: میں نے اپنا ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کے گریبان میں ڈالا اور مہر نبوت کو مس کیا۔

55– حَدَّثَنَا عبد بن حميد حَدَّثَنَا محمد بن الفضل حَدَّثَنَا حماد بن سَلَمَةَ عن حبيب بن الشهيد عن الحسن عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ خَرَجَ وَ هُوَ مُتَّكِیءٌ عَلٰى اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرِيٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِهٖ فَصَلّٰى بِهِمْ

وَقَالَ عَبْدُ بْنُ حَمِيْدٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ سَاَلَنِیْ يَحْيَى بْنُ مُعِيْنٍ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَوَّلَ مَا جَلَسَ اِلَیَّ فَقُلْتُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ فَقَالَ لَوْ كَانَ مِنْ كِتَابِكَ فَقُمْتُ لِاُخْرِجَ كِتَابِیْ فَقَبَضَ عَلٰى ثَوْبِیْ ثُمَّ قَالَ اَمْلِهٖ عَلَیَّ فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ لَا اَلْقَاكَ قَالَ فَاَمْلَيْتُهٗ عَلَيْهِ ثُمَّ اَخْرَجْتُ كِتَابِیْ فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے ٹیک لگائی ہوئی تھی اور آپ نے یمنی منقش چادر پہنی ہوئی تھی، اسے اپنے کندھوں پر اوڑھا ہوا تھا اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

عبد بن حمید، محمد بن فضل کا بیان ہے کہ یحیٰی بن معین نے مجھ سے اس روایت کے بارے میں سوال کیا جب وہ پہلی مرتبہ میرے پاس بیٹھے تھے، تو میں نے جواب دیا: حماد بن سلمہ نے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے۔ وہ بولے: اگر یہ تمہاری تحریروں میں ہے؟ میں اپنی تحریریں نکالنے کے لیے اٹھا تو انہوں نے میرا کپڑا پکڑا اور بولے: یہ مجھے املاء کروادو، کیونکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ میری تم سے دوبارہ ملاقات نہیں ہو سکے گی۔ میں نے انہیں املاء کروائی۔ پھر اپنی تحریر نکالی اور انہیں (حدیث) پڑھ کر سنائی۔

56– حَدَّثَنَا سويد بن نصر حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارِكُ عن سعيد بن اياس الجريری عَنْ اَبِیْ نضرة عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاِسْمِهٖ عِمَامَةً اَوْقَمِيْصًا اَوْرِدَآءً ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيْهِ اَسْاَلُكَ خَيْرَهٗ وَ خَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَ شَرِّمَا صُنِعَ لَهٗ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا استعمال کرتے تو اس کا نام لیتے تھے عمامہ یا قمیص پھر یہ دعا کرتے تھے:

اے اللہ! حمد تیرے لیے ہے جیسا کہ تو نے یہ مجھے پہننے کے لیے دیا ہے میں تجھ سے اس کی بھلائی، جس کے لیے اسے بنایا گیا ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔ میں اس کے شر سے اور جس کے لیے اسے بنایا گیا ہے، اس کے شر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

57– حَدَّثَنَا هشام بن يونس الكوفی انبانا القاسم بن مالك المزنی عن الجريری عَنْ اَبِیْ نضرة عَنْ اَبِیْ سعيد الخدری عن النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَحْوَهٗ ۔ حَدَّثَنَا محمد بن بشار انبانا معاذ بن هشام

حدثنی ابی عن قتادة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَلْبَسُهُ الْحِبَرَةُ .

حَدَّثَنَا محمود بن غيلان عبد الرزاق انبانا سفين عن عون بن ابى جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ عَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى بَرِيْقِ سَاقَيْهِ قَالَ سُفْيٰنُ اُرَاهَا حِبَرَةً .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے پسندیدہ لباس جو آپ پہنتے تھے، یمنی چادر تھی۔

حضرت عون بن ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے اس وقت سرخ حلہ پہن رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیوں کی چمک آج بھی میں دیکھ رہا ہوں۔

سفیان نامی راوی کا بیان ہے: میرا خیال ہے کہ وہ دھاری دار یمنی چادر تھی۔

58- حَدَّثَنَا على بن خشرم حَدَّثَنَا عِيسٰى بن يونس عن اسرائيل عَنْ اَبِىْ اسحٰق عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَارَاَيْتُ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ اَحْسَنَ فِىْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنْ كَانَتْ جُمَّتُهُ لَتَضْرِبُ قَرِيْبًا مِنْ مَنْكِبَيْهِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے سرخ حلے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ آپ کے بال کندھوں کے قریب تھے۔

59- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمن بن مهدى انبانا عبيد الله بن اياد عَنْ ابيه عَنْ رِمْثَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ عَلَيْهِ بُرْدَانِ اَخْضَرَانِ .

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، اس وقت آپ نے دو سبز چادریں اوڑھی ہوئی تھیں۔

60- حَدَّثَنَا عبد بن حميد حَدَّثَنَا عفان بن مسلم قَالَ انبانا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَسَّان العنبرى عن جدبته دحيبة وَ عليبة عن قيلة بنت مخرمة قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ عَلَيْهِ اَسْمَالُ مُلَيَّتَيْنِ كَانَتَا بِزَعْفَرَانٍ وَ قَدْ نَفَضَتْهُ وَ فِى الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ .

حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، اس وقت آپ نے دو پرانی چادریں اوڑھی ہوئی تھیں، وہ دونوں زعفران سے رنگی ہوئی تھیں اور ان کا رنگ پھیکا پڑ چکا تھا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس حدیث میں طویل قصہ منقول ہے۔

61- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ بن سعيد حَدَّثَنَا بشر بن المفضل عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن عثمان بن خيثم عن سعيد بن جبير عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْبَيَاضِ

مِنَ الثِّيَابِ لِيَلْبَسْهَا اَحْيَاؤُكُمْ وَ كَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ فَاِنَّهَا مِنْ خِيَارِ ثِيَابِكُمْ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سفید لباس پہنا کرو، تمہارے زندہ لوگ اسے پہنیں اور اسی میں تم اپنے مردوں کو کفن دو۔ یہ تمہارا بہترین لباس ہے۔

62– حَدَّثَنَا محمد بن بشار ابنانا عبید الرحمٰن بن مھدی حَدَّثَنَا سفیٰن عن حبیب بن اَبِیْ ثابت عن میمون ابن اَبِیْ شبیب عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِلْبَسُوْا الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَ اَطْيَبُ وَ كَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ ۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفید لباس پہنا کرو، کیونکہ یہ صاف اور زیادہ پاکیزہ ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔

63– حَدَّثَنَا احمد بن منیع ابنانا یحییٰ بن زکریا بن اَبِیْ زائدۃ حَدَّثَنَا اَبِیْ عن مصعب بن شیبۃ عن صفیۃ بنت شیبۃ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَ عَلَيْهِ مِرْطٌ مِنْ شَعَرٍ اَسْوَدُ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے سیاہ رنگ کا کمبل اوڑھا ہوا تھا۔

64– حَدَّثَنَا یوسف بن عِیْسٰی حَدَّثَنَا وکیع حَدَّثَنَا یونس بن اَبِیْ اسحٰق عن ابیہ عن الشعبی عن عروۃ بن المغیرۃ ابن شعبۃ عن ابیہ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً رُوْمِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ ۔

حضرت عروہ بن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی جبہ زیب تن کیا ہوا تھا جس کی آستین تنگ تھی۔

شرح

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتا کی نوعیت وخصوصیات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خوراک کی طرح لباس بھی نفیس وسادہ تھا۔ آپ کا لباس کرتا، چادر، عمامہ، ٹوپی اور نعلین مبارکہ پر مشتمل تھا۔ اوڑھے جانے والے کپڑوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چادر اور پہنے جانے والے کپڑوں میں کرتا زیادہ پسند تھا۔ آپ کے کرتا کی نوعیت اور خصوصیات احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہیں، جن میں چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱– سوتی کرتا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سادہ اور سوتی کپڑے کا کرتا تیار کراتے اور زیب تن فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوتی کپڑا زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ بیعت رضوان کے موقع پر بھی آپ نے سوتی لباس پہنا ہوا تھا۔ (علامہ محمد بن یوسف، سبل الہدیٰ والرشاد، ج ۷ ص ۱۴۸)

۲-کرتے کی لمبائی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا زیادہ طویل نہیں ہوتا تھا لیکن آستین طویل ہوتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیض سوتی تھی جو زیادہ لمبی نہیں تھی اور اس کی آستین چھوٹی تھی۔

(علامہ ابراہیم بن محمد' شرح مواہب ج ۵' ص ۵)

۳-آستین کی مقدار مسنون: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتا کی آستین طویل ہوتی تھی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتا کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔ (علامہ محمد بن یوسف الصالحی' سبل الہدیٰ والرشاد ج ۷' ص ۴۶۳)

۴-کرتے کا گریبان: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے کا گریبان عموماً کھولا ہوا ہوتا تھا۔ حضرت معاویہ بن مرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں قبیلہ مزینہ کے ساتھ آیا اور ہم نے شرف بیعت حاصل کیا اس وقت آپ کی قمیض کا تکمہ کھلا ہوا تھا۔ (امام محمد بن یزید' سنن ابن ماجہ' ج ۲' ص ۲۹۵)

۵-کرتے کا تکمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکمہ (بٹن) والا کرتا بھی زیب تن فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتا تیار کروایا جو تکمہ والا تھا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے کرتوں کو گھنڈی لگاؤ' خواہ کانٹے کی شکل میں ہو۔ (امام علی متقی' کنز العمال' ج ۱۹' ص ۲۱۹)

اگر کرتے کو تکمہ لگایا ہو' تو بہتر ہے کہ اسے بند رکھا جائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تکمہ بند رکھتے تھے مگر بعض اوقات کھلا رہتا تھا۔

۶-کرتا پہننے کا مسنون طریقہ:

جس طرح کرتا پہننا مسنون ہے' اسی طرح اس کا دائیں جانب سے پہننا بھی سنت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرتا زیب تن کرتے وقت دائیں جانب کو پہلے پہنتے تھے۔ (امام ولی الدین محمد' مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۷۴)

فائدہ نافعہ: ہر لباس زیب تن کرتے وقت پہلے دائیں آستین میں ہاتھ ڈالا جائے پھر بائیں آستین میں' گویا دائیں جانب سے لباس پہننا شروع کیا جائے جبکہ اتارتے وقت اس کا عکس کیا جائے۔ (ملا علی قاری' مرقاۃ شرح مرقات' ج ۴' ص ۴۲۲)

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ عَيْشِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 9: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز زندگی کا بیان

65- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ بن سعيد حَدَّثَنَا حماد بن زيد عن ايوب عن محمد بن سيرين قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ كَتَّانٍ فَيَتَمَخَّطُ فِيْ اَحَدِهِمَا فَقَالَ بَخٍ بَخٍ يَتَمَخَّطُ اَبُوْهُرَيْرَةَ فِي الْكَتَّانِ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنِّيْ لَاَخِرُّ فِيْمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَحُجْرَةِ عَآئِشَةَ مَغْشِيًّا عَلَيَّ فَيَجِيْءُ الْجَائِيْ فَيَضَعُ رِجْلَهٗ عَلٰى عُنُقِيْ يُرٰى اَنَّ بِيْ جُنُوْنًا وَّ مَا بِيْ جُنُوْنٌ وَّمَا هُوَ اِلَّا الْجُوْعُ ۔

حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے، انہوں نے ''کتان'' سے رنگے ہوئے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے' ان میں سے ایک کپڑے کے ذریعے انہوں نے اپنی ناک صاف کی اور

پھر بولے: بہت خوب، بہت خوب، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! کتان کے ساتھ اپنی ناک صاف کر رہا ہے۔ مجھے اپنے بارے میں اچھی طرح یاد ہے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے درمیان گرا ہوا تھا اور مجھ پر مدہوشی طاری تھی۔ کوئی شخص آیا اور اس نے اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ دیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میں پاگل ہو چکا ہوں، حالانکہ میں پاگل نہیں تھا اور صرف بھوک کی وجہ سے ایسا تھا۔

66- حَدَّثَنا قُتَيْبَةَ حَدَّثَنَا جعفر بن سليمان الضعبى عَنْ مَالِكِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ مَاشَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ خُبْزٍ قَطُّ وَلَا لَحمٍ اِلَّا عَلٰى ضَفَفٍ قَالَ مَالِكٌ سَاَلْتُ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ مَاالضَّفَفُ فَقَالَ اَنْ يَّتَنَا وَلَ مَعَ النَّاسِ ۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی سیر ہو کر روٹی نہیں کھائی اور نہ ہی گوشت کھایا ہے۔ البتہ لوگوں کے ساتھ مل کر کھالیا کرتے تھے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دیہاتی سے پوچھا: لفظ "ضفف" سے کیا مراد ہے؟ اس نے جواب دیا: لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز لباس وخوراک:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز لباس میں اعتدال و میانہ روی کا عنصر غالب تھا۔ خواہ آپ نے بہترین لباس یعنی یمنی چادروں کی شکل میں زیب تن فرمایا تھا لیکن عام طریقہ سادہ لباس کا تھا جس کی تفصیل ماقبل باب کی احادیث مبارکہ میں گزر چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر ختم نبوت کا تاج سجایا اور امام الانبیاء کے منصب پر فائز فرمایا۔ اگر آپ پسند فرماتے تو جنت کے کھانے بھی پیش کیے جا سکتے تھے اور پہاڑ سونا بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے لیکن آپ نے اپنی امت کے غرباء کی غربت و مفلسی کے پیش نظر رکھتے ہوئے مفلسی کی حالت کو پسند فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی: اے اللہ! تو مجھے غریب لوگوں میں زندہ رکھ اور غریب لوگوں میں قیامت کے دن اٹھانا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ اس بارے میں علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مقام رفیع انتہائی کمال و جوہ کے ساتھ عطا فرمایا تھا' جو کہ ایک صبر کرنے والے فقیر اور شکر ادا کرنے والے غنی کو نصیب ہوتا ہے' اسی لیے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سید الفقراء الصابرین اور سید الانبیاء الشاکرین تھے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مقام حاصل ہو گیا' جو حالت فقر میں صبر کرتے دوسرا کوئی بھی حاصل نہ کر سکا اور حالت غناء میں شکر ادا کرنے والے کی حیثیت سے سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی دوسرا قدرت نہ پا سکا''۔

(علامہ محمد امیر شاہ انوار غوثیہ شرح شمائل ترمذی ص ۱۹۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث باب میں درحقیقت ہجرت کے بعد کے ابتدائی دور کی مفلسی کا مختصر منظر پیش کیا ہے کہ میں بھوک کی وجہ سے منبر نبوی اور امہات المومنین کے حجروں کے درمیان پڑا رہتا تھا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا امہات المومنین میں سے کوئی میرے حال پر رحم کرتے ہوئے کھانے پینے کے لیے کوئی چیز عنایت فرما دیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ترقی عطا کی، مسلمانوں کی مفلسی کو غناء میں تبدیل کر دیا اور اہل اسلام کی مالی حالت بہتر ہو گئی جس کے نتیجہ میں اب میں ''کتان'' کے رنگے ہوئے کپڑے سے اپنی ناک صفا کرتا ہوں۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ خُفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب **10**: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے کا بیان

موزہ کے استعمال کا مسنون طریقہ:

موزہ استعمال کرنا مسنون ہے، اس کے آداب میں سے یہ ہے کہ پہلے دائیں پاؤں میں پہنا جائے پھر بائیں پاؤں میں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگل میں تشریف لے گئے، وہاں وضو کیا پھر پہننے کے لیے موزے طلب کیے۔ دائیں پاؤں میں موزہ پہنا تو اسی دوران ایک پرندہ آیا جو دوسرا موزہ اٹھا کر اڑ گیا، بلندی میں جا کر اس نے موزے کو نیچے پھینک دیا، جب موزہ زمین پر گرا تو اس میں سانپ تھا، جو نکل کر دوڑ گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ موزہ پہنا اور سانپ سے نجات ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ جب تک دونوں موزوں کو جھاڑ نہ لے وہ انہیں نہ پہنے''۔ ثابت ہوا کہ موزوں کو پہنتے وقت انہیں اچھی طرح جھاڑ لینا چاہیے، یہ ہمارے لیے سنت ہے۔

67- حَدَّثَنَا هناد بن السرى حَدَّثَنَا وكيع عن دلهم بن صالح عن حجير بن عبد الله عن ابن بريدة عن ابيه اَنَّ النَّجَاشِيَّ اَهْدٰى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ خُفَّيْنِ اَسْوَدَيْنِ سَاذِجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّا وَ مَسَحَ عَلَيْهِمَا ۔

حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نجاشی نے دو سیاہ اور سادے موزے تحفے کے طور پر بھیجے، آپ نے انہیں پہن لیا، پھر وضو کیا اور ان دونوں پر مسح کیا۔

شرح

نجاشی کا تعارف:

فارس کے بادشاہ کو کسریٰ، مصر کے بادشاہ کو عزیز، روم کے بادشاہ کو قیصر، یمن کے بادشاہ کو تبع، ترک کے بادشاہ کو خاقان، مکہ مکرمہ کے حاکم کو شریف اور حبشہ کے سلطان کو ''نجاشی'' کہا جاتا تھا۔ نجاشی یعنی شاہ حبشہ کا اصل نام ''اصحمہ'' تھا۔ حضور اقدس صلی

اللہ علیہ وسلم نے جب سلاطین عصر کو دعوت اسلام دینے کا پروگرام بنایا تو ان کے نام خطوط ارسال کیے' ان میں ''نجاشی'' کا نام بھی شامل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام مکتوب حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ارسال کیا۔ ۶ ھ میں نجاشی مسلمان ہوا۔ انہوں نے نہایت عقیدت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موزوں کا تحفہ بھیجا تھا' جو آپ نے تالیف قلب کی بناپر قبول فرمایا تھا۔

ہجرت مدینہ سے قبل مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور نجاشی نے مسلمانوں کو نہایت احترام کے ساتھ اپنے پاس ٹھہرایا اور ان کی خوب خدمت وتوضع اور معاونت کی تھی۔ ۹ ھ ہجری میں ان کا انتقال ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو جمع کر کے ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرمائی۔

سوال: کیا غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ برصورت ثانی حضور قدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی تھی' اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: احناف کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے' جہاں تک شاہ حبشہ نشاشی کی نماز جنازہ کا تعلق ہے' اس کے کئی جوابات ہیں: (۱) یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے' جو کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ طیبہ اور حبشہ کے درمیان سے پردہ ختم کر دیا گیا اور میت سامنے پیش کر دی گئی۔ (۳) ابتداء اسلام میں جائز تھا لیکن بعد میں اس سے منع کر دیا گیا' کیونکہ اس ایک موقع کے علاوہ کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی تھی۔

مسح علی الخفین کا جواز اور اس کا طریق کار:

موزوں پر مسح کے جواز پر تین سو صحابہ کی روایات موجود ہیں اور آئمہ اربعہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ جمہور علماء کے نزدیک موزوں پر مسح کا مسئلہ علامات اہل سنت میں سے ہے۔ جب وضو کر کے موزے پہن لیے جائیں' حدث لاحق ہونے کے وقت سے لے کر ایک دن ایک رات تک مقیم کی مدت مسح ہے اور مسافر کے لیے تین دن تین رات مدت مسح ہے۔ مسح موزوں کے اوپر کیا جاتا ہے' اس کا طریقہ یہ ہے کہ موزوں کے اوپر ہاتھ کی تین انگلیوں کو پاؤں کی انگلیوں سے لے کر پنڈلیوں تک کھینچتے ہوئے لے آئیں۔ تین انگلیوں کے برابر موزوں پر مسح فرض ہے۔ جس چیز سے وضو ٹوٹ جاتا ہے' اس سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں غسل فرض ہو جانے' مسح موزہ کی مدت پوری ہو جانے اور کم از کم ایک پاؤں موزوں سے نکال لینے سے بھی مسح باطل ہو جاتا ہے۔

68- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد حَدَّثَنَا يحيىٰ بن زكريا بن اَبِیْ زائدة عن الحسن بن عياش عَنْ اَبِیْ اسحٰق عن الشعبی قَالَ قَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ اَهْدٰى دِحْيَةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ خُفَّيْنِ فَلَبِسَهُمَا وَقَالَ اِسْرَائِيْلُ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَامِرٍ وَجُبَّةً فَلَبِسَهُمَا حَتّٰى تَخَرَّ قَالَا يَدْرِى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَذَكِيٌّ هُمَا اَمْ لَا

قال اَبُوْ عِيْسٰى هٰذا هو اَبُوْ اسحٰق الشيبانی وَاِسْمُهٗ سليمان۔

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں تحفے کے طور پر دو موزے بھیجے، آپ نے انہیں پہن لیا۔

اسرائیل کا بیان ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک جبہ بھی بھیجا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو استعمال کیا یہاں تک کہ وہ دونوں پرانے ہو گئے۔ راوی کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم نہیں ہو سکی تھی کہ وہ (جس جانور کی کھال سے) بنائے گئے ہیں کیا (وہ) ذبح کیا گیا تھا یا نہیں؟

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ راوی ابواسحاق شیبانی ہیں جن کا نام سلیمان ہے۔

شرح

حضرت دحیہ کلبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعارف:

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا شمار صحابہ کبار میں ہوتا ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنی کلب سے تھا' جو بھیڑ بکریوں کی پرورش اور تجارت میں مشہور تھا۔ آپ خوبصورت تھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قابل رشک حسن و جمال عطا فرمایا تھا۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام اکثر آپ کی شکل وصورت میں آتے تھے۔ غزوہ بدر کے سوا تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت درجہ کی عقیدت ومحبت تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موزوں اور جبہ کا تحفہ پیش کیا تھا۔ دونوں چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر استعمال رہیں حتیٰ کہ وہ بوسیدہ ہو کر ختم ہو گئیں۔

موزوں کی کھال مذبوح یا غیر مذبوح جانور کی تحقیق نہ کرنے کی وجہ:

جب حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے عقیدت ومحبت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موزوں کا تحفہ پیش کیا تو آپ نے ان کی کھال مذبوح جانور کی تھی یا غیر مذبوح کی تحقیق کیے بغیر قبول فرما لیے تھے' کیونکہ احناف کے نزدیک مطلق کھال دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے اور اس کا استعمال بھی جائز ہے۔ اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے' جو انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کی ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہماری ایک آزاد کردہ کنیز کو کسی نے ایک بکری بطور صدقہ پیش کی' جو مر گئی اور انہوں نے وہ پھینک دی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے پاس سے گزر ہوا' تو آپ نے فرمایا: تم اس کی کھال کیوں دباغت دے کر استعمال میں نہیں لائے؟ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ مردہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کا گوشت کھانا حرام ہے نہ کہ کھال کو دباغت دینا۔ (نور الہدایہ شرح وقایہ ص ۴۸)

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ نَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 11: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین کا بیان

69- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا ابو دَاوٗدَ حَدَّثَنَا همام عن قتادة قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَهُمَا قِبَالَانِ ۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے کیسے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ان دونوں پر دو تسمے لگے ہوئے تھے۔

70- حَدَّثَنَا ابو کریب محمد بن العلاء حَدَّثَنَا وکیع عن سفیان عن خالد الحذاء عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن الحارث عن ابن عباس قَالَ كَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قِبَالَانِ مُثَنًّى شِرَاكُهُمَا ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں میں دو تسمے لگے ہوئے تھے جو دوہرے تھے۔

71- حَدَّثَنَا احمد بن منیع و یعقوب ابن ابراهیم حَدَّثَنَا اَبُوْ احمد الزبیری حَدَّثَنَا عِیْسٰی بن طَهْمَان قَالَ اَخْرَجَ اِلَیْنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَعْلَیْنِ جَرْدَا وَیْنِ لَهُمَا قِبَالَانِ قَالَ فَحَدَّثَنِیْ ثَابِتٌ بَعْدَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّهُمَا كَانَتَا نَعْلَیْ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

حضرت عیسیٰ بن طہمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بالوں کے بغیر دو جوتے نکال کر دکھائے۔

راوی کا کہنا ہے کہ بعد میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا: یہ دونوں جوتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین تھے۔

72- حَدَّثَنَا اسحٰق بن موسٰی الانصاری قَالَ حَدَّثَنَا معن قَالَ حَدَّثَنَا مالك حَدَّثَنَا سعید بن اَبِیْ سعید المقبری عن عبید بن جریح انه قَالَ لابن عمر رَاَیْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِیَّةَ قَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِیْ لَيْسَ فِيْهَا شَعْرٌ وَّيَتَوَضَّأُ فِيْهَا فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَلْبَسَهَا ۔

حضرت عبید بن جریج بیان کرتے ہیں، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ بالوں کے بغیر جوتے پہنتے ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ ایسے جوتے پہنا کرتے تھے جس میں بال نہیں لگے ہوتے تھے اور آپ ان میں وضو بھی کرلیا کرتے تھے۔ اس لیے میں انہیں پہننا پسند کرتا ہوں۔

73- حَدَّثَنَا اسحٰق بن منصور حَدَّثَنَا عبد الرزاق عن معمر عن ابن اَبِیْ ذِئْبٍ عن صالح مولی التوأمة عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قِبَالَانِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین میں دو تسمے لگے ہوئے تھے۔

74- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا اَبُوْ احمد حَدَّثَنَا سفین عن السدی حدثنی من سمع عمرو ابن حریث يَقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُصَلِّیْ فِیْ نَعْلَيْنِ مَخْصُوْفَتَيْنِ ۔

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے: آپ نے سلے ہوئے جوتے پہن کر نماز ادا کی۔

75- حَدَّثَنَا اسحق بن موسیٰ الانصاری حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك عَنْ اَبِیْ الزناد عن الاعرج عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَا یَمْشِیَنَّ اَحَدُ کُمْ فِیْ نَعْلٍ وَاحِدٍ لِیَنْعَلْهُمَا جَمِیْعًا اَوْلِیُحْفِهِمَا جَمِیْعًا حَدَّثَنَا قیتبة عن مالك عَنْ اَبِیْ الزناد نَحْوَهٗ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی شخص ایک جوتا پہن کرنہ چلے! یا دونوں پہن لے یا دونوں اتار دے۔

76- حَدَّثَنَا اسحق بن موسیٰ حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك عَنْ اَبِیْ الزبیر عن جابر اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ نَهٰی اَنْ یَاکُلَ یَعْنِی الرَّجُلَ بِشِمَالِهٖ اَوْیَمْشِیْ فِیْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا صرف ایک جوتا پہن کر چلے۔

77- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةَ عن مالك ح و حَدَّثَنَا اسحق بن موسیٰ حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك عَنْ اَبِیْ الزناد عن الاعرج عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَ أْبِالْیَمِیْنِ وَاِذا نَزَعَ فَلْیَبْدَأْ بِالشِّمَالِ فَلْتَکُنِ الْیُمْنٰی اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَ هُمَا تُنْزَعُ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب کوئی شخص جوتا پہنے تو دائیں طرف پہلے پہنے اور جب اتارے تو بائیں طرف سے پہلے اتارے۔ پہنتے ہوئے دایاں حصہ پہلے ہونا چاہیے اور اتارتے وقت دایاں حصہ بعد میں ہونا چاہیے۔

78- حَدَّثَنَا ابوموسیٰ محمد بن المثنیٰ حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة حَدَّثَنَا اشعث وهو ابن اَبِیْ الشعثاء عن ابیه عن مسروق عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یُحِبُّ التَّیَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِیْ تَرَجُّلِهٖ وَ تَنَعُّلِهٖ وَ طُهُوْرِهٖ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرنے، جوتا پہننے اور وضو کرنے میں جہاں تک ہوسکتا تھا دائیں طرف سے آغاز کرتے تھے۔

79- حَدَّثَنَا محمد بن مرذوق اَبُوْ عبد اللّٰه حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن قیس اَبُوْ معاویة انبانا هشام عن محمد عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قِبَالَانِ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَ اَوَّلُ مَنْ عَقَدَ عَقْدًا وَّاحِدًا عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین، حضرت ابوبکر کے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے جوتوں کے دو تسمے ہوا کرتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے (جوتے کو) ایک تسمہ لگانا شروع کیا تھا۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین:

حضورانور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریفین کے بارے میں تفصیلی مگر جامع بحث درج ذیل ہے:

۱- نعلین شریفین کی کیفیت: نعل مبارک چمڑے کا اس کا اگلا حصہ زبان کی طرح گول' درمیان سے بارک ایڑی کی جگہ سے قدرے چوڑا بغیر بالوں کے اوراوپر دو تسمے تھے جبکہ ہر تسمہ دوہرا تھا۔ نعل مبارک کی لمبائی ایک بالشت دو انگشت جبکہ چوڑائی ٹخنے کے پاس سے سات انگشت' درمیان سے پانچ انگشت' اوپر پنجہ کے پاس سے سات انگشت اور دونوں تسموں کے مابین دو انگل کا فاصلہ تھا۔

۲- جوتا پہننے کا طریقہ: جوتے بیٹھ کر نہایت اطمینان سے پہننا چاہیے تاہم مجبوری کی وجہ سے کھڑے ہو کر بھی پہنا جا سکتا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع کیا ہے۔ (امام ولی الدین محمد' مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۰) کھڑے ہو کر جوتا پہننے میں دشواری ہے بالخصوص جب جوتے کے پیچھے تسمہ وغیرہ باندھنے کی ضرورت ہو۔

۳- ایک جوتا پہن کر چلنے کی ممانعت: دونوں جوتے پہن کر یا دونوں اتار کر چلنا چاہیے' ایک جوتا پہن کر اور دوسرا اتار کر چلنا منع ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایک جوتا پہن کر نہ چلے' وہ دونوں کو پہن کر یا دونوں کو اتار کر چلے۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری' صحیح بخاری ج ۲' ص ۸۷)

۴- ننگے پاؤں چلنا: سادگی کی بنا پر ننگے پاؤں چلنا جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کسی شخص نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کو پراگندہ بالوں اور بغیر جوتے کے چلتے دیکھا تو اس بارے میں ان سے دریافت کیا گیا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس (بن سنور کر چلنے) سے منع کیا ہے۔ پھر جوتے نہ پہننے کے بارے میں دریافت کیا تو جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کبھی کبھار جوتوں کے بغیر چلنے کا حکم دیا تھا۔

(امام ولی الدین محمد' مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۲)

۵- جوتا پہننے کا مسنون طریقہ:

جوتا پہننے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے دائیں پاؤں میں پہننا چاہیے پھر بائیں پاؤں میں مگر اتارتے وقت اس کا عکس کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب جوتا یا چپل پہنتے تو پہلے دائیں پاؤں میں پہنتے اور جب اتارتے تو بایاں پاؤں سے پہلے اتارتے۔ (علامہ محمد بن یوسف الصالحی' سبل الھدیٰ والرشاد ج ۷' ص ۵۵۰)

۶- جوتا اٹھانے کا مسنون طریقہ:

جب جوتا پکڑنا ہو تو مسنون طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھا اور شہادت کی انگلی سے اٹھایا جائے۔ حضرت ابوامامہ رضی

اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا اپنے بائیں ہاتھ کی انگشت شہادت اور انگوٹھے سے اٹھاتے تھے۔ (علامہ محمد بن یوسف الصالحی، سبل الھدیٰ والرشاد ج ۷، ص ۵۰۳) دائیں ہاتھ سے جوتا اٹھانا خلاف سنت ہے۔

۷- نماز کے وقت جوتے پاس رکھنا: نماز ادا کرتے وقت جوتے بائیں طرف رکھنا مسنون ہے جبکہ دائیں جانب رکھنا خلاف سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنا جوتا اتارے تو اسے اپنی بائیں بغل (طرف) رکھے۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح (۳۸)

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ نے نماز ادا کی اور اپنا جوتا مبارک اپنی بائیں جانب رکھا۔ (مصنف ابن شیبہ ج ۴، ص ۲۱۸)

۸- جوتا پہن کر بیٹھنے کی ممانعت: جوتا پہن کر بیٹھنا خلاف سنت اور منع ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم بیٹھو تو اپنے جوتوں کو اتارلو اور اپنے پیروں کو آرام پہنچاؤ۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد ج ۵، ص ۱۴۳)

۹- جوتا پہننے کی تاکید: ننگے پاؤں چلنے کی عادت بنانا اور جوتا نہ پہننا خلاف سنت ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتا پہننے کی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جوتے بکثرت پہنا کرو اور جوتا پہننے والا گویا سوار کی مثل ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۱۴۱)

۱۰- اپنے ہاتھ سے جوتا مرمت کرنا: اپنا کپڑا اور جوتا اپنے ہاتھ سے گانٹھنا سنت ہے۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو معمولات کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کپڑا سی لیتے تھے، اپنا جوتا مرمت کر لیتے تھے اور عام شخص جو اپنے گھر میں کرتے ہیں آپ وہ کر لیتے تھے۔ (امام احمد بن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۱۰، ص ۴۶)

۱۱- نیا جوتا پہن کر نماز ادا کرنا: کھال کو دباغت (رنگنے) سے چمڑہ پاک ہو جاتا ہے، اس سے تیار کردہ جوتا بھی پاک ہوتا ہے اور پاک چیز کو استعمال کر کے نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا نیا جوتا پہن کر نماز ادا کرنا جائز ہے، جس طرح حدیث باب میں بھی اس کی صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیا جوتا پہن کر نماز ادا فرمائی۔

فائدہ نافعہ: ایسا پرانا جوتا جو نجاست سے پاک ہو، اس پر کھڑے ہو کر یا پہن کر نماز جنازہ وغیرہ ادا کرنا جائز ہے۔ تاہم یہ آداب کے خلاف ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ ذِکْرِ خَاتَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 12: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا بیان

انگوٹھی کے احکام:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی، جس کا نقش بھی چاندی کا تھا۔ اس پر ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ تحریر تھے۔

آپ بطور مہر اسے استعمال فرماتے تھے اور اسے پہنتے بھی تھے لیکن بیت الخلاء میں جاتے وقت اسے اتار دیتے تھے۔ مرد کے لیے چاندی کے علاوہ کسی بھی دھات مثلاً سونا' لوہا' پیتل اور تانبا وغیرہ کی انگوٹھی پہننا حرام ہے۔ انگوٹھی چار ماشہ چاندی کی ہونی چاہیے۔ احناف کے نزدیک سلطان وقت' قاضی یا مفتی کے لیے جائز ہے' کیونکہ یہ لوگ اسے مہر کے طور پر استعمال کریں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سلاطین عصر کو دعوت اسلام دینے کے لیے ان کے نام مکتوبات پر استعمال کے لیے انگوٹھی تیار کروائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ انگوٹھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس' بعدازاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس رہی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے یہ انگوٹھی 'بئر اریس'' میں گر گئی اور کوشش بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہوئی۔

80– حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد و غيرواحد عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن واهب عن يونس عن ابن شهاب عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ وَرِقٍ وَكَانَ فَصُّهُ حَبَشِيًّا .

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشہ کے پتھر کا تھا۔

81– حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عوانة عَنْ اَبِىْ بشر عن نافع عَنْ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ فَكَانَ يَخْتِمُ بِهِ وَلَا يَلْبَسُهُ

قَالَ اَبُوْعِيْسٰى ابوبشر اسمه جعفر بن اَبِىْ وحشية .

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی' اس کے ذریعے مہر لگوایا کرتے' اور آپ اسے پہنتے نہیں تھے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ابوالبشر کا اصل نام جعفر بن ابووحشیہ ہے۔

82– حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا حفص بن عمر بن عبيد هو الطنافسى حَدَّثَنَا زهير عن حميد عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ خَاتَمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ فَضَّةٍ فَصُّهُ مِنْهُ .

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی سے بنی ہوئی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی سے بنا ہوا تھا۔

83– حَدَّثَنَا اسحٰق بن منصور حَدَّثَنَا معاذ بن هشام حدثنى اَبِىْ عن قتادة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا اَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنْ يَكْتُبَ اِلَى الْعَجَمِ قِيْلَ لَهُ اِنَّ الْعَجَمَ لَا يَقْبَلُوْنَ اِلَّا كِتَابًا عَلَيْهِ خَاتَمٌ فَاصْطَنَعَ خَاتَمًا فَكَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِهٖ فِىْ كَفِّهٖ .

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عجمی حکمرانوں کو خط لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ عجمی صرف اسی خط کو قبول کرتے ہیں جس پر مہر لگی ہوئی ہو' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر بنوائی۔ آپ کی ہتھیلی میں

اس کی سفیدی کا منظر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

شرح

انگوٹھی بنوانے کا مقصد:

چاندی کے علاوہ کسی بھی دھات کی انگوٹھی مرد کے لیے حرام ہے۔ ۷ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی۔ جس کا مقصد سلاطین وقت کے نام مکتوبات پر بطور مہر استعمال کرنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انگوٹھی بروقت اور ضرورت کے تحت تیار کروائی تھی۔ بغیر ضرورت کے انگوٹھی پہننا خواہ جائز ہے لیکن ترک افضل ہے۔

انگوٹھی پہننے کے بارے میں متعارض روایات میں تطبیق:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی پہنتے نہیں تھے جبکہ دوسری روایات سے اس کا پہننا ثابت ہوتا ہے' اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟ متعارض روایات تطبیق کی کئی صورتیں ہیں: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل نہیں پہنتے تھے۔ (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو انگوٹھیاں تھیں' ایک مہر والی جو پہنتے نہیں تھے بلکہ بطور مہر استعمال کرتے تھے جبکہ دوسری بغیر مہر کے تھی جو پہنتے تھے۔ (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت نہیں پہنتے تھے۔ ایک روایت میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی پہن کر نماز ادا فرما رہے تھے' اثناء نماز نظر انگوٹھی پر پڑ گئی تو اس کے بعد آپ نے اس کا پہننا ترک فرما دیا تھا۔

انگوٹھیوں کی تعداد میں متعارض روایات اور ان میں تطبیق:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نگینہ چاندی کا تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ نگینہ حبشی رنگ کا تھا' اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟ ان رویات میں تطبیق کی صورت یہ ہے: علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی ایک تھی یا دو؟ بعض علماء دو انگوٹھیوں کے قائل ہیں' لہٰذا ان کے نزدیک تعارض باقی نہ رہا کیونکہ دونوں انگوٹھیوں کے نگینے دونوں روایات سے ثابت ہو رہے ہیں۔ بعض کے نزدیک آپ کی انگوٹھی ایک تھی تو ان کے ہاں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حبشی ہونے کا مطلب حبشی رنگ یا بنانے والا حبشی تھا یا حبشی طریقہ کا تھا۔ بہتر صورت یہ ہے کہ تعدد پر محمول کیا جائے' کیونکہ ایک انگوٹھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تیار کرائی تھی اور دوسری خادم کی طرف سے پیش کی گئی تھی۔

84- حَدَّثَنَا محمد بن یحییٰ حَدَّثَنَا محمد بن عبد اللّٰہ الانصاری حدثنی اَبِیْ عن ثمامۃ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَّرَسُوْلُ سَطْرٌ وَّاللّٰهُ سَطْرٌ ۔

◆◆ انہی سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نقش یوں تھا: محمد ایک سطر میں، لفظ رسول دوسری سطر میں اور لفظ اللہ تیسری سطر میں تھا۔

85- حَدَّثَنَا نصر بن علی الجھضمی اَبُوْ عمرو انبانا نوح بن قیس عن خالد بن قیس عن قتادہ عَنْ

اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَتَبَ اِلٰی کِسریٰ وَ قیصروَ النَّجَاشِیِّ فَقِیْلَ لَہٗ اِنَّھُمْ لَا یَقْبَلُوْنَ کِتَابًا اِلَّا بِخَاتَمٍ فَصَاغَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَتُہٗ فِضَّۃٌ وَّ نَقَشَ فِیْہِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ وقیصر اور نجاشی کو خط لکھا' آپ کو بتایا گیا کہ یہ لوگ اس خط کو قبول کرتے ہیں جس پر مہر لگی ہوئی ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر بنوائی جس کا حلقہ چاندی سے بنا ہوا تھا اور آپ نے اس میں ''محمد رسول اللہ'' نقش کروایا تھا۔

86- حَدَّثَنَا اسحق بن منصور انبأنا سعید بن عامرو الحجاج بن منهال عن همام عن ابن جریج عن الزهری عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَہٗ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تھے' تو اپنی انگوٹھی (باہر) اتار دیا کرتے تھے۔

87- حَدَّثَنَا اسحق بن منصور رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْن نمیر حَدَّثَنَا عبید اللہ بن عمر عن نافع عَنِ ابْنِ عَمَرَ قَالَ اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرَقٍ فَـ[illegible]ی یَدِہٖ ثُمَّ کَانَ فِیْ یَدِ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ ثُمَّ کَانَ فِیْ یَدِعُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ حَتّٰی وَقَعَ فِیْ بِئْرِاَرِیْسٍ نَقْشُہٗ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ وہ آپ کے ہاتھ میں رہی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی حتیٰ کہ وہ ''اریس'' نامی کنویں میں گر گئی اس پر ''محمد رسول اللہ'' نقش تھا۔

شرح

۱-اسم گرامی کا احترام:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی پر ''محمد رسول اللہ'' کی عبارت کندہ کروائی تھی' اس لیے بیت الخلاء جاتے وقت احتراماً انگوٹھی اتار کر باہر رکھ دیتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بیت الخلاء جاتے وقت قرآن کی آیت یا حدیث یا متبرک وقابل احترام عبارت وتحریر اپنے ساتھ لے جانا منع ہے' کیونکہ یہ آداب کے خلاف ہے۔

تاریخی حقائق سے ثابت ہے کہ اسلاف واکابر نے اپنی اپنی انگوٹھیوں پر مختلف عبارات کندہ کروائی ہوئی تھیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی پر کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی انگوٹھی پر ''اَللّٰہُ اَلْمَلِكُ'' حضرت حذیفہ اور ابن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنی اپنی انگوٹھی پر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' حضرت ابوجعفر الباقر رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی پر ''اَلْعِزَّۃُ لِلّٰہِ'' حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی انگوٹھی پر ''اَلثِّقَۃُ بِاللّٰہِ'' اور حضرت مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی انگوٹھی پر ''بِسْمِ اللّٰہِ'' کندہ کرایا

ہو یا تھا۔حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی پر ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ'' کندہ کرارکھا تھا۔

(امام ابراہیم بن محمد بیجوری المواہب اللدنیہ' ص ۶۵)

۲-انگوٹھی کی گمشدگی' اس کی تلاش اور نتائج:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی دیگر خلفاء سے ہوتی ہوئی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچی' چھ سال تک آپ کے پاس محفوظ رہی۔بعدازاں یہ مبارک انگوٹھی ''بئر اریس'' میں گر گئی۔آپ نے اس کی تلاش میں تین دن تک کنویں کا تمام پانی نکلوایا اور کوشش بسیار کے باوجود اس کے تلاش کرنے میں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔بئر اریس مدینہ طیبہ میں مسجد کے قبا کے پاس تھا' جواب بند ہو چکا ہے۔انگوٹھی کے گم ہو جانے کے نتیجہ میں مختلف فتنوں نے سر اٹھانا شروع کر دیے حتیٰ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا۔

سوال: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس انگوٹھی کو پہنا کرتے تھے جبکہ اس سے قبل انہی کی روایت گزر چکی ہے جس میں انگوٹھی پہننے کی نفی تھی' لہٰذا روایات میں تعارض ہو؟

جواب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں ہونے سے مراد ہے کہ آپ کے پاس تھی یا آپ کے قبضہ میں تھی۔قبضہ میں ہونے کے لیے اس کا پہننا ضروری نہیں ہے۔

سوال: جب انگوٹھی حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کے پاس تھی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ''بئر اریس'' میں کیسے گر گئی؟

جواب: بیشک یہ حقیقت ہے کہ انگوٹھی حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کے پاس تھی لیکن اس موقع پر دونوں اکٹھے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کسی مقصد کے لیے ان سے انگوٹھی لی تھی اور ان کے ہاتھ سے ''بئر اریس'' میں گر گئی۔

سوال: انگوٹھی پر تحریر کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) پہلے محمد' پھر رسول اور بعد میں لفظ اللہ (۲) پہلے لفظ اللہ' پھر رسول اور بعد میں محمد۔دوسری صورت میں لفظ اللہ نیچے آتا ہے' جو درست نہیں ہے؟

جواب: (۱) یہ عقیدہ کی بات نہیں ہے کہ بے ادبی کی صورت ہو بلکہ ایک فقرہ کے الفاظ کی ترتیب ہے۔(۲) یہ اختلاف قدیم محدثین میں تھا لیکن جدید محدثین میں یہ اختلاف باقی نہیں رہا' کیونکہ استنبول کے عجائب گھر میں شاہ مقوقش کے نام لکھا گیا مکتوب محفوظ ہے جس میں پہلے اللہ' پھر رسول اور بعد میں محمد تحریر ہے۔

سوال: جب ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہو سکتی ہے' تو اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کیوں ہے؟

جواب: (۱) ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشری تقاضا لاحق ہو سکتا ہے' لیکن اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں (۲) اس تحریر میں صرف اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ اسم اعظم ''اللہ'' بھی تحریر تھا جس وجہ سے ادب واحترام لازم تھا۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ اَنَّ النَّبِيَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِيْنِهٖ

باب 13: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا

88- حَدَّثَنَا محمد بن سهل بن عسكر البغدادى و عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبد الرحمٰن قَالَا اَخْبَرَنَا يحيى بن

حسان حدثنا سلیمان بن بلال عن شریك بن عبد الله بن ابی نمر عن ابراهیم بن عبد الله بن حسین عن ابیه عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه و سلم کان یلبس خاتمه فی یمینه .

حدثنا محمد بن یحیی حدثنا احمد بن صالح حدثنا عبد الله بن وهب عن سلیمان بن بلال عن شریك بن عبد الله بن ابی نمر نحوه .

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ یہی روایت دوسری سند سے بھی منقول ہے۔

89– حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا یزید بن هارون عن حماد بن سَلْمَةَ قَالَ رَأَیْتُ ابْنَ اَبِیْ رَافِعٍ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِهٖ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَأَیْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِهٖ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِهٖ .

حماد بن سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن ابی رافع رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے ہیں۔ میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: میں نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے وہ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

90– حَدَّثَنَا موسی بن یحیی انبانا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نمیر انبانا ابراهیم بن الفضل عن عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ محمد بن عقیل عن عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ جعفر رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِهٖ .

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

91– حَدَّثَنَا اَبُوْ الخطاب زیاد بن یحیی حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ میمون عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جابر بن عبد الله اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِهٖ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

92– حَدَّثَنَا محمد بن حمید الرازی حَدَّثَنَا جریر عن محمد بن اسحق عن الصلت بن عبد الله قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِهٖ وَلَا اَخَالُهٗ اِلَّا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِهٖ .

حضرت ابوصلت بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

93– حَدَّثَنَا محمد بن اَبِیْ عمر حَدَّثَنَا سفین عن ایوب بن موسٰی عن نافع رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عن ابن عمر اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّۃٍ فَجَعَلَ فَصَّہٗ مِمَّا یَلِیْ کَفَّہٗ وَ نَقَشَ فِیْہِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَنَھٰی اَنْ یَّنْقُشَ اَحَدٌ عَلَیْہِ وَ ھُوَ الَّذِیْ سَقَطَ مِنْ مُعَیْقِیْبٍ فِیْ بِیْرِ اَرِیْسٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی سمت میں رکھا۔ آپ نے اس میں لفظ محمد، رسول اور اللہ نقش کروایا۔ آپ نے اس بات سے منع کیا کہ کوئی شخص اس کے مطابق نقش کروائے، یہ وہی انگوٹھی ہے، جو معیقیب (نامی شخص سے) ''اریس'' کنوئیں میں گر گئی تھی۔

94– حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بن سعید رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ حَدَّثَنَا حاتم بن اسمٰعیل عن جعفر بن محمد عن ابیہ قَالَ کَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ رَضِیَ اللّٰہُ تعالٰی عنھما یَتَخَتَّمَانِ فِیْ یَسَارِھِمَا ۔

◆◆ حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ (یعنی امام جعفر صادق) اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں حضرات اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

95– حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْن عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا محمد بن عِیْسٰی وھوا بن الطباع حَدَّثَنَا عباد بن العوام عن سعید بن اَبِیْ عروبۃ عن قتادۃ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ تَخَتَّمَ فِیْ یَمِیْنِہٖ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

96–قَالَ اَبُوْعِیْسٰی ھٰذا حدیث غریب لا نعرفہ من حدیث سعید بن اَبِیْ عروبۃ عن قتادۃ عن انس عن النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ نحوھٰذا الامن ھٰذَا الوجہ ورو ی بعض اصحاب قتادۃ عن قتادۃ عن انس ان النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ تَخَتَّمَ فِیْ یَسَارِہٖ وھو حدیث لا یصح ایضًا ۔

◆◆ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ حدیث غریب ہے۔ اسی ایک سند کے حوالے سے منقول ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ روایت نقل کی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ حدیث مستند نہیں ہے۔

97– حدثنا محمد بن عبید المحاربی ھدثنا عبد العزیز بن اَبِیْ حازم عن موسٰی بن عقبۃ عن نافع عن ابن عمر قَالَ اِتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَھَبٍ فَکَانَ یَلْبَسُہٗ فِیْ یَمِیْنِہٖ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِیْمَ مِنْ ذَھَبٍ فَطَرَحَہٗ وَقَالَ لَا اَلْبَسُہٗ اَبَدًا فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِیْمَھُمْ ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ آپ نے اسے بائیں ہاتھ میں پہننا شروع کیا، لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انگوٹھی کو اتار دیا اور فرمایا: اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیوں کو اتار دیا تھا۔

شرح

انگوٹھی کے بارے میں احکام ومسائل:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی خود تیار کروائی تھی جس پر ''محمد رسول اللہ'' کی عبارت کندہ تھی اور یہ پہنا نہیں کرتے تھے بلکہ صرف مکتوبات پر بطور مہر استعمال کرتے تھے۔ ایک مہر خدام کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئی تھی' جو آپ پہننے کے لیے استعمال کرتے تھے۔

احادیث مبارکہ اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں انگوٹھی کے احکام درج ذیل ہیں:

۱- انگوٹھی کا استعمال سنت: مرد حضرات کا چاندی کی انگوٹھی تیار کرانا اور اس کا پہننا مسنون ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی تیار کروائی تھی جس پر نقش بھی بنوایا تھا۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری' صحیح بخاری ج ۲' ص ۸۷۳) یہ انگوٹھی صلح حدیبیہ کے بعد بنوائی گئی تھی' جو آپ بطور مہر استعمال کرتے تھے۔

۲- چاندی کی انگوٹھی ہونا: مرد حضرات کے لیے چاندی کے علاوہ کسی بھی دھات کی انگوٹھی تیار کرانا اور پہننا جائز نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری' صحیح بخاری ج ۲' ص ۸۷۲) ایک روایت میں ہے کہ انگوٹھی کا نگینہ حبشی تھا۔ ''حبشی'' ہونے کے متعدد مفاہیم ہیں (۱) نگینہ حبشی پتھر کا ہو جو یمن سے منگوایا جاتا تھا (۲) نگینہ تیار کرنے والا حبشی ہو۔ (۳) نگینہ عقیق پتھر کا ہو' جو سیاہ رنگ کا تھا۔

۳- انگوٹھی پہننے کا حکم: جوتے کی طرح انگوٹھی پہننے کی بھی تاکید وارد ہوئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انگوٹھی اور جوتے کا حکم دیا گیا ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد ج ۵' ص ۱۴)

یہ حکم وجوب کے لیے نہیں بلکہ استحباب پر محمول ہے۔

۴- انگوٹھی کی تحریر: سلطان وقت' مفتی اور قاضی انگوٹھی تیار کر کے اس پر مہر کی غرض سے عبارت کندہ کرا سکتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس پر ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ'' نقش کروایا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کوئی دوسرا شخص یہ عبارت ہرگز کندہ نہ کرائے۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری' صحیح بخاری ج ۲' ص ۸۷۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی پر ''محمد رسول اللہ'' کی عبارت تین سطروں پر تحریر تھی۔ سب سے نیچے محمد پھر رسول اور سب سے اوپر لفظ اللہ تحریر تھا۔

۵- انگوٹھی بنوانے کا مقصد: جب سلاطین وقت کو دعوت اسلام دینے کا مرحلہ پیش آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام دعوتی مکتوبات ارسال کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس موقع پر صحابہ کرام نے بطور مشورہ عرض کیا: یارسول اللہ! سلاطین وقت مہر کے بغیر کسی مکتوب کو قابل التفات نہیں سمجھتے۔ لہٰذا آپ کے اسم گرامی پر مشتمل ایک مہر تیار کرنی چاہیے جو مکتوبات پر استعمال کی جائے۔ صحابہ کے مشورہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی تیار کروائی جس کے نگینہ پر مہر تھی۔

۶- انگوٹھی پہننے کے لیے ہاتھ کا انتخاب: انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنی جاسکتی ہے اور بائیں ہاتھ میں بھی۔ مختلف روایات سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہنی ہے لیکن اکثر دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ اس مسئلہ میں فقہاء کے بھی دو گروہ ہیں۔ ایک دائیں ہاتھ میں پہننا افضل قرار دیتا ہے اور دوسرا بائیں ہاتھ میں پہننا افضل سمجھتا ہے۔ بہر حال جائز دونوں میں ہے مگر افضل دائیں میں پہننا ہے۔

۷- انگوٹھی کے لیے انگلی کا انتخاب: دائیں ہاتھ یا بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں انگوٹھی پہننا مسنون ہے۔ حضرت صلت بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اسی انگلی میں پہنتے دیکھا تھا۔ میرے خیال کے مطابق انہوں نے فرمایا تھا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس انگلی میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

فائدہ نافعہ: خنصر یا بنصر دونوں انگلیوں میں سے جس میں چاہیں انگوٹھی پہن سکتے ہیں لیکن دائیں ہاتھ کی انگلی کو اولیت وفوقیت حاصل ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: خنصر کے علاوہ کسی انگلی میں انگوٹھی پہننا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔

(علامہ محمود احمد عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۲۲، ص ۳۷)

سوال: آخری حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور پہنی اور صحابہ کرام نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں اور پہنی تھیں جبکہ شرعی طور پر مرد حضرات کے لیے سونے کی انگوٹھی بنوانا اور پہننا حرام ہے؟

جواب: ابتدائے اسلام میں سونے کا استعمال مردوں کے لیے حلال تھا۔ اسی دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے سونے کی انگوٹھیاں تیار کروائی تھیں لیکن بعد میں سونے کا استعمال کرنا مردوں کے لیے حرام قرار دیا گیا تھا۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ سَیْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 14: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا بیان

98- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا وهب بن جرير انبانا اَبِیْ عن قتادة عن انس قَالَ كَانَ قَبِيْعَةُ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا قبضہ چاندی سے بنا ہوا تھا۔

99- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا معاذ بن هشام حدثنى اَبِیْ عن قتاده عن سعيد بن اَبِی الحسن قَالَ كَانَتْ قَبِيْعَةُ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ .

حضرت سعید بن ابوالحسن کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا قبضہ چاندی سے بنا ہوا تھا۔

100- حَدَّثَنَا اَبُوْ جعفر محمد بن صدران البصرى حَدَّثَنَا طالب بن حجير رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عن هود و هوابن عَبْدُ اللّٰهِ بْن سعيد عن جده قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَ عَلٰى

سَیفِہٖ ذَھَبٌ وَّ فِضَّۃٌ قَالَ طَالِبٌ فَسَالْتُہٗ عَنِ الْفِضَّۃِ فَقَالَ کَانَتْ قَبِیْعَۃُ السَّیْفِ فِضَّۃً ۔

حضرت ہود، یہ حضرت عبداللہ بن سعید رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، اپنے دادا کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے جو تلوار اٹھائی ہوئی تھی اس پر سونا اور چاندی لگی ہوئی تھی۔

طالب نامی راوی نے کہا: میں نے چاندی کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: اس تلوار کا قبضہ چاندی کا تھا۔

101– حَدَّثَنَا محمد بن شجاع البغدادی حَدَّثَنَا ابو عبیدۃ الحداد عن عثمان بن سعد عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ صَنَعْتُ سَیْفِیْ عَلٰی سَیْفِ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ وَزَعَمَ سَمُرَۃُ اَنَّہٗ صَنَعَ سَیْفَہٗ عَلٰی سَیْفِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَکَانَ حَنَفِیًّا

حَدَّثَنَا عقبہ بن مکرم البصری حَدَّثَنَا محمد بکر عن عثمان بن سعد بھٰذا الاسناد نحوہ ۔

حضرت امام ابن سیرین حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی تلوار کی طرح بنوائی تھی اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ انہوں نے اپنی تلوار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کی طرح بنوائی تھی اور وہ بنو حنیف (نام قبیلہ جن کی تلوار امتیازی حیثیت کی ہوتی تھی) جیسی تھی۔

یہی روایت ایک اور سند سے منقول ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواروں کا تذکرہ:

ماقبل باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا ذکر تھا اور اس باب میں آپ کی تلواروں کا تذکرہ ہے۔ دونوں میں تقدیم وتاخیر کی مناسبت یہ ہے کہ انگوٹھی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی مہر بنی ہوئی تھی جو سلاطین وقت کو دعوت اسلام دیتے وقت ان کے نام جاری کیے جانے والے مکتوبات پر لگائی جاتی تھی۔ پیغام دعوت پہنچنے کے بعد ان کے لیے دو ہی راستے تھے: (۱) وہ دعوت اسلام قبول کرلیں اور مسلمان کی حیثیت سے زندگی گزاریں۔ (۲) یا وہ انکار کر کے اسلام دشمنی پر اتر آئیں۔ جب ان پر اتمام حجت ہوگئی تو اب ان کا علاج فقط تلوار سے ممکن ہوسکتا تھا۔ اسی مناسبت سے دونوں چیزوں میں تقدیم وتاخیر کی گئی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر تلوار بے مثل قوت کی حامل تھی اور آپ کی کل تلواریں دس تھیں، جن کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) الماثور (۲) القضیب (۳) القلعی (۴) بتار (۵) الحتف (۶) المخذم (۷) الرسوب (۸) الصمصامۃ (۹) اللحیف (۱۰) ذوالفقار

علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو تلواریں ایسی تھیں جو معجزانہ قوت کا مظہر تھیں: (۱) العون: مشہور صحابی حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی، وہ بہت پریشان ہوئے اور اسی پریشانی کے عالم میں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھ کر وجہ دریافت کی؟ عرض کیا: یارسول اللہ! دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے میری تلوار ٹوٹ گئی ہے۔ آپ نے انہیں کھجور کے ایک درخت کی شاخ توڑ کر عطا کی اور دشمن کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ جونہی وہ چھڑی ان کے ہاتھ میں گئی تو وہ ایک عظیم الشان اور چمکدار تلوار کی شکل اختیار کر گئی جس سے انہوں نے دشمن کا خوب مقابلہ کیا۔ وہ تلوار مسلسل ان کے پاس رہی حتیٰ کہ انہوں نے اس کے ساتھ اہل الردہ سے جہاد کیا اور اس دوران وہ جام شہادت نوش کر گئے۔ یہ تلوار عون (مددگار) کے نام سے مشہور تھی۔

(۲) عرجون: حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد میں دشمن سے جہاد کر رہے تھے کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ جلدی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورتحال کے بارے میں عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجور کی ایک ٹہنی دی، جونہی وہ ٹہنی ان کے ہاتھ میں گئی تو وہ چمکتی ہوئی تلوار کی شکل اختیار کر گئی۔ انہوں نے اس کے ساتھ جہاد کیا اور پھر تاحیات ان کے پاس رہی۔ یہ تلوار عرجون کے نام سے مشہور تھی۔

ذوالفقار نامی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور زمانہ تلوار تھی۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ کے دست اقدس میں یہی تلوار تھی۔ یہ تلوار خوبصورت تھی اور آپ کو یہ بہت پسند تھی۔ آپ نے یہ تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی۔ اس تلوار کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ "لَافَتٰی اِلَّا عَلِیٌ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفِقَارِ" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

الماثور: یہ تلوار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بطور وراثت ملی تھی۔

مکہ میں ورود اور بت شکنی:

جس طرح جدالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے نمرودی بتوں کو توڑ کر حقانیت توحید کا پرچم بلند کیا تھا، اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کے بتوں کو توڑ کر حقانیت اسلام کا پرچم لہرا دیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت کعبہ میں ۳۶۰ بت بڑے سلیقہ سے سجائے گئے تھے۔ آپ نے بتوں کو توڑ پھوڑ کر پھینک دیا اور کعبہ کو بتوں کی نجاست سے پاک وصاف کر دیا۔ بتوں کو توڑتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ الفاظ تھے:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

سوال: جب شرعی طور پر سونا حرام ہے، تو حدیث باب کے مطابق یہ تلوار کے لیے کیوں استعمال کیا گیا تھا؟

جواب: یہ حدیث ضعیف ہے اور سونے کی حلت پر اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ صِفَةِ دِرْعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 15: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی "زرہ" کا بیان

102– حَدَّثَنَا اَبُوْ سعید عَبْدُ اللّٰهِ بْن سعید الاشجّ حَدَّثَنَا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحٰق عن یحیی بن عباد بن عَبْدُ اللّٰهِ بْن الزبیر عن ابیه عن جده عَبْدُ اللّٰهِ بْن الزبیر عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ کَانَ

عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَهَضَ إِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَاَقْعَدَ طَلْحَةَ تَحْتَهٗ فَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَتّٰى اسْتَوٰى عَلَى الصَّخْرَةِ قَالَ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ اَوْجَبَ طَلْحَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غزوہ اُحد کے دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں، آپ ایک چٹان پر چڑھنے لگے لیکن چڑھ نہ سکے۔ آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو اپنے نیچے بٹھایا اور پھر آپ ان کے ذریعے چڑھ گئے۔ جب آپ چٹان پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: طلحہ نے (اپنے لیے جنت) واجب کر لی ہے۔

103– حَدَّثَنَا احمد بن اَبِیْ عمر حَدَّثَنَا سفیٰن بن عیینة عَنْ یَزِیْدَ بن خصیفة عن السائب بن یزید اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ عَلَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ قَدْ ظَاهَرَ بَيْنَهُمَا ۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ اُحد کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔ ایک دوسری کے اوپر پہنی ہوئی تھی۔

شرح

زرہ کی تعریف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زروں کی تعداد:

زرہ سے مراد لوہے کا لباس ہے۔ جنگ کے دوران دشمن سے بچاؤ کے لیے جسم پر پہنا جاتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) پیتل یا لوہے وغیرہ دھات کو پگھلا کر ڈبہ نما لباس تیار کیا جاتا تھا۔ (۲) زنجیروں کو باہم پیوست کر کے واسکٹ کی شکل میں تیار کر کے استعمال کی جاتی تھی تا کہ دشمن زخمی نہ کرے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سات زرہیں تھیں، جن کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) ذات الفضول (۲) ذات الوشاح (۳) ذات الحواشی (۴) فضہ (۵) سغدیہ (۶) التبراء (۷) خرنق

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چٹان پر چڑھنے کی وجہ:

غزوۂ اُحد کی لڑائی نہایت خطرناک تھی۔ اسی موقع پر پتھر لگنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تھا۔ ہونٹوں سے خون جاری تھا۔ زرہ کی کڑی رخسار مبارک میں دھنس گئی تھی اور ابن قمہ نے آپ کی شہادت کا اعلان بھی کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں مجاہدین کے حوصلے پست ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ چٹان پر جلوہ افروز ہوں تا کہ مجاہدین آپ کو دیکھ لیں اور ان کے حوصلے بلند ہو جائیں۔ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں زیب تن فرمائی ہوئی تھیں جو نہایت وزنی تھیں۔ آپ چٹان پر چڑھنے لگے تو نہ چڑھ سکے۔ پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو نیچے بٹھا کر ان پر قدم مبارک رکھ کر چٹان پر چڑھ گئے اور آپ کو دیکھ کر مجاہدین کے حوصلے بلند ہو گئے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا تعارف:

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا شمار اجلہ صحابہ میں ہوتا ہے' عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ سابقون اولون میں سے ہیں' چھ صحابہ پر مشتمل مجلس شوریٰ تشکیل پائی تو اس کے رکن تھے اور ہمہ وقت اسلام کی ترقی کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ ایک رات میں ستر ہزار کی اراضی خرید کر مدینہ طیبہ کے غرباء وفقراء میں تقسیم فرمائی تھی۔ غزوۂ اُحد میں شامل ہوئے۔ شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال بنے رہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹان پر چڑھنے کا قصد کیا تو آپ کو پیش کر دیا۔ حضور آپ کی پشت پر کھڑے ہو کر چٹان پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ ڈھال بن کر خدمات انجام دے رہے تھے' تو اسی (۸۰) سے زائد زخم آئے لیکن آپ استقامت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ حدیث باب کے آخری حصہ میں آپ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جنت خرید لی ہے یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم وعنایت سے اس کے مالک بن گئے ہیں''۔ غزوۂ اُحد کے موقع پر آپ کی بے مثال خدمات کے اعتراف میں صحابہ کبار بالخصوص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ تمام کا تمام دن طلحہ کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا: بہترین شہید وہ ہے' جو زمین پر چل رہا ہے''۔ جنگ جمل میں آپ شہید ہوئے اور بصرہ میں مدفون ہوئے۔

سوال: غزوۂ اُحد کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں زیب تن فرمائی ہوئی تھیں جو توکل اور تسلیم ورضا کے منافی عمل تھا؟

جواب: (۱) ہوشیاری و دور اندیشی سے کام لینا' دشمن سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا اور موذی چیزوں سے بچنا ہرگز توکل اور تسلیم ورضا کے منافی عمل نہیں ہے۔ (۲) ارشاد ربانی ہے: ''یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا''۔ اے ایمان والو! تم ہوشیاری سے کام لو' پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا جمع ہو کر نکلو''۔ مطلب یہ ہے کہ دشمن کی گھات اس کی مکاری اور اس کے حملہ سے بچو۔ اس سے ثابت ہوا کہ دشمن کے مقابلہ میں اپنی حفاظت کی تدبیریں جائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ مِغْفَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 16: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خود کا بیان

104- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بن سعید حَدَّثَنَا مالك بن انس عن ابن شهاب عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَ عَلَیْهِ مِغْفَرٌ فَقِیْلَ لَهٗ هٰذَا ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے ''خود'' پہنا ہوا تھا۔ آپ سے کہا گیا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے قتل کر دو۔

105- حَدَّثَنَا عِیْسٰی بن احمد حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن وهب حدثنی مالك بن انس عن ابن شهاب عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَ عَلٰی رَاْسِهِ الْمِغْفَرُ قَالَ فَلَمَّا نَزَعَهٗ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بَاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ قَالَ اُقْتُلُوْهُ

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ لَمْ یَكُنْ یَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا ۔

◆◆ انہی سے منقول ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پہ ''خود'' تھا۔ راوی نے کہا: آپ نے اسے اتارا تو ایک شخص آیا اور عرض کیا: ابن خطل کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپا ہوا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے قتل کر دو۔

حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مجھے یہ اطلاع ملی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حالت احرام میں نہیں تھے۔

شرح

فتح مکہ کے موقع پر اہل مکہ سے سلوک:

خود سے مراد لوہے کی ٹوپی ہے، جو دشمن سے بچاؤ کے لیے جنگ کے دوران استعمال کی جاتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فاتح کی حیثیت سے جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر اقدس پر ''خود'' تھا۔ آپ کے اچانک ورود کی وجہ سے اہل مکہ کانپ اٹھے، ان پر دہشت طاری ہوگئی اور وہ خیال کر رہے تھے کہ ابھی انتقامی کارروائی کرتے ہوئے انہیں ہلاک کر دیا جائے گا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا: جو شخص بیت اللہ میں داخل ہو، جو آدمی اپنے گھر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لے اور جو ہتھیار ڈال دے وہ مامون ہے۔ اس عام معافی کے اعلان سے سترہ (۱۷) افراد کو مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا کہ یہ لوگ جہاں بھی ملیں انہیں قتل کر دیا جائے، ان میں گیارہ مرد اور چھ عورتیں تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے جرائم اور مظالم ناقابل معافی تھے۔ ان سترہ مجرموں میں سے دو عورتوں اور سات مردوں نے اسلام قبول کر کے معافی مانگ لی تھی۔ باقی ماندہ آٹھ لوگوں جن میں چار مرد اور چار عورتیں شامل تھیں، کو قتل کر دیا گیا۔ ان مقتولوں میں سے ایک ابن خطل بھی تھا۔

ابن خطل کا تعارف:

مشہور دشمنان اسلام میں سے ایک ابن خطل تھا، ہجرت کے بعد وہ بھی ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ گیا تھا اور اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کا اصل نام عبدالعزیٰ بن خطل تھا اور قبول اسلام کے بعد اس کا اسلامی نام ''عبداللہ'' تجویز کیا گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زکوٰۃ وصول کرنے کی غرض سے ایک قبیلہ کے پاس روانہ کیا۔ اس کے خادم نے کھانا تیار کرنے میں قدرے تاخیر کر دی۔ تو اس نے غصہ سے خادم کو قتل کر دیا جبکہ وہ خادم مسلمان تھا۔ اس نے اس خوف سے مدینہ طیبہ چھوڑ دیا کہ خادم کے قصاص میں اسے قتل نہ کر دیا جائے، وہ مرتد ہو کر مکہ مکرمہ آ گیا۔ اس نے گویا باندیاں اپنے پاس رکھی ہوئی تھیں، جو اسلام کے خلاف بدزبانی کرتی تھیں اور یہ خود بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جرائم اور مظالم کے

باعث اسے قتل کرنے کا حکم دیا تو یہ کعبہ کے پردوں میں جا چھپا' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے وہاں ہی قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اجازت ملنے پر حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے ابن خطل کو ہلاک کر دیا۔

فائدہ نافعہ: فتح مکہ کے موقع پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ مبارک سر اقدس پر رکھا ہوا تھا۔ آپ نے سفید رنگ کو زیادہ پسند کیا اور اسے استعمال کیا۔ سیاہ رنگ کو بھی آپ نے پسند کیا اور سیاہ عمامہ استعمال میں لائے تھے۔

دیگر الات حرب کے نام:

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام الات حرب کے نام نہیں بتائے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ قوس وکمان تھے: (۱) نزوراء (۲) روما (۳) صفراء (۴) سوحط (۵) کتوم (۶) سداد۔ ترکش کا نام: کافور تھا۔ دو ڈھال تھیں: (۱) ذلوق (۲) فتق۔ ایک ڈھال بطور تحفہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئی تھی جس پر مینڈھا کی تصویر تھی۔ آپ نے اس پر دست اقدس رکھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے محو کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سات گھوڑے تھے' جن کے نام یہ ہیں: (۱) مرتجز (۲) سکب (۳) ظرب (۴) لحیف (۵) لزاز (۶) ورء (۷) سبحہ۔ آپ کے تیر کا نام تھا: مثوٰی' خیمہ کا نام تھا: الکن' نیزہ کا نام: بیضاء اور لاٹھی کا نام: مخصر تھا۔ (الاتحافات الربانیہ ص ۱۵۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا نام: عقاب (جو سیاہ رنگ کا تھا) مشکیزہ کا نام تھا: صادر' زین کا نام: داج' اونٹنی کا نام (۱) قصویٰ (۲) عفاء' خچر کا نام: دلدل' گدھے کا نام: یعفور اور بکری کا نام تھا: (جس کا آپ دودھ نوش فرماتے تھے) عنیہ۔

سوال: جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے خود یا سیاہ عمامہ سے سر مبارک کیوں ڈھانپا تھا' حالانکہ اس کی حالت احرام میں ممانعت وارد ہوئی ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں نہیں تھے' لہٰذا سر اقدس کو ڈھانپنے میں کوئی حرج نہیں تھا۔

سوال: میقات سے بغیر احرام کے گزر کر مکہ معظّمہ میں داخل ہونا منع ہے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام کے بغیر مکہ میں کیوں داخل ہوئے؟ نیز حرم مکہ کو امن گاہ قرار دیا گیا ہے' جس میں کسی شخص کو قتل کرنا حرام ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطل وغیرہ کو قتل کیوں کرایا تھا؟

جواب: فتح مکہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختصر وقت کے لیے حرمت اٹھالی گئی تھی جس وجہ سے آپ میقات سے بغیر احرام کے مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے اور آپ نے ابن خطل وغیرہ کو قتل بھی کرایا تھا۔

میقات سے بغیر احرام کے گزرنے میں مذاہب آئمہ:

کیا میقات سے بغیر احرام کے گزر کر مکہ معظّمہ میں داخل ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نا جائز ہے' آپ نے اس مشہور روایت سے استدلال کیا ہے' جس

میں میقات سے بغیر احرام کے گزرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے' انہوں نے دوسری حدیث باب سے استدلال کیا ہے جس میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میقات سے بغیر احرام کے گزر کر حرم مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت سے استدلال کرنا درست نہیں ہے' کیونکہ فتح مکہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی حرمت اٹھالی گئی تھی۔ اس بارے میں آپ کا مشہور ارشاد گرامی ہے: میرے لیے آج کے دن یہ حلال تھا کسی اور کے لیے نہیں ہے''۔

سوال: ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اقدس پر خود پہنا ہوا تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا۔ یہ تو روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: ان دونوں روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فاتح کی حیثیت سے جب مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اس وقت سر اقدس پر خود اور اس کے اوپر سیاہ عمامہ باندھا ہو یا نیچے سیاہ عمامہ اور اوپر خود رکھا ہو یعنی بیک وقت خود اور عمامہ دونوں کا استعمال ممکن ہے' لہٰذا روایات میں تعارض نہ رہا۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ صِفَةِ عِمَامَةِ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 17: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامے کا بیان

106- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدى عن حماد بن سَلْمَةَ و حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا وكيع عن حماد بن سَلْمَةَ عَنْ اَبِيْ زبير عَنْ جابرٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ ۔

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔

107- حَدَّثَنَا ابن اَبِيْ عمر حَدَّثَنَا سفيان عن مساور الوراق عن جعفر بن عمرو بن حريث عن ابيه قَالَ رَأَيْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عِمَامَةً سَوْدَاءَ ۔

◆◆ حضرت جعفر بن عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔

108- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان و يوسف بن عِيْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا وكيع عن مساور الوراق عن جعفر بن عمرو بن حريث عن ابيه اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ ۔

◆◆ انہی سے منقول ہے: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اس وقت آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔

109- حَدَّثَنَا هارون بن اسحٰق الهمدانی حَدَّثَنَا یحیٰی بن محمد المدینی عن عبد العزیز بن محمد عن عبید الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِذا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهٗ بَیْنَ کَتِفَیْهِ

قَالَ نَافِعٌ وَّکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَفْعَلُ ذٰلِكَ

قَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ وَرَاَیْتُ الْقَاسِمَ ابْنَ مُحَمَّدٍ وَسَالِمًا یَفْعَلَان ذٰلِكَ .

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان رکھا کرتے تھے۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے قاسم بن محمد اور سالم رضی اللہ عنہما کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

110- حَدَّثَنَا یوسف بن عِیْسٰی حَدَّثَنَا وکیع حَدَّثَنَا ابوسلیمان و هو عبد الرحمٰن بن الغسیل عن عکرمة عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَ عَلَیْهِ عِمَامَةٌ دَسْمَاءُ .

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اس وقت آپ نے (اپنے سراقدس پر) سیاہ پٹی لپیٹی ہوئی تھی۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ مبارک کی کیفیت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ اور ٹوپی دونوں کو اکٹھا بھی استعمال کیا ہے، اکیلی ٹوپی یا اکیلا عمامہ بھی زیب سر فرمایا ہے۔ عمامہ سیاہ بھی استعمال فرمایا ہے اور سفید بھی مگر اکثر سفید عمامہ استعمال فرماتے تھے۔ آپ کے دو عمامے تھے۔ ایک سات (۷) ہاتھ طویل تھا اور دوسرے کی طوالت بارہ (۱۲) ہاتھ تھی۔ عمامہ مبارک کے تفصیلی احکام درج ذیل ہیں:

۱- عمامہ سنت مستمرہ: عمامہ مبارک سنت مستمرہ ہے اور اس کے استعمال کی تاکید و ترغیب فرمائی گئی ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عمامہ باندھو، یہ ملائکہ کی خاص علامت ہے اور اس کے کنارے کو پشت پر ڈالو۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۳۷۷)

۲- عمامہ کی فضیلت: عمامہ مبارک کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا ثواب بغیر عمامہ کے پڑھی جانے والی نماز سے ستر (۷۰) گنا زیادہ عطا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ احادیث میں وارد ہے کہ پگڑی کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرنا بغیر پگڑی کے ستر (۷۰) رکعت نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔ (حاشیہ شمائل ترمذی ص ۸)

۳- عمامہ تحمل و بردباری کا ذریعہ: عمامہ مبارک باندھنے سے تحمل و بردباری کی دولت میسر آتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عمامہ باندھا کرو' کیونکہ اس سے تحمل و بردباری میں اضافہ ہوتا ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد ج ۵' ص ۱۲۷)

۴- عمامہ باندھنے سے ملائکہ سے مشابہت:

عمامہ مبارک باندھنے سے ملائکہ سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس حالت میں حاضر ہوئے کہ انہوں نے سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا۔ (علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد ج ۵' ص ۱۲۸)

۵- عمامہ مبارک تاج عرب: عمامہ مبارک تاج عرب کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمامہ اہل عرب کا تاج ہے۔ (حضرت ملا علی قاری' مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۸' ص ۲۵۰)

۶- عمامہ باعث عزت و وقار:

عمامہ مبارک استعمال کرنے سے انسان کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوتا ہے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: عمامہ مسلمان کا وقار ہے۔ (امام علی متقی' کنز العمال ج ۱۵' ص ۴۸۳)

۷- عمامہ سے امت کا اعزاز و اکرام: عمامہ مبارک امت کے اعزاز و اکرام کا باعث ہے۔ حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ تعالیٰ مرسلاً بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کا اعزاز و اکرام عمامہ کے باعث کیا ہے۔

۸- جمعہ کے دن عمامہ کی فضیلت: دوسرے ایام کی نسبت جمعہ کے دن عمامہ باندھنا زیادہ باعث ثواب ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن عمامہ باندھنے والوں پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کے فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں۔ (علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد ج ۵' ص ۱۲۴)

۹- عمامہ باندھنے کا طریقہ: عمامہ کھڑے ہو کر باندھنا چاہیے اور شلوار بیٹھ کر پہننی چاہیے۔ (علامہ ملا علی قاری' جمع الوسائل ج ۱' ص ۲۰۸) عمامہ بیٹھ کر باندھنے اور شلوار کھڑے ہو کر پہننے سے نسیان کا مرض اور فقر پیدا ہوتا ہے۔ (زرقانی ج ۵' ص ۴)

۱۰- عمامہ مبارک شعار اسلام ہونا: عمامہ مبارک شعار اسلام ہے۔ غدیر خم کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا' ان کے سر پر عمامہ باندھا اور شملہ پیچھے کی طرف چھوڑتے ہوئے فرمایا: تم اس طرح عمامہ باندھو' عمامہ اسلام کی علامت ہے۔ غزوہ بدر اور غزوہ حنین میں جو فرشتے میری مدد کے لیے بھیجے گئے وہ سب کے سب عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ (امام علی متقی' کنز العمال ج ۱۵' ص ۴۸۲)

۱۱- عمامہ کا رنگ: سفید اور سیاہ دونوں رنگ کا عمامہ باندھا جا سکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں سفید اور حضر میں عام طور پر سیاہ عمامہ زیب سر فرماتے تھے۔ (مواہب لدنیہ ج ۵' ص ۴) بعض روایات میں زرد رنگ کے عمامہ کا ذکر بھی ہے۔

۱۲- عمامہ کا شملہ: عمامہ مبارک کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان ہونا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ زیب سر فرماتے تو اس کا شملہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ اِزَارِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 18: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تہبند کا بیان

111– حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن ابراھیم حَدَّثَنَا ایوب عن حمید بن ھلال عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَآئِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا كِسَاءً مُّكَبَّدًا وَاِزَارًا غَلِیْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فِیْ هٰذَیْنِ ۔

◆◆ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے سامنے ایک پیوند لگی ہوئی چادر نکالی اور ایک موٹا تہبند نکالا اور بتایا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ ان دو کپڑوں میں قبض ہوئی تھی۔

112– حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا ابو دَاوٗدَ عن شعبة عن الاشعث بن سلیم قَالَ سَمِعْتُ عَمَّتِیْ تُحَدِّثُ عَنْ عَمِّهَا قَالَ بَیْنَمَا اَنَا اَمْشِیْ بِالْمَدِیْنَةِ اِذَا اِنْسَانٌ خَلْفِیْ یَقُوْلُ اِرْفَعْ اِزَارَكَ فَاِنَّهٗ اَتْقٰی وَ اَبْقٰی فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا هِیَ بُرْدَةٌ مَلْحَاءُ قَالَ اَمَالَكَ فِیَّ اُسْوَةٌ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اِزَارُهٗ اِلٰی نِصْفِ سَاقَیْهِ ۔

◆◆ حضرت اشعث بن سلیم رضی اللہ عنہ نے اپنی پھوپھی کے حوالے سے نقل کیا: انہوں نے اپنے چچا کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ جا رہا تھا، میرے پیچھے سے کسی نے کہا: اپنا تہبند اوپر کر لو، کیونکہ یہ پرہیزگاری کے لیے زیادہ مناسب ہے اور (کپڑا بھی) زیادہ دیر تک (محفوظ رہتا ہے) میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ ایک عام سی چادر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے لیے میرا عمل نمونہ نہیں ہے؟ میں نے دیکھا تو آپ کا تہبند نصف پنڈلیوں تک تھا۔

113– حَدَّثَنَا سوید بن نصر حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارِكِ عن موسٰی بن عبیدة عن ایاس بن سَلْمَةَ بن الاكوع عن ابیه قَالَ كَانَ عُثْمَانُ یَاْتَزِرُ اِلٰی اَنْصَافِ سَاقَیْهِ
وَقَالَ هٰكَذَا كَانَتْ اِزْرَةُ صَاحِبِیْ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ ۔

◆◆ حضرت ایاس بن سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نصف پنڈلی تک تہبند باندھا کرتے تھے۔

راوی کا کہنا ہے: میرے آقا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تہبند بھی اسی طرح کا ہوتا تھا۔

114– حَدَّثَنَا قُتَیْبَةَ حَدَّثَنَا ابو الاحوص عَنْ اَبِیْ اسحٰق عن مسلم بن نذیر عَنْ حُذَیْفَه ابْنِ الْیَمَانِ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ بِعَضَلَةِ سَاقِیْ اَوْسَاقِهٖ فَقَالَ هٰذَا مَوْضِعُ الْاِزَارِ فَاِنْ اَبَیْتَ فَاَسْفَلَ فَاِنْ اَبَیْتَ فَلَاحَقَّ لِلْاِزَارِ فِی الْكَعْبَیْنِ ۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی کو اپنی پنڈلی پر رکھ کر فرمایا: یہ تہبند باندھنے کی جگہ ہے' اگر تم نہیں کرتے تو اس سے نیچے کرلو اور اگر نہیں کرتے تو پھر ٹخنوں پر تہبند رکھنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تہبند:

لباس دو قسم کا ہوسکتا ہے: (۱) اوڑھا جانے والا: یہ لباس سلائی کے بغیر دو چادروں اور ایک دستار پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک چادر جسم کے اوپر والے حصہ پر اوڑھی جاتی ہے اور دوسری سے ناف سے لے کر ٹخنوں تک جسم کا حصہ چھپایا جاتا ہے۔ دوسری چادر کو تہبند کہا جاتا ہے۔ (۲) پہنا جانے والا: یہ وہ لباس ہے' جو سلا ہوا ہوتا ہے اور پہنا جاتا ہے۔ یہ کرتا' پاجامہ (یا شلوار) اور عمامہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں قسم کے لباس زیب تن فرمائے ہیں لیکن عموماً پہلا لباس استعمال فرماتے تھے' کیونکہ یہ لباس قدیم ہے اور اس میں سادگی ہے جبکہ آپ کی طبیعت بھی سادگی پسند تھی۔ روایات سے ثابت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاجامہ خریدا تھا مگر پہننے کے بارے میں کوئی روایت موجود نہیں ہے' اس وجہ سے فقہاء کرام کے اس بارے میں دو قول ہیں: (۱) آپ نے زیب تن فرمایا تھا' کیونکہ جو چیز خریدی جاتی ہے وہ پہننے کے لیے ہی خریدی جاتی ہے۔ (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاجامہ نہیں پہنا تھا' کیوں کہ خریدنا پہننے کو مستلزم نہیں ہے اور پہننے کے بارے میں کوئی صراحتاً روایت بھی نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تہبند کے حوالے سے روایات کا خلاصہ اور احکام درج ذیل ہیں: ۱-تہبند باندھنا مسنون: سادہ لباس جو انسان کو تکبر و رعونت سے دور رکھتا ہے' وہ کرتا اور تہبند ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہی لباس زیب تن فرماتے رہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک پیوند لگی چادر اور ایک موٹا تہبند دکھاتے ہوئے فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا تھا۔

۲-تہبند باندھنا اسلام کی علامت: تہبند باندھنا اسلام کی علامت ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) تہبند نہیں باندھتے بلکہ پاجامہ پہنتے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ ان کے خلاف کرو پاجامہ پہنو اور تہبند بھی باندھو۔ (زاد المعارج' ج ا' ص ۵۱)

۳-تہبند باندھنے کا مسنون طریقہ: تہبند کے آگے والے حصہ کو زائد اور پیچھے والے حصہ کو اونچا رکھنا چاہیے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ملاحظہ کیا کہ انہوں نے تہبند کے سامنے والے حصے کو زائد رکھا ہوا تھا اور پیچھے والے حصہ کو اونچا کیا ہوا تھا' میں نے ان سے اس طرح تہبند باندھنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح تہبند باندھتے ہوئے دیکھا تھا۔ (امام ولی الدین محمد' مشکوۃ المصابیح' ص ۳۷۷)

۴-تہبند بطور تبرک: بزرگوں کی زیر استعمال اشیاء کو بطور تبرک محفوظ رکھنا جائز ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اور تہبند محفوظ رکھا ہوا تھا اور لوگوں کو اس کی زیارت کرواتی تھیں' وہ دونوں چیزیں بطور تبرک تھیں۔ (علامہ ملا علی قاری' مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۴' ص ۱۷۱)

۵-تہبند کی مسنون مقدار: تہبند کا نصف پنڈی تک ہونا مسنون ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا تہبند نصف پنڈلی تک ہونا چاہیے' اگر پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ (امام محمد بن یزید' سنن ابن ماجہ ج ۲' ص ۲۹۴)

۶-ٹخنوں کے نیچے تہبند باندھنے کی مذمت و وعید: ٹخنوں کے نیچے تہبند باندھنا قابل گرفت اور قابل مذمت عمل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا تہبند نصف پنڈلی تک یا پنڈلی تک یا پھر ٹخنہ کے اوپر ہونا چاہیے اور جو ٹخنہ کے نیچے ہو' وہ جہنم کے لائق ہے۔ (علامہ زکی الدین منذری' الترغیب والترہیب ج ۳' ص ۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تہبند ٹخنوں کے نیچے ہوگا وہ جہنم میں ہوگا۔

(امام ولی الدین محمد' مشکوٰۃ المصابیح' ص ۳۷۳)

فائدہ نافعہ: تہبند' شلوار اور پاجامہ تینوں کا حکم یکساں ہے یعنی ٹخنوں کے نیچے رکھنا وعید کے زمرے میں آتے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: جنت کی خوشبو ایک ہزار میل کی مسافت سے آئے گی لیکن خدا کی قسم! پاجامہ لٹکا کر چلنے والے اس کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گے۔ (علامہ زکی الدین منذری' الترغیب والترہیب' ج ۳' ص ۹۱)

۷-تہبند باندھنے کی جگہ: تہبند کی گرہ ناف کے اوپر یا ناف کے نیچے متصل ہونا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ناف کے نیچے ازار یا تہبند باندھا کرتے تھے' جو ناف پر معلوم ہوتا ہے۔ (زرقانی ج ۵' ص ۲۶)

۸-تہبند کا نصف ساق تک ہونا سنت ملائکہ: تہبند نصف ساق تک ہونا چاہیے۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ملائکہ اس حالت میں حاضر ہوتے ہیں کہ وہ نصف پنڈلی تک تہبند باندھے ہوئے ہوتے ہیں' لہٰذا تم بھی اسی طرح باندھو۔

۹-ٹخنوں کے نیچے تہبند منافقت کی علامت: تہبند کا ٹخنوں کے نیچے ہونا منافقت کی علامت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہبند لٹکانا منافقت کی علامت ہے۔ (امام علی متقی' کنز العمال ج ۱۹' ص ۲۲۸)

۱۰-تہبند کا سفید ہونا: کسی بھی رنگ کا تہبند استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن مسنون سفید رنگ ہے۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو سفید لباس میں ملبوس دیکھا تھا۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری' صحیح بخاری ج ۲' ص ۸۶۷)

فائدہ نافعہ: شلوار' پاجامہ اور تہبند کو ٹخنوں کے نیچے لٹکانے کی مذمت و وعید مرد حضرات کے ساتھ خاص ہے اور مستورات اس سے مستثنیٰ ہیں' کیونکہ عورتوں کے ٹخنے عورت میں شامل ہیں جن کا چھپانا ضروری ہے۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب تہبند لٹکانے کی وعید سنی تو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں عورتوں کا حکم دریافت کیا' آپ نے فرمایا: اگر ان کا قدم کھل

جائے تو وہ کپڑے سے نیچے لٹکالیں۔ (علامہ ملا علی قاری: جمع الوسائل ص ۱۷۲) تاہم کسی مجبوری کی وجہ سے مثلاً کسی شخص کے ٹخنے یا اس کے نیچے والے حصہ میں پھنسی ہو اور مکھی بار بار اس پر بیٹھ کر تنگ کرتی ہو تو مرد بھی اپنا تہبند یا شلوار یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا سکتا ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ مِشْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 19: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال کا بیان

115- حَدَّثَنَا قتيبة بن سعيد حَدَّثَنَا ابن لهيعة عَنْ اَبِیْ يونس عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةِ قَالَ مَارَأَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ وَمَا رَأَيْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ فِیْ مِشْيَتِهٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰى لَهٗ اِنَّا لَنُجْهِدُ اَنْفُسَنَا وَاِنَّهٗ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا جیسے آپ کے چہرہ مبارک میں سورج چلتا ہے اور میں نے آپ سے زیادہ تیز رفتار اور کسی کو نہیں دیکھا، گویا زمین آپ کے لیے لپیٹی جا رہی ہو۔ ہم بمشکل (آپ کے ساتھ) چلا کرتے اور آپ کسی تکلف کے بغیر چلتے تھے۔

116- حَدَّثَنَا علی بن حجر و غير واحد قالوا حَدَّثَنَا عيسى بن يونس عن عمر ابن عبد الله مولىٰ غفرة حدثنی ابراهيم ابن محمد من ولد علی بن اَبِیْ طالب رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ عَلِیٌّ اِذا وَصَفَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَشٰى تَقَلَّعَ كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِن صَبَبٍ .

حضرت ابراہیم بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جو حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، کا بیان ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنا شروع کیے تو ان میں سے یہ بات بتائی کہ جب آپ چلتے تھے، تو جھک کر چلتے تھے یوں جیسے بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں۔

117- حَدَّثَنَا سفيان بن وكيع قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عن المسعودی عن عثمان بن مسلم بن هرمز عن نافع بن جبير بن مطعم عن علی بن اَبِیْ طالب رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَكَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشٰى تَكَفَّاً تَكَفُّوًّ كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِن صَبَبٍ .

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب چلا کرتے، تو آگے کی طرف جھک کر چلتے تھے گویا بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کی کیفیت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کی بحث حلیہ مبارک کے ضمن میں گزر چکی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث مبارکہ میں

لفظ یتولأ۔ آپ کی رفتار کا تعین کرتا ہے۔ اس کے تین معانی ہیں: (۱) قدم اٹھا کر چلنا (۲) آگے کی طرف جھک کر چلنا (۳) تیزی سے چلنا۔ آپ کی رفتار تینوں معانی کی جامع تھی۔ پروقار اور اطمینان کے ساتھ آپ آگے کو جھک کر چلتے تھے یعنی رفتار کاہلی و سستی اور تکبر و غرور سے پاک تھی مگر عجز وانکسار کی صفت اپنے ضمن میں لیے ہوئے تھی۔ ایسی پروقار رفتار کی تعریف قرآن کریم بایں الفاظ کرتا ہے: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا (فرقان: ۶۳)

اور اللہ تعالیٰ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات نہ صرف عباد الرحمٰن کی سردار تھی بلکہ امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب پر فائز تھی جن کی خوبیوں اور خصائص کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنا دشوار ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ تَقَنُّعِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 20: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رومال مبارک کا بیان

118- حَدَّثَنَا یوسف بن عیسی حَدَّثَنَا وکیع حَدَّثَنَا الربیع بن صبیع عَنْ یَزِیْدَ ابن ابان عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُكْثِرُ الْقِنَاعَ كَاَنَّ ثَوْبَهٗ ثَوْبُ زَیَّاتٍ۔

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر (سر مبارک پر) رومال استعمال کرتے تھے، آپ کا رومال یوں ہوتا تھا جیسے تیل سے بنا ہوا ہو۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رومال کی کیفیت:

قناع سے مراد وہ رومال یا کپڑا ہے، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنی دستار کے نیچے سر مبارک پر رکھتے تھے۔ چونکہ آپ سر پر اکثر تیل لگواتے تھے اور تیل کی چکناہٹ سے عمامہ اور کلاہ کو بچانے کے لیے سر پر کپڑا باندھ لیتے تھے۔ خواہ کپڑا تیل سے لت پت ہونے کی وجہ سے تیل کی ہی شکل اختیار کر لیتا تھا لیکن وہ میلا نہیں ہوتا تھا، نہ اس سے بدبو آتی تھی اور نہ جوئیں پڑتی تھیں۔ یہ تمام امور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں شمار ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ کھٹمل کاٹتا تھا اور نہ کپڑوں پر مکھی بیٹھتی تھی۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ جِلْسَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 21: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کا بیان

119- حَدَّثَنَا عبد بن حمید ابنانا عفان بن مسلم حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حسان عن جدتیه عن قیلة بنت مخرمة اَنَّهَا رَاَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ وَ هُوَ قَاعِدُ الْقُرْفُصَاءَ قَالَتْ فَلَمَّا رَاَیْتُ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَخَشِّعُ فِي الْجَلْسَةِ اُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ .

حضرت قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں دیکھا آپ اس وقت دوزانوں بیٹھے ہوئے تھے۔ راویہ کا کہنا ہے: جب میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی عاجزی کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا تو میں خوف سے کانپ اٹھی۔

120- حَدَّثَنَا سعيد بن عبد الرحمن المخزومي وغير واحد قالوا حَدَّثَنَا سفين عن الزهري عن عباد بن تميم عن عمه انه رأى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى .

حضرت عباد بن تمیم رضی اللہ عنہ اپنے چچا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا، آپ نے اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھا ہوا تھا۔

121- حدثنا سَلَمَةَ بن شبيب انبانا عَبْدُ اللّٰهِ بْن ابراهيم المدني حَدَّثَنَا اسحق بن محمد الانصاري عن ربيع بن عبد الرحمن بن اَبِيْ سعيد عن ابيه عَنْ جَدِّهٖ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخدري رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ احْتَبٰى بِيَدَيْهِ .

حضرت ربیع بن عبدالرحمٰن بن ابوسعید رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں بیٹھتے تھے، تو دونوں ہاتھ گھٹنوں پر باندھ لیتے تھے۔

شرح

قرفصاء کی شکل اور حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا پر رعب طاری ہونے کی وجہ:

قرفصاء اور احتباء دونوں کا مطلب یہ ہے کہ سرین پر بیٹھ کر دونوں رانوں کو کھڑا کر لینا اور دونوں ہاتھوں کے ساتھ ان کا احاطہ کر لینا۔ نشست کی اس صورت کو گوٹ مار کر بیٹھنا بھی کہا جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کے اس انداز سے حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا پر خوف اس لیے طاری ہوا تھا کہ مبادا کوئی عذاب الٰہی نازل ہونے والا ہے، کیونکہ آپ کا انداز نشست تفکر و خوف کو ظاہر کرتا تھا۔ ایک دوسری روایت میں یہ واقعہ قدرے تفصیل سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! قیلہ مسکینہ خوفزدہ ہوگئی ہے جبکہ حضرت قیلہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑی تھی، آپ نے فرمایا: اے مسکینہ! تو سکون اختیار کر۔ آپ کے یوں فرمانے سے حضرت قیلہ رضی اللہ عنہ سے دہشت و خوف ختم ہوگیا۔

روایات میں تعارض اور ان میں تطبیق:

دوسری حدیث باب میں مسجد میں بیٹھنے کا جو انداز بیان ہوا ہے، مسلم شریف کی روایت میں اس کی ممانعت وارد ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: لایستلقین احدکم واضعا احدی رجلیہ علی الاخری (امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۹۸) تم میں سے

کوئی شخص ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ کر ہرگز نہ بیٹھے'' ان روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: دونوں روایات کا مصداق الگ ہے۔ مثلاً حدیث باب کی صورت یہ ہے کہ دونوں پاؤں دراز کر کے ایک قدم دوسرے قدم پر رکھ کر بیٹھا جائے' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حدیث مسلم کی صورت یہ ہے کہ ایک قدم کو دوسرے پاؤں کا گھٹنا کھڑا کر کے اس پر رکھا جائے۔ یہ منع ہے۔ اس کے منع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب عموماً تہبند استعمال کرتے' اور تہبند کی حالت میں اس طرح بیٹھنے سے ستر کھل جانے کا قوی امکان ہے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انداز نشست سے منع فرمایا ہے۔

احتباء کی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی وجہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر احتباء کی شکل یعنی سرین پر بیٹھ کر' دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے اور دونوں ہاتھوں سے ان کے گرد حلقہ بنا کر یا کپڑے سے دونوں پنڈلیوں اور کمر کے درمیان حلقہ بنا کر مسجد میں تشریف فرما ہوتے تھے۔ آپ کی اقتداء میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اسی طرح بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔ نشست کی یہ شکل اختیار کرنے کی وجہ عجز و انکسار ہے' کیونکہ یہ صورت عاجزی پر مشتمل ہے اور اللہ تعالیٰ عاجزی کو پسند کرتا ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ تِکَأَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

باب 22: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹیک لگانے کا بیان

122- حَدَّثَنَا عباس بن محمد الدوری البغدادی حَدَّثَنَا اسحق بن منصور عن اسرائیل عن سماك بن حرب عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَّکِئًا عَلٰی وَسَادَۃٍ عَلٰی یَسَارِہٖ .

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنے بائیں طرف ایک تکیے کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی۔

123- حَدَّثَنَا حمید مسعدۃ حَدَّثَنَا بشر بن المفضل حَدَّثَنَا الجریری عن عبد الرحمن بن اَبِیْ بکرۃ عن ابیہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُحَدِّثُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰہِ وَ عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ قَالَ وَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ مُتَّکِئًا قَالَ وَ شَهَادَۃُ الزُّوْرِ اَوْ قَوْلُ الزُّوْرِ قَالَ فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُهَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَهٗ سَکَتَ .

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے بارے میں بتاؤں؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ راوی نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، جبکہ پہلے آپ نے ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا: اور جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کہنا۔

راوی نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اس بات کو دہراتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ کاش آپ خاموش ہو جائیں۔

شرح

گناہ کی تعریف' اقسام اور ان کا حکم:

معصیت' نافرمانی اور کسی حکم کی خلاف ورزی کو گناہ کہا جاتا ہے۔ گناہ کی دو اقسام ہیں: (۱) گناہ صغیرہ: یہ وہ گناہ ہوتا ہے' جو بغیر توبہ کے نیک اعمال کے سبب معاف ہو جاتا ہے۔ مثلاً وضو' نماز' روزہ' حج اور نماز جمعۃ المبارک وغیرہ کے باعث۔ (۲) گناہ کبیرہ: یہ وہ گناہ ہے' جو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا یعنی اس کی معافی کے لیے توبہ شرط ہے۔ توبہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے گناہ کا اقرار کرنا' اس پر اظہار ندامت کرنا اور آئندہ اس کا اعادہ نہ کرنے کا پختہ عہد و پیمان کرنا۔ انسان سے عموماً گناہوں کا صدور ہوتا رہتا ہے۔ بعض اوقات دانستہ طور پر اور بعض اوقات نادانستہ طور پر۔ تاہم کبیرہ گناہ کی معافی کے لیے توبہ شرط ہے۔

سوال: گناہوں کی تقسیم صغیرہ اور کبیرہ میں کرنا درست نہیں ہے' کیونکہ گناہ' گناہ ہی ہوتا ہے؟

جواب: کبیرہ گناہوں کی اصطلاح کے واضع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود ہیں' چنانچہ آپ نے فرمایا: الا احدثکم باکبر الکبائر۔ قرآن کریم میں یہ اصطلاح بایں الفاظ استعمال ہوئی ہے: اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ۔ یہ کہ تم ان گناہوں سے بچو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے۔

کبیرہ گناہوں کی تفصیل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹیک ترک کرنے کی وجہ:

کبیرہ گناہوں کی تعداد کثیر ہے لیکن زیر مطالعہ حدیث میں صرف تین کبیرہ گناہ بتائے گئے ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا (۳) جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کرنا۔ چونکہ کبیرہ گناہوں میں سے یہ بڑے ہیں' اس لیے تین بیان کیے ہیں ورنہ کثیر ہیں مثلاً کسی کو قتل کرنا' زنا کا ارتکاب کرنا' اغلام' شراب نوشی' ڈاکہ زنی' کسی پر تہمت عائد کرنا اور چوری کرنا وغیرہ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کبیرہ گناہوں کی تفصیلات بیان فرما رہے تھے' تو آپ نے کسی چیز سے ٹیک لگا رکھی تھی اور جونہی جھوٹ کا ذکر کیا تو ٹیک چھوڑ کر اہتمام کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جھوٹ ایک ایسا گناہ ہے' جو نہایت قبیح ہونے کی وجہ سے قابل نفرت اور قابل مذمت و وعید بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ "جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے"۔

علاوہ ازیں ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! مجھ میں بہت سے عیوب ہیں۔ میں ان سب کو بیک وقت ترک نہیں کر سکتا۔ تاہم ان میں سے صرف ایک ضرور ترک کر سکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جھوٹ چھوڑ دو۔ اس نے آپ سے جھوٹ ترک کرنے کا پختہ وعدہ کر لیا اور گھر واپس آ گیا۔ جب اس کے شراب نوش کرنے کا وقت آیا تو شراب طلب کی پھر یہ خیال کرتے ہوئے اسے نوش کرنے سے احتراز کیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم نے شراب نوشی کی ہے؟ اگر میں نفی میں جواب دوں گا تو وعدہ کی خلاف ورزی ہو گی اور اگر اعتراف کیا تو اپنے

اقرار کے نتیجہ میں کوڑوں کی سزا بھگتنا پڑے گی۔لہٰذا اس نے شراب نوشی کو خیر باد کہہ دیا۔علیٰ ھذا القیاس اس نے تمام گناہوں کو ترک کر دیا۔

124– حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ بن سعيد رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا شريك عن علي بن الاقمر عَنْ اَبِيْ جحيفة قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اَنَا فَلَا اٰكُلُ مُتَّكِئًا

❖ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کرنہیں کھاتا۔

125– حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمن بن مهدي حَدَّثَنَا سفيان عن علي بن الاقمر قَالَ سَمِعْتُ ابا جحيفة يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلى الله عليه وسلم لا اكل متكئا .

❖ حضرت علی بن اقمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کرنہیں کھاتا۔

126– حَدَّثَنَا يوسف بن عيسى حَدَّثَنَا وكيع حَدَّثَنَا اسرائيل عن سماك بن حرب عَنْ جَابِرِ بن سَمُرَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ

قَالَ اَبُوْ عيسى لم يذكر وكيع على يساره هٰكَذَا روى غير واحد عن اسرائيل نحو رواية وكيع ولا نعلم احدا روى فيه على يساره الا ماروى اسحق بن منصور عن اسرائيل .

❖ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے دیکھا ہے۔امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: وکیع نے "بائیں طرف" نقل نہیں کیا جبکہ کئی راویوں نے اسرائیل کے حوالے سے وکیع کی طرح الفاظ بیان کیے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق صرف اسحاق بن منصور نے اسرائیل کے حوالے سے "بائیں طرف" کے الفاظ بیان کیے ہیں۔

شرح

ٹیک لگانے کی صورتیں اوران سے احتراز کی وجوہات:

دوران کھانا کھانے میں ٹیک لگانے کی مشہور تین صورتیں ہوسکتی ہیں (۱) دائیں یا بائیں جانب دیوار یا تکیہ وغیرہ پر ٹیک لگانا۔ (۲) دوران کھانا اپنی ہتھیلی سے زمین پر ٹیک لگانا (۳) دوران کھانا اپنی کمر گاؤ تکیہ یا دیوار وغیرہ سے ٹیک لگانا۔ ٹیک لگا کر کھانا کھانے کی متعدد قباحتیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) ٹیک لگا کر انسان ضرورت سے زیادہ کھانا کھاجاتا ہے' جو بیماری کا باعث بن سکتا ہے۔(۲) اس طرح انسان کا پیٹ بڑھ جاتا ہے۔(۳) یہ متکبرین کا طریقہ ہے اور خلاف سنت بھی۔(۴) اس سے سرعت ہضم کا نظام معطل ہوجاتا ہے۔تاہم بیمار یا معذور لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

کھانے کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تکیہ کو ناپسند کرنے کی وجہ:

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر کھانا کھانے کو ناپسند کرتا ہوں"۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ امت اس مسئلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اتباع کرے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: اَطِيْعُوا اللهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ۔ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ دوسرے مقام میں فرمایا گیا: مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهِ۔ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے، پس بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ اِتِّكَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 23: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے (کسی شخصیت سے) ٹیک لگانے کا بیان

127– حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عبد الرحمن حَدَّثَنَا عمرو بن عاصم حَدَّثَنَا حماد بن سَلَمَةَ عن حميد عن انس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ شَاكِيًا فَخَرَجَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى اُسَامَةَ وَ عَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرِيٌّ قَدْتَوَشَّحَ بِهٖ فَصَلّٰى بِهِمْ ۔

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہو گئے، آپ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ٹیک لگا کر تشریف لائے، آپ نے اس وقت یمنی چادر پہنی ہوئی تھی جو کندھوں پر ڈالی ہوئی تھی اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

128– حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عبد الرحمن حد ثنا محمد بن المبارك هدثنا عطاء بن مسلم الخفاف الحلبي حَدَّثَنَا جعفر بن برقان عن عطا ابن اَبِیْ رباح عن الفضل ابن عباس قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ مَرَضِهِ الَّذِىْ تُوُفِّيَ فِيْهِ وَ عَلٰى رَأْسِهٖ عِصَابَةٌ صَفْرَاءُ فَسَلَّمْتُ فَقَالَ يَا فَضْلُ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اُشْدُدْ بِهٰذِهِ الْعِصَابَةِ رَأْسِىْ قَالَ فَفَعَلْتُ ثُمَّ قَعَدَ فَوَضَعَ كَفَّهٗ عَلٰى مَنْكِبِىْ ثُمَّ قَامَ وَ دَخَلَ فِى الْمَسْجِدِ وَ فِى الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ ۔

◆◆ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کی اس بیماری کے دوران داخل ہوا، جس میں آپ کا وصال ہوا تھا۔ اس وقت آپ نے سر پر زرد رنگ کی پٹی باندھی ہوئی تھی۔ میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا: اے فضل! میں نے عرض کیا: میں حاضر ہوں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اس پٹی کو میرے سر پر اچھی طرح باندھ دو۔ راوی نے کہا: میں نے ایسا ہی کیا، پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، آپ نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک میرے کندھے پر رکھے، پھر آپ کھڑے ہوئے اور مسجد میں تشریف لے آئے۔ اس حدیث میں پورا قصہ منقول ہے۔

شرح

سراقدس پر پٹی باندھنے کی وجہ:

لفظ "عصابۃ" دستار و عمامہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مگر یہاں اس سے مراد وہ خرقہ ہے جو کسی تکلیف کے وقت سر پر باندھا جاتا ہے۔ ماقبل باب خواہ تکیہ کے بارے میں تھا اور اس باب میں بھی تکیہ کا مضمون بیان ہوا ہے مگر دونوں میں فرق ہے کہ پہلے باب میں غیر ذی روح اشیاء سے تکیہ لگانے کا ذکر تھا اور زیر مطالعہ باب میں ذی روح یعنی آدمی سے سہارا لینے کا بیان ہے۔ سوال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل رضی اللہ عنہ کو سراقدس پر پٹی باندھنے کا حکم کیوں دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شدت بخار اور مرض کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراقدس میں شدید درد تھا۔ پٹی باندھنے کا حکم دیا تا کہ درد سر کم ہو جائے یا ختم۔

سوال: تکلیف یا درد سر کی وجہ سے سر پر پٹی باندھنا توکل کے منافی ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟

جواب: درد سر کی وجہ سے سراقدس پر پٹی باندھنا توکل علی اللہ کے منافی ہرگز نہیں ہے بلکہ اس سے عجز و انکسار کا اظہار ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں علامہ بیجوری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ویؤخذ من ذلك ان شدا العصابة علی الراس لاینافی الکمال والتوکل لان خیه اظهار الافتقار والمسکنة

سراقدس پر پٹی باندھنا کمال وتوکل کے منافی نہیں ہے اس لیے اس سے تو فقر و مسکینی کا اظہار ہوتا ہے۔

(علامہ محمد امیر شاہ انوار غوثیہ شرح شمائل ترمذی ص ۱۹۵)

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ اَكْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 24: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا کھانے کا طریقہ

129– حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمن بن مهدی عن سفین عن سعد بن ابراهیم عن ابن الکعب بن مالك عن ابیه اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَلْعَقُ اَصَابِعَهٗ ثَلٰثًا

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی و روی غیر محمد بن بشار هٰذَا الحدیث قَالَ كَانَ یَلْعَقُ اَصَابِعَهُ الثَّلٰثَ .

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے اپنے والد کے حوالے سے یہ بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: حضرت محمد بن بشار رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر راویوں نے "اصابعه الثلاث" کی ترکیب بیان کی ہے۔

130- حَدَّثَنَا الحسن بن علی الخلال حَدَّثَنَا عفان حَدَّثَنَا حماد بن سَلْمَةَ عن ثابت عن انس قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلٰثَ .

❖❖ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی چیز کھاتے تھے، تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔

131- حَدَّثَنَا الحسین بن علی بن یزید الصدائی البغدادی حَدَّثَنَا یعقوب بن اسحق الحضرمی حَدَّثَنَا شعبة عن سفیان الثوری عن علی بن الاقمر عَنْ اَبِی جُحَیْفَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَنَا فَلَا اٰكُلُ مُتَّكِئًا

حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمن بن مهدی حَدَّثَنَا سفین عن علی بن الاقمر نحوہ .

❖❖ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔

یہی روایت دوسری سند سے بھی منقول ہے۔

132- حَدَّثَنَا هرون بن اسحق الهمدانی حَدَّثَنَا عبدة بن سلیمان عن هشام بن عروة عن ابن الكعب بن مالك عن ابیه قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاكُلُ بِاَصَابِعِهِ الثَّلٰثِ وَ يَلْعَقُهُنَّ .

❖❖ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے اپنے والد کے حوالے سے نقل کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں کے ذریعے کھایا کرتے، اور پھر انہیں چاٹ لیا کرتے تھے۔

133- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا الفضل بن دكین حَدَّثَنَا مصعب بن سلیم قَالَ سَمِعْتُ انس بن مالك يَقُوْلُ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ فَرَاَيْتُهُ يَاكُلُ وَهُوَ مُقْعٍ مِنَ الْجُوْعِ .

❖❖ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوریں پیش کی گئیں، میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ انہیں کھا رہے تھے اور آپ بھوک کی وجہ سے سمٹ کر بیٹھے ہوئے تھے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا کھانے کا طریقہ:

احادیث باب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا کھانے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے اور اس مضمون کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱- دونوں ہاتھ دھو کر کھانا تناول کرنا: کھانا شروع کرنے سے قبل دونوں ہاتھوں کو دھونا مسنون ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں ہاتھ دھونا، فقر کو دور کرتا ہے اور یہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج ۵ ص ۲۷)

۲- بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرنا: کھانا کھانے سے قبل بسم اللہ پڑھنا مستحب و مسنون ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان

ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر اور دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج ۲، ص ۸۱۰)

۳- تین انگلیوں سے کھانا تناول کرنا: تین انگلیوں سے کھانا تناول کرنا مسنون ہے۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے اور فراغت پر ان کو چاٹ لیتے تھے۔

(امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ج اول، ص ۱۷۵)

تین انگلیوں سے مراد انگوٹھا، شہادت کی انگلی اور بڑی انگلی ہے۔ تین انگلیوں سے کھانا کھانے کی وجہ سے انسان حسب ضرورت کھانا کھاتا ہے اور زیادہ کھانے سے احتراز کرتا ہے۔ ایک یا دو انگلیوں سے کھانا کھانا، تکبر و رعونت کی علامت ہے، جو بے برکتی کی علامت اور نشانی ہے۔ پانچ انگلیوں سے کھانا تناول کرنا، لالچ و حرص کو ظاہر کرتا ہے۔

۴- کھانا تناول کرنے کے آداب: کھانا کھانے کے چند اہم آداب درج ذیل ہیں:

☆ بسم اللہ پڑھ کر کھانا تناول کرنا۔

☆ ہاتھ دھو کر کھانا تناول کرنا۔

☆ دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا۔

☆ دایاں گھٹنا کھڑا کر کے اور بایاں بچھا کر کھانا تناول کرنا۔

☆ چھوٹے چھوٹے لقمے لے کر کھانا۔

☆ دائیں ہاتھ سے کھانا۔

☆ اپنے سامنے سے کھانا۔

☆ کھانے سے نقص نہ نکالنا۔

☆ کھانا کھاتے وقت کسی چیز سے ٹیک نہ لگانا۔

☆ فراغت پر اپنی تین انگلیوں کو چاٹنا (حسب ضرورت)

☆ فارغ ہو کر اپنے دونوں ہاتھ پانی سے دھونا۔

☆ آغاز میں نمکین چیز کھانا۔

☆ آخر میں میٹھی چیز کھانا۔

☆ اختتام پر دعا کرنا۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ خُبْزِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 25: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کا بیان

134- حَدَّثَنَا محمد بن المثنی ومحمد بن بشار قالا حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عن ابن اسحق قَالَ سَمِعْتُ عبد الرحمن بن یزید یحدث عن الاسود بن یزید عن عائشة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

◆◆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے کبھی بھی مسلسل دو دن تک ''جو'' کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

135- حَدَّثَنَا عباس بن محمد الدوری حَدَّثَنَا یحیی بن اَبِیْ بکیر حَدَّثَنَا حریز بن عثمان عن سلیم بن عامر قَالَ سَمِعْتُ ابا امامة الباھلی يَقُوْلُ مَا كَانَ يَفْضِلُ عَنْ اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزُ الشَّعِيْرِ.

◆◆ حضرت سلیم بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے لیے کبھی بھی ''جو'' کی روٹی اضافی نہیں ہوئی۔

136- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ معاویة الجمحی حَدَّثَنَا ثابت بن یزید عن ھلال بن خباب عن عکرمة عن ابن عباس رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيْتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا هُوَ وَاَهْلُهٗ لَا يَجِدُوْنَ عَشَاءً وَكَانَ اَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ.

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم چند راتیں مسلسل اس طرح بھی گزار دیا کرتے تھے کہ آپ اور آپ کے گھر والے بھوکے ہوتے تھے۔ آپ رات کا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ آپ کے گھر والوں کی روٹی اکثر ''جو'' سے تیار ہوتی تھی۔

137+138- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عبد الرحمن حَدَّثَنَا عبید الله بن عبد المجید الحنفی حَدَّثَنَا عبد الرحمن و ھو ابن عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دینار حَدَّثَنَا اَبُوْ حازم عن سھل بن سعد اَنَّهٗ قِيْلَ لَهٗ اَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ يَعْنِي الْحُوَّارٰى فَقَالَ سَهْلٌ مَارَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَقِيْلَ لَهٗ هَلْ كَانَتْ لَكُمْ مَنَاخِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاخِلُ فَقِيْلَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِالشَّعِيْرِ قَالَ نَنْفُخُهٗ فَيَطِيْرُ مِنْهُ مَاطَارَ ثُمَّ نَعْجِنُهٗ.

◆◆ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، ان سے دریافت کیا گیا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم چھنا ہوا

کھایا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی چھنا ہوا آٹا نہیں کھایا' حتیٰ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔ ان سے دریافت کیا گیا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں آپ کے پاس چھانی نہیں ہوا کرتی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: ہمارے پاس چھانی نہیں ہوتی تھی۔ ان سے دریافت کیا گیا: پھر آپ لوگ اس ''جَو'' کا کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم اس میں پھونک مارا کرتے تھے جو اڑنا ہوتا تھا وہ اڑ جاتا تھا اور جو باقی بچتا تھا ہم اسے گوندھ لیا کرتے تھے۔

139- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا معاذ بن هشام قَالَ حدثني اَبِيْ عن يونس عن قتاده عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا اَكَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ وَّلَا فِيْ سُكُرَّجَةٍ وَّلَا خُبِزَلَهٗ مُرَقَّقٌ قَالَ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ فَعَلٰى مَا كَانُوْ يَأْكُلُوْنَ فَقَالَ عَلٰى هٰذِهِ السُّفَرِ

قَالَ محمد بن بشار يونس هٰذَا الذى روى عن قتادة هو يونس الاسكاف .

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی ''چوکی'' (میز) پر رکھ کر کھانا نہیں کھایا، کبھی چھوٹی پیالی میں نہیں کھایا اور نہ ہی کبھی چپاتی کھائی ہے۔

راوی نے کہا: میں نے قتادہ سے دریافت کیا: وہ لوگ کس چیز پر رکھ کر کھانا کھاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: عام دسترخوان پر۔

140- حَدَّثَنَا احمد بن منيع حَدَّثَنَا عباد ابن عباد المهلبى عن مجالد عن الشعبى عن مسروق قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَآئِشَةَ فَدَعَتْ لِيْ بِطَعَامٍ وَّقَالَتْ مَا اَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ فَاشَاءُ اَنْ اَبْكِيْ اِلَّا بَكَيْتُ قَالَ قُلْتُ لِمَ قَالَتْ اَذْكُرُ الْحَالَ الَّتِيْ فَارَقَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الدُّنْيَاوَاللّٰهِ مَاشَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَّلَا لَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِيْ يَوْمٍ وَّاحِدٍ .

◆◆ حضرت مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے میرے لیے کھانا منگوایا۔ آپ نے بیان کیا: جب بھی میں سیر ہو کر کھانا کھاتی ہوں تو رو پڑتی ہوں۔ راوی نے کہا: میں نے دریافت کیا: وہ کیوں؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے وہ حالت یاد ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ اللہ کی قسم! آپ نے کبھی بھی ایک دن میں دو مرتبہ سیر ہو کر روٹی اور گوشت نہیں کھایا۔

141- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا ابوداوٗد قَالَ حَدَّثَنَا شعبة عَنْ اَبِيْ اسحٰق قَالَ سَمِعْتُ عبد الرحمٰن بن يزيد يحدث عن الاسود بن يزيد عن عائشة قالت ماشَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْ مَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ .

◆◆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی سیر ہو کر مسلسل دو دن تک ''جَو'' کی روٹی نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

142- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عمرو اَبُوْ معمر حَدَّثَنَا عبد الوارث عن سعيد بن ابى عروبة عن قتاده عن انس قَالَ مَا اَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ وَّلَا اَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتّٰى مَاتَ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی ''چوکی'' (میز) پر رکھ کر کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی آپ نے کبھی چپاتی کھائی حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی:

احادیث باب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوراک (روٹی) اور کھانے کے وقت اندازِ نشست کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱- خوراک (روٹی) کا مسلسل میسر نہ آنا: خواہ بطور خوراک کھجوریں تو میسر آئی ہوں لیکن دو دن مسلسل کھانا تا حیات میسر نہ آیا تھا۔ آپ کے گھروں میں کئی دن تک کھانا نہیں پکتا تھا اور پکتا تو وہ بھی جو کی روٹی اور نہایت سادہ جو بے چھنے آٹا کی ہوتی تھی۔ وہ پیٹ بھر کر کھانے کے لیے کافی نہیں ہوتی تھی، کیونکہ مسلسل مہمانوں کی آمد، غریبوں کی یاد اور اصحاب صفہ جو مستقل مہمان تھے، کی خدمت مقدم تھی۔

سوال: روایات سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات کو سال بھر کا نان ونفقہ عنایت فرما دیتے تھے۔ اس طرح احادیث باب اور دیگر روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) ازواجِ مطہرات کو سال بھر کا نفقہ اسی مقدار میں پیش کیا جاتا تھا کہ ایک دن کھجوریں، دو دن کی روٹی اور پھر کبھی فاقہ مستی (۲) ممکن ہے وہ عطا کیے جانے والا نفقہ صرف کھجوروں پر مشتمل ہو۔ (۳) امہات المومنین بھی سخاوت میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں لہٰذا چند ہفتوں میں وہ اپنا اپنا نفقہ غریبوں، مسکینوں، یتیموں، مسافروں اور مہمانوں کی نذر کر کے توکل علی اللہ فاقہ مستی کا شکار ہو جاتی تھیں۔

۲- زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول کرنا: زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول کرنا سنت ہے۔ اس اندازِ نشست سے عجز وانکسار کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کسی شخص نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا تو آپ نے اسے فرمایا: تم زمین یا چٹائی پر رکھ دو۔ (علامہ علی بن ابی بکر: مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے۔

(علامہ محمد بن یوسف الصالحی، سبل الھدیٰ والرشاد ج ۲ ص ۲۶۷)

زمین پر بیٹھنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) قعدہ کی شکل میں دوزانو بیٹھا جائے۔ (۲) دایاں گھٹنا کھڑا کیا جائے اور بایاں بچھا

کر اس پر بیٹھا جائے۔ اس طرح بیٹھنے کے متعدد فوائد ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆ یہ انداز نشست سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

☆ عجز و انکسار پر مبنی ہے۔

☆ بسیار خوری کا سد باب بھی ہے۔

۳- دستر خوان پر کھانا تناول کرنا: دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا تناول کرنا مسنون ہے۔ عربی زبان میں دستر خوان کو سفرہ کہا جاتا ہے۔ کھانے کے لیے اسے استعمال کرنا چاہیے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات میز پر کھانا نہیں کھایا۔ کرسی پر بیٹھ کر یا میز پر کھانا تناول کرنا، خلافِ سنت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات نہ میز پر کھانا کھایا اور نہ چپاتی کھائی۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، ج ۲، ص ۵۹)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ میز پر کھانا کھایا، نہ طشتری میں رکھ کر کھانا کھایا اور نہ آپ کے لیے چپاتی پکائی گئی۔

اس روایت میں تین امور کا ذکر ہے، جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتراز کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میز پر کھانا پینا تکبر کی علامت ہے اور تکبر سے منع کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طشتری (بڑا برتن) بھی کھانے کے لیے استعمال نہیں کیا تھا، کیوں کہ اس زمانہ میں طشتری بنتی نہیں تھی۔ اسی طرح آپ کے لیے نہ چپاتی پکائی گئی اور نہ آپ نے تناول فرمائی۔

چپاتی باریک روٹی کو کہا جاتا ہے، جو چھنے ہوئے آٹا سے تیار کی جاتی ہے، اس دور میں چھننی موجود ہی نہیں تھی، اس لیے چپاتی آپ کے لیے تیار نہیں کی گئی اور آپ نے کھائی بھی نہیں تھی۔

۴- کھڑے ہو کر کھانا تناول کرنے کی ممانعت: بیٹھ کر کھانا تناول کرنے کے بجائے کھڑا ہو کر کھانا تناول کرنا منع ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑا ہو کر کھانا کھانے اور پانی پینے سے منع فرمایا۔

(امام علی متقی، کنز العمال، ج ۱۵، ص ۴۵۷)

کھڑے ہو کر کھانا تناول کرنا، تکبر کی علامت ہے۔ اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص علیل ہو جو زمین پر نہیں بیٹھ سکتا ہو، تو وہ میز یا چارپائی پر بیٹھ کر بھی کھانا کھا سکتا ہے، کیونکہ مجبوری اور معذوری کی وجہ سے احکام تبدیل ہو جاتے ہیں۔

بائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کی ممانعت: دائیں ہاتھ کے ساتھ، اپنے سامنے سے اور تین انگلیوں سے کھانا تناول کرنا، آدابِ طعام سے ہے۔ بائیں ہاتھ سے یا دو انگلیوں سے کھانا تناول کرنا منع ہے، کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے، جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھا، اسے خبردار کرتے ہوئے فرمایا: تم دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ، اس نے کہا: میں دائیں ہاتھ سے کھانا نہیں کھا سکتا۔ آپ نے فرمایا: تو آئندہ دائیں ہاتھ سے ہرگز نہیں کھا سکے گا۔ اس کا دایاں ہاتھ شل ہو گیا جو اس کے منہ تک نہیں جا سکتا تھا۔ (امام مسلم بن حجاج، الصحیح للمسلم ج ۲، ص ۱۷۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبیعہ اسلمیہ کو بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے ہوئے ملاحظہ کیا تو اس کے حق میں بددعا کی تو وہ عورت

طاعون کے مرض کا شکار ہو کر مر گئی۔ (امام احمد بن علی عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح بخاری، ج ۹، ص ۵۴۴)

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ اِدَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 26: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سالن کا بیان

143– حدثنا محمد بن سهل بن عسكر و عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عبد الرحمٰن قالا حَدَّثَنَا يحيى بن حسان حدثنا سليمان بن بلال عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِیْ حدیثه نِعْمَ الْاُدْمُ اَوِ الْاِدَامُ الْخَلُّ.

◆◆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرکہ بہترین سالن ہے۔

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنی حدیث میں یہ بات بیان کرتے ہیں کہ سالنوں میں بہترین سالن سرکہ ہے۔

144– حدثنا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابو الاحوص عن سماك بن حرب قَالَ سَمِعْتُ النعمان بن بشير يَقُوْلُ لَسْتُمْ فِیْ طَعَامٍ وَ شَرَابٍ مَاشِئْتُمْ لَقَدْ رَاَیْتُ نَبِیَّکُمْ وَمَا یَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا یَمْلَأُ بَطْنَهٗ

◆◆ حضرت سماک بن حرب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: کیا تم لوگ اب جو چاہتے ہو وہ کھا پی نہیں لیتے؟ میں نے تمہارے نبی کو دیکھا ہے کہ آپ کے پاس اتنی کھجوریں بھی نہیں ہوتی تھیں کہ وہ آپ کے پیٹ کو بھر دیں۔

145– حَدَّثَنَا عبدة بن عبد الله الخزاعی حَدَّثَنَا معاوية بن هشام عن سفين عن محارب بن دثار عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ.

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرکہ بہترین سالن ہے۔

146– حدثنا هناد حَدَّثَنَا وكيع عن سفيان عن ايوب عَنْ اَبِیْ قلابة عن زهدم الجرمی قَالَ کُنَّا عِنْدَ اَبِیْ مُوْسٰی فَاُتِیَ بِلَحْمِ دَجَاجٍ فَتَنَحّٰی رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقَالَ مَالَكَ قَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُهَا تَاْكُلُ شَیْئًا نَتْنًا فَحَلَفْتُ اَنْ لَا اٰکُلَهَا قَالَ اُدْنُ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَاْکُلُ لَحْمَ دَجَاجٍ

◆◆ حضرت زہدم جرمی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم لوگ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے کہ مرغی کا گوشت آیا، حاضرین میں سے ایک شخص پیچھے ہٹ گیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تمہیں کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا: میں نے اس جانور کو ایک ایسی چیز کھاتے ہوئے دیکھا جو گندی ہوتی ہے تو میں نے قسم اٹھائی ہے کہ میں اسے نہیں کھاؤں گا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آگے آ جاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

147- حَدَّثَنَا الفضل بن سهل الاعرج البغدادی حَدَّثَنَا ابراهیم بن عبد الرحمن بن مهدی عن ابراهیم بن عمر بن سفینة عن ابیه عن جده قَالَ اَكَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَحْمَ حُبَارَى .

حضرت ابراہیم بن عمر بن سفینہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کیا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چکور کا گوشت کھایا۔

148- حَدَّثَنَا علی بن حجر حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن ابراهیم عن ایوب عن القاسم التمیمی عن زهدم الجرمی قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ فَقُدِّمَ طَعَامُهُ وَقُدِّمَ فِیْ طَعَامِهٖ لَحْمُ دَجَاجٍ وَ فِی الْقَوْمِ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ تَیْمِ اللّٰهِ اَحْمَرُ كَاَنَّهٗ مَوْلًی قَالَ فَلَمْ یَدْنُ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ مُوْسٰی اُدْنُ فَاِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَكَلَ مِنْهُ قَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُهٗ یَاْكُلُ شَیْئًا فَقَذِرْتُهٗ فَحَلَفْتُ اَنْ لَا اَطْعَمَهٗ اَبَدًا .

حضرت زہدم جرمی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم لوگ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے ان کا کھانا آگے رکھا گیا اور ان کے کھانے میں مرغی کا گوشت بھی تھا۔ حاضرین میں سے ایک شخص جو ''بنوتیم'' سے تعلق رکھتا تھا اور وہ آزاد شدہ غلام معلوم ہوتا تھا، وہ آگے نہیں ہوا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: آگے آ جاؤ! کیونکہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس نے کہا: میں نے اسے کوئی ایسی چیز کھاتے ہوئے دیکھا ہے، جو مجھے گندی لگتی ہے، تو میں نے یہ قسم اٹھائی ہے کہ میں اسے کبھی نہیں کھاؤں گا۔

149- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا ابواحمد الزبیری و اَبُوْ نعیم قَالَا حَدَّثَنَا سفیٰن عن عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عِیْسٰی عن رجل من اهل الشام یقال له عطا عَنْ اَبِیْ اسید قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كُلُوا الزَّیْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ .

حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیتون کا تیل کھایا کرو اور اسے استعمال کیا کرو، کیونکہ یہ بابرکت درخت سے نکلتا ہے۔

150- حَدَّثَنَا یحییٰ بن موسٰی حَدَّثَنَا عبد الرزاق حَدَّثَنَا معمر عن زید بن اسلم عن ابیه عن عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كُلُوا الزَّیْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی و كان عبد الرزاق یضطرب فی هٰذَا الحدیث فر بما اَسْنَدَهٗ و ربما ارسله

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیتون کا تیل کھایا کرو اور اسے لگایا بھی کرو، کیونکہ یہ بابرکت درخت سے نکلتا ہے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: عبدالرزاق نامی راوی نے اس روایت میں اضطراب ظاہر کیا ہے، کبھی وہ اسے "مسند" کے طور پر نقل کرتے ہیں اور کبھی "ارسال" کے طور پر نقل کرتے ہیں۔

151- حَدَّثَنَا السنجی وهو ابو دَاوٗدَ سلیمان بن معبد المروزی السنجی حَدَّثَنَا عبد الرزاق عن محمد عن زید بن اسلم عن ابیه عن النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نحوه ولم یذکر فیه عن عمر .

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے اور اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔ تاہم اس روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

152- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا محمد بن جعفر و عبد الرحمٰن بن مهدی قَالَا حَدَّثَنَا شعبة عن قتادہ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُعْجِبُهُ الدُّبَّاءُ فَاُتِيَ بِطَعَامٍ اَوْ دُعِيَ لَهٗ فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُهٗ فَاَضَعُهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ لِمَا اَعْلَمُ اَنَّهٗ يُحِبُّهٗ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو "کدو" بہت پسند تھے۔ جب آپ کے لیے کھانا لایا جاتا یا آپ کو کھانے کی دعوت دی جاتی تو میں کدو تلاش کر کے آپ کے سامنے رکھا کرتا تھا، کیونکہ مجھے علم تھا آپ اسے پسند کرتے ہیں۔

153- حَدَّثَنَا قتیبة بن سعید حَدَّثَنَا حفص بن غیاث عن اسمٰعیل بن اَبِیْ خالد عن حکیم بن جابر عن ابیه قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَرَاَيْتُ عِنْدَهٗ دُبَّاءً يُقَطَّعُ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ نُكَثِّرُ بِهٖ طَعَامَنَا

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى و جابر هٰذَا هو جابر بن طارق و یقال ابن اَبِیْ طارق و هو رجل من اصحاب رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ولا یعرف له الا هٰذَا الحدیث الواحد و اَبُوْ خالد اسمه سعد .

حضرت حکیم بن جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے حوالے سے نقل کیا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپ کے پاس "کدو" رکھے ہوئے ہیں جو آپ کاٹ رہے تھے، میں نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہم اس کے ذریعے اپنے سالن کو زیادہ کرلیں گے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: جابر نامی یہ راوی جابر بن طارق ہیں اور ایک قول کے مطابق ابن ابی طارق ہیں جو صحابی ہیں۔ ان سے صرف یہی ایک روایت منقول ہے۔

راوی کا نام "سعد" ہے۔

154- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعید رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عن مالك بن انس عن اسحٰق بن عبد الله ابن اَبِیْ طلحة

انہ سمع انس بن مالك يقول ان خياطا دعا رسول الله صلى الله عليه و سلم لطعام صنعه فقال انس رضى الله عنه فذهبت مع رسول الله صلى الله عليه و سلم الى ذلك الطعام فقرب الى رسول الله صلى الله عليه و سلم خبزا من شعير و مرقا فيه دباء و قديد

قال انس رضى الله عنه فرايت النبى صلى الله عليه و سلم يتتبع الدباء حوالى القصعة فلم ازل احب الدباء من يومئذ .

❖ حضرت عبداللہ بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یوں سنا: ایک درزی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانے کی دعوت دی جو اس نے آپ کے لیے تیار کیا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں بھی اس کھانے میں گیا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے "جو" کی روٹی رکھی اور شوربا رکھا جس میں کدو تھے اور خشک گوشت تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ پیالے کے اردگرد کدو تلاش کر رہے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس دن کے بعد میں بھی کدوؤں کو پسند کرتا ہوں۔

155- حدثنا احمد بن ابراهيم الدورقى وسلمة بن شبيب و محمود ابن غيلان قالوا حدثنا ابو اسامة عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت

كان النبى صلى الله عليه و سلم يحب الحلواء و العسل .

❖ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھی چیز اور شہد پسند تھا۔

156- حدثنا الحسن بن محمد الزعفرانى حدثنا حجاج بن محمد قال قال ابن جريج اخبرنى محمد بن يوسف ان عطاء بن يسا اخبره ان ام سلمة اخبرته انها قربت الى رسول الله صلى الله عليه و سلم جنبا مشويا فاكل منه ثم قام الى الصلوة و ما توضاء .

❖ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (بکری کا) بھنا ہوا پہلو پیش کیا، آپ نے اسے کھالیا پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور آپ نے دوبارہ وضو نہیں کیا تھا۔

157- حدثنا قتيبة حدثنا ابن لهيعة عن سليمان بن زياد بن عبد الله بن الحارث قال اكلنا مع رسول الله صلى الله عليه و سلم شواء فى المسجد

❖ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت کھایا ہے۔

158- حدثنا محمود بن غيلان انبانا وكيع حدثنا مسعر عن ابى صخرة جامع بن شداد عن المغيرة

بـن عبد اللہ عن المغیرۃ بن شعبۃ قَالَ ضِفْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فَاُتِیَ بِجَنْبٍ مَشْوِیٍّ ثُمَّ اَخَذَ الشَّفْرَۃَ فَجَعَلَ یَحُزُّلِیْ بِھَامِنْہُ قَالَ فَجَاءَ بَلَالٌ یُؤْذِنُہٗ بِالصَّلٰوۃِ فَاَلْقَی الشَّفْرَۃَ فَقَالَ مَالَہٗ تَرِبَتْ یَدَاہُ قَالَ وَکَانَ شَارِبُہٗ قَدْوَفٰی فَقَالَ لَہٗ اُقُصُّہٗ لَکَ عَلٰی سِوَاکٍ اوقُصَّہٗ عَلٰی سِوَاکٍ ۔

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات کسی کا مہمان بنا تو (کسی جانور کے) پہلو کا بھنا ہوا گوشت لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھری سے کاٹ کر مجھے دینے لگے' اسی دوران حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کو نماز کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری رکھ دی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کیا ہوا ہے؟ اس کے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔

راوی نے کہا: ان کی مونچھیں لمبی تھیں۔ آپ نے ان سے فرمایا: میں مسواک رکھ کر اسے چھوٹی کر دیتا ہوں (راوی کو شک ہے یا) تم مسواک رکھ کر اسے چھوٹی کر لو۔

159- حَدَّثَنَا واصل بن عبد الاعلٰی حَدَّثَنَا محمد بن فضیل عَنْ اَبِیْ حیان التیمی عَنْ اَبِیْ زرعۃ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَیْہِ الذِّرَاعُ وَکَانَتْ تُعْجِبُہٗ فَنَھَشَ مِنْھَا ۔

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا، آپ کے سامنے ران کا گوشت پیش کیا گیا۔ آپ کو یہ بہت پسند آیا۔ پھر آپ نے اسے دانتوں سے نوچ کر کھایا۔

160- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا ابو داؤدَ عن زھیر یعنی ابن محمد عَنْ اَبِیْ اسحٰق عن سعد بن عیاض عن ابن مسعود قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یُعْجِبُہُ الذِّرَاعُ قَالَ وَ سُمَّ فِی الذِّرَاعِ وَکَانَ یُرٰی اَنَّ الْیَھُوْدَ سَمُّوْہُ ۔

◆◆ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ران کا گوشت پسند تھا۔

راوی نے کہا: ران کے گوشت میں آپ کو زہر دیا گیا تھا' یہودیوں نے اس میں زہر ملا دیا تھا۔

161- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا مسلم بن ابراھیم حَدَّثَنَا ابان بن یزید عن قتادۃ عن شھر بن حوشب عَنْ اَبِیْ عبید قَالَ طَبَخْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قِدْرًا وَّکَانَ یُعْجِبُہُ الذِّرَاعُ فَنَاوَلْتُہُ الذِّرَاعَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ فَنَاوَلْتُہٗ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَمْ لِلشَّاۃِ مِنْ ذِرَاعٍ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ سَکَتَّ لَنَا وَلْتَنِی الذِّرَاعَ مَادَعَوْتُ ۔

◆◆ حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہنڈیا پکائی۔ آپ کو ران کا گوشت پسند تھا' میں نے ران کا گوشت آپ کے حضور پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: ایک اور ران لاؤ میں نے وہ بھی آپ کے حضور پیش کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک اور ران لاؤ! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بکری میں کتنی رانیں ہوتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! اگر تم خاموش رہتے تو میری طرف ایک کے بعد ایک ران پیش

کرتے رہتے جب تک میں کہتا رہتا۔

162- حَدَّثَنَا الحسن بن محمد الزعفرانی حَدَّثَنَا یحیٰی بن عباد عن فلیح بن سلیمان قَالَ حدثنی رجل من بنی عباد یقال له عبد الوهاب بن یحیٰی بن عباد عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن الزبیر عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَا کَانَ الذِّرَاعُ اَحَبَّ اللَّحْمِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَلٰکِنَّهٗ کَانَ لَا یَجِدُ اللَّحْمَ اِلَّا غِبًّا وَّ کَانَ یَعْجَلُ اِلَیْهَا لِاَنَّهَا اَعْجَلُهَا نَضْجًا

◆◆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ران کا گوشت زیادہ پسند نہیں تھا لیکن آپ کبھی کبھار گوشت کھایا کرتے تھے۔ اس لیے آپ شوق سے اسے کھاتے تھے، کیونکہ یہ گوشت جلدی تیار ہو جاتا تھا۔

163- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا اَبُوْ احمد حَدَّثَنَا مسعر قَالَ سَمِعْتُ شیخاً من فهمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدُ اللّٰهِ بْن جعفر یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَطْیَبَ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: سب سے بہترین گوشت پشت کا گوشت ہوتا ہے۔

سرکہ بہترین سالن ہونا

164- حَدَّثَنَا سفین بن وکیع حَدَّثَنَا زید بن الحباب عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن المؤمل عَنْ اَبِیْ ملیکة عن عائشة اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ .

◆◆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرکہ بہترین سالن ہے۔

165- حَدَّثَنَا ابو کریب حَدَّثَنَا ابوبکر ابن عیاش عن ثابت اَبِیْ حمزة الثمالی عن الشعبی عن اُمِّ هانی قَالَتْ دَخَلَ عَلَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ اَعِنْدَكِ شَیْءٌ فَقُلْتُ لَا اِلَّا خُبْزٌ یَابِسٌ وَّ خَلٌّ فَقَالَ هَاتِیْ مَا اَقْفَرَ بَیْتٌ مِنْ اُدْمٍ فِیْهِ خَلٌّ

◆◆ حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے، آپ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟ تو میں نے عرض کیا: صرف خشک روٹی اور سرکہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی لے آؤ، اس گھر والے سالن سے محروم نہیں ہو سکتے جس گھر میں سرکہ موجود ہو۔

166- حَدَّثَنَا محمد بن المثنی قَالَ حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عن عمرو بن مرة عن مرة الهمدانی عَنْ اَبِیْ موسٰی عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ فَضْلُ عَآئِشَةَ عَلَی النِّسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ .

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر وہی فضیلت حاصل ہے، جو ''ثرید'' کو تمام کھانوں پر حاصل ہے۔

167- حَدَّثَنَا علی بن حجر حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن جعفر حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبد الرحمٰن بن معمر الانصاری اَبُوْ طوالة انه سمع انس بن مالك يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر وہی فضیلت حاصل ہے، جو ''ثرید'' کو تمام کھانوں پر حاصل ہے۔

168- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ بن سعيد حَدَّثَنَا عبد العزيز بن محمد عن سهيل بن اَبِىْ صالح عن ابيه عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ تَوَضَّاءَ مِنْ ثَوْرِ اَقِطٍ ثُمَّ رَاٰهُ اَكَلَ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَ لَمْ يَتَوَضَّاء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے پنیر کا ٹکڑا کھانے کے بعد وضو کیا، پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے بکری کے بازو کا گوشت کھایا تھا اور پھر نماز ادا کر لی اور از سرنو وضو نہیں کیا۔

169- حَدَّثَنَا ابن اَبِىْ عمر حَدَّثَنَا سفيان بن عيينة عن وائل بن دَاوُدَ عن ابنه و هو بكر بن وائل عن الزهرى عن انس بن مَالِكٍ قَالَ اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِتَمْرٍ وَسَوِيْقٍ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے بعد ولیمہ کیا جس میں کھجور اور ستو تھے۔

170- حَدَّثَنَا الحسين بن محمد البصرى حَدَّثَنَا الفضيل بن سليمان حدثنى فائد مولى عبيد الله بن على ابن اَبِىْ رافع مولى رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنَا عبيد الله بن على عن جدته سلمى اَنَّ الْحَسَنَ ابْنَ عَلِيٍّ وَابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ جَعْفَرٍ اَتَوْهَا فَقَالُوْا لَهَا اصْنَعِىْ لَنَا طَعَامًا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ يُحْسِنُ اَكْلَهُ فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ لَا تَشْتَهِيْهِ الْيَوْمَ قَالَ بَلٰى اِصْنَعِيْهِ لَنَا قَالَ فَقَامَتْ فَاَخَذَتْ شَيْئًا مِنَ الشَّعِيْرِ فَطَحَنَتْهُ ثُمَّ جَعَلَتْهُ فِىْ قِدْرٍ وَ صَبَّتْ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ زَيْتٍ وَدَقَّتِ الْفُلْفُلَ وَالتَّوَابِلَ فَقَرَّبَتْهُ اِلَيْهِمْ فَقَالَتْ هٰذَا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ يُحْسِنُ اَكْلَهُ

حضرت عبید اللہ بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنی دادی حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسن بن علی، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہم اس خاتون کے پاس آئے اور ان سے کہا: ہمارے لیے وہ کھانا تیار

کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا اور آپ شوق سے اسے کھایا کرتے تھے۔ اس خاتون نے کہا: اے میرے بیٹے! آپ اسے کھا نہیں سکیں گے۔ انہوں نے کہا: نہیں! آپ وہی تیار کریں۔ وہ خاتون کھڑی ہوئی اس نے کچھ ''جو'' لیے انہیں پیس لیا، انہیں ہنڈیا میں ڈالا اس پر تھوڑا سا زیتون کا تیل ڈالا' کچھ مرچ مصالحے ڈالے اور اسے (تیار کر کے) ان حضرات کے سامنے پیش کر دیا اور بولی: یہ وہ کھانا ہے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا اور اسے کھایا کرتے تھے۔

171- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا اَبُوْ احمد حَدَّثَنَا سفیان عن الاسود بن قیس عن نبیح العنزی عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَتَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فِیْ مَنْزِلِنَا فَذَبَحْنَا لَهٗ شَاةً فَقَالَ کَاَنَّهُمْ عَلِمُوْا اَنَّا نُحِبُّ اللَّحْمَ وَ فِی الْحَدِیْثِ قِصَّةٌ .

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور ہم نے آپ کے لیے بکری ذبح کی۔ آپ نے فرمایا: لگتا ہے ان لوگوں کو علم ہے کہ ہمیں گوشت پسند ہے۔

172- حَدَّثَنَا ابن اَبِیْ عمر رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا سفیان حَدَّثَنَا عبداللہ بن محمد بن عقیل سمع جابرا قَالَ سفیان و حَدَّثَنَا محمد بن المنکر عن جابر قَالَ خرج رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَنَا مَعَهٗ فَدَخَلَ عَلٰی امْرَاَةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَذَبَحَتْ لَهٗ شَاةً فَاَکَلَ مِنْهَا وَ اَتَتْهُ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ فَاَکَلَ مِنْهُ ثُمَّ تَوَضَّاَ لِلظُّهْرِ وَ صَلّٰی ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَتَتْهُ بِعُلَالَةٍ مِنْ عُلَالَةِ الشَّاةِ فَاَکَلَ ثُمَّ صَلَّی الْعَصْرَ وَ لَمْ یَتَوَضَّاْ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے میں آپ کے ساتھ تھا، آپ ایک انصاری خاتون کے ہاں آئے' اس نے آپ کے لیے ایک بکری ذبح کی' آپ نے اسے کھا لیا، پھر وہ آپ کے پاس کھجوروں کا ایک تھال لائی، آپ نے اس میں سے بھی کچھ کھجوریں کھائیں پھر آپ نے ظہر کی نماز کے لیے وضو کیا۔ پھر جب نماز ختم کی تو وہ خاتون بکری کا گوشت لائی آپ نے اسے کھا لیا، پھر آپ نے عصر کی نماز ادا کی اور از سر نو وضو نہیں کیا۔

173- حَدَّثَنَا العباس بن محمد الدوری حَدَّثَنَا یونس بن محمد حَدَّثَنَا فلیح بن سلیمان عن عثمان ابن عبد الرحمان عن یعقوب بن اَبِیْ یعقوب عن اُمّ المنذر قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ مَعَهٗ عَلِیٌّ وَّ لَنَا دَوَالٍ مُعَلَّقَةٌ قَالَتْ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَاْکُلُ وَ عَلِیٌّ مَعَهٗ یَاْکُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ لِعَلِیٍّ مَهْ یَا عَلِیُّ فَاِنَّکَ نَاقِهٌ قَالَتْ فَجَلَسَ عَلِیٌّ وَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَاْکُلُ قَالَتْ فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَّ شَعِیْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ لِعَلِیٍّ یَا عَلِیُّ مِنْ هٰذَا فَاَصِبْ فَاِنَّهٗ اَوْفَقُ لَکَ .

حضرت اُمّ منذر رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہمارے پاس کھجور کے کچھ خوشے رکھے ہوئے تھے' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوریں

کھانی شروع کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کھانے لگے تو آپ نے فرمایا: اے علی! تم اسے نہ کھاؤ، کیونکہ تم ابھی کمزور ہو۔ راوی نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھے رہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کھاتے رہے۔ راوی نے کہا: اس کے بعد میں نے چقندر اور ''جو'' کو ملا کر رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! تم اسے کھاؤ' کیونکہ یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہیں۔

174– حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا بشر بن السری عن سفیان عن طلحة بن یحییٰ عن عائشة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بنت طلحة عن عائشه اُمّ المومنین رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَاتِیْنِیْ فَیَقُوْلُ اَعِنْدَكِ غَدَاءٌ فَاَقُوْلُ لَا قَالَتْ فَیَقُوْلُ اِنِّیْ صَائِمٌ قَالَتْ فَاَتَانَا یَوْمًا فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ اُهْدِیَتْ لَنَا هَدِیَّةٌ قَالَ وَ مَاهِیَ قُلْتُ حَیْسٌ قَالَ اَمَا اِنِّیْ اَصْبَحْتُ صَائِمًا قَالَتْ ثُمَّ اَکَلَ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے آپ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کوئی چیز ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے روزہ رکھ لیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر آپ دوبارہ میرے پاس تشریف لائے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے تحفے کے طور پر کھانے کے لیے کچھ دیا گیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: وہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: ''حیس'' (کھجور کا حلوہ) ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے روزہ رکھا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر آپ نے اسے کھالیا۔

175– حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا عمر بن حفص بن غیاث حَدَّثَنَا اَبِیْ عن محمد بن اَبِیْ یحیٰی الاسلمی عَنْ یَزِیْدَ بن اَبِیْ امیة الاعور عن یُوْسُفَ بِنِ عَبْدِ اللّٰهُ بِنْ سَلَامٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بِنْ سَلَامٍ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَخَذَ کِسْرَةً مِّنْ خُبْزِ الشَّعِیْرِ فَوَضَعَ عَلَیْهَا تَمَرَةً ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ اِدَامُ هٰذِهٖ فَاَکَلَ .

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے ''جو'' کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا، اس پر ایک کھجور رکھی اور فرمایا: یہ اس کا سالن ہے، پھر آپ نے اسے کھالیا۔

176– حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا سعید بن سلیمان عن عباد بن العرام عن حمید عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رُسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کَانَ یُعْجِبُهُ الثِّفْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ یَعْنِیْ مَابَقِیَ مِنَ الطَّعَامِ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''ثفل'' پسند تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نامی راوی نے کہا: اس سے مراد کھانے کا وہ حصہ جو بچ جانے والا ہو۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ وُضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

باب27: (کھانے سے پہلے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ کار

177- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن ابراھیم عن ایوب عن ابن اَبِیْ ملیکۃ عن ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُرِّبَ اِلَیْہِ الطَّعَامُ فَقَالُوْا اَلَا نَاْتِیْکَ بِوَضُوْءٍ قَالَ اِنَّمَا اُمِرْتُ بِالْوُضُوْءِ اِذَا قُمْتُ اِلَی الصَّلٰوۃِ ۔

حَدَّثَنَا سعید بن عبد الرحمٰن المخزومی حَدَّثَنَا سفیان بن عیینۃ عن عمرو بن دینار عن سعید بن الحویرث عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مِنَ الْغَائِطِ فَاُتِیَ بِطَعَامٍ فَقِیْلَ لَہٗ اَلَا تَتَوَضَّأُ فَقَالَ اُصَلِّیْ فَاَتَوَضَّأُ ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر تشریف لائے، آپ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا تو لوگوں نے دریافت کیا: کیا ہم آپ کے وضو کے لیے پانی لائیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے اس وقت وضو کا حکم دیا گیا ہے جب میں نماز پڑھنے لگوں۔

اسی راوی سے یہ حدیث بھی منقول ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت سے تشریف لائے تو آپ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔ آپ سے کہا گیا: آپ وضو نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: میں نماز پڑھنے لگا ہوں جو وضو کروں؟

178- حَدَّثَنَا یحییٰ بن موسٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ نمیر حَدَّثَنَا قیس بن الربیع ح و حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ حَدَّثَنَا عبد الکریم الجرجانی عن قیس بن الربیع عَنْ اَبِیْ ھاشم عن زاذان عن سلمان قَالَ قَرَأْتُ فِی التَّوْرَاۃِ اِنَّ بَرَکَۃَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ بَعْدَہٗ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ اَخْبَرْتُہٗ بِمَا قَرَأْتُ فِی التَّوْرٰۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بَرَکَۃُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَہٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَہٗ

◆◆ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تورات میں پڑھا کہ کھانے کی برکت اس کے بعد وضو کرنے میں ہے۔ میں نے اس کا تذکرہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، آپ سے عرض کیا جو میں نے تورات میں پڑھا تھا، تو آپ نے فرمایا: کھانے کی برکت اس سے پہلے اور اس کے بعد وضو کرنے میں ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ قولِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قبل الطعام و بعد ما یفرغ منہ

باب28: کھانا کھانے سے پہلے اور اس کے بعد پڑھی جانے والی دعاؤں کا بیان

179- حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بن سعید حَدَّثَنَا ابن لھیعۃ عَنْ یَزِیْدَ بن اَبِیْ حبیب عن راشد بن جندل الیافعی عن حبیب بن اوس عَنْ اَبِیْ ایوب الانصاری قَالَ کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَوْمًا فَقُرِّبَ اِلَیْہِ

طَعَامٌ فَلَمْ اَرْطَعَامًا كَانَ اَعْظَمَ بَرَكَةً مِنْهُ اَوَّلَ مَا اَكَلْنَا وَلَا اَقَلَّ بَرَكَةً فِيْ اٰخِرِهٖ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ هٰذَا قَالَ اِنَّا ذَكَرْنَا اسْمَ اللّٰهِ حِيْنَ اَكَلْنَا ثُمَّ قَعَدَ مَنْ اَكَلَ وَلَمْ يُسَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَاَكَلَ مَعَهُ الشَّيْطٰنُ ۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک دن ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ آپ کی خدمت میں کھانا لایا گیا' میں نے اس جیسا کھانا نہیں دیکھا جو ہمارے کھانے کے آغاز میں اتنا برکت والا ہوا اور اختتام پر اتنی کم برکت والا۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: جب ہم نے کھانا شروع کیا تھا' تو ہم نے اللہ کا نام لیا تھا (بسم اللہ پڑھی تھی) پھر ایک شخص بیٹھا اس نے کھانا کھایا لیکن اس نے اللہ کا نام نہیں لیا تو اس کے ساتھ شیطان نے بھی کھانا کھایا۔

180- حَدَّثَنَا يحيى بن موسى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا هشام الدستوائى عن بديل العقيلى عن عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عبيد بن عمير عن اُمِّ كلثوم عن عائشة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَنَسِيَ اَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى عَلٰى طَعَامِهٖ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص کچھ کھائے اور اپنے کھانے پر اللہ کا نام لینا بھول جائے (بسم اللہ پڑھنا بھول جائے) تو اسے یہ پڑھنا چاہیے: "بسم اللہ اوّلہٗ و اٰخرہٗ" اللہ کے نام سے اس کا آغاز اور اس کا اختتام۔

181- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصباح الهاشمى البصرى حَدَّثَنَا عبد الاعلى عن معمر عن هشام بن عروة عن ابيه عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ طَعَامٌ فَقَالَ اُدْنُ يَا بُنَيَّ فَسَمِّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَ كُلْ بِيَمِيْنِكَ مِمَّا يَلِيْكَ ۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ کے پاس کھانا موجود تھا' تو آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! آگے آ جاؤ! اللہ کا نام لو، دائیں ہاتھ سے کھانا شروع کرو اور اپنے آگے سے کھاؤ۔

182- حَدَّثَنَا محمد بن غيلان حَدَّثَنَا اَبُوْ احمد الزبيرى حَدَّثَنَا سفين الثورى عَنْ اَبِيْ هاشم عن اسمعيل ابن رباح عن رباح بن عبيدة عَنْ اَبِيْ سعيد الخدرى قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: ہر طرح کی حمد اللہ کے لیے مخصوص ہے جس نے ہمیں کھلایا ہے، جس نے ہمیں پلایا ہے اور جس نے ہمیں مسلمان بنایا ہے۔

183- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا يحيى بن سعيد حَدَّثَنَا ثور بن يزيد حَدَّثَنَا خالد بن معدان عن ابى امامة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ يَقُوْلُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب دستر خوان اٹھالیا جاتا تو آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے جو بہت پاکیزہ ہے، اس میں برکت ہو، اسے اس کے حال پر نہ چھوڑا گیا ہو اور ہمارا پروردگار اس سے بے نیاز نہ ہو۔

184- حَدَّثَنَا اَبُوْ بكر محمد بن ابان حَدَّثَنَا وكيع عن هشام الدستوائی عن بديل بن ميسرة العقيلی عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبيد بن عمير عن اُمّ كلثوم عن عائشه رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قالت كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاكُلُ الطَّعَامَ فِيْ سِتَّةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَجَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَاَكَلَهٗ بِلُقْمَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَمّٰى لَكَفَاكُمْ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چھ (۶) اصحاب کے ہمراہ کھانا کھا رہے تھے، ایک دیہاتی آیا اس نے دو لقمے کھا لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ بسم اللہ پڑھ لیتا تو یہ کھانا تم سب کے لیے کافی ہوتا۔

185- حَدَّثَنَا هناد ومحمود بن غيلان قَالَا حَدَّثَنَا ابو اسامة عن زكريا بن اَبِیْ زائدة عن سعيد بن اَبِیْ بردة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَاكُلَ الْاَكْلَةَ وَ يَشْرَبَ الشُّرْبَةَ فَيَحْمَدَهٗ عَلَيْهَا ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہو جاتا ہے جب وہ کوئی چیز کھاتا ہے یا پیتا ہے پھر اس کی حمد بیان کرتا ہے۔

شرح

اشیاء خوردنی اور ان کے احکام و آداب

انسانی تخلیق، زیست و حیات اور خورد و نوش کا مقصد عبادت خداوندی اور اس کے احکام پر عمل کرنا ہے ورنہ:

زندگی بے بندگی شرمندگی

احادیث باب میں اشیاء خوردنی کا مضمون تفصیل سے بیان ہوا ہے، اس کی تفصیل اور اس کے شرعی احکام و مسائل حسب ذیل ہیں:

کھانے کے آغاز اور اختتام پر ہاتھ دھونا:

اسلام فطرتی مذہب ہے، اس کے احکام اعتدال پر مبنی ہیں جو حقیقت کے عین مطابق ہیں، ان میں تکلف نہیں ہے بلکہ آسانی و سہولت کے پہلو کو مدنظر رکھا گیا ہے اور ان میں طہارت ظاہری و باطنی کو کلیدی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ اسے ایمان کا حصہ قرار

دیا گیا ہے۔ان خصوصیات کی بنا پر اسلام کو تمام مذاہب پر فوقیت حاصل ہے۔

کھانا کھانے سے قبل اور اختتام پر دونوں ہاتھ نہایت اہتمام سے دھونے چاہئیں۔آغاز میں ہاتھ دھونے کی وجہ ہاتھوں کی مٹی وغیرہ کو دور کرنا ہے تا کہ وہ کھانے سے مل کر انسان کے پیٹ میں داخل ہو کر امراض کا باعث نہ بنے اور اختتام پر ہاتھ دھونے کا مقصد کھانے کی چکناہٹ وغیرہ کو ختم کرنا ہے کہ اس سے کپڑے آلودہ نہ ہوں یا رات کو ایسی حالت میں سونے کی وجہ سے کسی موذی جانور کے کاٹنے کا سبب نہ بنے۔

کھانے کے آغاز اور فراغت پر اپنے دونوں ہاتھ دھونا سنت انبیاء علیہم السلام ہے' کھانے میں خیر و برکت کا سبب ہے' وسعت رزق کا ذریعہ ہے اور شیطان کی مخالفت ہے۔اگر ہاتھ دھونے کی ضرورت نہ ہو تب بھی ہاتھ دھونے چاہیے تا کہ سنت انبیاء علیہم السلام اور سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجر و ثواب میسر آ سکے۔

کھانے کے آغاز میں ہاتھ دھونے کے بعد کسی کپڑے وغیرہ سے صاف نہیں کرنے چاہیے۔کسی رومال وغیرہ سے صاف کیے بغیر کھانا کھانا مستحب طریقہ ہے لیکن کھانے سے فراغت پر ہاتھ دھو کر کپڑے سے صاف کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

اہل خانہ لوگ از خود ہاتھ دھوئیں گے۔اگر بڑا چھوٹوں کے یا چھوٹا بڑوں کے ہاتھ دھلائے تو جائز ہے۔میزبان مہمانوں کے ہاتھ دھلائے گا' پہلے بوڑھوں کے' پھر نوجوانوں کے اور پھر بچوں کے جبکہ خواتین عورتوں کے ہاتھ دھلائیں گی۔

جس برتن میں کھانا کھایا ہو اس میں ہاتھ دھونا' تہذیب اسلامی کے منافی ہے۔تاہم مجبوری کی وجہ سے کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاتھ دھوتے وقت اس بات کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ دونوں ہاتھ پورے کے پورے دھوئے جائیں۔ایک ہاتھ دھونا یا دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے پورے دھونا' ہرگز مسنون طریقہ نہیں ہے۔

کھانے کی ابتداء یا فراغت پر دونوں ہاتھ دھونے کے لیے احادیث مبارکہ میں ''وضو'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔اس کے دو مطالب ہو سکتے ہیں: (۱) نماز ادا کرنے' طواف بیت اللہ کرنے' قرآن کو چھونے اور سجدہ تلاوت وغیرہ کے لیے معروف وضو مراد ہے جس کے چار فرائض ہیں۔(۲) کھانے سے قبل اور فراغت پر وضو کرنے کا مطلب ہے کہ ہاتھ اور منہ دھونا جبکہ اسے وضو صغیر بھی کہا جاتا ہے اور یہ مسنون ہے۔

دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا تناول کرنا:

دستر خوان پر اور زمین پر بیٹھ کر کھانا کھانا مسنون ہے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دستر خوان اور زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکڑوں بیٹھ کر یا دوزانوں بیٹھ کر یا دائیں گھٹنے کو کھڑا کر کے اور بائیں کو بچھا کر اور اس پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے۔یہی امت مسلمہ کے لیے مسنون ہے۔

کھانا کھاتے وقت تکیہ لگانا' کھڑے ہو کر کھانا' ٹیبل پر کھانا' جوتے پہن کر کھانا' کرسی پر کھانا اور ٹیک لگا کر کھانا خلاف سنت طریقے ہیں جو خیر و برکت سے محرومی کا باعث ہیں۔تاہم مجبوری کی وجہ سے ان صورتوں میں بھی کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔روایات سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر کھانے اور پینے سے منع فرمایا ہے۔

ٹیک لگا کر کھانے کی چار صورتیں بنتی ہیں: (۱) دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو پر ٹیک لگانا (۲) دونوں ہاتھوں میں سے ایک زمین پر ٹیک کر بیٹھنا (۳) کسی گدے وغیرہ پر چوکڑی مار کر بیٹھنا (۴) دیوار یا تکیہ وغیرہ کے ساتھ پشت لگا کر بیٹھنا۔ کھانے کے دوران یہ چاروں صورتیں ممنوع ہیں۔

اس سلسلہ میں مشہور روایت کے الفاظ ہیں: انی لا اکل متکئا بیشک میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا''۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنا بایاں ہاتھ زمین پر ٹیک کر کھانا کھا رہا تھا' آپ نے اسے خبردار کیا اور اس حالت میں بیٹھ کر کھانا کھانے سے منع فرمایا۔

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ٹیک لگا کر کھانا تناول فرمایا تھا۔ پھر تا حیات ایسا نہیں کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا دائمی عمل ٹیک نہ لگانے کا تھا مگر مجبوری یعنی کمزوری یا مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے ٹیک لگانا جائز ہے۔

فائدہ نافعہ: مختلف تقاریب کے مواقع پر دور حاضر میں کرسی پر بیٹھ' ٹیبل پر کھڑے ہو کر اور چارپائی پر بیٹھ کر کھانا کھانے کا عام رواج ہو چکا ہے۔ یہ ممنوع و خلافِ سنت صورتیں ہیں۔ ان سے اجتناب واحتراز ازبس ضروری ہے۔ تاہم ٹیبل اور کرسی کی نسبت چارپائی پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں کم کراہت ہے۔ اگر چارپائی پر دسترخوان بچھا کر سنت کے مطابق بیٹھ کر کھانا کھایا جائے تو ہرگز مکروہ نہیں ہے۔

کھانا کھانے کے تین اہم آداب:

بقدر ضرورت کھانا کھانا فرض ہے' ضرورت سے زائد کھانا حلال ہے اور بے تحاشا کھنا ممنوع ہے۔ کھانا کھانے کے کثیر آداب ہیں جن میں سے تین اہم آداب حسب ذیل ہیں:

۱۔ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرنا:

کھانے کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا جائے۔ یہ عمل مسنون ہے۔ باعث برکت اور شیطان کے عدم شرکت کا سبب ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو آداب طعام کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا تھا: یا غلام! سم اللہ۔ اے بیٹا! اللہ کا نام لے کر کھاؤ!

کھانا کھاتے وقت صرف بسم اللہ کہنا جائز ہے' پوری بسم اللہ پڑھنا بھی جائز ہے اور تسمیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا افضل ہے۔ بعض علماء کے مطابق بسم اللہ کے ساتھ ان الفاظ کا اضافہ کیا جائے:

اللھم بارك لنا فیما رزقتنا وقنا عذاب النار (اے اللہ! ہمارے رزق میں اضافہ فرما جو تو نے ہمیں عنایت کیا ہے اور تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا) بعض علماء کے مطابق بایں الفاظ بسم اللہ پڑھی جائے:

بسم اللہ وعلی برکۃ اللہ (اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی برکت سے میں شروع کرتا ہوں)

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

پہلا لقمہ لیتے وقت بسم اللہ دوسرا لقمہ لیتے وقت بسم اللہ الرحمٰن اور تیسرا لقمہ لیتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔ بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا افضل ہے تاکہ دوسرے لوگ بھی بسم اللہ پڑھنے کی سعادت حاصل کرسکیں۔

جو شخص کھانے کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو جب بھی اسے یاد آئے تو وہ یوں بسم اللہ پڑھے: بسم اللہ اولہ و آخرہ ۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کھانے کے آغاز میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو یاد آنے پر وہ یوں پڑھے: بسم اللہ اولہ و آخرہ۔

بسم اللہ پڑھے بغیر اگر کھانا شروع کیا جائے تو کھانے میں شیطان بھی شامل ہوتا ہے اور بسم اللہ پڑھنے سے وہ شامل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک شخص کھانے میں مصروف تھا مگر اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی تھی۔ حتیٰ کہ اس کے کھانے کا ایک لقمہ باقی رہ گیا تھا' اس نے آخری لقمہ اپنے منہ کی طرف بڑھاتے ہوئے پڑھا: بسم اللہ اولہ و اخرہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے آپ سے مسکرانے کی وجہ دریافت کی گئی تو جواب میں فرمایا: اس شخص کے ساتھ شیطان کھانے میں شامل تھا' جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو شیطان نے کھائے ہوئے کھانے کی قے کردی۔ (امام سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد ج ۲' ص ۸۷)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کھانا پیش کیا گیا۔ کھانے کے آغاز میں اتنی برکت ہوئی کہ پہلے دیکھنے میں نہ آئی۔ آخر میں اتنی بے برکتی ہوئی کہ وہ بھی دیکھنے میں نہ آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے برکتی ونحوست کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے جواب میں فرمایا: لوگوں نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا تھا مگر بعد میں ایک شخص بسم اللہ پڑھے بغیر کھانے میں شامل ہو گیا۔ (علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد ج ۴' ص ۱۲' رقم الحدیث ۷۹۰۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر میں بسم اللہ پڑھ کر داخل ہوتا ہے اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتا ہے' تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: اس گھر میں تمہارے لیے نہ رہائش کی جگہ ہے اور نہ اس کھانے میں تمہارے لیے حصہ ہے' کیونکہ دخول دار کے وقت اور کھانے کے آغاز میں بسم اللہ پڑھنے کی وجہ سے تمہارے لیے رہائش وخوراک کا خاتمہ ہو گیا۔

اس کے برعکس جو شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے' تمہارے لیے رہائش اور خوراک کا انتظام ہو گیا ہے' تم یہاں رات گزار سکتے ہو اور کھانا کھا سکتے ہو۔ (امام سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد ج ۲' ص ۸۷)

۲- دائیں ہاتھ سے کھانا:

آدابِ طعام کا ایک اہم ادب یہ ہے کہ کھانا دائیں ہاتھ سے کھایا جائے۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فوقیت حاصل ہے اور اسے فضیلت وبرتری بھی حاصل ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے یوں فرمایا: و کل بیمینک تم اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ ثابت ہوا جس طرح بسم اللہ پڑھ کر کھانا مسنون ہے اسی طرح دائیں ہاتھ سے کھانا بھی

مسنون ہے۔

دائیں ہاتھ سے کھانا باعث برکت' باعث شرف اور عمل خیر ہے۔ اس لیے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر برتری حاصل ہے' کیونکہ دایاں ہاتھ نیک امور میں سبقت کرتا ہے اور بایاں ہاتھ اعمال سیئہ میں تجاوزات کرتا ہے۔ سبیعہ اسلمیہ خاتون نے بائیں ہاتھ سے کھانے کو ترجیح تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعاء کے نتیجہ میں اس کا ہاتھ شل ہو گیا' اور تاحیات منہ تک نہ پہنچا تھا۔

جمہور علماء کے ہاں بسم اللہ پڑھ کر' دائیں ہاتھ سے' اپنے سامنے اور دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا مستحب ہے' لیکن بعض علماء انہیں وجوب کا درجہ دیتے ہیں اس لیے کہ بائیں ہاتھ سے کھانا شیطان کا طریقہ ہے۔

جانب دائیں کو بائیں پر برتری حاصل ہے لہذا کھاتے پیتے وقت دائیں ہاتھ کو اولیت حاصل ہے اور فضیلت بھی۔ اس سلسلہ میں کثیر روایات ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو وہ دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پانی نوش کرے تو دائیں ہاتھ سے کرے' کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔ (الصحیح للمسلم ج ۲' ص ۱۷۲)

۲- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جوتا پہنتے' کنگھی کرتے اور وضو کرتے تو اپنی دائیں طرف سے شروع کرتے تھے۔ (الصحیح للبخاری ج ۱ ص ۲۹)

۳- ایک روایت میں مذکور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھانے' پانی پینے' وضو کرنے اور ان کے مشابہ امور کو دائیں ہاتھ سے شروع کرتے لیکن استنجاء بائیں ہاتھ سے کرتے تھے۔ (امام علی متقی' کنز العمال' رقم الحدیث ۴۱۶۸۶)

۴- حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھانا کھائے اور نہ پانی پیے' کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور پیتا ہے۔

۵- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر میں جلوہ افروز ہوتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں رخسار کے نیچے رکھتے' آپ کا دایاں ہاتھ کھانے کے لیے' پینے کے لیے' وضو کرنے کے لیے' کپڑے زیب تن کرنے کے لیے' کوئی چیز لینے یا دینے کے لیے استعمال ہوتا تھا اور ان کے علاوہ دوسرے کام اپنے بائیں ہاتھ کے ساتھ کرتے تھے۔ (علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد' رقم الحدیث ۷۹۲۷)

۶- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من اکل بشماله اکل معه الشیطان۔ یعنی جو شخص اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے' تو شیطان بھی اس کے ساتھ کھاتا ہے۔

۷- حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھانا نہ کھائے' اپنے بائیں ہاتھ سے پانی نہ پیے' جب کوئی چیز لینی یا دینی ہو' تو بائیں ہاتھ سے نہ لے اور دے۔

(علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد' رقم الحدیث ۹۲۶۔)

۴- اپنے سامنے سے کھانا: کھانے کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے سامنے سے کھایا جائے' دوسرے کے سامنے سے کھانا معیوب ہے۔ ایسی حرکت طبعی طور پر قابل نفرت ہے۔ تاہم ایک بڑے برتن میں مختلف اشیاء خوردنی ہوں تو طبیعت کے مطابق جو چیز پسند ہو لے سکتا ہے اور یہ عمل قابل نفرت و معیوب بھی نہیں ہو سکتا۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھانے کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا:

و کل مما یلیک (الصحیح للبخاری ج ۱ ص ۸۱۰' رقم الحدیث ۵۳۷۶)

اورتم اپنے سامنے سے کھاؤ''۔

اگر کھانے انواع و اقسام کے ہوں تو دوسرے کے سامنے سے مطلوبہ چیز لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت عکراش بن زہیب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا کہ آپ کسی کے ہاں دعوت کے سلسلہ میں تشریف لے جانے والے تھے۔ آپ نے مجھے بھی ساتھ لے لیا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو دسترخوان پر ''ثرید'' رکھا گیا۔ میں نے بسم اللہ پڑھے بغیر ثرید کھانا شروع کر دیا۔ آپ نے مجھے فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ' میں مختلف جگہوں سے نوالہ لیتا رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا عکراش کل من موضع واحد' فانہ طعام واحد۔ اے عکراش! تم اپنے سامنے سے کھاؤ' کیونکہ [illegible] مانا ایک نوعیت کا ہے''۔ میں ایک جگہ سے کھاتا رہا' کھانے کے اختتام پر ایک بڑا برتن لایا گیا جس میں ہر قسم کی کھجوریں تھیں جن کا رنگ' ذائقہ اور شکل وصورت مختلف تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تعلیم دی کہ اپنے سامنے سے کھانا چاہیے۔ میں کھجوریں اپنے سامنے سے کھاتا رہا جبکہ آپ کا دست اقدس دائیں بائیں اور آگے پیچھے جا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا:

یا عکراش! کل من حیث شئت فانہ غیر لون واحد۔ اے عکراش! تم جہاں سے چاہو کھا سکتے ہو' کیونکہ یہ کھجوریں مختلف قسم کی ہیں' اس لیے مختلف جگہوں سے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ:

جب مختلف قسم کے کھانے ہوں تو کھانے کی ابتداء اور اختتام نمکین چیز سے ہونا چاہیے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنا کھانا نمکین چیز سے شروع کرو اور اس کی فراغت بھی نمکین چیز سے کرو' اس لیے کہ نمک کا استعمال ستر (۷۰) امراض کا علاج ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نمک تمام سالنوں کا سردار ہے''۔

نمک رب کائنات کی عظیم نعمت ہے' اس کا استعمال باعث شفاء ہے۔ کھانے کے لیے زود ہضم ہے' معدہ کے لیے نافع۔ بعض روایات میں ہے کہ کھانے کے اختتام پر میٹھی چیز استعمال کرنی چاہیے۔

مزید آداب طعام:

طعام خوری انسان کے لیے حیات و زیست کا مسئلہ ہے۔ اس لیے اسلام نے اس کے آداب خصوصیت سے بیان کیے ہیں اور

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر ان کی اپنی امت کو تعلیم دی ہے۔لہذا مذکورہ آداب طعام کے علاوہ مزید آداب طعام حسب ذیل ہیں۔

کھڑے ہوکر کھانے کی ممانعت:

آداب طعام میں سے ایک یہ ہے کہ کھڑے ہوکر کھانا نہ کھایا جائے بلکہ ٹیک لگائے بغیر بیٹھ کر کھانا کھایا جائے۔کھڑے ہوکر کھانا چار پایوں کے ساتھ مشابہت ہے۔اشرف المخلوقات کو اس مشابہت سے بچانے کے لیے کھڑے ہوکر کھانے پینے سے منع کیا گیا ہے۔چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الشرب قائمًا وعن الاکل قائمًا ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پینے اور کھڑے ہوکر کھانے سے منع فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہوکر پانی نہ پیے' راوی سے کھڑا ہوکر کھانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب: **ذالك اشــر واخبــث** (الصحیح المسلم' ج ۲'ص ۱۷۳) یہ تو اس سے بھی خطرناک صورت ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ آج بیاہ' شادی اور دوسری تقریبات میں کھڑے ہوکر کھانے پینے کا رواج ہو چکا ہے۔ان میں زندگی کے تمام طبقات کے لوگ شامل ہوتے ہیں' ان کے ایسے اجتماع کو دیکھ کر جانوروں اور انسانوں کے اجتماع میں امتیاز کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔

۲-انفرادی طور پر کھانے کی ممانعت:

دور حاضر میں نہ صرف کھڑے ہوکر کھانا کھایا جاتا ہے بلکہ اپنا اپنا الگ برتن لے کر انفرادی طور پر کھایا جاتا ہے' اس طرح نہ صرف مسلمان اجتماعی کھانے کی برکت سے محروم ہوتا جارہا ہے بلکہ ظاہری محبت وتعلق سے بھی الگ ہوتا جارہا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **کلوا جمیعا ولا تفرقوا فان البرکۃ مع الجماعۃ** (امام ولی الدین محمد' مشکوۃ المصابیح' ص ۳۷۰)

تم اکٹھے کھانا کھاؤ اور انفرادی طور پر نہ کھاؤ' کیونکہ برکت جماعت کے ساتھ ہے۔

ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! **انـــا نــاکــل ولا نشبع** ۔ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن شکم سیر نہیں ہوتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **فـلـعـلـکـم تفترقون** ۔شاید تم لوگ انفرادی طور کھاتے ہوگے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہاں' آپ نے فرمایا: **فاجتمعوا علی طعامکم واذکروا اسم اللہ یبارك لکم فیه**

(امام سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد' ج ۲' ص ۱۷۲)

پس تم اکٹھے اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں برکت سے نوازے گا''۔

گھر کے تمام افراد دستر خوان پر اکٹھے ہوکر' مسنون طریقہ سے بیٹھ کر اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھائیں تو چند افراد کا کھانا سب

کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس یعنی انفرادی طور پر کثیر کھانا ایک شخص کے لیے بھی کافی نہیں ہوتا۔

ایک روایت میں مذکور ہے ایک پیالہ میں کثیر صحابہ اکٹھے کھانا کھاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

كان النبي صلى الله عليه وسلم قصعة يحملها اربعة رجال يقال لها الغراء فلما اضحوا وسجدوا الضحى اتى تلك وقد ثرد فيها فالتفتوا عليها اى اجتمعوا حولها (امام ولی الدین محمد' مشکوۃ المصابیح ص ۳۶۹)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیالہ تھا جس کو چار آدمی اٹھاتے تھے۔ نماز چاشت کے بعد اس پیالہ میں ثرید لایا جاتا اور صحابہ جمع ہو کر اس سے لطف اندوز ہوتے تھے''۔

کھانے میں جتنے زیادہ لوگ شامل ہوتے ہیں وہ اتنا ہی بابرکت ہوتا ہے۔ قلیل کھانا کثیر لوگوں کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

۳- دائیں ہاتھ سے کھانا:

آداب طعام میں سے ایک یہ ہے کہ کھانا دائیں ہاتھ سے کھایا جائے' کیونکہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضیلت حاصل ہے اور یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خصوصیت سے اس کی تعلیم دی تھی۔ کھاتے پیتے کوئی چیز لیتے اور دیتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دایاں دست اقدس استعمال کرتے تھے مگر استنجاء کرتے وقت بائیں ہاتھ کو استعمال فرماتے تھے۔

بائیں ہاتھ سے کھانا پینا غیر غیر شرعی عمل' تکبر کی علامت اور شیطانی طریقہ ہے۔ تاہم جس کا دایاں ہاتھ نہ ہو یا دائیں ہاتھ سے معذور ہو اور وہ منہ تک نہ جا سکتا ہو' تو ایسی صورت میں بائیں ہاتھ کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۴- بسم اللہ پڑھے بغیر کھانے کی نحوست:

آداب طعام میں سے ایک یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے کی طرح بسم اللہ پڑھ کر کھانے کا بھی اہتمام کیا جائے' عمداً ترک تسمیہ سے غفلت نہ برتی جائے' سہواً ایسا ہو جانے کی صورت میں یاد آنے پر بسم اللہ پڑھ لی جائے' ترک تسمیہ کی نحوست سے شیطان کھانے میں شامل ہو جاتا ہے۔

ایک روایت میں مذکور ہے جس کھانے سے قبل بسم اللہ پڑھ لی جائے' وہ کھانا شیطان پر حرام ہو جاتا ہے اور اس میں وہ شرکت کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ جو شخص کھانے سے قبل بسم اللہ نہیں پڑھتا' شیطان اس کھانے میں شامل ہو جاتا ہے اور وہ کھانا بے برکت ہوتا ہے۔ اجتماعی کھانے کے موقع پر ایک شخص بھی بسم اللہ نہ پڑھے تو اس کی نحوست سب میں شامل ہوتی ہے اور سب لوگ نحوست و بے برکتی محسوس کرتے ہیں۔

۵- کھانے میں مکھی گر جانے کی صورت میں:

آداب طعام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کھانے کو موذی جانور سے محفوظ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ اگر کھانے میں مکھی گر جائے تو وہ حرام نہیں ہو جاتا بلکہ وہ غوطہ دے کر باہر پھینک دی جائے اور کھانا استعمال میں لایا جائے۔

۱۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے کھانے پینے کی چیز میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے کر نکال دو' کیونکہ اس کے ایک بازو میں بیماری ہوتی ہے اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔

۲۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے کھانے کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے کر پھینک دو' کیونکہ اس کے ایک بازو میں مرض ہوتا ہے اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔

(علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد' ج ۵' ص ۳۲)

۳۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب کھانے کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دو' کیونکہ اس کے ایک بازو میں مرض ہوتا ہے اور دوسرے میں شفاء۔ وہ مرض والے بازو کو پہلے ڈبوتی ہے اور تم دونوں بازوؤں کو غوطہ دے کر نکال دو۔ (امام سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد' ج ۲' ص ۹۳)

۴۔حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم نے فرمایا: جب تمہارے کھانے کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے ڈبو کر پھینک دو' کیونکہ اس کے ایک بازو میں زہر ہوتا ہے اور دوسرے میں شفاء ہوتی ہے۔ وہ اپنے زہر والے بازو کو پہلے ڈبوتی ہے اور شفاء والے بازو کو بعد میں۔

۶۔دائیں جانب سے کھانا تقسیم کرنا:

آداب طعام میں سے ایک یہ ہے کہ کھانا تقسیم کرتے وقت دائیں جانب کو پیش نظر رکھا جائے' کیونکہ اس میں فضیلت اور برکت ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱۔حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پینے کے لیے کوئی چیز پیش کی گئی۔ آپ نے اسے نوش فرمایا۔ اس وقت آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا موجود تھا جبکہ بائیں طرف بڑے لوگ بیٹھے تھے۔ آپ نے وہ چیز نوش فرمانے کے بعد لڑکے سے فرمایا: کیا تم اجازت دیتے ہو کہ پہلے ان لوگوں کو دوں؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! قسم بخدا! میں اپنا حصہ کسی کو نہیں دوں گا۔ پھر آپ نے دائیں طرف موجود اس لڑکے کو عنایت کر دیا۔ (الصحیح المسلم' ج ۲' ص ۱۷۵)

۲۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: یہی طریقہ درست اور مسنون ہے۔ ایضاً

۳۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ہم نے آپ کی خدمت میں بکری کا دودھ پیش کیا۔ میں نے اس میں اپنے کنویں کا پانی بھی شامل کیا اور آپ نے وہ نوش فرمایا۔ اس موقع پر آپ کی دائیں جانب ایک اعرابی (دیہاتی) اور بائیں طرف حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ آپ نے دودھ نوش فرمالیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اب یہ دودھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائیں مگر آپ نے دائیں طرف بیٹھے ہوئے اعرابی کو دے دیا اور فرمایا: دائیں طرف والے مقدم ہوتے ہیں۔

۴۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ وہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے گھر گئے۔ آپ کی خدمت میں دودھ پیش کیا گیا۔ میں آپ کی دائیں جانب

بیٹھا تھا جبکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بائیں طرف تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اجازت دو تو دودھ خالد بن ولید کو دے دوں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے مبارک جھوٹے پر میں کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ آپ نے دودھ مجھے عنایت فرمایا اور بعد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ج ا، ص ۲۲۵)

۷-دسترخوان کا اہتمام:

آداب طعام میں سے ایک یہ ہے کہ کھانے کے وقت دسترخوان کا اہتمام کیا جائے، اس پر بیٹھ کر تمام حاضرین کھانا تناول فرمائیں اور اہلِ خانہ بھی دسترخوان کا اہتمام کریں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں اپنے گھر کے سایہ میں موجود تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس سے گزر ہوا۔ آپ نے اشارہ سے مجھے طلب کیا، میں حاضر ہوا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، آپ مجھے ایک اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کے پاس لے آئے۔ آپ حجرہ میں داخل ہوئے اور مجھے بھی اندر آنے کی اجازت دی، میں نے تعمیل ارشاد کیا، زوجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پردے میں تھیں، آپ نے کھانے کے لیے کوئی چیز پوچھی؟ عرض کیا گیا: جو کی تین روٹیاں ہیں۔ آپ نے ایک روٹی خود لے لی، دوسرے مجھے عنایت فرمائی اور تیسری روٹی کے دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑا اپنے لیے رکھ لیا اور دوسرا ٹکڑا میرے سامنے رکھ دیا۔ (الصحیح للمسلم، ج ۲، ص ۱۸۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دسترخوان لگ جائے تو ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے سامنے سے کھائے، اپنے ساتھی کے سامنے سے نہ کھائے، برتن کے درمیان سے نہ کھائے، کیونکہ برتن کے درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے۔ دسترخوان اٹھانے سے قبل کوئی شخص نہ اٹھے اور کھانے سے اپنے ہاتھ نہ روکے خواہ پیٹ بھر جائے حتیٰ کہ لوگ فراغت حاصل کر لیں۔ اس لیے کہ ساتھی ندامت کی وجہ سے کھانے سے رک جائے گا ممکن ہے کہ اسے کھانے کی ابھی ضرورت ہو۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص ۲۳۵)

۸-رزق کی ناقدری سے احتراز کرنا:

کھانا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اس کی ناقدری سے احتراز کرنا چاہیے اور کوئی لقمہ گر جانے کی صورت میں اسے ضائع نہیں کرنا چاہیے بلکہ صاف کر کے استعمال میں لانا چاہیے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے۔ روٹی کا گرا ہوا ٹکڑا دیکھا۔ آپ نے اسے پکڑ لیا، اسے صاف کیا اور کھا لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اپنے کرم فرما کا اکرام کرو۔ (یعنی رزق کا احترام کرو)

افسوس! بیاہ شادی اور دوسری تقریبات کے مواقع پر بے تحاشا کھانا ضائع کیا جاتا ہے۔ اس طرف اربابِ اقتدار اور پیشواؤں کو خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ ممکن ہے کہ دورِ حاضر میں گیرانی و مہنگائی کا سیلاب رزق کی بے قدری کی وجہ سے ہو!۔

۹-نوکر کو کھانے میں شریک کرنا:

آداب طعام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کھانا تیار کرنے والے خدام اور نوکروں کو کھانے میں شریک کیا جائے۔ اس سلسلہ میں

چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی کا خادم کھانا پیش کرے۔ اگر آقا اسے کھانے میں شریک نہ کرے تو کم از کم چند لقمے اسے دے دے۔ (المستدرک للحاکم، ج ۴، ص ۱۲۲)

۲-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم میں سے کسی شخص کا خادم جب کھانا تیار کرے پھر وہ اسے پیش کرے، اس خادم نے کھانا تیار کرنے کے لیے دھواں اور گرمی برداشت کی ہے، اس لیے اسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلائے، اگر کھانا کم ہو، تو اسے چند لقمے عنایت کر دے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

خادم کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے لیکن اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانا افضل ہے۔

۱۰-شدید گرم کھانا کھانے کی ممانعت:

آداب طعام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شدید گرم کھانا کھانے سے احتراز کیا جائے، کیونکہ شدید گرم کھانا کھانے سے پیٹ میں مرض پیدا ہونے کا سخت خطرہ ہوتا ہے اور اندرونی مرض کا علاج بھی بعض اوقات ممکن نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرم کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ وہ کھانا معتدل ہو جائے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج ۱، ص ۲۵۹)

۲-حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گرم کھانا پسند نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ اس کی بھاپ ختم ہو جاتی۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۷)

۳-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک برتن میں گرم کھانا پیش کیا گیا۔ آپ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا پھر جلدی سے کھینچ لیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگ نہیں کھلائی۔

(علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد ج ۵، ص ۸)

۴-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانا ٹھنڈا کر کے کھایا کرو، کیونکہ گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔ (ایضاً)

۵-حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانا ٹھنڈا کر کے کھایا کرو، کیونکہ اس میں زیادہ برکت ہے۔

۶-حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ان کی خدمت میں ثرید پیش کیا جاتا تو وہ اسے ڈھانپ کر رکھتیں۔ حتیٰ کہ اس کی بھاپ خوب ختم ہو جاتی۔ پھر فرماتیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کھانے کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ بڑی خیر و برکت والا ہے۔

۱۱- کھانے میں پھونک مارنے کی ممانعت:

آداب طعام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کھانے یا پینے والی چیز میں پھونک نہ ماری جائے۔ پھونک کے ذریعے جراثیم کھانے میں منتقل ہو جاتے ہیں، کھانے کے ساتھ وہ پیٹ میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر مرض کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے منع کیا۔

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔

۱۲- برتن کے درمیان سے کھانے کی ممانعت:

دسترخوان پر بیٹھنے پر جب برتن سامنے آ جائے تو اپنے سامنے سے کھانا تناول کرنا چاہیے، دوسرے کے سامنے سے احتراز کرنا چاہیے اور برتن کے درمیان سے بھی کھانا نہیں کھانا چاہیے، کیونکہ اس سے خیر و برکت باقی نہیں رہتی۔

۱- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کھانے کے درمیان میں برکت نازل ہوتی ہے، لہٰذا کھانا اپنے سامنے سے کھاؤ اور درمیان سے نہ کھاؤ۔

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

جب کھانا لایا جائے تو اپنے سامنے سے کھاؤ، درمیان کا حصہ چھوڑ دو، کیونکہ رحمت کا نزول درمیان میں ہوتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ کھانا اپنے سامنے سے کھاؤ اور درمیان سے مت کھاؤ، کیونکہ رحمت کا نزول درمیان میں ہوتا ہے۔

۱۳- بھوک رکھ کر کھانا:

آداب طعام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خوب بھوک کا غلبہ ہونے پر کھانا کھایا جائے۔ بھوک ابھی باقی ہو، تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا جائے۔

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات آنت سے کھاتا ہے۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج ۲، ص ۸۱۳)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک کافر شخص بطور مہمان آیا۔ آپ نے بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا۔ وہ دودھ کافر مہمان کو پلایا گیا حتیٰ کہ اس نے سات بکریوں کا دودھ پی لیا یعنی یکے بعد دیگرے سات بکریوں کا دودھ اس نے پی لیا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات آنت سے کھاتا ہے۔

۱۴-نماز جمعہ کے بعد کھانا مسنون:

آداب طعام میں سے ایک یہ ہے کہ نماز جمعہ کے بعد کھانا مسنون ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ نماز جمعہ کے بعد کھانا کھاتے تھے پھر قیلولہ کرتے تھے۔

(الصحیح للبخاری ج ۲ ص ۸۱۳)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ نماز جمعہ کے بعد کھانا کھانا اور قیلولہ (دوپہر کا سونا) دونوں امور مسنون ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵-تین انگلیوں سے کھانا:

کھانے کے وقت تین انگلیوں کا استعمال کرنا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

۱-حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا کھاتے تھے اور فراغت پر ان کو چاٹ لیتے تھے۔ (الصحیح للمسلم ج ۱ ص ۱۷۵)

۲-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ شیطان کی عادت ایک انگلی سے کھانا ہے، دو انگلیوں سے کھانا متکبر لوگوں کی علامت ہے اور تین انگلیوں سے کھانا انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۵۹)

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ کھانے کے وقت تین انگلیوں کا استعمال مسنون طریقہ ہے۔ عند الضرورت تین سے زائد یا کم انگلیاں بھی استعمال میں لائی جاسکتی ہیں اور کھانے کی نوعیت کے مطابق انگلیوں کا استعمال میں لانا درست ہے۔

۱۶-کھانے کے اوقات:

کھانے کے مشہور اوقات تین ہیں:

(۱) صبح کا کھانا: اس سے جسم میں قوت آتی ہے اور انسان دن بھر کوئی بھی کام کرسکتا ہے۔ (۲) دوپہر کا کھانا: دوپہر تک کام کرنے کی وجہ سے انسان اپنے جسم میں نقاہت محسوس کرتا ہے اور اس کھانے کی وجہ سے وہ ختم ہو جاتی ہے جبکہ تازہ دم ہو کر انسان کام شروع کر دیتا ہے۔ اگر جمعۃ المبارک کا دن ہو تو دوپہر کا کھانا نماز جمعہ کے بعد کھانا مسنون اور اس کے بعد قیلولہ کرنا بھی سنت ہے۔ (۳) شام کا کھانا: رات کو سونے سے قبل کھانا کھایا جاتا ہے۔ اس کھانے کے بارے میں روایات میں تاکید آئی ہے اور رات کا کھانا کھائے بغیر سونا جلدی بڑھاپے کا باعث بنتا ہے۔

۱۷-انگلیاں چاٹنا اور ان کی ترتیب:

کھانے کے وقت تین انگلیوں کا استعمال مسنون ہے: (۱) انگوٹھا (۲) شہادت کی انگلی (۳) وسطی (درمیانی انگلی) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین انگلیوں سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھا۔ آپ انگوٹھے ساتھ والی انگلی اور درمیان والی انگلی سے پھر کھانے سے فارغ ہو کر آپ کو انگلیاں چاٹتے ہوئے بھی میں نے دیکھا جس کی

ترتیب یوں تھی: آپ نے پہلے درمیان والی انگلی کو چاٹا' پھر شہادت کی انگلی کو اور آخر میں انگوٹھے کو۔

(امام احمد بن حجر عسقلانی' فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۹' ص ۵۷۹)

حضرت عریاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے برتن کو صاف کیا اور انگلیوں کو چاٹا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا پیٹ بھر دے گا۔

۱۸-کھانے کے اختتام پر پانی پینے سے احتراز کرنا:

کھانا کھاتے وقت آغاز میں اور درمیان میں پانی پینا چاہیے لیکن اختتام پر پانی پینے سے احتراز کرنا چاہیے' کیونکہ کھانے سے فراغت پر پانی پینا غیر مسنون ہونے کی وجہ سے باعث مرض اور مفسد ہضم ہے۔ اس بارے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے اختتام پر پانی نوش نہ فرماتے تھے' کیونکہ کھانے کے بعد فوراً پانی پینا مفسد ہضم ہے۔ جب تک کھانا ہضم نہ ہو جائے پانی نوش نہیں کرنا چاہیے۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی' مدارج النبوت' ج ۱' ص ۴۸۰)

کہا جاتا ہے کہ احتیاط کرنے سے آدھا مرض ختم ہو جاتا ہے' بے احتیاطی کی وجہ سے ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے اور مرض میں ناقابل یقین حد تک اضافہ ہوتا ہے۔

۱۹-کھانے کے بعد ہاتھ صاف کرنا:

کھانے کے بعد ہاتھ دھونا مسنون ہے۔ دھونے سے قبل ہاتھ خوب چاٹ لیے جائیں اور بعد میں صاف کر لیے جائیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے وغیرہ سے صاف کرنے سے قبل ہاتھ چاٹ کر صاف کر لیتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ابتداء کھانا کے وقت جس طرح ہاتھ دھوئے جاتے ہیں' اسی طرح اختتام پر بھی دھوئے جائیں۔ دونوں کو احادیث مبارکہ میں وضو صغیر سے تعبیر کیا گیا ہے مگر دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ آغاز کے دھونے کے بعد کپڑے سے صاف نہ کیے جائیں اور اختتام پر دھونے پر کپڑے سے صاف کیے جا سکتے ہیں۔

۲۰-برتن خوب صاف کرنا اور اس کی دعا:

کھانے کے اختتام پر سالن وغیرہ کا برتن خوب صاف کرنا مسنون ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم برتن کو خوب صاف کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں علم نہیں ہے کہ کھانے کے کون سے حصہ میں برکت ہے۔ لہٰذا تم برتن خوب صاف کیا کرو تاکہ برکت کا حصول یقینی ہو سکے۔

روایات سے ثابت ہے کہ صاف کیا ہوا برتن کھانے والے کے حق میں دعائے مغفرت کرتا ہے۔ حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص برتن میں کھائے اور اسے صاف کرے تو وہ برتن اس کے حق میں دعائے مغفرت کرتا ہے۔ (امام عبداللہ دارمی' دارمی ج ۲' ص ۲۲)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے برتن کو صاف کیا اور اپنی انگلیوں کو چاٹا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا پیٹ بھر دے گا۔

۲۱-کھانے کے بعد دعا کرنا:

کھانا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اس کے استعمال کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا واجب ہے اور یہ شکر دعا کی صورت میں ادا کرنا مسنون ہے۔ مشہور دعا یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ یہ دعا دونوں ہاتھ اٹھا کر کی جائے۔

۲۲-میزبان کے حق میں دعا:

اگر کوئی شخص کسی کے ہاں بطور مہمان مدعو ہو تو وہ کھانے کے اختتام پر یوں دعا کرے گا:

(۱) اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِیْمَا رَزَقْتَهُمْ فَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ

(اے اللہ! تو ان کے رزق میں برکت عطا کر ان کی مغفرت کر اور ان پر رحم فرما)

(۲) اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَّنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ

(اے پروردگار! جس نے مجھے کھلایا تو اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا تو بھی اسے پلا)

سرکہ کے طبی فوائد:

سرکہ کا بطور سالن استعمال عرب وعجم میں صدیوں سے جاری ہے جسے عوام وخواص پسند کرتے ہیں اور اسے پسندیدگی سے گھروں میں رکھا جاتا ہے۔ اس کے طبی فوائد کثیر ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

☆ سرکہ جامع حرارت و برودت ہے لیکن برودت غالب ہے جبکہ تیسرے درجہ کا خشک ہے۔ کثرت قوت تخفیف کا جامع ہے۔ مواد ضروریہ کے خروج کو روکتا ہے۔ بڑے پیشاب کو نرم کرتا ہے۔ شراب سے تیار شدہ سرکہ تکلیف معدہ کے لیے مفید ہے۔ صفراء کا دفاع کرتا ہے اور ضرر رساں دوائیوں کے اثرات ختم کرتا ہے۔

☆ سرکہ میں نمک ڈال کر استعمال کرنے سے متعدی امراض سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ ستو کے ساتھ ملا کر کھایا جائے تو تالو کی جڑ سے تکلیف ختم کرتا ہے پانی میں ملا کر کلی کرنے سے دانتوں کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور مسوڑوں کو طاقتور کرتا ہے۔

☆ سرکہ طحال کے لیے نافع ہے۔ پیٹ میں خون اور دودھ جم جانے کی صورت میں تحلیل کرتا ہے۔ پیشاب کو اعتدال پر لاتا ہے۔ معدہ کی خوب صفائی کرتا ہے۔ اگر پیٹ میں ورم ہو تو اسے بلا تکلیف ختم کرتا ہے بلغم کا دشمن ہے ہاضمہ کا معاون ہے کثیف دوائیوں کو زود ہضم بناتا ہے اور خون کو رقیق بناتا ہے۔

☆ پھنسی گرم ورم آتشزدگی کے لیے اس کا طلاء نافع ہے۔ بھوک میں اضافہ کرتا ہے معدہ کے لیے نافع ہے نوجوانوں کے لیے نہایت مفید ہے اور موسم گرما میں گرم علاقہ جات کے لوگوں کے لیے نفع بخش خوراک ہے۔

گوشت کھانوں کا سردار:

گوشت تمام سالنوں کا سردار ہے۔ اس کی فضیلت' افادیت اور اہمیت مختلف روایات میں بیان کی گئی ہے جن میں سے چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا اور آخرت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد ج ۵' ص ۳۹)

۲- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گوشت دنیا اور آخرت کے کھانوں کا سردار ہے۔ (امام محمد بن یزید' سنن ابن ماجہ' ص ۲۴۷)

۳- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین سالن گوشت ہے' جو تمام سالنوں کا سردار ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جانوروں کا گوشت پسند کیا اور تناول بھی فرمایا: ان میں سے چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) اونٹ (۲) چکور (۳) حبازی (۴) سرخاب (۵) مچھلی (۶) مرغی (۷) خرگوش (۸) نیل گائے (۹) گھریلو گائے وغیرہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جانوروں کے چند اجزاء کے علاوہ تمام حصے تناول فرمائے ہیں۔ مثلاً دست کا گوشت' پیٹھ کا گوشت' شانے کا گوشت' گردن کا گوشت' بھنا ہوا گوشت' روٹی کے بغیر تنہا گوشت' نمک لگا خشک گوشت' شوربادار گوشت' ہڈی دار گوشت' بھنی ہوئی کلیجی' دل' پائے اور مغز (گودا) وغیرہ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے سات اجزاء کو مکروہ قرار دیا:

(۱) کپورہ (۲) حرام مغز (۳) خون (۴) پتا (۵) نر اور مادہ کی پیشاب گاہ (۶) غدود (۷) مثانہ۔

حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

حلال جانور کے تمام اجزاء حلال ہیں لیکن بعض اجزاء حرام وممنوع ہیں:

(۱) لوگوں کا خون (۲) پتا (۳) مثانہ (۴' ۵) علامات مادہ ونر (۶) کپورے (۷) غدود (۸) حرام مغز (۹) گردن کے دو پٹھے جو شانوں تک کھنچے ہوئے ہوتے ہیں (۱۰) جگر (۱۱) تلی (۱۲) گوشت کا خون (۱۳) دل کا خون (۱۴) پت (پتے کا زرد پانی) (۱۵) ناک کی رطوبت (۱۶) پاخانہ کا مقام (۱۷) اوجھڑی (۱۸) آنتیں (۱۹) نطفہ (۲۰) وہ نطفہ جو خون بن چکا ہو (۲۱) وہ نطفہ جو گوشت بن گیا ہو (۲۲) وہ نطفہ جو جانور بن گیا ہو۔ (فتاویٰ رضویہ' ج ۲۰' ص ۲۴۰)

غلاظت کھانے والی مرغی کا استعمال:

گھریلو مرغی جو غلاظت نہیں کھاتی اس کا گوشت بلا کراہت جائز ہے۔ جو مرغی غلاظت کھائے اس کے لیے یہ حیلہ کیا جائے گا

کہ ذبح کرنے سے قبل اسے گھر میں باندھ دیا جائے۔ گھر میں صاف ستھری غذا سے فراہم کی جائے۔ جب یقین ہو جائے کہ کھائی ہوئی غلاظت سے پاک ہوگئی ہے' تو پھر شرعی طریقہ کے مطابق اسے ذبح کرلیا جائے اور بلا کراہت اس کا گوشت استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ ایسی مرغی کے حلال وجائز ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

کدو شریف کے طبی فوائد:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن سبزیوں کو بطور سالن استعمال کیا' ان میں سے ایک کدو شریف ہے' یہ سبزی عرب وعجم سب ممالک میں پائی جاتی ہے۔ تاہم اس کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

کدو شریف معمولی غذا ہے۔ یہ معدہ سے عجلت کے ساتھ اتر کر نیچے چلی جاتی ہے۔ اگر قبل از ہضم فساد ظاہر ہو جائے تو عمدہ خلط ظاہر ہوتا ہے۔ اسے جس کے ساتھ استعمال کیا جائے تو بعد از ہضم اس میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اگر رائی کے ساتھ استعمال میں لایا جائے خلط حریف پیدا ہوگی۔ نمک کے ساتھ استعمال کریں تو نمکین خلط ہوگی۔ اگر قابض اشیاء کے ساتھ استعمال میں لائیں تو قابض خلط میں تبدیل ہو جائے گا اور اگر بہی کے ساتھ استعمال میں لائیں تو جسم کو نہایت عمدہ غذا فراہم کرتا ہے۔

☆ کدو شریف نفیس آبی سبزی ہے' رطوب بلغمی غذا مہیا کرتا ہے۔ بخار کے شکار لوگوں کے لیے مفید ہے۔ سرد مزاج لوگوں کے لیے نافع نہیں' بلغمی مزاج لوگوں کے لیے مفید نہ ہوگا۔ اس کا پانی پیاس کو دور کرتا ہے۔ اس کا پانی پینے یا سر دھونے کی وجہ سے درد سر ختم ہو جاتا ہے اور اگر تنور یا آگ میں اسے گرم کر کے پانی استعمال میں لایا جائے تو بخار کی حرارت ختم کرتا ہے۔

☆ کدو شریف کو ترنجبین اور بہی کے مربہ کے ساتھ استعمال میں لایا جائے تو خالص صفراء کا اسہال پیدا کرتا ہے اس کو پکا کر اس کا پانی کم مقدار شہد اور سہاگے کے ساتھ نوش کیا جائے' تو بلغم اور صفراء کو خارج کرتا ہے۔

علاوہ ازیں کدو شریف کے کثیر فوائد اور امراض کا علاج ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱-کدو شریف سے علاج:

کدو شریف کو ایک سالن یا غذا کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے مگر یہ کثیر امراض کا علاج بھی' قبض کے مریضوں کے لیے یہ عظیم الشان غذا ہے اور علاج بھی یعنی یہ قبض کشاء ہے۔

۲-درد سر سے نجات:

جس شخص کو درد سر کا مرض لاحق ہو' وہ حسب منشاء کدو شریف کا گودا نکال کر کھول میں باریک کرے' پھر اپنی پیشانی پر لیپ کرے تو درد سر دور ہو جائے گا۔ اسی طرح جس شخص کے کان میں درد ہو' تو وہ کدو شریف کا پانی روغن گل کے برابر ملا کر شیشی میں ڈال لے اس کے دو یا تین قطرے کان میں ٹپکائے تو درد کان ختم ہو جائے گا۔

۳-دانتوں کے امراض کا علاج:

کسی کے دانتوں میں تکلیف ہو' اس کے لیے نسخہ یہ ہے کہ کدو کا گودا پانچ تولے اور لہسن ایک تولہ دونوں کو ملا کر ایک کلو پانی میں

خوب پکائیں اور نصف پانی باقی رہنے پر اس سے کلیاں کی جائیں تو دانتوں کی تکلیف ختم ہو جائے گی۔

۴- آنکھوں کے امراض کا علاج:

جس شخص کو آنکھوں کی تکلیف کا مرض لاحق ہو وہ کدو کا چھلکا سائے میں خشک کرے اور کھرل میں باریک کر کے شیشی میں ڈال لے۔ پھر وہ صبح و شام تین تین سلائیاں دونوں آنکھوں میں ڈالیں تو مرض ختم ہو جائے گا۔

۵- ہونٹوں کی تکلیف کا علاج:

جس شخص کو ہونٹوں کا مرض لاحق ہو وہ کدو کا گودا اور شیریں گوند کتیرا برابر وزن لے کر باریک کرے اور رات کو سوتے وقت ہونٹوں پر لیپ کرے۔ وہ مرض ختم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ

۶- پھنسیوں کا علاج:

جس شخص کے جسم پر پھنسیاں ہوں، وہ کدو شریف کا پانی نکال کر پھنسیوں پر لگائے وہ ختم ہو جائیں گی۔

۷- شدت پیاس سے نجات: جس شخص کو شدت پیاس کا مرض لاحق ہو وہ کدو کا گودا باریک کر کے ایک چھٹانک پانی میں نچوڑ لیں، اسے ایک پاؤ سادہ پانی میں دو تولہ مصری کے ساتھ حل کریں اور وقفہ وقفہ سے اسے پیا جائے تو شدت پیاس سے نجات حاصل ہوگی۔ انشاء اللہ

۸- یرقان سے نجات:

جس شخص کو یرقان کا مرض لاحق ہو وہ ایک کدو کو نرم آگ میں بھرتا بنائے، اس کا پانی نچوڑے، پانی میں تھوڑی سی مصری ملائے اور اپنے استعمال میں لائے۔ یرقان سے نجات حاصل ہوگی۔

۹- خونی اسہال اور بواسیر سے نجات:

جس شخص کو خونی اسہال یا بواسیر کا مرض لاحق ہو وہ کدو کا چھلکا حسب ضرورت لے، اسے خشک کر کے باریک کرے تو دوائی تیار ہے۔ صبح و شام چھ چھ ماشے استعمال کرنے سے مرض سے نجات حاصل ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

مرغی کے طبی فوائد:

مرغی کا مزاج گرم ترین ہے، اس میں رطوبت قلیل تر ہوتی ہے اور پرانے مرغ کا گوشت نہایت مفید ہوتا ہے۔ اس کو تخم معصفر اور سوئے کے ساگ میں پانی کے ساتھ پکا کر استعمال میں لایا جائے تو شکم کی سوزش، قولنج اور ریاح غلیظہ کے لیے نہایت مفید ہے۔ چھوٹے مرغ کا گوشت زود ہضم اور نفیس و عمدہ ہوتا ہے۔

چکور کے طبی فوائد:

چکور کا گوشت زود ہضم، نفیس خون پیدا کرتا ہے، سر درد پیدا کرتا ہے، پیشاب بند کرتا ہے اور ترش اشیاء سے اس کی اصلاح ممکن

ہو سکتی ہے۔

کھجور کے طبی فوائد:

☆ کھجور کا مزاج پانی کی مثل گرم ہوتا ہے' بارد معدوں کے لیے قوت بخش ہوتا ہے' قوت باہ میں اضافہ کرتی ہے' جسم کو تازگی دیتی ہے' سرد مزاج لوگوں کے لیے مفید ہوتی ہے۔ غذائیت سے معمور ہوتی ہے۔ جو شخص کھجور کھانے کا عادی نہ ہو' اس کے کھانے سے جسم میں تیزی کے ساتھ تعفن پیدا کرتی ہے' تعفن کے سبب خراب خون پیدا ہوتا ہے۔ بکثرت استعمال سے دردسر لاتی ہے۔ سوداؤ میں اضافہ ہوتا ہے' دانتوں کے لیے ضرررساں ہوتی ہے اور سکنجبین وغیرہ سے اس کی اصلاح ممکن ہو سکتی ہے۔

☆ تازہ کھجور یا چھوہارہ یا پانی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ افطار کرنے میں بہت بڑی لطیف حکمت مضمر ہے۔ روزہ کی وجہ سے معدہ غذا سے مکمل خالی ہوتا ہے۔ جگر کے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہوتی جس کو وہ جذب کے لیے فراہم کرے جبکہ شیریں اشیاء جگر کے لیے مفید ہوتی ہیں۔ اس طرح کھجور جگر کی طرف تیزی سے سرایت کرتی ہے اور ایسی کیفیت میں جگر تازہ کھجور تیزی سے قبول کرتا ہے۔ اس طرح کھجور کے سبب اعضاء اور جگر کو طاقت حاصل ہوتی ہے۔ کھجور نہ ہو' تو چھوہارہ کی شیرینی بھی یہ کام کر سکتی ہے۔ چند گھونٹ پانی کے ساتھ استعمال کرنے سے معدہ خوب صاف ہو جاتا ہے۔ گرمی خارج ہو جاتی ہے۔ کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور انسان پوری رغبت سے کھانا تناول کر سکتا ہے۔

زیتون کے طبی فوائد:

☆ زیتون اول درجہ کا رطب ہے۔ اس کو خشک کہنا غلط ہے' اس کا روغن موثر ہوتا ہے۔ پختہ زیتون کا اس نہایت نافع ہوتا ہے' نیم پختہ سے نکلنے والا تیل سرد خشک ہوتا ہے جبکہ سرخ زیتون متوسط درجہ کا ہوتا ہے۔ سیاہ زیتون گرم بخش ہوتا ہے۔ اعتدال کے ساتھ رطب ہوتا ہے۔ ہر قسم کے زہر کے لیے تریاق ہوتا ہے۔ دست آور ہوتا ہے۔ قبض کشا ہوتا ہے۔ پیٹ کے کیڑوں کو خارج کرتا ہے۔ پرانا زیتون نہایت مفید ہوتا ہے۔ گرم ترین ہوتا ہے۔ پانی کے ذریعے اسے خارج کیا جاتا ہے۔ ہر قسم کا زیتون جسموں میں نرمی' ملائمیت پیدا کرتا ہے اور بالوں کو سفید ہونے سے روکتا ہے۔

☆ زیتون سے تیار شدہ نمکین پانی جلے ہوئے جسم کے حصہ پر آبلے آنے سے روکتا ہے اور مسوڑھوں کو طاقتور کرتا ہے۔ نیز برگ زیتون جسم کے سرخ دانوں' پہلو کی پھنسیوں اور کندھے کے زخموں کو روکتا ہے۔ علاوہ ازیں پسینہ بند کرتا ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ قَدَحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 29: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالہ کا بیان

186- حَدَّثَنَا الحسين بن الاسود البغدادی حَدَّثَنَا عمرو بن محمد حَدَّثَنَا عِيسٰى بن طهمان عن ثابت قَالَ اَخرَجَ اِلَيْنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَدَحَ خَشَبٍ غَلِيْظًا مُضَبَّبًا بِحَدِيْدٍ فَقَالَ يَا ثَابِتُ هٰذَا قَدَحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے لکڑی کا بنا ہوا ایک موٹا پیالہ نکالا جس میں لوہے کے پترے لگے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: اے ثابت! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے۔

187 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عبد الرحمن حَدَّثَنَا عمرو بن عاصم حَدَّثَنَا حماد ابن سَلْمَةَ حَدَّثَنَا حميد و ثابت عن انس قَالَ لقد سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْقَدَحِ الشَّرَابَ كُلَّهُ الْمَاۤ وَالنَّبِيْذَ وَالْعَسَلَ وَاللَّبَنَ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیالے میں ہر طرح کا مشروب پلایا ہے: پانی، نبیذ، شہد اور دودھ۔

شرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ مبارک

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خورد ونوش کے لیے پیالہ استعمال میں لاتے تھے۔ یہ پیالہ سونے یا چاندی کا بنا ہوا نہیں تھا بلکہ مختلف پیالے تھے جو مختلف چیزوں سے تیار شدہ تھے۔

حضرت عاصم احول رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھا جو لکڑی سے تیار شدہ تھا۔ حضرت امام ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ اس پیالہ میں لوہے کا پترا لگا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے قصد کیا کہ لوہے کی جگہ سونے یا چاندی کا پترا لگا دیا جائے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ اس پیالہ کی ہیئت تبدیل نہ کریں بلکہ اپنی حالت میں رہنے دیں۔

۱-لکڑی کا پیالہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ پیالہ جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس تھا' وہ لکڑی سے تیار شدہ تھا۔ اس میں لوہے یا چاندی کا پترا لگا ہوا تھا' اسی پیالہ میں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بارہا پانی پیش کیا تھا۔

حضرت نضر بن انس رضی اللہ عنہ کی وراثت میں وہ پیالہ شامل تھا' جو آگے جا کر آٹھ لاکھ درہم میں فروخت ہوا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بصرہ میں اس کی زیارت کی اور اس سے پانی پینے کی سعادت حاصل کی۔

۲-شیشہ کا پیالہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شیشہ کا پیالہ تھا' جس سے پانی نوش فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شیشہ سے تیار شدہ پیالہ تھا اور اس میں آپ پانی نوش فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق سلطان مقوقش نے شیشہ کا پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی نوش کرتے تھے۔

۳-مٹی کا پیالہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سادگی پسند تھے۔آپ کا پیالہ بھی سادہ تھا۔ایک پیالہ مٹی کا بنا ہوا تھا۔صحابہ کرام عزیز از جان تصور کرتے ہوئے تبرکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ رکھے تھے۔پھر وہ تابعین کی طرف منتقل ہوئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیالہ مٹی سے تیار شدہ تھا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شوربا دار گوشت کھاتے ہوئے دیکھا تھا اور پکی مٹی کے پیالہ میں آپ کو پانی پیتے ہوئے دیکھا تھا۔

۴-تانبے کا ملمع شدہ پیالہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالوں میں سے ایک تانبے سے ملمع شدہ بھی تھا۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک پیالہ تانبے سے ملمع شدہ تھا۔اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی نوش فرماتے تھے اور وضو کیا کرتے تھے۔

۶-بڑا پیالہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا پیالہ تھا۔اس کا وزن اتنا زیادہ تھا کہ چار آدمی اسے اٹھاتے تھے۔حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا پیالہ تھا جسے چار آدمی اٹھاتے تھے اور اس کا نام ''غراء'' تھا۔اس پیالہ میں ثرید تیار کیا جاتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام سے مل کر تناول فرماتے تھے۔

فائدہ: بڑا پیالہ جسے چار آدمی اٹھاتے تھے' کے دو مطالب ہو سکتے ہیں: (۱) وہ پیالہ واقعی ہی عرض وطول اور وزن کے اعتبار سے بڑا تھا' جسے چار آدمی اٹھاتے تھے۔(۲) وہ پیالہ اتنا بڑا نہ ہو مگر احتراماً اسے چار آدمی اٹھاتے ہوں۔تاہم آپ کا ایک بڑا پیالہ تھا جس میں صحابہ مختلف اشیاء ڈال کر ثرید تیار کرتے پھر سب جمع ہو کر تناول کرتے تھے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ فَاكِهَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 30: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پھل کھانے کا بیان

188-حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن موسٰی الفزاری حَدَّثَنَا ابراھیم بن سعد عن ابیه عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن جعفر قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَاْ كُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ .

◆◆ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ساتھ ککڑی کھایا کرتے تھے۔

189- حَدَّثَنَا عبدة بن عبد اللّٰه الخزاعی البصری حَدَّثَنَا معاوية بن هشام عن سفيٰن عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَاْ كُلُ الْبِطِّيْخَ بِالرُّطَبِ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ساتھ تربوز کھایا کرتے تھے۔

189- حدثنا إبراهيم بن يعقوب قال: حدثنا وهب بن جرير قال: حدثنا أبي قال: سمعت حميدا، أو قال: حدثني حميد -قال وهب: وكان صديقا له -عن أنس بن مالك قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يجمع بين الخربز والرطب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خربوزہ اور کھجور کھا رہے تھے۔

190-حَدَّثَنَا محمد بن يحيٰى حَدَّثَنَا محمد بن عبد العزيز الرملي حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن يزيد بن الصلت عن محمد بن اسحق عَنْ يَزِيْدَ بن رومان عن عروة عن عائشة رضى الله عنها اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَكَلَ الْبِطِّيْخَ بِالرُّطَبِ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے ساتھ تربوز کھایا تھا۔

191- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ بن سعيد حَدَّثَنَا مالك بن انس ح و حَدَّثَنَا اسحٰق بن موسى حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك عن سهيل بن اَبِىْ صالح عن ابيه عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّاسُ اِذَا رَأَوْ اَوَّلَ الثمَرِ جَاؤُا بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَاِذَا اَخَذَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِىْ اَثْمَارِنَا وَ بَارِكْ لَنَا فِىْ مَدِيْنَتِنَا وَ بَارِكْ لَنَا فِىْ صَاعِنَا وَ فِىْ مُدِّنَا اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ عَبْدُكَ وَ خَلِيْلُكَ وَ نَبِيُّكَ وَ اِنِّىْ عَبْدُكَ وَ نَبِيُّكَ وَ اِنَّهٗ دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَ اِنِّىْ اَدْعُوْكَ لِلْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِ مَادَعَاكَ بِهٖ لِمَكَّةَ وَ مِثْلِهٖ مَعَهٗ قَالَ ثُمَّ يَدْعُوْا صَغِرَ وَلِيْدٍ يَرَاهُ فَيُعْطِيْهِ ذٰلِكَ الثَّمَرَ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب لوگ (موسم کا پہلا پھل) پاتے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لیتے اور یہ دعا کرتے:

"اے پروردگار! ہمارے پھلوں میں برکت دے، ہمارے شہر میں برکت دے، ہمارے صاع میں برکت دے اور ہمارے مد میں برکت دے۔ اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے، تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے۔ میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں۔ انہوں نے تجھ سے مکہ کے لیے دعا کی تھی، میں تجھ سے مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں۔ ویسی جو انہوں نے تجھ سے مکہ کے لیے کی تھی اس جیسی اور اس سے زیادہ برکت کی دعا کرتا ہوں۔"

راوی نے کہا: پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چھوٹے بچے کی طلب کرتے جو آپ کو سامنے نظر آتا، تو وہ پھل اسے عطا کرتے۔

192- حَدَّثَنَا محمد بن حميد الرازى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا ابراهيم بن المختار عن محمد بن

اسحق عَنْ اَبِیْ عبیدة بن محمد بن عمار بن یاسر عن الربیع بنت معوذ بن عفراء قَالَتْ بعثنی مُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَ عَلَیْهِ اَجْرٍ مِنْ قِثَّاءٍ زُغْبٍ وَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یُحِبُّ الْقِثَّاءَ فَاَتَیْتُهُ بِهٖ وَعِنْدَهٗ حِلْیَةٌ قَدْقُدِمَتْ عَلَیْهِ مِنَ الْبَحْرَیْنِ فَمَلَأَ یَدَهٗ مِنْهَا فَاَعْطَانِیْهِ .

حَدَّثَنَا علی بن حجرا نبانا شریك عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن محمد بن عقیل عن الربیع بنت معوذ بن عفراء قالت اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَ اَجْرٍ زُغْبٍ فَاَعْطَانِیْ مِلْأَکَفِّهٖ حُلِیًّا اَوْقَالَتْ ذَهَبًا .

◆◆ حضرت ربیع بنت مسعود بن عفراء رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے کھجور کا ایک تھال دے کر مجھے بھیجا، اس میں کچھ خربوزے بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خربوزے پسند تھے۔ میں وہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی' اس وقت آپ کے پاس کچھ زیور موجود تھے جو آپ کی خدمت میں بحرین سے آئے تھے، آپ نے اپنا ہاتھ بھر کر وہ مجھے عطا کیے۔

اس روایت میں یہ بھی منقول ہے: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں اور خربوزوں کا تھال لے کر حاضر ہوئی تو آپ نے مٹھی بھر کر زیورات سونا مجھے عنایت کیے۔

شرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھلوں کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ کی کثیر نعمتوں میں سے اہم نعمت پھل ہیں' جن کا تذکرہ قرآن وسنت میں موجود ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخوشی مختلف پھل کھائے ہیں' جن میں سے اکثر کا ذکر احادیث باب میں ہے' آپ کے کھائے ہوئے پھلوں کا تذکرہ اور ان کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

۱-خربوزے کے طبی فوائد:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تر کھجور کے ساتھ خربوزہ کھاتے تھے۔ خربوزے کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

شیریں خربوزے کا مزاج دوسرے درجہ میں گرم اور دوسرے درجہ میں تر ہوتا ہے۔ ترش اور پھیکے خربوزے کا مزاج پہلے درجہ میں سرد اور دوسرے درجہ میں تر ہوتا ہے۔ خربوزے کا گودا غذائیت سے بھرپور اور تر ہوتا ہے۔ اس کی خوش بو قلب و دماغ کے لیے فرحت بخش ہوتی ہے۔ خربوزہ بطور پھل کثیر الاستعمال ہے۔ اسے بطور غذائیت بھی کھایا جاتا ہے اور رطوبیت بھی حاصل ہوتی ہے۔ بکثرت استعمال سے جسم کی کمزوری دور ہوتی ہے۔ اس کے کھانے کا بہترین وقت دو کھانوں کے درمیان کا ہے۔ اس وقت ایک

غذاء ہضم ہوکر آنتوں کی طرف منتقل ہو چکی ہوتی ہے۔ بصورت دیگر اس کا استعمال نقصان دے بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کے مسلسل اور بار بار استعمال سے دانت صاف و چمکدار ہو جاتے ہیں اور ان کا جما ہوا میل بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اعتدال کے ساتھ استعمال سے اجابت کھل کر آتی ہے۔ مگر بکثرت استعمال سے اسہال آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

۲-تربوز کے طبی فوائد:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تر کھجور کے ساتھ تربوز تناول فرماتے تھے۔

تربوز کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

سبز تربوز کا مزاج بارد رطب ہے' تربوز میں جو مواد موجود ہوتا ہے' یہ کھیرے اور ککڑی سے بھی زیادہ زود ہضم ہوتا ہے۔ تربوز معدہ سے اتر کر تیزی سے نیچے انتڑیوں میں چلا جاتا ہے۔ معدہ کے لیے خلط تیار نہ ہو' تو یہ اس کی طرف تیزی سے اتر جاتا ہے۔ اس کے کھانے والا گرم مزاج ہو' تو اس کے لیے مفید تر' اگر ٹھنڈے مزاج کا حامل ہو' تو اس کے استعمال کے لیے سونٹھ استعمال میں لائی جاتی ہے۔ کھانے سے قبل اس کا استعمال بہتر ہے ورنہ متلی و قے آنے کا اندیشہ ہے۔ کھانے سے قبل تربوز کھانے سے معدہ کو جلاء ملتی ہے۔ معدہ کو مکمل طور پر صاف کرتا ہے اور بیماری کو جڑ سے نکال دیتا ہے۔

۳-انار کے طبی فوائد:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ یوم عرفہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انار پیش کیا گیا تو آپ نے تناول فرمایا:

انار کھانے کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

انار جنتی پھل ہے' اس کے دانوں کو باریک چھلکوں سمیت کھایا جائے۔ اس کا استعمال معدہ کو صاف کرتا ہے۔ معدہ کے لیے مقوی ہے۔ سینہ' حلق اور پھیپھڑے کے لیے مفید ہے۔ اس سے بڑا پیشاب نرم ہوتا ہے۔ جسم کو غذائیت فراہم کرتا ہے۔ یہ رقت و لطافت کا حامل ہے۔ معدہ میں معمولی حرارت اور ریاح پیدا کرتا ہے۔ قوت باہ کے لیے مقوی' بخار زدہ لوگوں کے لیے غیر مفید ہے اور کھانے کے ساتھ استعمال کیا جائے تو معدہ کی خرابی کو دور کرتا ہے۔

ترش انار بارد یابس ہوتا ہے' معدہ کی سوزش کے لیے نافع ہے' پیشاب آور' صفراء کے لیے سکون بخش ہے' اسہال کو ختم کرتا ہے' اعضاء جسم کے لیے مقوی ہے۔ دل کے امراض کو ختم کرتا ہے' صفراء اور خون کی حرارت کے لیے مانع ہوتا ہے۔

ترش انار لطافت کے قریب تر ہے' انار کو شہد میں ملا کر اس کا طلاء کرنا انگلی کے سرے کی سوزش اور خطرناک پھوڑوں کے لیے مفید ہے۔ اس کے شگوفے زخموں کے لیے مفید اور جو شخص تین شگوفے ہر سال نگل لے تمام سال آشوب چشم سے محفوظ رہے گا۔

۴-انگور کے طبی فوائد:

حضرت امیر بن زید عبسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھلوں میں سے انگور اور تربوز زیادہ پسند فرماتے

تھے۔

انار کی طرح انگور بھی جنتی پھل ہے اور اس کی طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

انگور تازہ اور خشک دونوں طریقوں سے کھایا جاتا ہے' یہ پھل ہے اور غذاء بھی' شوربوں میں بہترین شوربا' بہترین دواء ہے اور مشروب بھی۔ اس کا مزاج گرم ہے' نفیس رسیلا بڑے سائز کا ہوتا ہے۔ سفید انگور سیاہ سے نفیس ہے جبکہ شیرینی میں دونوں برابر ہوتے ہیں۔ دو تین دن کا توڑا ہوا انگور تازہ توڑے ہوئے انگور سے عمدہ اور مسہل ہوتا ہے۔

چھلکا سکڑ جانے تک انگور درخت پر چھوڑے جا سکتے ہیں۔ اس کا استعمال بطور غذا نہایت عمدہ ہے' جسم کو طاقت دیتا ہے اور زیادہ استعمال کرنے سے دردسر کا سبب بنتا ہے۔ انگور جسم کو فربہ بناتا ہے' اس سے نفیس غذا حاصل ہوتی ہے اور یہ ان تین پھلوں میں سے ایک ہے' جنہیں لوگ پھلوں کا سلطان و بادشاہ کہتے ہیں یعنی انگور' کھجور اور انجیر۔

۵۔ کشمش کے طبی فوائد:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ آپ کی خدمت میں کشمس لائی گئی۔ آپ نے تناول فرمائی اور فراغت پر فرمایا: تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا ہے' تمہارے لیے فرشتوں نے دعا خیر کی ہے اور تمہارے پاس روزہ داروں نے افطاری کی ہے۔

کشمش کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

☆ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کشمش نفیس غذا ہے' جو منہ کی بدبو کو دور کرتی ہے اور بلغم کو خارج کرتی ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کشمش عمدہ غذا ہے' جو امراض کو ختم کرتی ہے' اعصاب کو مضبوط کرتی ہے' آتش غضب کو ٹھنڈا کرتی ہے' رنگ نکھارتی ہے اور منہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے۔

☆ نفیس کشمش وہ ہوتی ہے' جو بڑے سائز کی ہو' اس میں گودا خوب ہو' اس سے بھرپور ہو' چھلکا باریک ہو' گٹھلی موجود نہ ہو اور اس کا تخم میانہ سائز کا ہو' کشمش کا مزاج پہلے درجہ میں گرم تر ہے' اس کا تخم سرد تر ہے' اس کا بیج انگور کے بیج کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے کشمش تیار ہوتی ہے۔ شیریں کشمش گرم ہوتی ہے' ترش کشمش قابض اور سرد ہوتی ہے۔ سفید کشمش میں قبض زیادہ ہوتی ہے۔ اس کا گودا سانس کی نال کے لیے مفید ہوتا ہے۔ کھانسی میں نافع' گردے اور مثانے کی تکالیف کو دور کرتی ہے۔ معدہ کے لیے مقوی ہے اور پیٹ کو نرم بناتی ہے۔

☆ شیریں کشمش کے گودے میں انگور سے زیادہ غذائیت پائی جاتی ہے۔ خشک کشمش میں غذائیت کم پائی جاتی ہے۔ یہ ہاضم ہوتی ہے۔ اس میں قوت ناضجہ موجود ہوتی ہے۔ یہ قبض پیدا کرتی ہے۔ اعتدال کے ساتھ مادہ کو تحلیل کرتی ہے۔ یہ معدہ' طحال' جگر کے لیے مقوی ہے۔ سینہ' حلق' پھیپھڑے' گردہ اور مثانہ کی تکلیف کے لیے نافع ہے۔ اسے استعمال میں لاتے وقت اس کے بیج پھینک دیے جائیں۔ اس کے تخم میں مرض ہے اور اس کے گودا میں شفاء ہے۔

۶-توت کے طبی فوائد:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توت تناول فرمائے ہیں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پیالے میں توت تناول کرتے ہوئے دیکھا۔

توت کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

توت دو قسم کے ہوتے ہیں ایک سفید جو زیادہ میٹھے ہوتے ہیں' دوسرے سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں جو زیادہ شیریں نہیں ہوتے اور اسے شہتوت کہتے ہیں۔ سفید توت کا مزاج پہلے درجہ میں گرم اور تر ہوتا ہے۔ یہ مفتح سدد' ملین طبع' مرطب دماغ اور مقوی صدر کی وجہ سے انجیر کی مثل ہوتا ہے۔ دواء کے طور پر عموماً سیاہ شہتوت استعمال میں لائے جاتے ہیں مگر بعض اوقات سفید توت بھی بطور دوائی استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس کا شربت تیار کر کے بطور فرحت و دوائی استعمال کیا جاتا ہے۔ مختلف امراض کے لیے اس کا شربت مفید ہے۔ منہ کے امراض کے لیے اس کے شربت سے غرارے کرائے جاتے ہیں' اس کا شربت پیٹ سے مواد برآمد ہونے سے روکتا ہے' مبرد ہونے کی وجہ سے حدت کے خون کو دور کرتا ہے اور کثرت پیاس کے مرض سے نجات دیتا ہے۔

صفراوی مزاج لوگوں کے لیے ضرر رساں نہیں ہے' اس کے پتوں اور جڑوں کے جوشاندہ سے کلی کرنے سے منہ کے امراض ختم ہو جاتے ہیں۔ شہتوت کی جڑ اور پتوں سے جوشاندہ تیار کر کے کلی کرنے کے سبب امراض حلق ختم ہو جاتے ہیں۔

۷-بہی کے طبی فوائد:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہی پھل لے کر حاضر ہوئے جو طائف سے آیا تھا۔ آپ نے اس پھل سے کچھ لیا اور فرمایا: یہ پھل سینے کو ہلکا کرتا ہے اور دل کو طاقت دیتا ہے۔ حضرت طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے دست اقدس میں بہی پھل تھا اور آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: تم یہ لے لو اس لیے کہ یہ دل کو تقویت دیتا ہے۔

بہی پھل کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

☆ بہی پھل کا مزاج بارد و یابس ہے۔ ذائقہ کے لحاظ سے اس کے مزاج میں تبدیلی آتی رہتی ہے لیکن مجموعی طور پر بہی پھل قابض و سرد ہوتا ہے۔ معدہ کے لیے نہایت مفید ہے۔ شیریں بہی میں برودت و یبوست کم ہوتی ہے اور اعتدال کی حالت میں ہوتی ہے۔ ترش بہی میں برودت' یبوست اور قبض کی صفت زیادہ پائی جاتی ہے۔ بہی تشنگی کو ختم کرتی ہے' قے کو روکتی ہے۔ پیشاب آور ہے بڑے پیشاب کو بستہ بناتی ہے۔ خون کی سیلانی اور متلی میں مفید جبکہ آنتوں کے زخم کے لیے نافع ہے۔ ہیضہ اور متلی میں نافع ہے۔ کھانے کے بعد بہی استعمال کرنے سے تبخیر کو روکتی ہے۔ کھانے سے قبل استعمال میں لانے سے قبض ہوتی ہے' کھانے کے بعد استعمال سے بڑے پیشاب کو نرم کرتی ہے اور فضلات کے اخراج کے لیے مفید ہے۔ بکثرت استعمال اعصاب کے لیے غیر مفید ہے۔ قولنج پیدا کرتا ہے اور معدہ میں پیدا ہونے والے صفراء کی حرارت کو کم کرنے کے لیے معاون ہے۔

اس کے بھون لینے سے خشونت کم ہو جاتی ہے۔ بھون کر اس کا شہد کے ساتھ استعمال مفید ہے۔ اس کا تخم حلق اور سانس کی خشونت کو ختم کرتا ہے۔ اس کا روغن پسینہ کو روکتا ہے' معدہ کے لیے مقوی ہے' اس کا مربہ مفید' جگر کے لیے مقوی ہے' دل کو تقویت دیتا ہے اور سانسوں کو خوشگوار بناتا ہے۔

۸-انجیر کے طبی فوائد:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک طشتری میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انجیر پیش کی گئی تو آپ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا: تم کھاؤ' اگر میں یہ بات کہوں کہ ایک پھل جنت سے بغیر گٹھلی کے اترا ہے' تو وہ انجیر ہے' بیشک یہ بواسیر کو ختم کرتا ہے اور پاؤں کے درد کے لیے مفید ہے۔

انجیر کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

انجیر کا مزاج حار ہے جبکہ رطوبت و یبوست کے حوالے سے اطباء کے دو اقوال ہیں:

(۱) نفیس انجیر پختہ اور سفید چھلکے والی ہوتی ہے۔ گردے اور مثانے کے ریگ کے لیے صافی ہوتی ہے اور زہر سے بچاتی ہے۔ اس میں تمام پھلوں سے زیادہ غذائیت پائی جاتی ہے۔

سینہ' حلق اور سانس کی نالی کی تکلیف کو دور کرتی ہے۔ انجیر جگر کو صاف کرتی ہے۔ معدہ سے خلط بلغم کا اخراج کرتی ہے اور جسم کو تروتازہ رکھتی ہے۔

(۲) انجیر کی غذا سے اعصاب میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ بادام اور اخروٹ کے ساتھ اس کا استعمال نافع ہوتا ہے۔ زہر قاتل سے قبل مغز اخروٹ کے ساتھ انجیر کا استعمال' زہر کو غیر ماثر بنا دیتا ہے۔

۹-پستہ کے طبی فوائد:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پستہ استعمال کیا ہے۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک شام سے حاضر ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں خشک میوہ جات پستہ' بادام اور کیک پیش کیے تو آپ نے دعا کی: اے پروردگار! میرے گھر والوں میں سے کوئی محبوب ترین شخص میرے پاس بھیج دے جو میرے ساتھ یہ پھل کھائے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے چچا! آپ میرے قریب آ جائیں اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں پستہ کھایا۔

پستہ کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

پستہ ایک ایسا پھل ہے جسے توڑنے سے سبز مغز برآمد ہوتا ہے۔ جو نہایت درجہ ذائقہ دار اور لذیز ہوتا ہے۔ اس کا پوست بطور دوا استعمال میں لایا جاتا ہے۔ پستہ دوسرے درجہ میں گرم' پہلے درجہ میں تر' مقوی قلب و دماغ' مقوی باہ' مسمن جسم اور منفث بلغم ہوتا ہے۔ اس کا مغز قلب و دماغ اور ذہن کی تقویت کا باعث ہوتا ہے۔ مقوی قوت باہ اور ضعف باہ کے مریضوں کے لیے مفید ہے

پستہ جسم کی کمزوری، گردوں کے درد کو دور کرتا ہے۔ پستہ اخراج بلغم اور کھانسی میں نافع ہوتا ہے۔

۱۰-بادام کے طبی فوائد:

بادام کا استعمال کرنا مسنون اور اس کا ذکر پستہ والی روایت کے ضمن آ چکا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پستہ کھایا تھا اور پسند بھی فرمایا تھا۔ تاہم بادام کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

عام طور پر بادام کا مزاج حار و بارد ہے، دماغ کے لیے مقوی و مرطب ہے۔ قوت باہ اور مولد منی ہے۔ اس کے استعمال سے غذائیت حاصل ہوتی ہے، اس کا حریرہ بنا کر استعمال میں لایا جاتا ہے۔ دماغ کے لیے مقوی مرطب ہوتا ہے اور اس سے پورے جسم کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ یہ کھانسی کے لیے مفید، حلق اور سینہ کو ملائم کرتا ہے۔ بادام چہرے کی رنگت کو نکھارتا ہے اور بلغم کا اخراج کرتا ہے اور دوائیوں میں شامل کرنے سے تقویت جسم کا سبب بنتا ہے۔

۱۱-سونٹھ کے طبی فوائد:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونٹھ استعمال فرمائی تھی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سلطان ہند نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحائف ارسال کیے تھے ان میں ایک تحفہ سونٹھ تھا۔ آپ نے ہر شخص کو ایک ایک ٹکڑا کھلایا اور مجھے بھی ایک ٹکڑا کھلایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (سونٹھ) کی تعریف میں فرمایا: اور اس میں ایسے جام پلائے جائیں گے جس کی ملونی ادرک (سونٹھ) ہوگی۔

سونٹھ کے طبی فوائد حسب ذیل ہیں:

☆ سونٹھ دوسرے درجہ میں گرم جبکہ پہلے درجہ میں تر ہے، کھانا ہضم کرنے کے لیے معاون ہوتی ہے اور گرم کن ہے۔ اعتدال کی حد تک کھانا نرم کرتی ہے۔ جگر کے سدوں کے لیے مفید ہے۔ اس کے کھانے اور بطور سرمہ استعمال کرنے کی وجہ سے آنکھوں کے امراض کا خاتمہ کرتی ہے، جماع کے لیے مفید، معدہ اور آنتوں میں پائی جانے والی ریاح کو تحلیل کرتی ہے۔

☆ بارد جگر اور بارد معدہ دونوں کے لیے مفید ہے، شکر کے ساتھ ملا کر دو درہم کی مقدار استعمال کرنے سے لیس ورطوبت کے خاتمہ کا سبب بنتی ہے۔ مختلف معجونوں میں اس کا استعمال کیا جاتا ہے، جو امراض کے خاتمہ کا باعث بنتی ہے۔ سونٹھ کے استعمال سے منی میں اضافہ ہوتا ہے، جگر و مثانہ میں حرارت پیدا ہوتی ہے۔ منہ کی بدبو کو ختم کرتی ہے اور ثقیل کھانوں کو زود ہضم بناتی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ شَرَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب **31**: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانی پینے کا بیان

193- حَدَّثَنَا ابن اَبِیْ عمر حَدَّثَنَا سفین عن معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة رضی اللہ عنها قَالَتْ كَانَ اَحَبَّ الشَّرَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الْحُلْوَ الْبَارِدَ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سب سے پسندیدہ مشروب ٹھنڈا، میٹھا تھا۔

194- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن ابراهیم انبانا علی بن زید عن عمر هو ابن ابی حرملة عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عَنْهُمَا قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنَا وَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَلٰی مَيْمُوْنَةَ فَجَائَتْنَا بِاِنَاءٍ مِنْ لَّبَنٍ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَنَا عَلٰی يَمِيْنِهٖ وَ خَالِدٌ عَلٰی شِمَالِهٖ فَقَالَ لِی الشَّرْبَةُ لَكَ فَاِنْ شِئْتَ اٰثَرْتَ بِهَا خَالِدًا فَقُلْتُ مَا كُنْتُ لِاُوْثِرَ عَلٰی سُؤْرِكَ اَحَدًا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ طَعَامًا فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَ اَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ وَ مَنْ سَقَاهُ اللّٰهُ لَبَنًا فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَافِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزِئُ مَكَانَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ غَيْرَ اللَّبَنِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گیا، وہ ایک برتن میں دودھ لے کر آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پی لیا، میں آپ کے دائیں طرف بیٹھا ہوا تھا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: پینے کا حق تمہارا ہے اگر تم چاہو تو خالد کے لیے ایثار کر سکتے ہو؟ میں نے عرض کیا: آپ کے بچے ہوئے کے سبب، میں کسی کے لیے ایثار نہیں کر سکتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ کچھ کھلائے تو وہ یہ دعا کرے:

”اے پروردگار! ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور ہمیں اس سے بھی بہتر کھانا نصیب فرما۔“

اللہ تعالیٰ جس کو دودھ پلائے تو وہ یہ دعا کرے:

”اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت فرما اور ہمارے لیے اس میں اضافہ فرما۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دودھ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے، جو کھانے اور پینے دونوں کی ضرورت پوری کر دے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ شُرْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 32: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پانی وغیرہ پینے کے طریقہ کار کا بیان

195- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا هشیم انا عاصمُ الاحول و مغیرة عن الشعبی عن ابن عباس اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ وَ هُوَ قَائِمٌ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آب زم زم کھڑے ہو کر پیا تھا۔

196- حَدَّثَنَا قتیبه بن سعید حَدَّثَنَا محمد بن شعیب عن ابیه عن جده قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِمًا وَّ قَاعِدًا ۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر بھی (پانی) پیا ہے۔

197- حَدَّثَنَا علی بن حجر حَدَّثَنَا ابن المبارك عن عاصم الاحول عن الشعبی عن ابن عباس قَالَ سَقَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِن زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَ هُوَ قَائِمٌ .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آب زم زم پلایا، آپ نے اسے کھڑے ہو کر پیا۔

198- حَدَّثَنَا ابو كريب محمد بن العلاء و محمد بن طريف الكوفي قَالاَ انبانا ابن الفضيل عن الاعمش عن عبد الملك بن ميسرة عن النزال بن سبرة قَالَ اُتِيَ عَلِيٌّ بِكُوْزٍ مِنْ مَّآءٍ وَ هُوَ فِي الرَّحْبَةِ فَاَخَذَ مِنْهُ كَفًّا فَغَسَلَ يَدَيهِ وَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَ مَسَحَ وَجْهَهُ وَ ذِرَاعَيْهِ وَرَأْسَهُ ثُمَّ شَرِبَ مِنْهُ وَ هُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ هٰذَا وُضُوْءُ مَنْ لَّمْ يُحْدِثْ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَعَلَ

حضرت نزال بن سبرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پانی کا پیالہ پیش کیا اور وہ اس وقت میدان میں موجود تھے۔ انہوں نے اسے ہاتھ میں پکڑا، دونوں ہاتھ دھوئے، کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، چہرے، بازوؤں پر اور سر کا مسح کیا۔ پھر اسے کھڑے ہو کر پی لیا اور انہوں نے فرمایا: یہ اس شخص کا وضو ہے، جو پہلے بے وضو نہ ہوا ہو، میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

199/1- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد و يوسف بن حماد قَالاَ حَدَّثَنَا عبد الوارث بن سعيد عَنْ اَبِيْ عصام عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِيْ الْاِنَاءِ ثَلاَثًا اِذَا شَرِبَ وَ يَقُوْلُ هُوَ اَمْرَءُ وَ اَرْوٰى .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم برتن میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے، جب آپ کچھ پیتے تھے تو فرمایا کرتے تھے: یہ زیادہ خوشگوار اور زیادہ سیر کرنے والا ہے۔

199/2- حَدَّثَنَا على بن خشوم حَدَّثَنَا عِيْسٰى بن يونس عن رشدين بن كريب عن ابيه عن ابن عباس اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ اِذَا شَرِب تَنَفَّس مَرَّتَيْنِ .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی چیز پیتے تو دو مرتبہ سانس لیا کرتے تھے۔

200- حَدَّثَنَا ابن اَبِيْ عمر حَدَّثَنَا سفين عَنْ يَزِيْدَ ابن يزيد بن جابر عن عبد الرحمن بن اَبِيْ عمرة عن جدته كبشة قالت دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا فقمت الى فِيْهَا فَقَطَعْتُهُ .

حضرت عبدالرحمن بن ابوعمرہ رضی اللہ عنہ اپنی دادی حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے، آپ نے لٹکے ہوئے مشکیزے کے منہ سے کھڑے ہوکر پانی پیا۔ میں اٹھی اور اس کے منہ کو کاٹ لیا۔

201- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدی حَدَّثَنَا عزرة ابن ثابت الانصاری عن ثمامة بن عبد الله قَالَ كَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَتَنَفَّسُ فِي الْاِنَاءِ ثَلٰثًا وَّزَعَمَ اَنَسٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْاِنَاءِ ثَلٰثًا ۔

حضرت ثمامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ برتن میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم برتن میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے۔

202- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا ابو عاصم عن ابن جريج عن عبد الكريم عن البراء بن زيد ابن انبة انس بن مالك عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ وَ قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَشَرِبَ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ وَ هُوَ قَائِمٌ فَقَامَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ اِلٰى رَأْسِ الْقِرْبَةِ فَقَطَعَتْهَا ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے، وہاں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا اور آپ نے مشکیزے کے منہ سے اپنا منہ مبارک لگا کر کھڑے ہوکر پانی پیا۔

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا اٹھیں اور انہوں نے مشکیزے کے منہ کو کاٹ لیا۔

203- حَدَّثَنَا احمد بن نصر النيسا بوری حَدَّثَنَا اسحٰق بن محمد الفروی حَدَّثَنَا عبيدة بنت نائل عن عائشة بنت سعد بن اَبِيْ وقاص عن ابيها اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَشْرَبُ قَائِمًا وَّقَالَ اَبُوْ عِيْسٰى وقال بعضهم عبيدة بنت نابل ۔

حضرت عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما نے کہا: ان کے والد نے بیان کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر پی لیا کرتے تھے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: بعض راویوں نے عبیدہ بنت نابل نام نقل کیا ہے۔

شرح

مشروبات کے حوالے سے اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

کھانے کی طرح پینے کے حوالے سے بھی یہاں اسوۂ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا جاتا ہے تاکہ امت مسلمہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی پیغام میسر آسکے اور عمل کر کے قرب خداوندی اور خوشنودی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت حاصل کر سکے۔

۱- تین سانس میں پانی نوش کرنا:

بیٹھ کر، دائیں ہاتھ سے، بسم اللہ پڑھ کر اور تین سانس میں پانی نوش کرنا مسنون ہے۔

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پینے کی کسی بھی چیز کو اونٹ طرح ایک بار مت پیو، جب تم پانی پیو تو دو یا تین سانس میں پیو، جب پانی پینا شروع کرو تو بسم اللہ پڑھ کر پیو اور پانی پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پینے کی چیز کو یا شربت کو تین سانس میں نوش کرتے تھے۔

۳- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پانی نوش کرتے وقت تین سانس لیتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: اس طرح پانی نوش کرنا زیادہ خوشگوار ہے اور بہتر سیراب کرنے والا ہے۔

فائدہ نافعہ:

مشروبات کے استعمال کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام عمل تین سانس میں نوش کرنا تھا مگر دو دفعہ سانس لینا بیان جواز کے لیے تھا۔ عندالضرورت چار سانس میں بھی پانی نوش کیا جاسکتا ہے۔

۲- بیٹھ کر پانی نوش کرنا:

ماکولات اور مشروبات کو بیٹھ کر استعمال میں لانا مسنون ہے۔ اس بارے میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کھڑا ہو کر پانی پینا شروع کر دیا۔ آپ نے اسے قے کرنے کا حکم دیا مگر اس نے انکار کر دیا اور اس کی وجہ دریافت کی؟ آپ نے فرمایا: تم پسند کرو گے کہ تمہارے ساتھ بلی پانی پیے؟ اس نے عرض کیا: ہرگز نہیں۔ فرمایا: تمہارے ساتھ اس سے زیادہ برے شیطان نے مل کر پانی پیا ہے۔

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ کوئی شخص کھڑا ہو کر پانی نوش کرے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کھانے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: یہ تو اس سے بھی برا ہے۔

۳- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی نوش کرنے سے منع کیا۔

۳- ٹھنڈا پانی نوش کرنا:

ٹھنڈا میٹھا پانی استعمال کرنا مسنون ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نوعیت کا پانی نوش فرماتے تھے۔ اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام پذیر تھے' تو مالک بن نضر کے کنویں سے آپ کے لیے پانی لایا جاتا تھا۔ ازواجِ مطہرات کے لیے یہاں بئر سقیا جو مدینہ طیبہ سے دو دن کے فاصلے پر تھا' سے پانی لایا جاتا تھا اور آپ کا غلام حضرت رباح اسود رضی اللہ عنہ کبھی آپ کے لیے بیئر سقیا اور کبھی بیئر غرس سے پانی لایا کرتے تھے۔

نوٹ: اس زمانہ میں مدینہ طیبہ اور اس کے قرب و جوار سے شیریں پانی دستیاب نہیں تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیریں پانی مرغوب تھا' لہٰذا آپ نے اس کا اہتمام کیا ہوا تھا۔

۲- حضرت ہیثم بن نضر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیئر تیہان سے پانی لایا جاتا تھا' جس کا پانی عمدہ اور شیریں تھا۔

۳- حضرت عمرو بن حاکم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیئر غرس سے پانی لایا جاتا تھا۔ جس سے آپ غسل فرماتے تھے اور اس کنویں کا پانی نہایت نفیس تھا۔ آپ کے ارشاد کے مطابق بیئر غرس نہایت عمدہ کنواں ہے اور اس کا تعلق جنت کے چشموں سے ہے۔

۴- حضرت ابوسعد بن معلّٰی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیئر غرس کا پانی نوش کیا' اس میں کلی فرمائی اور اس میں ڈال دی۔

وضو ام العبادات نماز کا آلہ ہے' اس سے بچا ہوا پانی حصول برکت کے لیے کھڑے ہو کر نوش کرنا مسنون ہے۔ اس سلسلہ میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے دادا جان کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر دونوں طرح (وضو کا) پانی نوش فرماتے تھے۔

۲- حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔

فائدہ نافعہ:

وضو کا بچا ہوا پانی متبرک ہوتا ہے' اس لیے اسے کھڑا ہو کر نوش کرنا باعث برکت ہے اور بیٹھ کر پینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۵- آبِ زمزم کھڑے ہو کر نوش کرنا:

آبِ زمزم کھڑے ہو کر نوش کرنا مسنون ہے' یہ پانی اس لیے بابرکت ہے کہ اس کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آبِ زمزم کھڑے ہو کر نوش فرمایا تھا۔

(الصحیح البخاری' ج ۲' ص ۸۴۰)

۶-رات کا باسی پانی نوش کرنا:

رات کا باسی اور ٹھنڈا پانی نوش کرنا مسنون ہے۔حضرت جابر بن عبداللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے' آپ کی معیت میں ایک شخص بھی تھا۔ مالک باغ اپنا باغ سیراب کر رہا تھا۔آپ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس رات کا باسی پانی ہے۔اگر ہے' تو لے آؤ ورنہ یہی (تازہ) پانی لے آؤ؟ مالک باغ نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے پاس مشکیزوں میں رات کا باسی پانی موجود ہے۔چنانچہ انہوں نے پیالہ میں پانی لیا' اس میں بکری کا دودھ ملایا اور آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جو آپ نے نوش فرمایا۔

۷-نبیذ نوش کرنا:

نبیذ کا استعمال کرنا مسنون ہے۔نبیذ سے مراد وہ پانی ہے جس میں چند کھجوریں' چھوہارے اور کشمش ڈال دیے جاتے ہیں۔ پھر ان اشیاء کا ذائقہ پانی میں آجاتا ہے اور اس پانی کو ''نبیذ'' کہا جاتا ہے۔اہل عرب کے ہاں یہ مشروب نہایت مرغوب تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ نوش کرتے تھے۔

۱-حضرت جابر بن عبداللہ کا بیاں ہے کہ پتھر کے برتن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبیذ تیار کیا جاتا تھا۔

۲-حضرت انس رضی اللہ عنہ لوگوں کو وہ پیالہ دکھایا کرتے تھے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہد' نبیذ' پانی اور دودھ نوش فرمایا کرتے تھے۔(علامہ محمود احمد عینی' عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری' ج ۲۱' ص ۲۰۶)

۳-اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نبیذ تیار کرتی تھی۔ کچھ کھجوریں اور کشمش بھگو دیتی تھی۔جو صبح کے وقت بھگوتی وہ شام کو نوش فرما لیتے اور جو شام کے وقت بھگوتی وہ صبح کو نوش فرماتے تھے۔

۸-دودھ نوش کرنا:

پانی ملائے بغیر دودھ نوش کرنا مسنون ہے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیفیت میں دودھ نوش فرمایا ہے۔

۱-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دونوں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ایک برتن میں دودھ لائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا۔

۲-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جسے دودھ پلائے وہ یہ دعا کرے۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ

میں اس بات کو خوب جانتا ہوں کہ کھانے اور پینے کے اعتبار سے معتبر ہو سوائے دودھ کے۔

(امام محمد بن یزید' سنن ابن ماجہ' ص ۲۴۸)

۹- پانی ملا دودھ نوش کرنا:

پانی ملا دودھ نوش کرنا بھی مسنون ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی ملا دودھ نوش کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے سدرۃ المنتہیٰ لے جایا گیا تو وہاں چار نہریں تھیں۔ دو ظاہر میں بہہ رہی تھیں اور دو باطن میں۔ ظاہر کی دو نہریں نیل اور فرات تھیں جبکہ باطن کی دو نہریں جنت میں ہیں۔ پھر میرے پاس تین پیالے پیش کیے گئے: (۱) دودھ کا پیالہ (۲) شہد کا پیالہ (۳) شراب کا پیالہ۔ میں نے دودھ کا پیالہ پسند کیا اور اسے نوش کیا۔ اس پر مجھے کہا گیا: آپ نے فطرت کو اختیار کیا۔

۱۰- شہد نوش کرنا:

اکیلا شہد یا پانی میں ملا شہد نوش کرنا مسنون ہے، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد نوش کیا ہے۔

۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے اوپر شفا بخش دو چیزوں کا التزام کرلو۔ (۱) قرآن کریم (۲) شہد۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۹۱)

۲- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزیں نہایت درجہ کی پسند تھیں: (۱) حلوہ (۲) شہد

۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر ماہ تین دن صبح کے وقت شہد استعمال کرے گا، وہ تمام بڑے امراض سے محفوظ رہے گا۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۳۹۱)

بَابُ مَاجَاءَ فِيْ تَعَطُّرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 33: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو استعمال کرنے کا بیان

204- حَدَّثَنَا محمد بن رافع وغیر واحد قالوا انبانا اَبُوْ احمد الزبیری حَدَّثَنَا شیبان عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن المختار عن موسٰی بن انس بن مالك عن ابيه قَالَ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ سُكَّةٌ يَتَطَيَّبُ مِنْهَا .

حضرت موسیٰ بن انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شیشی تھی جس میں سے آپ خوشبو لگایا کرتے تھے۔

205- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدی حَدَّثَنَا عزرة ابن ثابت عن ثمامة بن عبد اللّٰه قَالَ كَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ وَقَالَ اَنَسٌ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ .

◆◆ حضرت ثمامہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خوشبو کا تحفہ واپس نہیں کیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کا تحفہ واپس نہیں کیا کرتے تھے۔

206- حدثنا قُتَیْبَۃَ بن سعید حَدَّثَنَا ابن اَبِیْ فدیك عن عَبْدُ اللّٰہِ بْن مسلم بن جندب عن ابیہ عن ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ ثَلٰثٌ لَّا تُرَدُّالْوَسَائِدُ وَالدُّھْنُ وَ الطِّیْبُ وَاللَّبَنُ .

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں تحفہ واپس نہیں کرنا چاہیے: تکیہ، خوشبو اور دودھ۔

207- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا ابو دَاوٗدَ الحضری عن سفیان عن الجریری عَنْ اَبِیْ نضرۃ عن رجل عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ طِیْبُ الرِّجَالِ مَاظَھَرَ رِیْحُہٗ وَ خَفِیَ لَوْنُہٗ وَ طِیْبُ النِّسَاءِ مَاظَھَرَ لَوْنُہٗ وَ خَفِیَ رِیْحُہٗ

حَدَّثَنَا علی بن حجر حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن ابراھیم عن الجریری عَنْ اَبِیْ نضرۃ عن الطفاوی عَنْ اَبِیْ ھریرۃ عن النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مثلہ بمعناہ .

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو ظاہر ہو اور اس کا رنگ پوشیدہ رہے اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر ہو اور خوشبو پوشیدہ رہے۔

یہی روایت دوسری سے بھی منقول ہے۔

208- حَدَّثَنَا محمد بن خلیفۃ و عمرو بن علی قَالاَ حَدَّثَنَا یزید بن ذریع حَدَّثَنَا حجاج الصواف عن حنان عَنْ اَبِیْ عثمان النھدی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِذَا اُعْطِیَ اَحَدُکُمُ الرَّیْحَانَ فَلَا یَرُدُّہٗ فَاِنَّہٗ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّۃِ

◆◆ حضرت عثمان نہدی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص کو خوشبو دی جائے تو وہ اسے واپس نہ کرے، کیونکہ یہ جنت سے نکلی ہے۔

209- حَدَّثَنَا عمر بن اسماعیل بن مجالدبن سعید الھمد انی حَدَّثَنَا اَبِیْ عن بیان عن قیس بن اَبِیْ حازم عن جریر بن عبد اللّٰہ قَالَ عُرِضْتُ بَیْنَ یَدَیْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَاَلْقٰی جَرِیْرٌ رِدَاءَہٗ وَ مشٰی فِیْ اِزَارٍ فَقَالَ لَہٗ خُذْ رِدَائَكَ فَقَالَ عُمَرُ لِلْقَوْمِ مَارَاَیْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ صُوْرَۃً مِّنْ جَرِیْرٍ اِلَّا مَا بَلَغَنَا مِنْ صُوْرَۃِ یُوْسُفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ .

◆◆ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا، اس

وقت میں نے اپنی اوپر والی چادر اتاری ہوئی تھی اور صرف تہبند زیب تن کیا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ اپنی اوپر والی چادر بھی اوڑھ لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے فرمایا: میں نے جریر سے زیادہ خوبصورت کوئی شخص نہیں دیکھا سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوبصورتی کے جو ہم تک پہنچا ہے۔

شرح

خوشبو کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو نہایت پسند تھی' مختلف مواقع پر اسے استعمال میں لاتے تھے' آپ کی پیروی میں صحابہ بھی اسے پسند کرتے' اور استعمال کرتے تھے۔ اسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے خوشبو کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔

۱- ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت خوشبو:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے خوشبو آتی تھی۔ یہ وقتی یا عارضی نہیں تھی بلکہ مستقل اور پیدائشی تھی۔ چنانچہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں:

ثم نظرت اليه واذا به كالقمر ليلة البدر وريحه يسطع كالمسك الازفر (زرقانی علی المواہب ج۱' ص۱۱۵)

پھر میرے لخت جگر صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کا حسن و جمال بے مثل تھا۔ گویا آپ چودھویں رات کے چاند ہیں اور آپ کے جسم مبارک سے کستوری کی طرح خوشبو آتی تھی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں نے لوگوں کی ایک جماعت دیکھی جو کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چاندی کے برتن تھے۔ انتہائی خوف و دہشت سے میرا پسینہ ٹپک رہا تھا اور جو قطرہ بھی ٹپکتا اس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ (پیر محمد اکرم شاہ الازہری' ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج۲' ص۹۳)

۲- نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشبو:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدت و محبت سے ذکر کرنے اور آپ کی خدمت میں درود شریف پیش کرنے کی برکت سے خوشبو پھیل جاتی ہے۔ چنانچہ معتبر کتب میں مذکور ہے:

مامن مجلس يصلى فيه على النبى صلى الله عليه وسلم الا عرضت له رائحة طيبة حتى تصل الى غنان السماء فتقول الملائكة هٰذا مجلس صلى فيه على محمد صلى الله عليه وسلم

(علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی' سعادت الدارین' ص۱۴۳)

جس مجلس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کیا جائے اس سے ایک خوشبو اٹھتی ہے' جو کہ آسمان کی

بلندیوں کو چھوتی ہے اور اس خوشبو کو محسوس کر کے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں: یہ ایسی مجلس سے خوشبو آتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کیا گیا ہو۔

۳- حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بستی کے ہر گھر سے خوشبو آنا:

دوسری خواتین کے ساتھ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا مکہ سے دریتیم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنی بستی میں پہنچیں تو ہر گھر خوش بو سے معطر ہو گیا تھا۔

چنانچہ آپ فرماتی ہیں:

جب ہم مکہ کے سفر سے واپس پہنچے تو ہر گھر سے کستوری کی مہک آنے لگی۔ (پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ج ۲، ص ۶۹)

۴- مدینہ طیبہ کے در و دیوار سے آج تک خوشبو آنا:

ہجرت مدینہ طیبہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً دس سال تک مدینہ طیبہ میں قیام پذیر رہے۔ آپ کی برکت سے آج بھی اس شہر کے گلی کوچوں سے نبوت کی بھینی بھینی خوشبو آتی ہے اور یہ یہ خوشبو عشاق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم محسوس کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند شواہد حسب ذیل ہیں:

(الف) ومن خصائص المدينة انها طيبة الريح وللعطر فيها فصل رائحة لاتوجد في غيرها ۔

(علامہ یاقوت حموی رحمہ اللہ تعالیٰ، معجم البلدان ج ۵، ص ۸۷)

مدینہ طیبہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی آب وہوا خوشبودار ہے اور وہاں عطر کی ایسی مہک آتی ہے، جو دوسری جگہ سے نہیں آتی۔

(ب) اب بھی مدینہ طیبہ کے در و دیوار خوشبوؤں سے رچے بسے ہیں اور اہل عقیدت اپنے شامۂ محبت کے ذریعے اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت، ج ۱، ص ۲۴)

(ج) حضرت شیخ شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ایک صاحب وجدان بزرگ فرماتے ہیں کہ خاک مدینہ میں ایک خاص مہک ہے، جو کسی کستوری اور عنبر میں نہیں ہے''۔ (ایضاً)

۵- وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت خوشبو:

جب جان جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اطراف میں خوشبو پھیل گئی۔ چنانچہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کے ہاتھ مبارک پکڑ کر آپ کے سینہ مبارک پر رکھ دیے تو کئی ہفتوں تک میرے ہاتھوں سے وضو کرتے اور کھانا کھاتے وقت مشک و عنبر کی خوشبو مہکتی رہی۔

(امام جلال الدین السیوطی، خصائص الکبریٰ ج ۲، ص ۲۷۴)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین سحری و نحری فلما خرجت نفسہ لم اجد ریحا قط اطیب منھا (ایضاً)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ میری گود میں تشریف فرما تھے۔ جب روح مبارک قبض کی گئی تو ایک ایسی خوشبو مہکی کہ اس جیسی میں نے خوشبو نہیں دیکھی تھی۔

۶- بوقت غسل خوشبو:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عین غسل کے دوران نہایت عمدہ و نفیس خوشبو محسوس کی گئی۔ چنانچہ معتبر کتب میں مذکور ہے:

ان علیا غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجعل یقول بابی انت طبت حیا و طبت میتا قال و سطعت ریح طیبۃ لم یجدو امثلھا (ایضاً)

بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت میں نے یوں عرض کیا: میرے والدین آپ پر قربان ہوں! آپ نے پاکیزہ زندگی گزاری، آپ کا وصال بھی پاکیزہ ہے۔ غسل کے دوران میں نے ایسی خوشبو محسوس کی کہ اس جیسی خوشبو کبھی نہیں دیکھی''۔

۷- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے محبت:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو سے کمال درجہ کی محبت تھی۔ آپ خوشبو استعمال فرماتے تھے اور آپ کی اتباع میں صحابہ کرام بھی خوشبو استعمال میں لاتے تھے۔

۱- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو نہایت ناپسند فرماتے تھے کہ اپنے صحابہ کرام میں جلوہ افروز ہوں اور آپ کے لباس سے بدبو آ رہی ہو۔

۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سحری کے وقت بیدار ہوتے استنجاء فرماتے، وضو کرتے اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہ میں سے جس کے پاس خوشبو ہوتی منگواتے اور استعمال میں لاتے تھے۔

۳- حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

چار اشیاء انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہیں: (۱) ختنہ کروانا (۲) مسواک کرنا (۳) خوشبو لگانا (۴) نکاح کرنا۔

(۸) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبوؤں اور پھولوں سے محبت:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پھولوں اور خوشبوؤں سے خوب محبت تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھے دنیا میں تین چیزیں زیادہ عزیز ہیں: (۱) عورتیں (۲) خوشبو (۳) نماز تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

۹- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پسندیدہ خوشبو:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر خوشبو استعمال کرتے لیکن ذکاوۃ الطیب کو آپ زیادہ پسند کرتے تھے۔ امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ کون سی خوشبو پسند تھی؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کستوری سب سے زیادہ پسند تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جب تمہیں میٹھی چیز پیش کی جائے تو اس میں سے ضرور کچھ نہ کچھ لے لو اور جب تمہیں خوشبو پیش کی جائے تو اس سے ضرور لے لو۔

۱۰- جسم اطہر کی مبارک خوشبو:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے ایسی خوشبو آتی تھی کہ کوئی خوشبو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کبھی کوئی عنبر کوئی مشک یا کوئی اور چیز ایسی نہیں سونگھی جس کی مہک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے زیادہ خوشبودار ہو۔

علامہ خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح شفاء میں لکھتے ہیں:
جب کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا تو سارا دن اس کا ہاتھ خوشبو سے مہکتا رہتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بچے کے سر پر دست شفقت پھیرتے تو اس کی خوشبو سے وہ بچہ دوسرے بچوں سے شناخت کیا جا سکتا تھا۔

۱۱- لعاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح سراپا رحمت تھے، اسی طرح معطر بھی تھے حتیٰ کہ آپ کے پسینہ اور آپ کے لعاب مبارک سے بھی خوشبو آتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنویں میں کلی فرمائی تو اس سے کستوری کی خوشبو آنا شروع ہو گئی۔

۱۲- دستِ اقدس کی خوشبو:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر بالخصوص دست اقدس ہمہ وقت خوشبودار رہتا تھا۔ جس شخص سے مصافحہ کرتے اس کا ہاتھ معطر ہو جاتا تھا اور جس بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے وہ بچہ خوشبو کی وجہ سے دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا تھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے فجر کی نماز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ادا کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ کی طرف نکل پڑے۔ میں بھی آپ کے پیچھے ہو گیا۔ اچانک سامنے بچے آ گئے۔ آپ ہر بچے کے رخسار پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ میرے دونوں رخساروں پر ہاتھ پھیرا جس کی ٹھنڈک اور خوشبو میں نے محسوس کی گویا کہ آپ نے اپنا دستِ اقدس عطار کی صندوقچی سے نکالا ہو۔

(حافظ امانت علی سعیدی خوشبوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۸۷)

۱۳- گیسوئے مبارک کی خوشبو:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا معطر بالخصوص گیسو مبارک خوب خوشبودار تھے۔ ایک دفعہ آپ اپنے چچا ابوطالب کے ہاں تشریف لے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گہوارے میں محوخواب تھے۔ ان کے چہرے کی طرف دیکھا جبکہ آپ کے مبارک گیسو خوشبو سے معطر تھے۔ ان سے عنبر اور کستوری کی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوشبو محسوس کی تو اپنی آنکھیں کھول دیں اور مسکرانے لگے۔

۱۴- نسل در نسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو محسوس ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو اتنی تیز تھی کہ نسل در نسل وہ باقی رہتی تھی۔

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرما رہے تھے۔ آپ کی جبیں مبارک پر خوبصورت موتیوں کی طرح پسینے کے قطرات ہویدا تھے۔ میں نے ان میں سے کچھ قطرے ایک شیشی میں جمع کر کے محفوظ کر لیے۔ اتفاقاً انہی دنوں میری ایک ملنے والی خاتون کی بیٹی کی شادی ہوئی میں نے اس شیشی میں سے پسینہ مبارک کے چند قطرے اس خاتون کو بطور تحفہ دیے۔ اس خاتون نے اپنی بیٹے کو لگایا۔ اس پسینہ مبارک کی برکت سے لڑکی کے اس عضو سے ہمیشہ خوشبو آتی تھی جس پر پسینہ مبارک لگایا گیا تھا۔ یعنی یہ خوشبو ساری عمر باقی رہی۔ اس کے بعد اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اس سے بھی وہی خوشبو آیا کرتی یہاں تک کہ اس لڑکی کی نسل میں جو بچہ بھی پیدا ہوتا اس سے وہی مہک اور خوشبو آتی تھی۔ اس مبارک خاندان اور گھر کو اہل مدینہ بیت العطارین (خوشبو والوں کا گھر) کہہ کر پکارتے تھے۔

۱۵- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ سے خوشبو والوں کا گھر مشہور ہونا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ! میری بیٹی کی شادی ہونے والی ہے لیکن میرے پاس اسے دینے کے لیے کچھ نہیں' نہ ہی خوشبو ہے اور آپ اس سلسلے میں میری مدد فرمائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک کھلے منہ والی شیشی اور ایک لکڑی کا ٹکڑا لے آؤ' وہ شخص حسب ارشاد گرامی شیشی اور لکڑی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لکڑی کی مدد سے اپنی مبارک کلائی کا پسینہ مبارک اس شیشی میں جمع کیا حتیٰ کہ وہ بھر گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے لے جاؤ اور بیٹی سے کہو: اسے بطور خوشبو استعمال کرے۔ وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک گھر لے گیا اور اس کے گھر والوں نے بطور خوشبو استعمال کیا تو ان کا گھر خوشبو سے مہک اٹھا۔ اس کی خوشبو اس کے گھر تک محدود نہیں رہی بلکہ دیگر اہل مدینہ بھی اس خوشبو کو محسوس کرتے' اسی وجہ سے اہل مدینہ اس مبارک گھر کو ''بیت الطیبین یعنی خوشبو والوں کا گھر'' کے نام سے یاد کرتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

بعض روایات میں آیا ہے کہ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بول مبارک پی لیا جہاں خود اس کے جسم سے خوشبو آتی

وہاں اس کی اولاد میں پشت در پشت چلتی رہی۔
ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر ہاتھ پھیرا تو تمام مدینہ خوشبو سے مہک اٹھا۔
(امام جلال الدین سیوطی' خصائص الکبریٰ' ج ا ص ۲۶)

۱۶-خون نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک میں خوشبو تھی۔خون مبارک شہد سے زیادہ شیریں تھا اور اس کے نوش کرنے والے کو جہنم سے آزادی کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔
ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے۔خون مبارک برتن میں جمع ہو گیا۔آپ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا وہ کہیں اسے دفن کر دیں' وہ خون مبارک لے کر باہر نکلے اور سوچا کہ اسے کہاں دفن کریں؟ پھر خیال آیا کہ دفن کرنے کی بجائے اس متبرک خون نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو پی لینا چاہیے اور خون مبارک نوش کر لیا۔اس سلسلہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے خوشخبری سناتے ہوئے اعلان کیا:عبداللہ بن زبیر کے جسم کو جہنم کی آگ نہیں جلا سکتی۔
حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ کسی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کا ذائقہ کیسا تھا؟انہوں نے جواب میں فرمایا:شہد کی طرح میٹھا اور کستوری کی طرح خوشبو آور تھا۔
(حافظ امانت علی سعیدی خوشبوئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم' ص ۱۲۲)

۱۷-کنویں سے کستوری کی خوشبو:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلی کے پانی سے خوشبو آتی تھی اور جس کنویں میں وہ پانی ڈالا جاتا تھا اس سے بھی خوشبو آتی تھی۔
چنانچہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول میں کلی کی' وہ پانی کنویں میں ڈالا گیا تو اس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔(امام جلال الدین سیوطی' خصائص الکبریٰ' ج اول' ص ۶۱)

۱۸-قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشبو:

وہ حجرہ مقدسہ جہاں رحمت کائنات آرام فرما ہیں' سے خوشبو آتی ہے اور اہل محبت اسے محسوس کرتے ہیں۔چنانچہ حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک رات حسب معمول سحری کے وقت اپنے گھر سے نکلا' اس وقت بارش ہو رہی تھی' جب میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب پہنچا تو مجھے عجیب وغریب خوشبو محسوس ہوئی اس جیسی نفیس خوشبو پہلے کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔خوشبو سے فضا معطر اور مشک بار ہو گئی تھی۔میں خوشبو کے منبع کی جانب گیا تو حجرہ انور کے سامنے پہنچ گیا تو دیکھا کہ حجرہ مقدسہ کی مشرقی دیوار منہدم ہو گئی ہے۔کچھ ہی وقفہ بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز گورنر مدینہ بھی وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے چادر سے پردہ کروایا اور بعد از نماز فجر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مدینہ منورہ کے ایک مشہور معمار کو بلوایا اور اس دیوار کی مرمت کے لیے حجرہ مبارک کے اندر جانے کا حکم دیا۔اندر جا کر اس نے امداد کے لیے ایک اور آدمی طلب کیا۔حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اند

جا کر ہاتھ بٹانے کے لیے خود تیار ہوئے لیکن پاس کھڑے قریش نے بھی شمولیت پر اصرار کیا تو انہوں نے کہا: میں کبھی ایک ہجوم کو اندر بھجوا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء نہ پہنچنے دوں گا۔ پھر ایک غلام کو اندر بھجوایا جس نے اندر گری ہوئی مٹی اٹھائی اور قبر مبارک پر دیوار گرنے سے جو شگاف پڑ گیا تھا' اسے اپنے ہاتھ سے پر کیا۔ دیوار کو دوبارہ تعمیر کرنے کے لیے بنیاد کھدوائی اور اولاد صحابہ کی موجودگی میں ہوئی۔ اس دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک برہنہ ہو گئے تھے اور دیکھا گیا کہ کفن بھی میلا نہ ہوا تھا۔

زمین میلی نہیں ہوتی زمن میلا نہیں ہوتا   محمد کے غلاموں کا کفن میلا نہیں ہوتا

(روزنامہ نوائے وقت' مؤرخہ ۲۷' جنوری ۲۰۱۸ء)

۱۹- بول براز کے وقت خوشبو:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بول براز فرماتے تو اسے زمین نگل لیتی تھی اور وہاں خوشبو پھیل جاتی تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں معتبر کتب میں تحریر ہے:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب قضا حاجت فرماتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کا بول و براز نگل جاتی اور وہاں سے خوشبو آتی۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی' مدارج النبوت ج اول ص ۳۰)

ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک پی لیا تھا۔ جب تک وہ بقید حیات رہا' اس کے جسم سے خوشبو آتی رہی اور اس کی اولاد سے بھی نسل در نسل خوشبو آتی رہی۔ (ایضاً ص ۳۱)

حضرت ملا علی قاری رحمہ الباری ایک صحابی کا قول نقل کرتے ہیں:

ایک دن میں نے دیکھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لیے دور تشریف لے گئے اور جب واپس تشریف لائے تو میں اس جگہ پہنچا اور دیکھا کہ وہاں سوائے پتھروں (ڈھیلوں) کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے ان تین ڈھیلوں کو اٹھایا تو ان سے کستوری جیسی خوشبو مہک رہی تھی۔ میں ان کو گھر لے آیا اور جب جمعہ کا دن آتا میں ان کو آستین میں رکھ کر مسجد میں آتا اور ایسی پیاری خوشبو مہکتی کہ وہ خوشبو ہر کسی کی خوشبو اور عطر پر غالب آ جاتی۔ (حضرت ملا علی قاری' شرح شفاء جلد اول' ص ۳۶۰)

۲۰- عطر حنا کی خوشبو:

عطر حنا کو جنت کی خوشبو قرار دیا گیا ہے اور یہ مسنون ہے۔

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کی خوشبو حنا ہے۔
(المعجم الکبیر للطبرانی' رقم الحدیث ۱۱۲۰)

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حنا کا پھول پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ خوشبو جنت کی خوشبو کے مشابہ ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد ج ۵' ص ۲۰۳)

۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حنا جنت کی خوشبوؤں کا سردار ہے۔ (ایضاً)

۲۱- خوشبو اور عطر دونوں کا جنت سے ہونا:

خوشبو کا تعلق جنت سے ہے۔ حضرت ابو عثمان مہدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو ریحان (خوشبو) پیش کی جائے اسے چاہیے کہ وہ واپس نہ کرے کیونکہ یہ جنت سے آئی ہے۔
حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے کہا: خوشبو جنتی سے نکلی ہے۔ اس کا اصل جنت ہے جبکہ اس کے علاوہ تمام خوشبوئیں نقلی ہیں اور ان کا تعلق دنیا سے ہے۔

۲۲- عطر کے تحفہ سے لوگوں کا اکرام کرنا:

عطر کے تحفہ سے لوگوں کا اکرام کرنا مسنون ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں کا اکرام کرو، بہترین طریقہ یہ ہے کہ عطر کے ساتھ اکرام کرو جس میں بوجھ و تکلف نہیں ہے۔ یعنی اکرام کا یہ طریقہ نہایت آسان ہے۔

۲۳- مردوں اور عورتوں کے لیے مسنون خوشبو:

مردوں کے لیے مسنون وہ خوشبو ہے جس کا رنگ ہلکا ہو اور خوشبو غالب ہو۔ اس بارے میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:
۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کے لیے بہترین خوشبو وہ ہے جو غالب ہو یعنی وہ خوب مہکتی ہو۔ عورتوں کی بہترین خوشبو وہ ہے جس کا رنگ غالب اور مہک کم ہو۔
۲- حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کی غرض سے حاضر ہوا۔ آپ نے اس پر زرد رنگ دیکھا' اس کی بیعت لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: مردوں کے لیے بہترین خوشبو وہ ہے جس کی مہک غالب اور رنگ ہلکا ہو اور عورتوں کے لیے بہترین خوشبو وہ ہے جس کا رنگ غالب ہو اور مہک کم ہو۔

بَابُ كَيْفَ كَانَ كَلامُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 34: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے طریقہ کا بیان

210- حَدَّثَنَا حميد بن مسعدة البصرى حَدَّثَنَا حميد بن الاسود عن اسامة بن زيد عن الزهرى عن عروة عن عائشة رضى الله عنها قَالَتْ مَاكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَسْرُدُ سَرْدِ كُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيِّنٍ فَصْلٍ يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ اِلَيْهِ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کی طرح تیزی سے باتیں نہیں کرتے تھے بلکہ واضح اور الگ الگ کلام کرتے تھے، جو آپ کے پاس بیٹھتا تھا وہ اس کو یاد رکھ سکتا تھا۔

211- حَدَّثَنَا محمد بن يحيى حَدَّثَنَا اَبُوْ قُتَيْبَةَ سلم بن قُتَيْبَةَ عن عَبْدُ اللّٰهِ بن المثنى عن ثمامه عن

انس بن مَالِكٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُعِيْدُ الْكَلِمَةَ ثَلٰثًا لِتُعْقَلَ عَنْهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات کو تین مرتبہ دہراتے تھے تا کہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

212- حَدَّثَنَا سفیان بن وکیع انبانا جمیع بن عمرو بن عبد الرحمٰن العجلی حدثنی رجل من بنی تمیم من ولد اَبِیْ ھالۃ زوج خدیجۃ یکنٰی ابا عبد اللہ عن ابن لابی ھالۃ عن الحسن بن علی قَالَ سَأَلْتُ خَالِيْ هِنْدَ بْنَ اَبِيْ هَالَةَ وَكَانَ وَصَّافًا قُلْتُ صِفْ لِيْ مَنْطِقَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْاَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ لَيْسَتْ لَهٗ رَاحَةٌ طَوِيْلَ السَّكْتِ لَا يَتَكَلَّمُ فِيْ غَيْرِ حَاجَةٍ يَفْتَتِحُ الْكَلَامَ وَ يَخْتِمُهٗ بِاَشْدَاقِهٖ وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ كَلَامُهٗ فَصْلٌ لَّا فُضُوْلٌ وَّلَا تَقْصِيْرٌ لَّيْسَ بِالْجَافِيْ وَ لَا الْمُهِيْنِ يُعَظِّمُ النِّعْمَةَ وَ اِنْ دَقَّتْ لَا يَذُمُّ مِنْهَا شَيْئًا غَيْرَ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ يَذُمُّ ذَوَاقًا وَّلَا يَمْدَحُهٗ وَلَا تُغْضِبُهُ الدُّنْيَا وَلَا مَا كَانَ لَهَا فَاِذَا تُعُدِّيَ الْحَقُّ لَمْ يَقُمْ لِغَضَبِهٖ شَيْءٌ حَتّٰى يَنْتَصِرَ لَهٗ لَا يَغْضَبُ لِنَفْسِهٖ وَلَا يَنْتَصِرُ لَهَا اِذَا اَشَارَ اَشَارَ بِكَفِّهٖ كُلِّهَا وَاِذَا تَعَجَّبَ قَلَبَهَا وَ اِذَا تَحَدَّثَ اتَّصَلَ بِهَا وَ ضَرَبَ بِرَاحَتِهِ الْيُمْنٰى بَطْنَ اِبْهَامِهِ الْيُسْرٰى وَاِذَا غَضِبَ اَعْرَضَ وَ اَشَاحَ وَاِذَا فَرِحَ غَضَّ طَرْفَهٗ جُلُّ ضَحِكِهِ التَّبَسُّمُ يَفْتَرُّ عَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ .

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بڑے وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے۔ میں نے کہا: آپ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے بارے میں بتائیں؟ تو انہوں نے بتایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین رہتے تھے، ہمیشہ سوچ و بچار میں مشغول رہتے تھے اور آپ پرسکون نہیں رہتے تھے۔ آپ زیادہ خاموشی پسند تھے اور ضرورت کے بغیر گفتگو نہیں کرتے تھے۔ آپ اپنے کلام کا آغاز اور اختتام صاف طور پر کرتے تھے۔ آپ جامع کلمات کے ذریعے گفتگو فرماتے تھے۔ آپ کا کلام الگ، الگ ہوتا تھا۔ اس میں بات اضافی نہیں ہوتی تھی اور وہ غیر ضروری طور پر مختصر بھی نہیں ہوتا تھا۔ آپ سخت مزاج کے مالک نہیں تھے اور شرمندہ نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ نعمت کی قدر کیا کرتے تھے اگر چہ وہ تھوڑی ہی ہوتی۔ آپ کسی بھی نعمت کو فضول نہیں کہتے تھے۔ آپ نے کبھی بھی کسی کھانے کی عیب جوئی نہیں کی اور نہ ہی اس کی فضول تعریف کی ہے۔ دنیا یا اس سے تعلق رکھنے والی کوئی بھی چیز آپ کو غصہ نہیں دلا سکتی تھی۔ البتہ جب حق کی خلاف ورزی کی جاتی تھی تو پھر آپ کے غصے کو ختم نہیں کیا جا سکتا تھا یہاں تک کہ آپ اس کا انتقام لیا کرتے تھے۔ آپ اپنی ذات کے لیے نہ ہی غصہ ہوا کرتے' اور نہ ہی بدلہ لیا کرتے تھے۔ جب آپ اشارہ کرتے' تو پوری ہتھیلی کے ساتھ اشارہ کرتے تھے۔ جب آپ حیرانگی ظاہر کرتے' تو ہتھیلی کو الٹا دیتے تھے۔ جب بات کرتے تو ہاتھ ملا دیتے تھے اور اپنی دائیں ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر رکھا کرتے تھے۔ جب آپ غصہ کی حالت میں ہوتے تھے' تو منہ پھیر لیتے تھے اور لاتعلق ہو جاتے تھے۔ جب خوش ہوتے تھے' تو آنکھ بند کر لیا کرتے تھے۔ آپ کی ہنسی عام طور پر صرف مسکراہٹ ہوتی تھی جس میں سے اولوں کی

طرح (دانت) نمایاں ہوتے۔

شرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اور کلام

کلام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی آواز کی اہمیت اور بے ادبی کے نتائج وغیرہ مختلف روایات میں بیان کیے گئے ہیں۔اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا کلام:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلنے والا پہلا کلام ذکر الٰہی پر مشتمل تھا۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار زبان مبارک کھولی تو یہ الفاظ برآمد ہوئے تھے:

"اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مبارک موقع پر بھی یہی الفاظ نکلے تھے۔(امام یوسف بن اسماعیل النبہانی حجۃ اللہ علی العلمین فی معجزات سید المرسلین ص ۱۹۱)

۲-نو ماہ کی عمر میں فصیح کلام فرمانا:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک نو ماہ کی ہوئی تو پہلا فصیح کلام فرمایا تھا۔اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

صبیح ملیح ادعج العین اشکل　　　فصیح له الاعجام لیس بشائب

(امام شاہ ولی اللہ دہلوی، قصیدہ اطیب النغم، ص ۵۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور روشن، حسن بے مثل، آنکھیں خوبصورت اور کلام مبارک فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بے مثال تھا۔اس بارے میں امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں　　　اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اس کی پیاری فصاحت پر بے حد درود　　　اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام

۳-کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت واہمیت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی فضیلت واہمیت مختلف روایات میں بیان کی گئی ہے۔آپ گفتگو فرماتے تو دانتوں مبارکوں سے نور برآمد ہوتا تھا۔ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

کان رسول اللہ علیہ وسلم افلج الثنیتین اذا تکلم کالنور یخرج من بین ثنایا

(امام جلال الدین سیوطی، الریاض الانیقة فی شرح اسماء خیر الخلیفة ص

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو سامنے والے دانتوں سے نور نکلتا تھا۔ آپ کے کلام کی طرف توجہ نہ کرنے والے کی نیکی برباد ہو جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں یہ مذکور ہے: من تکلم وھو یخطب بطلت جمعتہ ۔

(امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب ص ۱۸۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے دوران جس نے بات کی اس کا جمعہ باطل ہے۔

حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کا انجام:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کا انجام برا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی گستاخی نہیں ہو سکتی اور اس کا نتیجہ بھی عبرتناک ہے۔

۱۔ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا۔ آپ کی گفتگو سن کر وہ اپنا چہرہ بگاڑتا تھا۔ اسے دیکھ کر آپ نے فرمایا: ایسا ہی ہو جا۔ چنانچہ وہ ایسا ہی ہو گیا (اس کا چہرہ بگڑ گیا) اور اسی حالت میں مر گیا۔

(علامہ جلال الدین سیوطی، خصائص الکبریٰ، ج ۲، ص ۷۷)

۲۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ فرما رہے ہوں۔ کوئی شخص آپ کی گفتگو پر توجہ نہ دے رہا ہو بلکہ کسی سے بات کرنا شروع کر دے تو اس کا جمعہ باطل ہو جائے گا یعنی اسے اس بے ادبی کی وجہ سے نماز جمعہ کا اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

(امام جلال الدین سیوطی، انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب، ص ۱۸۹)

۵۔ تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور میٹھی آواز ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز تمام لوگوں سے خوبصورت اور میٹھی تھی۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: کان صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس صوتا واحلاھم۔ آپ کی آواز مبارک تمام لوگوں سے خوبصورت اور میٹھی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کان اصدق الناس لھجۃ والینھم عریکۃ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لب ولہجہ کے اعتبار سے تمام لوگوں سے سچے اور مزاج کے لحاظ سے سب سے زیادہ نرم تھے۔

۶۔ خوبصورت چہرہ، نفیس لباس اور نرم کلام والے ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوبصورت چہرہ، نفیس لباس اور نہایت نرم گفتگو والے تھے۔ اس حقیقت کو اہل سیر نے بایں الفاظ واضح کیا ہے: ماراینا مثل ھذا الرجل احسن وجھا ولا انقی ثوبا ولا الین کلاما وراینا کالنور یخرج من فیہ۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل روشن چہرے والا، نفیس لباس والا اور نرم گفتار والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس کا چہرہ روشن اور خوبصورت آواز نہ ہوتی کہ اللہ

تعالیٰ نے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا کہ آپ سب سے زیادہ حسین چہرہ اور خوبصورت آواز کے مالک تھے۔

۷-گفتگو کی آواز قرب وبعد تک پہنچنا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو کرتے تو دانتوں سے روشنی برآمد ہوتی تھی اور گفتگو کی آواز قریب وبعید سب لوگوں تک پہنچتی تھی۔

۱-حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ **خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اسمع العواتق فی خدورهن**۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا' سب نے سنا حتیٰ کہ پردہ نشین خواتین نے بھی سنی۔

۲-اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: **جلس رسول صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعة علی المنبر فقال للناس اجلسوا فسمعه عبداللہ بن رواحة وهو فی بنی غنم فجلس فی مکانه**۔ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے' تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ! حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی غنم میں موجود تھے' وہاں خطاب سن رہے تھے اور بیٹھنے کا حکم سن کر وہاں ہی بیٹھ گئے۔

۸-کلام میں میانہ روی ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو مختصر' جامع اور مطلب خیز ہوا کرتی تھی۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو مسلسل و تیزی سے نہیں ہوتی تھی بلکہ صاف اور واضح ہوتی تھی کہ ہر لفظ ممتاز و الگ ہوتا جسے سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوتی تھی۔

۹-گفتگو کا سہ بار اعادہ کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو ہر فقرہ تین بار دہراتے تھے تاکہ سامعین کو سمجھنے میں آسانی ہو اور کوئی دشواری پیش نہ آئے۔

عموماً ذہانت کے اعتبار سے لوگوں کی تین اقسام ہیں۔

۱-ذہین وفطین: وہ شخص ہوتا ہے' جو ایک بار بات سن کر ذہن نشین کر لیتا ہے۔

۲-متوسط: وہ شخص ہوتا ہے' جو دو بار بات سن کر ذہن نشین کر لیتا ہے۔

۳-غبی: وہ شخص ہے' جو تین بار سن کو بات ذہن نشین کر لیتا ہے۔

رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام قسم کے لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے گفتگو فرماتے تھے تاکہ سب لوگ مستفید و مستفیض ہو سکیں۔

۱۰-ایک انگلی کی بجائے پورے ہاتھ سے اشارہ کرنا:

کسی کی رہنمائی کرنے کے لیے عموماً لوگ ایک انگلی کا اشارہ کرتے ہیں جو تکبر کی علامت ہے مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں کرتے تھے بلکہ پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے۔ چنانچہ اس بارے میں منقول ہے۔

اذا اشار اشار بکفه کلها و اذا تعجب قلبها و اذا تحدث اتصل بها

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی جانب اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ کے ساتھ کرتے' کیونکہ انگلیوں سے اشارہ کرنا تواضع کے خلاف ہے اور اظہار تعجب کے موقع پر اپنا ہاتھ الٹ دیتے تھے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي ضِحْكِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 35: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹ کا بیان

213- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا عباد بن العوام اَخْبَرَنَا الحجاج و هو ابن ارطاة عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرة قَالَ كَانَ فِي سَاقَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حُمُوْشَةٌ وَّ كَانَ لَا يَضْحَكُ اِلَّا تَبَسُّمًا فَكُنْتُ اِذَا نَظَرْتُ اِلَيْهِ قُلْتُ اَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِاَكْحَلَ ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں باریک تھیں، آپ ہنستے ہوئے صرف مسکرایا کرتے' اور جب میں آپ کی طرف دیکھتا' تو یہ سوچتا تھا کہ آپ کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے' حالانکہ وہ نہیں لگا ہوتا تھا۔

214- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد اَخْبَرَنَا ابن لهيعة عن عبيد اللّٰه بن المغيرة عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن الحارث بن جزء قَالَ مَارَاَيْتُ اَحَدًا اَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

215- حَدَّثَنَا احمد بن الخالد الخلال حَدَّثَنَا يحيٰى بن اسحٰق السيلحاني حَدَّثَنَا ليث بن سعد عَنْ يَزِيْدَ اَبِيْ حبيب عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن الحارث قَالَ مَاكَانَ ضِحْكُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِلَّا تبسما قَالَ اَبُوْعِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ من حديث ليث بن سعد ۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا صرف مسکرانا تھا۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: لیث سے منقول ہے کہ یہ روایت غریب ہے۔

216- حَدَّثَنَا اَبُوْ عمار الحسين بن حريث انبانا وكيع حَدَّثَنَا الاعمش عن المعرور بن سويد عَنْ اَبِيْ ذر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ انى لَا عْلَمُ اَوَّلَ رَجُلٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَ اٰخِرَ رَجُلٍ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ يُؤْتٰى بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُقَالُ اِعْرِضُوْا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوبِه وَ تُخْبَأُ عَنْهُ كِبَارُهَا فَيُقَالُ لَهٗ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا كَذَا وَكَذَا وَهُوَ مُقِرٌّ لَّا يُنْكِرُ وَ هُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِهَا فَيُقَالُ اَعْطُوْهُ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ عَمِلَهَا حَسَنَةً فَيَقُوْلُ اِنَّ لِيْ ذُنُوْبًا مَارَاهَا هٰهُنَا قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ .

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہوں جو جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگا اور اس شخص کو بھی جانتا ہوں جو جہنم میں سے سب سے آخر میں نکلے گا۔ اس شخص کو قیامت کے دن پیش کیا جائے گا اور کہا جائے گا: اس کے صغیرہ گناہ اس کے سامنے لاؤ، اس کے کبیرہ گناہوں کو چھپا کر رکھا جائے۔ پھر اس سے دریافت کیا جائے گا: کیا تم یہ مانتے ہو کہ تم نے فلاں دن یہ عمل کیا تھا؟ وہ اس کا اقرار کرے گا اور اس کا انکار نہیں کرے گا۔ اسے اپنے کبیرہ گناہوں کے بارے میں خوف ہوگا تو حکم ہوگا اس کے ہر ایک گناہ کے عوض جو اس نے کیے تھے، اسے ایک نیکی دے دو۔ تو وہ کہے گا: میرے کچھ ایسے گناہ ہیں جو مجھے نظر نہیں آرہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مسکرادیے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں۔

217- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا معاویة بن عمرو حَدَّثَنَا زائدة عن بیان عن قیس بن اَبِیْ حازم عن جریر بن عبد اللّٰه قَالَ مَاحَجَبَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِیْ اِلَّا ضَحِكَ .

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی مجھ کو اپنے پاس آنے سے نہیں روکا۔ آپ نے جب بھی مجھے دیکھا تو آپ مسکرادیے۔

218- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا معاویة بن عمرو حَدَّثَنَا زائدة عن اسماعیل بن اَبِیْ خالد عن قیس عن جریر قَالَ مَا حَجَبَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِیْ اِلَّا تَبَسَّمَ .

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجھے اپنے پاس آنے سے نہیں روکا اور آپ نے جب بھی مجھے دیکھا تو آپ مسکرادیے۔

219- حَدَّثَنَا هناد بن السری حَدَّثَنَا اَبُوْ معاویة عن الاعمش عن ابراهیم عن عبیدة السلمانی عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن مسعود رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا رَجُلٌ يَّخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا فَيُقَالُ لَهٗ اِنْطَلِقْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَذْهَبُ لِيَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ اَخَذُوا الْمَنَازِلَ فَيَرْجِعُ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ قَدْ اَخَذَ النَّاسُالمنَازِلَ فَيُقَالُ لَهٗ اَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِیْ كُنْتَ فِيْهِ فَيَقُوْلُ نَعَمْ قَالَ فَيُقَالُ لَهٗ تَمَنَّ قَالَ فَيَتَمَنّٰى فَيُقَالُ لَهٗ فَاِنَّ لَكَ الَّذِیْ تَمَنَّيْتَ وَ عَشَرَةَ اَضْعَافِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُوْلُ اَتَسْخَرُبِیْ وَاَنْتَ الْمَلِكُ قَالَ فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جہنم سے نکلنے والے سب سے آخری شخص کو اچھی طرح جانتا ہوں، یہ وہ شخص ہے، جو سرین کے بل اس سے نکلے گا اور اسے کہا جائے گا جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جائے گا تاکہ جنت میں داخل ہو جائے تو وہ لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ اپنی جگہوں کو حاصل کر چکے ہیں۔ وہ واپس آئے گا اور کہے گا: اے میرے پروردگار! لوگ اپنی اپنی جگہوں کو حاصل کر چکے ہیں تو اس سے کہا جائے

گا کیا تمہیں وہ وقت یاد ہے جب تم دنیا میں تھے؟ وہ جواب دے گا: جی ہاں! تو اسے کہا جائے گا: تم آرزو کرو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آرزو کرے گا تو اس سے کہا جائے گا: جو تم نے آرزو کی وہ تمہیں ملا اور دنیا کا دس گنا، یہ تمہارا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص کہے گا: اے پروردگار! کیا تو میرے ساتھ مذاق کر رہا ہے، حالانکہ تو بادشاہ ہے؟ راوی نے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مسکرا دیے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

220- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ بن سعيد انبانا ابو الاحوص عَنْ اَبِيْ اسحق عن علي بن ربيعة قَالَ شَهِدْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى ظَهْرِهَا قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ قَالَ سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مقرنينَ وَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلٰثًا سُبْحَانَكَ وَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ لَهُ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ صَنَعَ كَمَا صَنَعْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَاقَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ يَعْلَمُ اَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اَحَدٌ غَيْرِيْ ۔

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھا ان کی خدمت میں جانور پیش کیا گیا تا کہ وہ اس پر سوار ہوں، جب انہوں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو کہا: بسم اللہ! جب اس کی پشت پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تو الحمد للہ پڑھا۔ پھر یہ دعا پڑھی: پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے اس کو مسخر کیا، ہم اس پر قابو پانے والے نہیں تھے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ پھر انہوں نے تین مرتبہ الحمد للہ کہا، تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور پھر یہ دعا پڑھی: ''تو پاک ہے، میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا ہے، تو مجھے بخش دے، بے شک تیرے علاوہ کوئی گناہ کو بخش نہیں سکتا۔'' پھر آپ مسکرا دیے (راوی نے کہا) میں نے ان سے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کیوں مسکرائے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا انہوں نے بھی اس طرح پڑھا جیسے میں نے پڑھا پھر آپ مسکرا دیے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! آپ کیوں مسکرائے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تمہارا پروردگار اس بندے کو پسند کرتا ہے جب وہ کہتا ہے: ''اے پروردگار! تو میرے گناہوں کو بخش دے۔'' بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کے گناہوں کو میرے علاوہ کوئی نہیں بخش سکتا۔

221- حَدَّثَنَا محمد بن بشار انبانا محمد بن عبد اللّٰه الانصاری حَدَّثَنَا ابن عون عن محمد بن محمد بن الاسود عن عامر بن سعد قَالَ قَالَ سَعْدٌ لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ضَحِكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ ضِحْكُهٗ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مَّعَهٗ تُرْسٌ وَّكَانَ سَعْدٌ رَامِيًا وَّكَانَ يَقُوْلُ كَذَا وَ كَذَا بِالتُّرْسِ يُغَطِّيْ جَبْهَتَهٗ فَنَزَعَ لَهٗ سَعْدٌ بِسَهْمٍ فَلَمَّا رَفَعَ رَاْسَهٗ رَمَاهُ فَلَمْ يُخْطِئْ هٰذِهٖ مِنْهُ يَعْنِيْ جَبْهَتَهٗ وَانْقَلَبَ وَشَالَ بِرِجْلِهٖ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ قَالَ قُلْتُ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكَ قَالَ مِنْ فِعْلِهٖ بِالرَّجُلِ ۔

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ غزوہ خندق کے دن مسکرا دیے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہوئیں۔ راوی نے کہا: میں نے دریافت کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مسکرائے تھے؟ آپ نے جواب دیا: ایک شخص کے پاس ڈھال موجود تھی۔ راوی نے کہا: وہ اپنی ڈھال کو ادھر اُدھر کر رہا تھا اور اس کے ذریعے بچ رہا تھا۔ اس نے اپنا سر اٹھایا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسے تیر مارا وہ خطا نہیں گیا حتیٰ کہ وہ شخص الٹا ہو کر گرا اور اس کی ٹانگ اٹھ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہوئیں۔ راوی نے کہا: میں نے پوچھا: آپ کیوں مسکرائے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اس شخص کے ساتھ اس سلوک کی وجہ سے۔

شرح

قہقہہ، ضحک اور تبسم

ایسی آواز سے ہنسنا جو خود سن لے اور پاس والے بھی سن لیں، قہقہہ کہلاتا ہے اور حالت نماز میں اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ غیر حالت نماز میں یہ معیوب ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کیفیت میں کبھی نہیں ہنسے تھے۔

ایسی آواز سے ہنسنا کہ خود تو سنے مگر دوسرا نہ سن سکے ضحک کہلاتا ہے۔ حالت نماز میں ضحک سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور خارج نماز میں یہ معیوب بھی نہیں ہے۔

بغیر آواز کے ہنسنا جس سے آواز پیدا نہیں ہوتی محض دانت نمایاں ہوتے ہیں، کو تبسم کہا جاتا ہے۔ بعض علماء کرام کے ہاں ضحک اور تبسم مترادف ہیں اور بعض ان کے مابین معمولی فرق کرتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قہقہہ سے نفرت تھی اور آپ نے کبھی یہ اختیار نہیں کیا۔ آپ سے ضحک و تبسم ثابت ہے۔ اس سلسلہ میں چند شواہد حسب ذیل ہیں:

۱- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: **مارایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستجعا قط ضاحکا حتی اری منه لهوته انما کان یتبسم۔**

۲- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: **کان صلی اللہ علیه وسلم لا یضحك الا تبسما فکنت اذا نظرت الیه قلت الکحل العینین والیس بالکحل**

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس انداز سے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوتی ہوں بلکہ مسکرانے کی حد تک دیکھا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا تبسم کی حد تک ہوا کرتا تھا۔ میں جب بھی حاضر خدمت ہو کر زیارت سے لطف اندوز ہوتا تو معلوم ہوتا کہ آپ نے آنکھوں کو سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ آپ نے سرمہ نہیں لگایا ہوا ہوتا تھا بلکہ آپ پیدائشی طور پر آپ کی آنکھیں سرمگیں تھیں۔

۳-حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جل ضحکه التبسم یفتر عنه مثل حب الغمام
آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم کی صورت میں ہنستے تھے اور اس وقت آپ کے دندانِ مبارک اولوں کی طرح سفید نمایاں ہو جاتے تھے۔

۴-حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ ماحجبنی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم منذا سلمت و لا رانی الا ضحک ۔ میرے قبول اسلام کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کبھی حاضری سے منع نہیں کیا اور آپ مجھے دیکھ کر مسکراتے تھے۔

۵-حضرت حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ما رایت احد اکثر تبسما من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ۔
میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

۶-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
القهقهة من الشیطان، والتبسم من اللہ "یعنی قہقہہ لگا کر ہنسنا شیطان کی طرف سے ہے اور تبسم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

سرمہ کی فضیلت و اہمیت

۱-شرعی حیثیت:

دیگر امور کی طرح سرمہ کا استعمال بھی مسنون ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سرمہ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ سرمہ کے استعمال کے تین فوائد ہیں: (۱) زینت (۲) شفاء (۳) سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۲-سرمہ کی فضیلت و اہمیت:

سرمہ کی اہمیت اور فضیلت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود سرمہ استعمال فرماتے اور اپنے صحابہ کرام کو اس کے استعمال کا حکم دیتے تھے۔ اس حوالے سے چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے بہترین سرمہ "اثمد" ہے۔ رات سونے کے وقت ڈالا جائے، یہ نظر کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بال اگاتا ہے۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص ۲۴۲)

۲-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام سرموں سے افضل سرمہ اثمد ہے، جو نظر کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کو اگاتا ہے۔ (ایضا)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول:

سرمہ کا استعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں شامل تھا۔ رات کے وقت محو استراحت ہونے سے قبل سرمہ استعمال کرتے تھے۔ اس حوالے میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اثمد سرمہ آنکھوں میں ڈالو اس سے نظر تیز ہوتی ہے اور پلکیں بھی مضبوط ہوتی ہیں۔

۲- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ''اثمد'' سرمہ تھا جو آپ سوتے وقت تین تین سلائیاں استعمال کرتے تھے۔

۳- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ''اثمد'' سرمہ تھا۔ رات کو سوتے وقت اس کی تین سلائیاں ایک آنکھ میں اور تین سلائیاں دوسری آنکھ میں ڈالتے تھے۔

۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب سرمہ استعمال کرتے تو ہر آنکھ میں دو دو سلائیاں لگاتے پھر آخر میں ایک ایک سلائی دونوں آنکھوں میں لگاتے تھے۔

۵- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سرمہ لگاتے وقت دائیں آنکھ میں تین بار اور بائیں آنکھ میں دو مرتبہ ڈالتے تھے تاکہ طاق عدد باقی رہے۔

سرمہ لگانے کا طریقہ اور مواقع:

مذکورہ روایات سے سرمہ استعمال کرنے کا مسنون طریقہ بیان ہوا ہے:

(۱) دونوں آنکھوں میں تین تین سلائیاں اس طرح ڈالی جائیں کہ ابتداء دائیں آنکھ میں دو سلائیاں اور بائیں آنکھ میں تین سلائیاں جبکہ اختتام پر ایک سلائی دائیں آنکھ میں ڈالی جائے۔ اس طرح اس سنت کی ابتداء دائیں جانب سے ہوگی اور اختتام بھی دائیں طرف سے ہوگا۔

(۲) پہلے بالترتیب دائیں اور بائیں آنکھ میں دو دو سلائیاں ڈالی جائیں اور اختتام پر پھر ایک ایک سلائی ڈالی جائے۔ اس طرح طاق عدد قائم رہے گا۔

(۳) دونوں آنکھوں میں پانچ سلائیاں اس طرح ڈالی جائیں کہ پہلی آنکھ میں تین سلائیاں ڈالی جائیں اور بائیں آنکھ میں دو سلائیاں۔ اس طریقہ سے بھی طاق عدد بنتا ہے، جو بہترین عدد ہے۔

حسب ذیل مواقع پر سرمہ استعمال کرنا مسنون ہے: (۱) رات کو سوتے وقت (۲) جمعہ کے دن نماز جمعہ کی تیاری کے وقت (۳) عیدین کے دنوں میں (۴) سفر پر روانہ ہوتے وقت۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ صِفَةِ مِزَاحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب **36**: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح کا بیان

222- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان انبانا اَبُوْ اسامة عن شريك عن عاصم الاحول عن انس بن ملك قَالَ ان النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ له يا ذاالاذنين قَالَ محمود قَالَ اَبُوْ اسامة يعنی يمازحه .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے ''دو'' کانوں والے!

محمود نامی راوی نے کہا: ابواسامہ نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاح کے طور پر یہ فرمایا تھا۔

223- حَدَّثَنَا هناد بن السرى حَدَّثَنَا وكيع عن شعبة عَنْ اَبِىْ التياح عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ان كان النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ليخا لطناحتى يَقُوْلُ لاخ لى صغير يا ابا عمير ما فعل النغير

قَالَ اَبُوْعِيْسٰى وفقه هٰذَا الحديث ان النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كان يماز ح وفيه انه كنى غلاما صغيرا فقال له يا ابا عميرو فيه ان لا باس ان يعطى الصبى الطير ليلعب به وانها قَالَ له النبى صلى الله و عليه و سلم يا ابا عمير مافعل النغير لا نه كان له نغير فيلعب به فمات فحزن الغلام عليه فمازحه النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فقال يا ابا عمير مافعل النغير .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ گھل مل جایا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ میرے چھوٹے بھائی سے کہا کرتے تھے: اے ابوعمیر! تمہاری چڑیا کا کیا بنا؟

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزاح کرلیا کرتے تھے۔ آپ نے بچے کی کنیت رکھی اور اسے ''ابوعمیر'' کہا، اس سے معلوم ہوا کہ بچے کو کھیلنے کے لیے پرندہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''اے ابوعمیر'' تمہاری چڑیا کا کیا بنا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس بچے کی ایک چڑیا تھی، جس کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا اور وہ مرگئی۔ بچہ پریشان ہوگیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ مزاح کرتے ہوئے فرمایا: اے ابوعمیر! تمہاری چڑیا کا کیا بنا؟

224- حَدَّثَنَا عباس بن محمد الدورى قَالَ حَدَّثَنَا على بن الحسين بن شقيق حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارِكِ عن اسامة ابن زيد عن سعيد المقبرى عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قال، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّكَ تُدَا عِبُنَا قَالَ اِنِّىْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں صرف سچ بات کہتا ہوں۔

225- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ بن سعيد حَدَّثَنَا خالد بن عبد الله عن حميد عن انس ابن مالك اَنَّ رَجُلًا اِسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ اِنِّىْ حَامِلُكَ عَلٰى وَلَدِ نَاقَةٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ هَلْ تِكدُ الْاِبِلَ اِلَّا النُّوْق .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کے لیے جانور

مانگا تو آپ نے فرمایا: میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر اونٹ، اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔

226- حَدَّثَنَا اسحق بن منصور حَدَّثَنَا عبد الرزاق حَدَّثَنَا معمر عن ثابت عن انس بن ملك اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهٗ زَاهِرًا وَّ كَانَ يُهْدِیْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ هَدِيَّةً مِّنَ الْبَادِيَةِ فَيُجَهِّزُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَ نَحْنُ حَاضِرُوْهُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُحِبُّهٗ وَكَانَ رَجُلًا دَمِيْمًا فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمًا وَّ هُوَ يَبِيْعُ مَتَاعَهٗ وَ احْتَضَنَهٗ مِنْ خَلْفِهٖ وَلَا يُبْصِرُهٗ فَقَالَ مَنْ هٰذَا اَرْسِلْنِیْ فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَجَعَلَ لَا يَاْلُوْ مَا اَلْصَقَ ظَهْرَهٗ بِصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حِيْنَ عَرَفَهٗ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَّشْتَرِی هٰذَا الْعَبْدَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذًا وَّاللّٰهِ تَجِدُوْنِیْ كَاسِدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ اَوْ قَالَ اَنْتَ عِنْدَ اللّٰهِ غَالٍ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک دیہاتی شخص جس کا نام زاہر تھا، وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دیہات سے تحفے لا کر پیش کیا کرتا تھا اور واپسی پر آپ بھی اسے ساز و سامان دیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ راوی نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت محبت کیا کرتے تھے، وہ شخص بدصورت تھا۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے، وہ اپنا سامان فروخت کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے اسے پکڑ لیا، اس نے آپ کو نہیں دیکھا تھا۔ اس نے کہا: کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔ جب اس نے مڑ کر دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو وہ اپنی پشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے مبارک کے ساتھ ملنے لگا۔ اس وقت جب اس نے آپ کو پہچان لیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون اس غلام کو خریدے گا؟ اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس صورت میں، اللہ کی قسم! آپ مجھے کم قیمت پائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن تم اللہ کی بارگاہ میں کم قیمت نہیں ہو۔ اللہ کی بارگاہ میں تم زیادہ قیمت رکھتے ہو۔

227- حَدَّثَنَا عبد بن حميد حَدَّثَنَا مصعب بن المقدام حدثنا المبارك ابن فضالة عن الحسن قَالَ اَتَتْ عَجُوْزٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّدْخِلَنِی الْجَنَّةَ فَقَالَ يَا اُمَّ فُلَانٍ اِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَدْخُلُهَا عَجُوْزٌ قَالَ فَوَلَّتْ تَبْكِیْ فَقَالَ اَخْبِرُوْهَا اَنَّهَا لَا تَدْخُلُهَا وَهِیَ عَجُوْزٌ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ اِنَّا اَنْشَاْنَا هُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنَا هُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا ۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک بوڑھی خاتون رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے جنت میں داخل کر دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے

ام فلاں! جنت میں بوڑھی عورت داخل نہیں ہوگی۔

راوی نے کہا: وہ عورت روتی ہوئی واپس پلٹی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے بتادو! یہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم نے انہیں مخصوص طریقے سے پیدا کیا ہے اور انہیں کنواری بنایا ہے۔''

شرح

مزاح کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

احادیث باب میں ''مزاح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم'' کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ اس بارے میں اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بالتفصیل حسب ذیل ہے:

مذاق اور مزاح:

ایسی بات کہنا جس سے دوسرے کو قلبی اذیت ہوتی ہو خواہ حقیقت کے عین مطابق ہو، مذاق کہلاتا ہے اور شرعی نقطہ نظر سے یہ حرام ہے، کیونکہ اس سے لڑائی بلکہ قتل کی نوبت آ سکتی ہے۔

کسی سے ایسی بات کہنا کہ اس سے دلی اذیت نہ ہوتی ہو، مزاح کہلاتا ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے حسب ذیل شرائط کے ساتھ یہ جائز ہے:

(۱) ایسا مزاح نہ ہو جس سے کسی کو تکلیف ہو۔

(۲) مزاح جھوٹ پر مبنی نہ ہو۔

(۳) مزاح سے کسی کی عزت و ناموس پر حرف نہ آتا ہو۔

(۴) مزاح کو مستقل عادت نہ بنایا جائے۔

(۵) مزاح میں تحقیری و تذلیلی پہلو نمایاں نہ ہو۔

(۶) مزاح ایسا نہ ہو جس سے وقار میں کمی واقع ہو۔

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پر مزاح ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مزاح تھے اور آپ سب سے زیادہ مزاح کرتے تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مزاح تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے مزاح میں سچا ہو، اللہ تعالیٰ اس کا مؤاخذہ نہیں کرے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ مزاح بھی کرتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں حق سچ کہتا ہوں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہنسی مزاح بھی کرتا ہوں

لیکن ہنسی مزاح میں حق اور سچ کہتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنسی مزاح بھی کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، آپ ہنسی مزاح بھی کیا کرتے تھے۔

۲-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے مزاح کرنا:

رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹے بچوں پر خوب شفقت و محبت فرماتے تھے اور ان سے مزاح بھی فرماتے تھے۔ اس حوالے سے چند شواہد حسب ذیل ہے:

۱-حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے گھل مل جاتے، میرا ایک چھوٹا بھائی تھا۔ جس کی ایک چڑیا تھی۔ وہ اپنی چڑیا کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور چڑیا کے مرنے پر وہ پریشان ہو گیا۔ انہوں دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور میرے بھائی سے مخاطب ہو کر فرمایا: **یا ابا عمیر، مافعل النغیر؟** اے ابو عمیر! نغیر (چڑیا) کا کیا بنا؟

۲-حضرت عبداللہ بن البسر المازنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میری والدہ محترمہ نے مجھے انگوروں کا خوشہ دے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تا کہ میں آپ کے حضور پیش کروں، میں نے وہ انگوروں کا خوشہ کھا لیا۔ والدہ محترمہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا؟ آپ نے فرمایا: مجھے تو انگور نہیں ملے۔ اس واقعہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجھے دیکھتے تو مزاحاً فرماتے: دھوکا دھوکا یعنی آپ گزشتہ واقعہ کی طرف اشارہ فرما دیتے تھے۔

۳-حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے دکان والے! راوی کا بیان ہے آپ نے یہ مزاحاً فرمایا تھا۔

۳-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ سے مزاح فرمانا:

چھوٹے بچوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے بھی مزاح فرمایا کرتے تھے۔ اس حوالے سے چند ایک واقعات حسب ذیل ہیں:

۱-اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جہاں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے شفقت و محبت فرماتے تھے، وہاں ان سے مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔

۲-حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو سرخ ہو رہا تھا، آپ نے اس مخاطب ہو کر مزاحاً فرمایا: تم گلاب کے باپ ہو۔

۳-ایک دفعہ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے شوہر آپ کو بلاتے ہیں۔ فرمایا: کیا وہی جس کی آنکھ سفید ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! قسم بخدا! اس کی آنکھ میں سفیدی نہیں

ہے۔ آپ نے فرمایا: نہیں' اس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔ پھر عرض کیا: قسم بخدا! نہیں' تب آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو۔

۴۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک موقع پر دوران سفر میں لوگوں کے سامان کا بہت بوجھ ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی چادر بچھانے کا حکم دیا۔ میں نے تعمیل حکم کیا تو تمام سامان چادر میں ڈال دیا۔ پھر فرمایا: اٹھاؤ تم تو سفینہ (کشتی) ہو۔ اس کے بعد حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ ایک اونٹ دو اونٹ کا سامان اٹھا لیتے تھے حتیٰ کہ بیک وقت سات اونٹ کا سامان اٹھانے میں بھی دقت محسوس نہیں کرتے تھے۔

۴۔ بڑوں سے مزاح:

چھوٹوں سے مزاح کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑوں سے بھی مزاح فرمالیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے سواری کے لیے کوئی جانور عنایت فرمادیجئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاحاً فرمایا: میں تجھے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ اس نے گھبراتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ آپ نے (مزاح کی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے) فرمایا: اونٹ بھی آخر کسی اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔

۵۔ زوجہ سے مزاح کرنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مزاحاً فرمایا: آپ کی آنکھ کی سفیدی کتنی زائد ہے!۔

۶۔ معمر خاتون سے مزاح کرنا:

مردوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم معمر خواتین سے بھی مزاح فرمالیا کرتے تھے۔ اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک معمر خاتون رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ دخول جنت کے لیے دعا کرنے کے بارے میں کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاحاً فرمایا: عمر رسیدہ عورت جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ ادھر نماز کا وقت ہونے پر آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور وہ عورت جواب سن کر خوب روتی رہی حتیٰ کہ آپ نماز سے فراغت پر واپس تشریف لے آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ عورت رو رہی ہے۔ آپ نے اسے کیا فرمادیا ہے کہ عمر رسیدہ عورت جنت میں داخل نہیں ہوگی؟ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ہاں بوڑھی عورت جنت میں داخل نہیں ہوگی۔

(علامہ محمد بن یوسف الصالحی' سبل الهدیٰ والرشاد) ج ۷' ص ۱۱۶)

مطلب یہ ہے کہ بوڑھی عورتوں کو جوانی عطا کی جائے گی۔ جنت میں تمام خواتین نو جوان ہوں گی اور سب کی عمر تقریباً تیس (۳۰) سال ہوگی۔

۲۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں (سحری اور صبح صادق کے وقت میں امتیاز کی غرض سے) اپنے سرہانے کے نیچے دو دھاگے رکھ لیتا ہوں کہ دونوں کب ممتاز ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاحاً نے فرمایا: تمہارا تکیہ بہت وسیع وعریض ہے (جس کے نیچے آسمان چھپ جاتا ہے)

نوٹ: یعنی سیاہ اور سفید دو دھاگے رکھ لیتا ہوں۔ سیاہ دھاگہ سے مراد صبح کاذب ہے، جو سحری کا وقت ہوتا ہے اور سفید دھاگہ سے مراد صبح صادق کا وقت ہے، جو فجر کی نماز کا وقت ہوتا ہے۔ اس روایت میں مزاح کی صورت یہ ہے کہ تکیہ اتنا بڑا ہے جس کے نیچے آسمان چھپ جاتا ہے۔

ممنوع مزاح

آداب مزاح کے حوالے سے چند ممنوع صورتیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ بچوں سے مزاح نہ کیا جائے:

بچوں سے مزاح نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سے وقار میں فرق آتا ہے۔ حضرت منکدر رضی اللہ عنہ اپنی والدہ ماجدہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ بچوں سے مزاح نہ کرو، کیونکہ اس سے تمہارا مرتبہ گر جائے گا۔

۲۔ کثرت مزاح سے احتراز:

کثرت مزاح سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے آدمی کی اہمیت اور وقار گر جاتا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کثرت مزاح سے منع کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بکثرت مزاح سے انسان کا وقار ختم ہو جاتا ہے۔

۳۔ جھوٹ پر مبنی مزاح کی مذمت:

جھوٹ پر مبنی مزاح سے اجتناب ازبس ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انسان ایمان کی حقیقت تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک جھگڑا نہ چھوڑ دے خواہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو اور مزاح بھی ترک کر دے۔

۴۔ مزاحاً کسی کے سامان پر قبضہ کرنے کی ممانعت:

مزاحاً کسی کے سامان پر قبضہ کرنا منع ہے۔ اس بارے میں روایات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص کسی کا سامان نہ مزاحاً لے اور نہ حقیقتاً، اگر کوئی مزاحاً کسی کا سامان لے تو وہ جلدی سے واپس کر دے۔ (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۶۸۳)

۲۔ حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بھائی سے جھگڑا مت کرو، اس سے مذاق نہ کرو اور اس سے وعدہ خلافی نہ کرو۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی صِفَةِ کلامِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فی الشِّعرِ

باب 37: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شعر سننے اور سنانے کا بیان

228- حَدَّثَنَا علی بن حجر حَدَّثَنَا شریك عن المقداد بن شریح عن ابیه عن عائشة قَالَتْ قِیْلَ لَهَا هَلْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَتَمَثَّلُ بِشَیْءٍ مِّنَ الشِّعْرِ قَالَتْ كَانَ یَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَ یَتَمَثَّلُ وَیَقُوْلُ وَ یَاْتِیْكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدْ

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مثال کے طور پر کوئی شعر بھی سنایا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ابن رواحہ کے شعر مثال کے طور پر سنایا کرتے' اور اکثر وہ اس شعر کو مثال کے طور پر سنایا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا ہے: ''تمہارے پاس وہ اطلاع لے کر آئے گا' تم نے تیاری نہیں کی ہے۔''

229- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدی قَالَ حَدَّثَنَا سفیٰن عن عبد الملك بن عمیر حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلْمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّ اَصْدَقَ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ . كَلِمَةُ لَبِیْدٍ

اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَاخَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ

وَكَادَ اُمَیَّةُ بْنُ اَبِی الصَّلْتِ اَنْ یُّسْلِمَ .

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی وہ ''لبید'' کا یہ مصرعہ ہے:

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امیہ بن ابی الصلت مسلمان ہونے کے قریب تھا۔

230- حَدَّثَنَا محمد بن المثنی قَالَ انبانا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عن الاسود بن قیس عن جندب بن سفیٰن البجلی قَالَ اَصَابَ حَجَرٌ اِصْبَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَدَمِیَتْ فَقَالَ

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ   وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَالَقِیْتِ

حَدَّثَنَا ابن اَبِیْ عمر حَدَّثَنَا سفیٰن بن عیینه عن الاسود بن قیس عن جندب عن عبد اللّٰه البجلی نحوه .

◆◆ حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی پر پتھر لگا جس کی وجہ سے وہ زخمی ہوئی تو آپ نے کہا: تم صرف ایک انگلی ہو جو زخمی ہوئی ہو اور تمہیں اللہ کی راہ میں اس کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

یہی روایت دوسری سند سے بھی منقول ہے۔

231- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا یحییٰ بن سعید حَدَّثَنَا سفیان الثوری حَدَّثَنَا اَبُوْ اسحاق عن

البراء بن عازب قَالَ قَالَ لَهُ رَجُلٌ اَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَاعُمَارَةَ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا وَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَلٰكِنْ سِرَعَانُ النَّاسِ تَلَقَّتْهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهٖ وَاَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اٰخِذٌ بِلَجَامِهَا وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ .

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ   اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ!

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک شخص نے ان سے دریافت کیا: اے ابو عمارہ! کیا آپ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے نہیں مڑے تھے لیکن جلد باز لوگ، ہوازن قبیلے کے افراد نے تیروں کے ذریعے ان کا سامنا کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنے خچر پر سوار تھے۔ حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اس خچر کی لگام کو تھاما ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہہ رہے تھے:

''میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔''

232– حَدَّثَنَا اسحٰق بن منصور حَدَّثَنَا عبد الرزاق رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا جعفر بن سليمان انبانا ثابت عن انس اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ فِيْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ وَابْنُ رَوَاحَةَ يَمْشِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُوَ يَقُوْلُ .

خَلُّوْا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهٖ   اَلْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلٰى تَنْزِيْلِهٖ

ضَرْبًا يُزِيْلُ الْهَامَ عَنْ مُقِيْلِهٖ   وَ يُذْهِلُ الْخَلِيْلَ عَنْ خَلِيْلِهٖ!

فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا ابْنَ رَوَاحَةَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ فِيْ حَرَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى تَقُوْلُ شِعْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ خَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ خَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ فَلَهِيَ اَسْرَعُ فِيْهِمْ مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قضاء کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو ابن رواحہ ان کے آگے یہ شعر کہتے ہوئے جا رہے تھے:

''اے کافروں کی اولاد! تم (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کا راستہ چھوڑ دو، ہم آج قرآن کے حکم کے مطابق تمہاری پٹائی کریں گے، ایسی پٹائی جو سروں کو گردنوں سے جدا کر دے گی اور دوست کو دوست سے غافل کر دے گی۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن رواحہ! تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور اللہ کے حرم کے اندر شعر کہہ رہے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اسے کہنے دو، یہ ان (کفار) کے لیے تیر اندازی سے زیادہ سخت ہیں۔

233- حَدَّثَنَا علی بن حجر رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ انبانا شریك عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرة قَالَ جَالَسْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَكْثَرَ مِنْ مِّائَةِ مَرَّةٍ وَ كَانَ اَصْحَابُهٗ یَتَنَا شَدُوْنَ الشِّعْرَ وَ یَتَذَا كَرُوْنَ اَشْیَاءَ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ وَهُوَ سَاكِتٌ وَّ رُبَّمَا تَبَسَّمَ مَعَهُمْ ۔

◆◆ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سو سے زائد دفعہ بیٹھا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب شعر سنایا کرتے اور وہ زمانہ جاہلیت کے واقعات یاد کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہتے تھے اور کبھی کبھار آپ مسکرا دیا کرتے تھے۔

234- حَدَّثَنَا علی بن حجر ابنانا شریك عن عبد الملك بن عمیر عَنْ اَبِیْ سَلْمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اَشْعَرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَتْ بِهَا الْعَرَبُ كَلِمَةُ لَبِیْدٍ ۔

اَلَا كُلُّ شَیْءٍ مَاخَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا: سب سے سچی بات جو کسی عرب شاعر نے کہی ہے وہ "لبید" کا یہ مصرعہ ہے:

"اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ ہر چیز فانی ہے۔"

235- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا مروان بن معاویة عن عَبْدُ اللّٰهِ بْنَ عبد الرحمٰن الطائفی عن عمرو بن الشرید عن ابیه قَالَ كُنْتُ رِدْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَاَنْشَدْتُّهٗ مِائَةَ قَافِیَةً مِّنْ قَوْلِ اُمَیَّةَ بْنِ اَبِی الصَّلْتِ كُلَّهَا اَنْشَدْتُّهٗ بَیْتًا قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ هِیْهِ حَتّٰی اَنْشَدْتُّهٗ مِائَةَ یَعْنِیْ بَیْتًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِنْ كَادَ لَیُسْلِمُ ۔

◆◆ حضرت عمرو بن شرید رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے پیچھے سواری پر موجود تھا، میں نے آپ کو امیہ بن الصلت کے سو مصرعے سنائے، جب بھی میں کوئی مصرعہ سناتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرماتے: اور سناؤ! حتیٰ کہ میں نے آپ کو ایک سو مصرعے سنا ڈالے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مسلمان ہونے کے قریب تھا۔

236- حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن موسٰی انفزاری و علی بن حجر والمعنی واحد قالاَ ابنانا عبد الرحمٰن بن اَبِی الزناد عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی اللّٰه عنها قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَضَعُ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ مِنْبَرًا فِی الْمَسْجِدِ یَقُوْمُ عَلَیْهِ قَائِمًا یُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَوْقَالَ یُنَافِحُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ یَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یُؤَیِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَایُنَافِحُ اَوْیُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

حَدَّثَنَا اسمعیل بن موسٰی و علی بن حجر قالا حَدَّثَنَا ابن اَبِی الزناد عن ابیه عن عروۃ عن عائشه رضی الله تعالٰی عنها عن النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مثلهٗ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھوایا، وہ اس پر کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار کے مقابلے میں فخر یہ اشعار پیش کرنے لگے یا مدافعت کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد کرتا رہے گا جب تک یہ مدافعت کرتا رہے گا یا اللہ کے رسول کی طرف سے فخر کرتا رہے گا۔

یہی روایت دوسری سند سے بھی منقول ہے۔

شرح

منظوم کلام کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔شعر کا مفہوم:

لفظ ''شعر'' واحد ہے اور اس کی جمع ''اشعار'' ہے۔ شعر منظوم کلام کو کہا جاتا ہے۔ اشعار اچھے ہوتے ہیں اور برے بھی، اچھے اشعار کا سننا یا سنانا یا کہنا بھی اچھا ہے جبکہ برے اشعار کا سننا یا سنانا یا کہنا برا ہے۔ برے اشعار کی مذمت و وعید میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: برے اشعار کا (قلب و ذہن میں) ذخیرہ کرنے سے بہتر ہے کہ انسان کا پیٹ پیپ سے بھر جائے۔

۲۔آپ کا منظوم کلام:

شعراء کی طرح بالتکلف ردیف وقافیہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہیں بلکہ بعض اوقات بلا تکلف شاذ و نادر طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اشعار نکل جاتے تھے۔ اس سلسلہ میں دو اشعار مشہور ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔هل انت الا اصبع دمیت   وفی سبیل الله مالقیت

(تو محض ایک خون آلودہ انگلی ہے، جو تکلیف پہنچی ہے وہ راہ خدا میں)

حضرت جندب بن سفیان البجلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جنگ احد کے موقع پر ایک پتھر لگنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی زخمی ہوگئی اور خون بہنا شروع ہوگیا تو آپ کی زبان سے یہ شعر نکلا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کبھی کبھار شعر نکلتا تھا بلکہ عموماً اپنے مدعی پر تفریع کے طور پر کسی شاعر کا شعر پڑھ دیتے تھے۔ اکثر مؤرخین کی رائے کے مطابق یہ آپ کا شعر نہیں ہے۔ حضرت امام مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق یہ شعر ابن رواحہ کا ہے جبکہ علامہ واقدی کے مطابق یہ شعر ولید بن ولید کا ہے۔ بعض محققین کے مطابق یہ شعر نہیں ہے بلکہ رجز ہے جبکہ بعض کا خیال ہے کہ یہ شعر مگر آپ نے بالقصد نہیں کہا تھا، بلکہ ارادہ کلام منظوم صادر ہوگیا تھا۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ الباری کے مطابق یہ شعر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تسلیم کر لینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ ایک آدھ شعر کہنے سے آدمی شاعر تو نہیں بن جاتا۔

۲- انا النبی لا کذب　　　انا ابن عبدالمطلب

(الصحیح للبخاری ج۱ص ۶۱۷)

(میں نبی ہوں جس میں جھوٹ نہیں ہے، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ شعر غزوۂ حنین کے موقع پر اس وقت نکلا جب قبیلہ ھوازن کے تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے صحابہ کرام پیچھے ہٹ گئے تھے جبکہ آپ نہایت بہادری سے دلدل خچر (جو سلطان مقوقش کی جانب سے بطور ہدیہ پیش کیا گیا تھا) پر یہ شعر پڑھ کر مبارزہ فرما رہے تھے۔

اس شعر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی بجائے عبدالمطلب کا بیٹا قرار دیا اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں:

(۱) والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو چکا تھا اور آپ کی پرورش و کفالت دادا جان عبدالمطلب نے کی تھی۔

(۲) دادا جان عبدالمطلب مکہ معظّمہ کے رئیس اور قبیلہ قریش کے سربراہ تھے۔ اس اہمیت کے پیش نظر ان کی طرف نسبت فرمائی۔

۳- ستبدئ لك الایام ما کنت جاھلا　　　ویاتیك بالاخبار من لم تزود

ایک روایت میں مذکور ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعر بھی پڑھتے تھے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: ہاں! آپ عبداللہ بن رواحہ (اسلامی شاعر ہیں) کا شعر ہے۔ اکثر محققین کا خیال ہے کہ یہ شعر مشہور شاعر طرفہ بن عبد کا ہے، جو سبعہ معلقات (فن ادب عربی کی مشہور کتاب ہے) میں موجود ہے۔

۴- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شعراء:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند شعراء منظور نظر تھے۔ ان سے مختلف مواقع پر فن شاعری کے حوالے سے خدمات حاصل کرتے تھے۔ ان کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے۔

۱- حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شمار شعراء مقربین میں ہوتا ہے۔ ایک سو بیس سال عمر پائی۔ ساٹھ سال زمانہ جاہلیت میں گزارے، اس زمانہ میں اسلام کی ہجو کیا کرتے تھے۔ ساٹھ سال زمانہ اسلام میں گزارے جس میں تحسین اسلام اور کفر و کفار کی خوب ہجو کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پر مشتمل اشعار کہا کرتے، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اشعار سن کر دعائے خیر و برکت سے نوازتے تھے۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حق میں یوں دعا کیا کرتے تھے: اللھم ایدہ بروح القدس۔ اے اللہ! حسان بن ثابت کی مدد حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے فرما۔

(۲) ایک روایت میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کرتے تھے: اے حسان! تم (کفار کی) ہجو کرو جبرائیل تمہارے ساتھ ہیں۔

(۳) ایک روایت میں مذکور ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد نبوی میں منبر لگا دیا جاتا' جس پر کھڑے ہو کر وہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

۲-حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

آپ دوسرے درباری شاعر ہیں' اشعار پڑھ کر کفار کو عار دلایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مطابق آپ شعر پڑھا کرتے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تحسین فرماتے اور آپ فرمایا کرتے تھے: اے عبداللہ بن رواحہ! تم نے خوب اشعار پڑھے ہیں۔

۳-حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ:

آپ اپنی شاعری کے ذریعے کفار کو خوف زدہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مطابق کفار کے خلاف خوب اشعار کہا کرتے تھے۔

۴-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ شعر:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لبید شاعر کا یہ شعر زیادہ پسند تھا۔

الا کل شیٔ ماخلا اللہ باطل   و کل نعیم لا محالة زائل

(خبردار! اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا کی ہر چیز فانی ہے اور ہر نعمت یقیناً ختم ہونے والی ہے)

لبید ایک مشہور شاعر تھا۔ صلح حدیبیہ کے بعد وفود کی آمد کے موقع پر وہ بھی مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا۔ اس نے اسلام قبول کیا' زمانہ جاہلیت و اسلام میں قدر کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ طویل عمر پائی' ایک قول کے مطابق اس نے ایک سو چالیس (۱۴۰) یا ایک سو ستاون (۱۵۷) سال عمر پائی۔ وہ نہایت فصیح و بلیغ شاعر تھا۔ کہا جاتا ہے کہ قبول اسلام کے بعد شعر گوئی ترک کر دی تھی اور کہا کرتے تھے مجھے محض قرآن کافی ہے۔

۵-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشعار سننا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف شعراء کے اشعار سماعت فرماتے تھے اور آپ اشعار سن کر داد دیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ چند شواہد حسب ذیل ہیں۔

۱-حضرت شرید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے آپ کو امیہ بن صلت کے ایک سو (۱۰۰) اشعار سنائے تھے۔

۲-ایک روایت میں ہے کہ حضرت شرید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ

نے فرمایا: کیا تمہیں امیہ بن صلت کے اشعار یاد ہیں؟ میں نے عرض کیا: ہاں، مجھے اس کے اشعار یاد ہیں۔ فرمایا: وہ اشعار سناؤ؟ تو میں نے سو اشعار سنا دیے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ الباری کا بیان ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن صلت کا یہ شعر سنایا:

لك الحمد و النعماء و الفضل ربنا　　　فلاشئ اعلی منك حمد او لا مجدا

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب یہ (امیہ بن صلت) اسلام لے آئے گا۔

۶-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں اشعار:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اچھے اشعار پسند کرتے تھے۔ آپ کی مجلس میں اشعار پڑھے جاتے تھے اور آپ تحسین فرمایا کرتے تھے۔ اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سو بار سے زیادہ بار بیٹھا ہوں اور صحابہ کرام آپ کی موجودگی میں اشعار پڑھا کرتے تھے۔

۲-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے چلتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

۱- خلوا بنی الكفار عن سبيله　　　اليوم نضربكم علی تنزيله

(اے اولاد کفار! تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چھوڑ دو، آپ کی آمد تم میں ہوئی ہے آج ہم تمہیں پیٹیں گے)

۲- ضربا يزيل الهام عن مقيله　　　ويذهل الخيل عن خليله

(پیٹنے کے سبب تمہارے سر تن سے جدا ہو جائیں گے اور دوست دوست کو بھول جائے گا)۔

۳-ایک دفعہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! قرآن میں شعر گوئی کی مذمت بیان کی گئی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: مومن تلوار سے جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی۔ قسم بخدا! تم اشعار کی صورت میں دشمن (کفار پر) تیر برساتے ہو۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی کَلامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فی السَّمَرِ

باب 38: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا بیان

237- حَدَّثَنَا الحسن بن صباح البزار حَدَّثَنَا ابو النضر حَدَّثَنَا ابو عقيل الثقفی عَبْدُ اللّٰهِ بْن عقيل عن مجالد عن الشعبی عن مسروق عن عائشة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قالت حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ نِسَآءَهُ حَدِيْثًا فَقَالَتِ امْرَءَةٌ مِنْهُنَّ كَانَ الْحَدِيْثَ حَدِيْثُ خُرَافَةَ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَاخُرَافَةُ اِنَّ خُرَافَةَ كَانَ رَجُلًا مِنْ عُذْرَةَ اَسَرَتْهُ الْجِنُّ فِی الْجَاهِلِيَّةِ فَمَكَثَ فِيْهِم دَهْرًا ثُمَّ رَدُّوْهُ اِلَی الْاِنْسِ فَكَانَ يُحَدِّثُ

النَّاسَ بِمَارَاى فِيهِمْ مِنَ الْاَعَاجِيبِ فَقَالَ النَّاسُ حَدِيثُ خُرَافَةَ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو ایک واقعہ سنایا تو ان ازواج میں سے ایک خاتون نے کہا: یہ تو خرافہ کی بات معلوم ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو خرافہ کی حقیقت کیا ہے؟ خرافہ عذرہ قبیلے کا ایک شخص تھا جسے زمانہ جاہلیت میں جن قیدی بنا کر لے گئے تھے۔ وہ ایک عرصہ تک ان کے درمیان رہا، پھر جب جنات اسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے، تو وہ لوگوں کو حیران کن باتیں بتایا کرتا تھا، جو اس نے جنوں میں دیکھی تھیں۔ پھر لوگ یہی کہنے لگ پڑے: یہ خرافہ کی بات ہے۔

238- حَدَّثَنَا علی ابن حجر قَالَ اَخْبَرَنَا عِيسٰى بن يونس عن هشام بن عروة عن اخيه عَبْدُ اللّٰهِ بْن عروة عن عروة عن عائشة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالت جَلَسَتْ اِحْدٰى عَشَرَةَ امْرَأَةً فَتَعَا هَدْنَ وَ تَعَاقَدْنَ اَنْ لَّا يَكْتُمْنَ مِنْ اَخْبَارِ اَزْوَاجِهِنَّ شَيْئًا فَقَالَتْ ۔

قَالَتِ الْاُوْلٰى زَوْجِىْ لَحْمُ جَمَلٍ غَثٍّ عَلٰى رَأْسِ جَبَلٍ وَعْرٍ لَا سَهْلٍ فَيُرْتَقٰى وَلَا سَمِيْنٌ فَيُنْتَقٰى ۔

قَالَتِ الثَّانِيَةُ زَوْجِىْ لَا اُثِيْرُ خَبَرَهٗ اِنِّىْ اَخَافُ اَنْ لَّا اَذَرَهٗ اَنْ اَذْكُرَهٗ اَذْكُرْ عُجَرَهٗ وَ بُجَرَهٗ ۔

قَالَتِ الثَّالِثَةُ زَوْجِىْ الْعَشَنَّقُ اِنْ اَنْطِقْ اُطَلَّقْ فَاِنْ اَسْكُتْ اُعَلَّقْ ۔

قَالَتِ الرَّابِعَةُ زَوْجِىْ كَلَيْلِ تِهَامَةَ لَا حَرٌّ وَّلَا قَرٌّ وَّلَا مَخَافَةَ وَلَا سَامَةَ ۔

قَالَتِ الْخَامِسَةُ: زَوْجِىْ اِنْ دَخَلَ فَهِدَ وَ اِنْ خَرَجَ اَسِدَ وَلَا يَسْأَلُ عَمَّا عَهِدَ ۔

قَالَتِ السَّادِسَةُ: زَوْجِىْ اِنْ اَكَلَ لَفَّ وَ اِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ وَ اِنِ اضْطَجَعَ الْتَفَّ وَلَا يُوْلِجُ الْكَفَّ لِيَعْلَمَ الْبَثَّ ۔

قَالَتِ السَّابِعَةُ: زَوْجِىْ عَيَايَاءُ اَوْ غَيَايَاءُ طَبَاقَاءُ كُلُّ دَاءٍ لَهٗ دَاءٌ شَجَّكِ اَوْ فَلَّكِ اَوْ جَمَعَ كُلًّا لَكِ ۔

قَالَتِ الثَّامِنَةُ زَوْجِىْ الْمَسُّ مَسُّ اَرْنَبٍ وَالرِّيْحُ رِيْحُ زَرْنَبٍ ۔

قَالَتِ التَّاسِعَةُ زَوْجِىْ رَفِيْعُ الْعِمَادِ عَظِيْمُ الرَّمَادِ طَوِيْلُ النَّجَادِ قَرِيْبُ الْبَيْتِ مِنَ النَّادِ ۔

قَالَتِ الْعَاشِرَةُ زَوْجِىْ مَالِكٌ وَّ مَا مَالِكٌ خَيْرٌ مِّنْ ذَالِكَ لَهٗ اِبِلٌ كَثِيْرَاتُ الْمَبَارِكِ قَلِيْلَاتُ الْمَسَارِحِ اِذَا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمِزْهَرِ اَيْقَنَّ اَنَّهُنَّ هَوَالِكُ ۔

قَالَتِ الْحَادِيَةَ عَشْرَةَ: زَوْجِىْ اَبُوْ زَرْعٍ اَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ اُذُنَىَّ وَمَلَأَ مِنْ شَحْمٍ عَضُدَىَّ وَ بَجَّحَنِىْ فَبَجَحَتْ اِلَىَّ نَفْسِىْ وَجَدَنِىْ فِىْ اَهْلِ غُنَيْمَةٍ بِشِقٍّ فَجَعَلَنِىْ فِىْ اَهْلِ صَهِيْلٍ وَ اَطِيْطٍ وَ دَائِسٍ وَ مُنَقٍّ فَعِنْدَهٗ اَقُوْلُ فَلَا اُقَبَّحُ وَ اَرْقُدُ فَاَتَصَبَّحُ وَ اَشْرَبُ فَاَتَقَمَّحُ اُمُّ اَبِىْ زَرْعٍ فَمَا اُمُّ اَبِىْ زَرْعٍ عُكُوْمُهَا رَدَاحٌ وَّ بَيْتُهَا فَسَاحٌ اِبْنُ اَبِىْ زَرْعٍ فَمَا ابْنُ اَبِىْ زَرْعٍ مَضْجَعُهٗ كَمَسَلِّ شَطْبَةٍ وَ تُشْبِعُهٗ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ بِنْتُ اَبِىْ زَرْعٍ فَمَا بِنْتُ اَبِىْ

زَرْعٍ طَوْعُ اَبِيْهَا وَ طَوْعُ اُمِّهَا وَ مِلْأُ كِسَائِهَا وَ غَيْظُ جَارَتِهَا جَارِيَةُ اَبِىْ زَرْعٍ فَمَا جَارِيَةُ اَبِىْ زَرْعٍ لَا تَبُثُّ حَدِيْثَنَا تَبْثِيْثًا وَلَا تَنْقُثُ مِيْرَتَنَا تَنْقِيْثًا وَلَا تَمْلَأُ بَيْتَنَا تَعْشِيْشًا قَالَتْ خَرَجَ اَبُوْ زَرْعٍ وَالْاَوْطَابُ تُمْخَضُ فَلَقِيَ امْرَأَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا كَالْفَهْدَيْنِ يَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا بِرُمَّانَتَيْنِ فَطَلَّقَنِيْ فَنَكَحْتُهَا فَنَكَحْتُ بَعْدَهٗ رَجُلًا سَرِيًّا رَكِبَ شَرِيًّا وَاَخَذَ خَطِّيًّا وَاَرَاحَ عَلَيَّ نِعَمًا ثَرِيًّا وَاَعْطَانِيْ مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا وَقَالَ كُلِيْ اُمَّ زَرْعٍ وَ مِيْرِيْ اَهْلَكِ فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ اَعْطَانِيْهِ مَا بَلَغَ اَصْغَرَ اٰنِيَةِ اَبِىْ زَرْعٍ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كُنْتُ لَكِ كَاَبِىْ زَرْعٍ لِاُمِّ زَرْعٍ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک مرتبہ گیارہ عورتوں نے اکٹھی بیٹھ کر یہ طے کیا اور مضبوط معاہدہ کیا کہ وہ اپنے شوہروں کے حالات کے بارے میں کچھ نہیں چھپائیں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ان میں سے پہلی عورت نے کہا: میرا شوہر ہر دشوار گزار پہاڑی پر موجود اونٹ کے گوشت کی مثل ہے نہ تو پہاڑ اتنا آسان ہے کہ اس پر چڑھا جائے اور نہ ہی گوشت اتنا صحت مند ہے کہ اس کے لیے مشقت برداشت کی جائے۔

دوسری عورت نے کہا: میرا شوہر ایسا ہے کہ میں اس کے حالات کو ظاہر نہیں کر سکتی، مجھے یہ اندیشہ ہے کہ میں کہیں اس سے لاتعلق نہ ہو جاؤں، کیونکہ اگر میں اس کے حال کو بیان کروں گی تو اس کا عیب بیان کروں گی۔

تیسری عورت نے کہا: میرا شوہر لمبا ہے، اگر میں کچھ کہہ دوں تو مجھے طلاق مل جائے گی اور اگر خاموش رہوں گی تو لٹکی رہوں گی۔

چوتھی عورت نے کہا: میرا شوہر "تہامہ" کی رات کی طرح ہے، نہ زیادہ گرم ہے نہ ٹھنڈا اور نہ خوف والا ہے، نہ اندیشے والا ہے۔

پانچویں عورت نے کہا: میرا شوہر گھر آ ہو تو چیتے کی طرح ہے اور اگر باہر جائے تو شیر کی طرح ہے۔ وہ گھر کے معاملات میں چھان بین نہیں کرتا۔

چھٹی عورت نے کہا: میرا شوہر جب کھانے بیٹھتا ہے تو سب کھا لیتا ہے اور جب پینے بیٹھتا ہے تو سب پی جاتا ہے۔ جب وہ لیٹتا ہے تو سارا کپڑا لپیٹ لیتا ہے اور میرے کپڑے کے اندر ہاتھ ڈال کر میری خواہش کو محسوس نہیں کرتا۔

ساتویں عورت نے کہا: میرا شوہر ناکارہ، سست اور بے وقوف ہے۔ اسے ہر بیماری لاحق ہے۔ وہ یا تو تمہیں زخمی کر دے گا یا ہڈی توڑ دے گا یا دونوں ہی کر دے گا۔

آٹھویں عورت نے کہا: میرے شوہر کو چھونا خرگوش کو ہاتھ لگانے کی طرح ہے اور زعفران کی طرح خوشبودار ہے۔

نویں عورت نے کہا: میرا شوہر بلند ستونوں کا مالک ہے، بہت زیادہ راکھ والا ہے اور لمبے قد کا مالک ہے۔ اس کا گھر مشورے کی جگہ کے قریب ہے۔

دسویں عورت نے کہا: میرے شوہر کا نام مالک ہے اور مالک کیسا شاندار آدمی ہے یہ اس سے بہتر ہے۔ اس کے پاس بہت سے اونٹ ہیں اور اس کے اونٹ اکثر باڑے میں رہتے ہیں، وہ کم ہی چراگاہوں کا رخ کرتے ہیں۔ جب انہیں باجا بجنے کی آواز سنائی دیتی ہے' تو انہیں اپنے ذبح ہو جانے کا یقین ہو جاتا ہے۔

گیارہویں عورت نے کہا: میرا شوہر ابوزرع تھا۔ ابوزرع کیسا عظیم آدمی تھا؟ اس نے زیورات سے میرے کان بھاری دیے تھے اور چربی سے میرے بازو بھر دیے تھے۔ اس نے مجھے اتنا خوش کیا کہ میں اچھی طرح خوش ہو گئی۔ وہ مجھے چند بکریوں کے مالک، عام حالات سے اٹھا کر وہاں لے آیا جہاں اونٹ اور گھوڑے ہوتے ہیں، جہاں بے شمار بیل ہیں اور ملازمین ہیں۔ جب میں کوئی بات کرتی تھی تو اس کا برا نہیں مانا جاتا اور جب میں سوئی رہتی تھی تو صبح تک سوئی رہتی تھی۔ جب میں پیتی تھی تو خوب سیر ہو کر پیتی تھی۔ ابوزرع کی والدہ بھی زبردست عورت ہے۔ اس کے برتن بڑے ہیں، اس کا گھر کشادہ تھا۔ ابوزرع کا بیٹا وہ بھی کتنا عجیب تھا، اس کا پہلو پھل کے بغیر کھجور کی ٹہنی کی طرح تھا اور بکری کے بچے کی ایک ران اسے سیر کر دیتی تھی۔ ابوزرع کی بیٹی کتنی زبردست تھی، وہ ماں باپ کی فرمانبردار تھی اور خوب موٹی تازی تھی۔ اس کی سوکن اس سے حسد کرتی تھی۔ ابوزرع کی کنیز کتنی اچھی تھی، وہ ہمارے راز کو ظاہر نہیں کرتی، ہمارے غلے کو چوری نہیں کرتی اور ہمارے گھر کو گندگی سے نہیں بھرتی تھی۔

اُم زرع نے کہا: ایک مرتبہ ابوزرع گھر سے باہر نکلا، اس وقت دودھ تیار کیا جا رہا تھا، اسے سامنا ایک عورت سے ہوا جس کے ساتھ اس کے پہلو میں دو چیتے تھے، جو اس کی گود میں اناروں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ ابوزرع نے مجھے طلاق دے دی پھر میں نے ایک ایسے سردار سے شادی کی جو گھوڑے پر سوار ہو کر جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں نیزہ ہوتا ہے، وہ سہ پہر کے وقت بہت سے جانور لے آتا ہے، اس نے جانوروں میں سے ایک جوڑا مجھے دیا اور بولا: اے اُم زرع! تم اسے خود بھی کھاؤ اور اپنے قریبی رشتے داروں کو بھی دو لیکن اگر میں اس شوہر کے دیے گئے تمام عطیات کو جمع کر دوں تو پھر بھی وہ ابوزرع کے سب سے چھوٹے برتن جتنے بھی نہیں ہوں گے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم سے اتنی ہی محبت ہے جتنی ابوزرع کو اُم زرع سے تھی۔

شرح

(الف) اہلِ خانہ کے ساتھ برتاؤ کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مسابقت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بطور مزاح دوڑ میں مسابقت کیا کرتے تھے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک سفر کے دوران میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں تھی' اس موقع پر آپ کا مجھ سے دوڑ میں مقابلہ ہوا تو میں آگے بڑھ گئی۔ کچھ عرصہ بعد میرا جسم بھاری ہو گیا۔ پھر آپ سے دوڑ میں مقابلہ ہوا تو

آپ مجھ سے آگے بڑھ گئے اور آپ نے فرمایا: یہ اس کا بدلہ ہے۔ (امام ولی الدین محمد' مشکوٰۃ المصابیح' ص ۲۸۱)

اپنی اہلیہ کے ساتھ ایسا معاملہ وہی شخص کر سکتا ہے' جو اسے انسان تصور کرے' اعلیٰ واخلاق کا معاملہ کرنا جانتا ہو اور اپنے اہلِ خانہ کے حقوق سے آگاہ ہو۔ ورنہ اہل خانہ کو ڈانٹ ڈپٹ اور دل آزاری کے علاوہ کوئی چیز حاصل نہیں ہو سکتی۔

۲- کامل ایمان ہونے کی علامت:

کامل ایمان والا وہ شخص ہے' جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کامل ایمان والا وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں' آپ اپنے اہلِ خانہ اور ازواجِ مطہرات کے ساتھ نرمی سے پیش آتے تھے۔ (امام ولی الدین محمد' مشکوٰۃ المصابیح' ص ۲۸۲)

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہتر شخص وہ ہے' جو اپنے اہلِ خانہ کے حق میں بہتر ہو اور میں اپنے اہلِ خانہ کے حق میں سب سے بہتر ہوں۔

۳- ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو گھریلو کھیل کی اجازت ہونا:

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے گھریلو کھیل کی اجازت تھی۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں اپنے گھر میں لڑکیوں اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو سب خاموش ہو جاتی تھیں اور آپ انہیں پکڑ کر میرے پاس لاتے تو میں ان کے ساتھ کھیلتی تھی۔

(امام محمد بن یزید' سنن ابن ماجہ ص ۱۹۸۲)

اس سے ثابت ہوا کہ چاردیواری اور پردے میں خواتین کا کھیلنا جائز ہے بشرطیکہ ان کی آواز غیر محرم لوگوں تک نہ پہنچتی ہو۔ مخلوط کھیل کھیلنا اور دیکھنا حرام ہے' کیونکہ غیر محرم عورت کو دیکھنا اور اس کی آواز سننا حرام ہے۔

۴- دنیا کی تین اشیاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی تین اشیاء زیادہ پسند تھیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے دنیا کی تین اشیاء زیادہ پسند ہیں:

(۱) عورت (۲) خوشبو (۳) نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

۵- ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو فریضہ حج میں شامل کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر' جہاد اور عمرہ کی طرح حج بیت اللہ کی ادائیگی کے موقع پر بھی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو شامل فرماتے تھے۔ حضرت صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اپنے ساتھ حج کرایا تھا۔ (المسند امام احمد بن حنبل ج ۶' ص ۳۳۸)

دینی امور کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیوی امور میں بھی ازراہ شفقت ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو شامل فرمایا کرتے

تھے۔اس سے آپ کی امت کے لیے بھی جواز ثابت ہوتا ہے۔

۶-اہل خانہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رہنے کا انداز:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ گھر میں نرم مزاجی، حسن اخلاق اور نفیس مسکراہٹ کے ساتھ وقت گزارتے تھے۔حضرت عبداللہ الجدلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ (ازواجِ مطہرات) کے ساتھ رہنے کی کیفیت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے، نہ فحش بات کرتے تھے، نہ پسند فرماتے تھے، نہ بازار میں اپنی آواز بلند کرتے تھے، کسی سے بدلہ نہیں لیتے تھے اور عفوودرگزر سے کام لیتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ کے ساتھ برتاؤ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام آدمی کی طرح رہتے تھے مگر بہت مہربان تھے۔اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے اور عمدہ انداز سے مسکراتے تھے۔

۷-اہل خانہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل خانہ کے ساتھ شفیقانہ اور نرمی کا برتاؤ کرتے تھے۔کبھی کسی کی دل آزاری نہیں کرتے تھے۔

۱-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل وعیال کے حق میں نہایت شفیق ومہربان تھے۔

۲-اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی خادم کو نہیں مارا او نہ اپنی بیوی کو اپنے ہاتھ سے پیٹا سوائے جہاد کے۔

۸-صبح وشام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس جانا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر کے بعد اور صبح وشام اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔

۹-ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے نان ونفقہ کا اہتمام کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہ کو نان ونفقہ اور دیگر ضروریات زیست باہم پہنچاتے تھے۔اس بارے میں کسی زوجہ کو کبھی شکایت نہیں ہوئی۔

۱-حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مال سے سال بھر کا نفقہ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو فراہم فرماتے تھے۔(المسند امام احمد بن حنبل،ج۱،ص۲۰۸)

۲-حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی جائیداد سے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

سال بھر کا نفقہ ایک سو اسی (۱۸۰) وسق کھجور عنایت فرماتے تھے۔ بیس (۲۰) وسق جو عنایت کرتے تھے پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اختیار دے دیا تھا کہ چاہیں تو زمین لیں یا پیداوار لیں۔

(الصحیح للبخاری، ج ۲، ص ۱۰۹)

۱۰۔ کسی زوجہ کو شکایت کا موقع نہ دینا:

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی شکایت کا موقع نہیں ملتا تھا۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کرتے تو رفاقت کے لیے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں قرعہ اندازی کیا کرتے تھے۔ (الصحیح للبخاری، ج ۲، ص ۷۸۴)

۱۱۔ اہلِ خانہ سے نرمی کا برتاؤ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے یکساں اور مثالی نرمی کا سلوک کرتے تھے۔ اس حوالے سے چند شواہد حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نرم و مہربان ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے، نرمی پر وہ بخشش کرتا ہے، جو سخت مزاجی پر نہیں کرتا۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کے اہلِ خانہ سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس میں نرمی پیدا کر دیتا ہے۔

۱۲۔ گھر کے اوقات تین حصوں میں تقسیم کرنا:

اپنی ذات اہل خانہ اور امت کی رعایت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کا وقت تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تو وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا کرتے تھے:

(i) اللہ تعالیٰ کے لیے، جس میں عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے۔

(ii) اپنے لیے جو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے اور اپنے آرام کے لیے وقف ہوتا۔

(iii) عوام الناس کے لیے، جس میں لوگ حاضر ہوتے اور آپ سے استفادہ کرتے تھے۔

۱۳۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو خود سلام فرمانا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو خود سلام فرماتے تھے۔ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر صبح اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں تشریف لے جاتے تو انہیں خود سلام فرماتے تھے۔ (علامہ علی بن ابی بکر: مجمع الزوائد ج ۲، ص ۳۱۹)

سلام کہنا اسلام کا امتیازی نشان ہے' اس سے باہم محبت پیدا ہوتی ہے اور کدورت و عداوت کا خاتمہ ہوتا ہے۔

۱۴-مرحومہ زوجہ کی رعایت کرنا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف بقید حیات امہات المومنین کی رعایت کرتے بلکہ مرحومہ زوجہ مطہرہ کی بھی رعایت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ یا تحفہ کوئی چیز پیش کی جاتی تو آپ فرماتے کہ فلاں خاتون کو دے دو کیونکہ وہ خدیجہ کی سہیلی ہے اور خدیجہ کو ان سے بہت محبت تھی۔

(علامہ محمد بن یوسف الصالحی' سبل الہدیٰ والرشاد' ج ۹' ص ۴۸۷)

۱۵-سوکنوں کی باتوں کو برداشت کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔ آپ سوکنوں کی گفتگو نہایت توجہ اور خندہ پیشانی سے سن لیتے تھے۔ پھر متعلقہ مسئلہ کو دور اندیشی سے حل فرما لیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی زوجہ کے ہاں تشریف فرما تھے کہ دوسری زوجہ نے آپ کی خدمت میں پیالہ بھیجا جس میں کھانا موجود تھا۔ اس زوجہ نے پیالہ کو ہاتھ مارا جس سے پیالہ گر کر ٹوٹ گیا اور کھانا بکھر گیا۔ آپ نے پیالہ کے ٹکڑوں کو جمع کرنا شروع کر دیا اور گرے ہوئے کھانا کو سمیٹنے لگے۔

(امام ولی الدین محمد' مشکوٰۃ المصابیح' ص ۲۵۵)

۱۶-گھریلو امور میں معاونت کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھریلو امور میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی عملی طور پر معاونت فرمایا کرتے تھے۔ آپ جوتے گانٹھ لیتے' کپڑوں کو ٹانکے لگا لیتے' بکری کا دودھ دوہ لیتے اور گھر کی صفائی کر لیتے تھے۔ اس بارے میں چند شواہد حسب ذیل ہیں:

۱- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ گھریلو کاموں میں شریک رہتے تھے اور نماز کا وقت ہونے پر فوراً نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

۲- ایک مشہور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوتے گانٹھ لیتے تھے' کپڑے سی لیتے تھے اور ڈول میں پانی بھر لیتے تھے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان تواضع ہوتی ہے' اس لیے آپ ان امور کو انجام دیتے تھے۔ (المسند امام احمد بن حنبل' ج ۱' ص ۲۶۱)

۱۷-اہل خانہ سے قصہ گوئی کرنا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو نصیحت آموز قصے بھی سنایا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات نماز عشاء کے بعد اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو قصہ سنایا۔ ایک خاتون نے کہا: یہ قصہ خرافہ کے قصوں کی مثل ہے۔ آپ نے فرمایا: تمہیں خرافہ

کی اصل قصہ کے بارے میں علم ہے؟ پھر فرمایا: خرافہ بنو عذرہ کا ایک شخص تھا' جنات اسے پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ ایک عرصہ تک جنات نے اسے اپنے پاس رکھا پھر اسے لوگوں میں چھوڑ گئے تھے۔ وہ لوگوں میں جنات کی دنیا کے عجائبات بیان کرتا تھا اور لوگوں نے اس کے قصوں کو قصہ خرافہ کہنا شروع کر دیا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے واقعات بیان کرنا شروع کیے' حتیٰ کہ صبح ہوگئی اور آخری رات میں صرف نماز تہجد ہی پڑھ سکے تھے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عموماً یہ قصہ سنایا کرتے تھے کہ ایک خاتون پہاڑ کے دامن میں اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ بچے نے کہا: اے اماں! آپ کو کس نے پیدا کیا؟ ماں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے' پھر سوال کیا: باپ کو کس نے پیدا کیا؟ ماں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے' پھر سوال کیا: آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے' پھر سوال کیا: پہاڑ کو کس نے پیدا کیا؟ جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے' پھر دریافت کیا: گائے کو کس نے پیدا کیا؟ جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے' پھر پوچھا بکری کس نے پیدا کی؟ جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے۔ بچے نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں سن سکتا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کر لیا۔ (علامہ محمد بن یوسف صالحی' سبل الہدیٰ والرشاد ج ۹' ص ۳۸۵)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ سبق آموز یا نصیحت آموز قصہ سنانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي صِفَةِ نَوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 39: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا طریقہ

239- حَدَّثَنَا محمد بن المثنى انبانا عبد الرحمٰن بن مهدى انبانا اسرائيل عَنْ اَبِىْ اسحق عن عبد الله ابن يزيد عن البراء بن عازب اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهِ الْاَيْمَنِ وَقَالَ رَبِّ قِنِىْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ۔

حَدَّثَنَا محمّد بن المثنٰى انبانا عبد الرحمٰن انبانا اسرائيل عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِىْ عبيدة عن عبد الله مثله وقال يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر آتے' تو اپنی ہتھیلی مبارک کو اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھتے تھے اور یہ پڑھا کرتے تھے:

''اے میرے اللہ! مجھے اپنے عذاب سے اس دن محفوظ رکھنا' جب تو اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔''

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''جس دن تو اپنے بندوں کو جمع کرے گا۔''

240- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا عبد الرزاق حَدَّثَنَا سفيان عن عبد الملك بن عمير عن ربعى بن خراش عن حذيفة قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا اٰوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ

وَ اَحْيٰى وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَيْهِ النُّشُوْرُ ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر لیٹتے' تو یہ دعا کیا کرتے تھے:

''اے پروردگار! میں تیرے نام سے برکت حاصل کرتا ہوا مرتا اور زندہ ہوتا ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

''ہر طرح کی حمد اس اللہ کے لیے ہے' جس نے ہمیں موت دینے کے بعد زندگی دی اور اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

241- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد حَدَّثَنَا المفضل بن فضالة عن عقيل اراه عن الزهری عن عروة عن عائشة قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ فَنَفَثَ فِيْهِمَا وَقَرَءَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَّ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ يَبْدَاُ بِهِمَا رَاْسَهٗ وَ وَجْهَهٗ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَصْنَعُ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے وقت بستر پر جلوہ افروز ہوتے' تو آپ اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان پر دم کیا کرتے' آپ ان میں سورۂ اخلاص' سورۂ فلق اور سورۂ الناس پڑھتے تھے۔ پھر ان دونوں ہاتھوں کو جہاں تک جسم پر ہوسکتا' پھیر لیتے تھے۔ آپ سر اور چہرے سے آغاز کرتے' اور پھر اس کے بعد جسم کے آگے والے حصے پر انہیں پھیرا کرتے تھے۔ آپ ایسا تین مرتبہ کیا کرتے تھے۔

242- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدی حَدَّثَنَا سفيٰن عن سَلْمَةَ بن كهيل عن كريب عن ابن عباس اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَ كَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ فَاَتَاهُ بِلَالٌ فَاٰذَنَهٗ بِالصَّلٰوةِ فَقَامَ وَ صَلّٰى وَ لَمْ يَتَوَضَّا وَفِی الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ خراٹے بھرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے ہوئے خراٹے لیا کرتے تھے۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے' آپ کو نماز کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے نماز ادا کی اور از سر نو آپ نے وضو نہیں کیا۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس حدیث میں پورا قصہ منقول ہے۔

243- حَدَّثَنَا اسحٰق بن منصور حَدَّثَنَا عفان حَدَّثَنَا حماد بن سَلْمَةَ عن ثابت عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَ كَفَانَا وَ اٰوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِیَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِیَ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر جاتے' تو یہ دعا کرتے تھے

''ہر طرح کی حمد اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے' جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا ہے۔ وہ ہمارے لیے کافی ہے اور اس نے ہمیں پناہ دی ہے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جن کے لیے کوئی کفالت کرنے اور کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے۔''

244- حَدَّثَنَا الحسين بن محمد الجريری حَدَّثَنَا سليمان بن حرب حَدَّثَنَا حماد بن سلمة عن حميد عن بكر بن عبد الله المزنی عن عبد الله ابن رباح عَنْ اَبِی قتادة اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ علیه و سلّم كَانَ وَاِذَا عَرَّسَ بِلَيْلٍ نِ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ وَ اِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهُ وَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلٰى كَفِّهِ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت جب پڑاؤ کرتے تو اپنے دائیں پہلو کے بل لیٹ جایا کرتے، اور اگر آپ نے صبح سے کچھ دیر پہلے پڑاؤ کرنا ہوتا تو آپ اپنی کلائی کو کھڑا کر کے اپنا سر مبارک اپنی ہتھیلی پر رکھ کر آرام کرتے تھے۔

شرح

سونے کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ا-سونے کا بستر:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر سادہ ہوتا تھا۔ چھال سے پر اور زیادہ نرم نہیں تھا بلکہ آپ تو عموماً سخت چٹائی پر محو استراحت ہو جاتے، اور جسم مبارک پر نشان پڑ جاتے تھے۔

ا-حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اس وقت کھجور سے تیار کی ہوئی چٹائی پر آرام فرما تھے اور جسم مبارک پر نشانات موجود تھے۔ جب میں نے گھر کی اشیاء کا جائزہ لیا تو قسم بخدا! مجھے لٹکے ہوئے مشکیزے اور تھوڑے سے جو کے علاوہ کوئی چیز نظر نہ آئی۔ (امام محمد بن یزید سنن ابن ماجہ ص ۳۰۶)

۲-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری تھی۔ (الصحیح للبخاری ج ۲، ص ۹۵۶)

۳-حضرت امام محمد باقر رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ کا بستر مبارک چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (طبقات ابن سعد ج ا، ص ۲۲۷)

۴-حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا وہ کون سا نرم بستر تھا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم محو استراحت ہوتے تھے اور وہ کونسا بہترین کھانا تھا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تناول فرماتے تھے؟

اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا: ہمارے ہاں صرف ایک اونی کپڑا تھا، جو غزوہ خیبر میں ہمارے حصہ میں آیا تھا۔ میں نے اس کمبل کو بچھونا بنا لیا تھا، روزانہ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بچھایا جاتا تھا۔ آپ اس پر محو

استراحت ہوتے تھے۔ ایک رات میں نے وہ کمبل چوہرا کر کے بچھا دیا تاکہ آپ کے لیے زیادہ آرام دہ ہو، تو آپ صبح بیدار ہوئے فرمایا: اے حفصہ! تم نے رات کے وقت میرے لیے کون سا بستر بچھا دیا تھا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہی جو آپ کے لیے روزانہ بچھایا جاتا تھا۔ تاہم میں نے اسے چوہرا کر کے بچھا دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے حفصہ! اس کو پہلے کی طرح رہنے دو، کیونکہ آج رات اس کی نرمی کے سبب میری نماز میں رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی۔

جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوراک کا تعلق ہے ہمارے پاس ایک صاع بغیر چھلکے جو تھے، میں نے ایک دن ان کو صاف کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چکی میں پیس لیے۔ ہمارے پاس گھی کا ایک ڈبہ تھا۔ جو کے آٹے میں گھی ملا دیا۔ اس سے روٹی تیار کر دی، آپ ابھی کھانا چاہتے تھے کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ آ گئے، انہوں نے عرض کیا: میرے خیال کے مطابق آپ کے گھر میں گھی کی کمی ہے، میرے پاس گھی کا ایک بڑا ڈبہ موجود ہے، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے تیزی کے ساتھ گھی کا ڈبہ بھیج دیا، وہ گھی بھی اس میں ڈال دیا گیا، پھر ہم دونوں نے کھانا تناول کیا۔

۲- چٹائی کا بچھونا:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالا خانہ میں حاضر ہوا، آپ اس وقت ایک چٹائی پر آرام فرما تھے، جسم مبارک پر چٹائی کے نشانات نمایاں تھے، آپ کے سر اقدس کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، قدموں کی طرف سلم (نام درخت) کے پتوں کا ڈھیر تھا اور سر مبارک کی طرف ایک مشکیزہ تھا۔ چٹائی کے نشانات جسم پر دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قیصر و کسریٰ کو دنیا بھر کا آرام میسر ہے جبکہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آپ کی یہ حالت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ ان کے حصہ میں دنیا آئی ہے اور ہمارے حصہ میں آخرت ہے۔ (الصحیح للبخاری ج ۱ ص ۳۳۵)

۳- آپ کی چارپائی کی نوعیت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک بعض اوقات چارپائی پر لگایا جاتا تھا، چارپائی بھی نہایت درجہ کی سادہ تھی اور اس کی کیفیت بھی ایک امتحان سے کم نہیں تھی۔ اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ایک دفعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ چارپائی پر تشریف فرما تھے اور وہ کھجور کے پتوں اور شاخوں کی بنی ہوئی تھی۔

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چارپائی پر سونا نہایت پسند تھا۔ جب آپ ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام فرمایا۔ آپ نے میزبان سے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس چارپائی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قسم بخدا! میرے پاس چارپائی نہیں ہے۔ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے ایک چارپائی تیار کر کے پیش کی جس کے پائے ساگوان کے تھے، آپ تاحیات اسے استعمال میں لاتے رہے، حتیٰ کہ نماز بھی اس پر ادا کرتے رہے۔ آپ کے وصال کے بعد لوگ تبرکاً اس چارپائی پر مردوں کو لے جایا

کرتے تھے۔

۴-آپ کا لحاف مبارک:

دوسری اشیاء کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاف مبارک بھی سادہ تھا۔ جو سردیوں کے موسم میں زیر استعمال لاتے تھے اور ایک لحاف پر گزارا کرتے تھے۔

۱-اُمّ لمومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے' میں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک ہی لحاف میں گزارا کرتے تھے۔

۲-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زرد رنگ کی دلائی تھی جو آپ اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن باری باری استعمال کرتی تھیں۔

۳-اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد ادا فرماتے تو لحاف کا ایک حصہ آپ اوڑھے ہوئے ہوتے تھے اور دوسرا حصہ مجھ پر ہوتا تھا۔

۵-سوتے وقت پڑھے جانے والے معمولات:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت قرآنی معمولات کی تلاوت فرماتے' جو یہ ہیں:

(۱) سورہ ملک (۲) سورہ الم سجدہ (۳) آیۃ الکرسی (۴) معوذتین (۵) سورۃ الکافرون (۶) سورہ حشر کی آخری آیات

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کریم میں ایک سورہ ایسی ہے' جو تیس آیات پر مشتمل ہے' وہ اپنے پڑھنے والے کی سفارش کرتی ہے حتیٰ کہ اس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ وہ سورہ تبارک الذی ہے۔

۲-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ زمانۂ رسالت میں سورہ ملک کو ''مانعۃ'' کہا جاتا تھا یعنی عذاب سے بچانے والی۔

۳-ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا' عذاب کے فرشتے اس کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا: اس میت کو عذاب میں مبتلا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے' کیونکہ یہ سورہ ملک کی تلاوت کیا کرتا تھا۔

۶-سونے سے قبل اور بیداری پر پڑھی جانے والی دعائیں:

سونے سے قبل یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی (اے اللہ! میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں گا)

نیند سے بیدار ہونے پر یہ دعا پڑھی جائے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اس کی طرف جائے رجوع ہے۔

۷- باوضوسونے کی فضیلت:

باوضوسونے والے کی آخرت کے حوالے سے ہر دعا قبول کی جاتی ہے' ہر بھلائی سے نوازا جاتا ہے اور اس کی مغفرت کی جاتی ہے۔ اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص باوضو ذکر خداوندی کرتا ہوا بستر پر آئے پھر سو جائے تو رات کی جس گھڑی میں بھی اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کے حوالے سے جو بھی دعا کرے گا وہ بھلائی اسے دے دی جائے گی۔

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص باوضو رات گزارتا ہے' تو ایک فرشتہ اس کے پہلو میں رات گزارتا ہے' اس کے بیدار ہونے پر فرشتہ یوں دعا کرتا ہے: اے پروردگار! اپنے فلاں بندے کی مغفرت کر دے کہ اس نے باوضو رات گزاری ہے۔

۳- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان باوضو سوتا ہے' رات کے وقت بیدار ہونے پر وہ دنیا اور آخرت کے حوالے سے جو بھی دعا کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے وہی چیز عنایت کرتا ہے۔

۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے جسموں کو پاک و صاف رکھو۔ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں پاک وصاف رکھے گا۔ جو شخص پاکی کی حالت میں رات گزارتا ہے' اس کے پہلو میں ایک فرشتہ رات گزارتا ہے' وہ رات بھر اس کے حق میں یہ دعا کرتا رہتا ہے: اے پروردگار! اپنے بندے کی مغفرت کر دے کہ یہ باوضو رہا ہے۔

۸- سونے سے پہلے بستر جھاڑنا:

سونے سے قبل اپنا بستر جھاڑنا مسنون ہے' اس بارے میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر پر آئے تو وہ اسے اپنے دامن سے جھاڑ لے۔ اسے علم نہیں ہے کہ اس میں کیا ہے۔ (الصحیح للبخاری' ج ۲' ص ۹۳۷)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے بستر پر آئے تو وہ اپنے کپڑے سے اسے جھاڑ لے اور بسم اللہ پڑھ لے' کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ وہ اپنے بعد کیا چھوڑ گیا ہے۔

۹- سونے سے قبل سرمہ استعمال کرنا:

سونے سے قبل سرمہ استعمال کرنا مسنون ہے' جس کا بے حد اجر و ثواب ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل ''اثمد'' سرمہ کی تین تین سلائیاں لگاتے تھے۔

۱۰- سونے سے قبل کنگھی کرنا:

سرمہ کی طرح سونے سے قبل کنگھی کرنا بھی مسنون ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی

اللہ علیہ وسلم جب بستر پر جلوہ افروز ہوتے تو مسواک کرتے، وضو فرماتے اور کنگھی کرتے تھے۔

۱۱- رات میں بیدار ہونا:

نصف رات یا ثلث رات گزرنے پر نوافل وغیرہ کی ادائیگی کی نیت سے بیدار ہونا مسنون ہے۔
اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت بیدار ہوتے جب مرغ اذان دیتا ہے۔ (الصحیح للبخاری، ج ۱، ص ۱۵۲) (عموماً مرغ نصف رات کے بعد اذان دیتا ہے)

۱۲- سونے سے قبل اپنے پاس پانی رکھنا:

سونے سے قبل رات کو پینے کے لیے اپنے پاس پانی رکھنا مسنون ہے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رات کے وقت تین ڈھکے ہوئے برتنوں کا اہتمام کرتی تھی:
(i) وضو کے پانی کا برتن (ii) مسواک کے لیے پانی کا برتن (iii) پینے کے لیے پانی کا برتن۔ (امام محمد بن یزید سنن ابن ماجہ ص ۳۰)

۱۳- قضاء حاجت کے لیے بیدار ہونا:

رات کو سونے کے بعد بوقت ضرورت قضاء حاجت کے لیے بیدار ہونا مسنون ہے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوتے تو پہلے قضائے حاجت کرتے پھر مسواک استعمال فرماتے تھے۔

۱۴- اوندھے منہ سونے کی ممانعت:

اوندھے منہ سونا منع ہے، اس حوالے سے چند روایات ملاحظہ فرمائیں:
۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اوندھے منہ لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اس طرح سونا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ (الصحیح للبخاری ج ۱، ص ۶۸)
۲- حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا، آپ نے اسے پاؤں مبارک سے ٹھوکر دی اور فرمایا: تم اٹھو، پیٹ کے بل سونا اہل جہنم کا طریقہ ہے۔
۳- حضرت طخفہ بن قیس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ پیٹ کے بل سویا ہوا تھا۔ اچانک ایک شخص نے پاؤں سے مجھے حرکت دی، کہا: اس طرح سونا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ جب میں نے ان کی طرف دیکھا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

۱۵- سونے کے مکروہ اوقات:

سونے کے چند مکروہات ہیں:
(i) نماز عصر کے بعد سونا، اس سے عقل میں فتور آ جاتا ہے۔
(ii) مغرب کے بعد سونا، اس سے نماز یا باجماعت چھوٹ جانے کا قوی اندیشہ ہے۔

(iii) صبح کے وقت سونا' اس سے رزق میں تنگی آتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح تک سونا رزق میں کمی لاتا ہے۔ (iv) صبح تک سونا' ایسے شخص کو شیطان سلاتا ہے اور اس کے کان میں پیشاب کرتا ہے۔

۱۶: نمازِ عشاء کے بعد طویل گفتگو سے اجتناب کرنا:

نمازِ عشاء کے بعد طویل گفتگو کرنا' قصہ کہانی سنانا اور فضول باتیں کرنا ممنوع ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صبح کی نماز یا جماعت چھوٹ جانے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔ تاہم نہایت مختصر اور حسبِ ضرورت بات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۱۷- نمازِ عشاء کے بعد دینی گفتگو کرنا:

نمازِ عشاء کے بعد دینی گفتگو کرنا' درسِ قرآن منعقد کرنا' درسِ حدیث کا اہتمام کرنا اور مذہبی کتب کا مطالعہ کرنا جائز ہے۔ تاہم فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کو یقینی بنایا جائے۔

۱۸- قیلولہ کرنا مسنون:

دوپہر کے کھانے کے بعد مختصر سونے کو قیلولہ کہا جاتا ہے' جو مسنون ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دوپہر کے وقت سونا اچھی عادت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چمڑے کا بستر لگا دیتیں تو آپ اس پر قیلولہ کرتے تھے۔

۱۹- جمعہ کے دن قیلولہ کا وقت:

چونکہ جمعۃ المبارک کے دن نمازِ جمعہ کے بعد کھانا مسنون ہے' اس طرح جمعہ کے دن نمازِ جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا مسنون ہے۔ حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلے نمازِ جمعہ پڑھتے تھے پھر قیلولہ کرتے تھے۔

۲۰- مسجد میں محوِ استراحت ہونا:

مسافر اور معتکف وغیرہ مسجد میں سو سکتا ہے لیکن مقامی شخص یا غیر معتکف کا مسجد میں سونا درست نہیں ہے۔ اس بارے میں چند روایات حسبِ ذیل ہیں:

۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں کروٹ پر لیٹے ہوئے دیکھا۔ (الصحیح للمسلم' ج ۲' ص ۱۷۹)

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں زمانہ رسالت میں غیر شادی شدہ نوجوان مسجد میں سو ہوتا تھا۔ (الصحیح للبخاری' ج ۲' ص ۱۰۴۱)

۳- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مصروف رہتے تھے' جب

آپ کی خدمت سے فراغت حاصل کرتے تو مسجد میں آکر سو جاتے تھے۔

۴-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جو شخص مسجد میں نماز کے ارادہ سے نہ سوتا ہو اس کا سونا مکروہ ہے۔یعنی نماز کے ارادہ کے بغیر مسجد میں سونے کی اجازت نہیں ہے۔

فائدہ نافعہ:

فقہاء احناف کے مطابق مسافر اور معتکف کے علاوہ کسی کا مسجد میں سونا مکروہ ہے۔تاہم متبادل انتظام نہ ہونے کی صورت میں دینی طلباء کا مسجد میں سونا جائز ہے' کیونکہ یہ دینی مسافر اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہوتے ہیں۔

۲۱-سونے کا منفرد انداز:

جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منفرد تھی اسی طرح آپ کے سونے کا انداز بھی منفرد تھا۔اس بارے میں امام اہل سنت' اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کا عمل دلیل ہے کہ آپ سوتے وقت ہاتھ کے انگوٹھے کو شہادت کی انگلی پر رکھ لیتے تاکہ انگلیوں سے لفظ ''اللہ'' بن جائے۔آپ پیر پھیلا کر کبھی نہ سوتے بلکہ دائیں کروٹ لیٹ کر دونوں ہاتھوں کو ملا کر سر کے نیچے رکھ لیتے اور پاؤں مبارک سمیٹ لیتے۔اس طرح جسم سے لفظ ''محمد'' بن جاتا۔

(مولانا جلال الدین قادری' حیات اعلیٰ حضرت' ج ۱ ص ۹۹)

۲۲-رات میں سونے اور عبادت کرنے کا مسنون طریقہ:

۱-حضرت اسود رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا رات کی عبادت کے بارے میں آپ کا کیا معمول تھا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع رات میں سو جاتے تھے۔سحری کے وقت بیدار ہو کر طاق عدد نماز ادا کرتے' پھر بستر پر محو استراحت ہو جاتے' پھر اذان سن کر تیزی سے بیدار ہوتے' غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضو کر کے نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔

۲-حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جتنا وقت آرام کرتے اتنا وقت نماز میں صرف کرتے تھے۔(مسند امام احمد بن حنبل' ج ۶' ص ۲۹۶)

۳-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کے ابتدائی حصہ میں آرام فرماتے اور شب کے آخری حصہ میں عبادت کرتے تھے۔

رات کے آخری حصہ میں عبادت سے مراد نماز تہجد ہے' جو آپ باقاعدگی سے ادا فرماتے جبکہ نماز عشاء اور نماز فجر دونوں کو ان کے اوقات میں ادا فرماتے تھے۔

۲۳-شیطان مردود سے حفاظت کا وظیفہ:

سونے سے قبل سورہ بقرہ کی ابتدائی چار آیات' آیت کرسی مع بعد والی دو آیات اور سورہ بقرہ کی آخری آیات کی تلاوت کرنے

سے شیطان گھر میں داخل نہیں ہوتا۔

۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورہ بقرہ کی پہلی چار آیات' آیۃ الکرسی' اس کے بعد والی دو آیات اور سورہ بقرہ کی آخری تین آیات کی تلاوت کرے گا' اس کے گھر میں شیطان داخل نہیں ہوگا۔ (امام عبداللہ' سنن دارمی ج ۲' ص ۲۲۲)

۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' جو آدمی ان (مذکورہ) آیات کی تلاوت کرے گا' وہ قرآن نہیں بھولے گا۔ (ایضاً)

۲۴- تسبیحات فاطمی رضی اللہ عنہا کی ترغیب:

سونے سے قبل تسبیحات فاطمی رضی اللہ عنہا کی ترغیب واہمیت بیان کی گئی ہے۔ چکی پینے' گھریلو امور سرانجام دینے اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نازک ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے تھے۔ ایک موقع پر انہوں نے اپنے والد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک غلام فراہم کرنے کا مطالبہ کر دیا۔ آپ نے فرمایا: تمہارے لیے غلام سے بہتر یہ عمل ہے کہ رات کے وقت سونے سے قبل یہ وظیفہ پڑھا لیا کرو: ۳۳ بار اللہ اکبر' ۳۳ سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ۔ ایک روایت کے مطابق ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھنے کی ترغیب دی۔ اس طرح تسبیحات کی تعد یب سو (۱۰۰) ہو جائے گی۔

ایک روایت میں منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو سرخ اونٹوں سے بہتر ہو؟ عرض کیا: جی ہاں! ضرور ارشاد فرمائیں؟ آپ نے فرمایا: سونے سے قبل سو بار یہ تسبیحات پڑھ لیا کرو: ۳۳ بار الحمد' ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔ ان تسبیحات کو ''تسبیحات فاطمی'' کہا جاتا ہے جن کے پڑھنے سے ہر رات ہزار نیکی کا اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے۔

۲۵- تین اہم مسائل:

آداب نوم کے حوالے سے تین اہم مسائل کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

۱- دو مردوں کو برہنہ ایک کپڑا اوڑھ کر سونا ناجائز ہے خواہ ایک مرد بستر کے ایک کنارے پر ہو اور دوسرا دوسرے کنارے پر ہو۔ اسی طرح برہنہ دو عورتوں کا ایک کپڑا اوڑھ کر سونا بھی ناجائز ہے۔

۲- بالغ ہونے پر لڑکے اور لڑکی کا بستر الگ کر دیا جائے' لڑکا اپنی ماں یا بہن یا غیر عورت کے ساتھ ہرگز نہ سوئے' اپنی بیوی یا باندی کے ساتھ سو سکتا ہے بلکہ ایسا لڑکا اپنے ہم عمر لڑکوں یا مردوں کے ساتھ بھی نہ سوئے۔

۳- جب میاں بیوی اکٹھے ایک چارپائی پر سوئیں تو بالغ لڑکے کو اپنے ساتھ ہرگز نہ سلائیں۔ بالغ اور شہوت والا لڑکا' مرد کے حکم میں ہوتا ہے۔

۲۶-سونے کے حوالے سے چند آداب:

سونے کے حوالے سے چند اہم اسلامی آداب حسب ذیل ہیں:

(۱) سونے سے پہلے وضو کرنا (۲) مسواک کرنا (۳) بیدار ہونے کے بعد مسواک کرنا (۴) چراغ گل کرنا (۵) گھر کا دروازہ بند کرنا (۶) بال بکھرے ہوں تو کنگھی کرنا (۷) سرمہ استعمال کرنا (۸) بستر کو کپڑے سے جھاڑنا (۹) دائیں ہاتھ کو سر کے نیچے رکھنا (۱۰) دائیں کروٹ پر سونا (۱۱) تکیہ استعمال کرنا (۱۲) طہارت اور پینے والے پانی کا انتظام کرنا (۱۳) جنابت کی صورت میں سونے سے پہلے وضو کرنا (۱۴) قضائے حاجت کے بعد سوئے تو ہاتھ منہ دھونا (۱۵) سونے کا لباس الگ ہونا (۱۶) قضائے حاجت کے بعد سوئے تو ہاتھ منہ دھونا' نماز عشاء پڑھ کر سونا' سونے کا لباس الگ ہونا' نماز عشاء کے بعد فوراً سونا (۱۷) تہائی رات کے بعد بیدار ہونا (۱۷) نماز تہجد ادا کرنا (۱۸) تہائی رات کے بعد ذکر و درود میں مشغول ہونا (۱۹) چٹائی یا چارپائی پر سونا (۲۰) دعائے ماثورہ پڑھنا (۲۱) کچھ آیات کی تلاوت کرنا (۲۱) سورہ ملک' آیۃ الکرسی' سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات کی تلاوت کرنا (۲۲) تسبیحات فاطمی پڑھنا (۲۳) توبہ و استغفار کرنا (۲۴) نیند آنے تک ذکر الٰہی میں مصروف رہنا (۲۵) درود شریف پڑھنا (۲۶) دائیں بائیں کروٹ تبدیل کرتے وقت ذکر کرنا (۲۷) ذکر خدا کرتے ہوئے بیدار ہونا (۲۸) بیدار ہونے پر دعائے ماثورہ پڑھنا (۲۹) طہارت و استنجاء کرنا (۳۰) نماز تہجد ادا کرنا۔

(۲۷) سونے کے خلاف سنت اُمور اور مکروہات:

سونے کے حوالے سے کچھ امور خلاف سنت اور مکروہات ہیں' جن سے اجتناب و احتراز ضروری ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) اوندھے منہ سونا (۲) کھانے کے بعد فوراً سونا (۳) غیر مسنون لباس (جانگیہ وغیرہ) میں سونا (۴) گزرگاہ پر سونا (۵) لوگوں کے درمیان میں سونا (۶) بغیر منڈیر چھت پر سونا (۷) کھانے کے بعد آلودہ ہاتھ سے سونا (۸) نماز عصر اور نماز مغرب کے بعد سونا (۹) نماز عشاء کے بعد فضول گفتگو میں مصروف ہونا (۱۰) برائے طہارت اور پینے کے پانی کا اہتمام کیے بغیر سونا (۱۱) رات کو اتنی تاخیر سے سونا جس سے نماز باجماعت رہ جائے (۱۲) طلوع آفتاب تک سوئے رہنا (۱۳) دعائے ماثورہ پڑھے بغیر سونا اور بیدار ہونا (۱۴) کھیل کود میں مصروف رہتے ہوئے سونا (۱۵) دعائے ماثورہ پڑھے بغیر کاروبار میں مشغول ہونا۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي عِبَادَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب **40**: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا بیان

245- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد و بشر بن معاذ قَالَا حَدَّثَنَا ابوعوانة عن زياد بن علاقة عن المغيرة بن شعبة قَالَ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَتّٰى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهُ اَتَتَكَلَّفُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا .

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے نوافل ادا کیا کرتے کہ آپ کے

پاؤں ورم آلود ہو جایا کرتے تھے۔ آپ سے کہا گیا آپ اتنی تکلیف کیوں برداشت کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پہلوں اور بعد والوں کے ذنوب کی مغفرت کر دی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

246– حَدَّثَنَا اَبُوْ عمار ن الحسين بن حريث حَدَّثَنَا الفضل بن موسٰى عن محمد بن عمرو عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُصَلِّىْ حَتّٰى ترم قَدَمَاهُ قَالَ فَقِيْلَ لَهٗ تفعل هٰذَا وَقَدْ جَاءَ كَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْغَفَرَلَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اتنے زیادہ نوافل ادا کیا کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں مبارک پر ورم آجایا کرتے تھے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ سے کہا گیا: آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ آپ کے پاس حکم آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پہلوں اور بعد والوں کے ذنوب کی مغفرت کر دی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

247– حَدَّثَنَا عِيْسٰى بن عثمان بن عِيْسٰى بن عبد الرحمٰن الرملى حدثنى يحيٰى بن عِيْسٰى الرملى عن الاعمش عَنْ اَبِىْ صالح عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْمُ يُصَلِّىْ حَتّٰى يَنْتَفِخَ قَدَمَاهُ فَيُقَالُ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَفْعَلُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز (نوافل) ادا کرتے رہتے، حتیٰ کہ آپ کے دونوں پاؤں ورم آلود ہو جایا کرتے تھے۔ آپ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! آپ ایسا کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پہلوں اور بعد والوں کے گناہوں کی مغفرت کر دی ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

248– حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنا عَنْ اَبِىْ اسحٰق عن الاسود بن يزيد قَالَ سالت عائشة عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِالَّيْلِ فَقَالَتْ كَانَ يَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُوْمُ فَاِذَا كَانَ مِنَ السَّحَرِ اَوْتَرَ ثُمَّ اَتٰى فِرَاشَهٗ فَاِذَا كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ اَلَمَّ بِاَهْلِهٖ فَاِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ وَثَبَ فَاِنْ كَانَ جُنُبًا اَفَاضَ عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ وَاِلَّا تَوَضَّا وَ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ ۔

حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے وقت نوافل کے سلسلہ میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: آپ رات کے ابتدائی حصے میں سو جایا کرتے، پھر بیدار ہوتے تھے، جب صبح صادق کا وقت ہوتا تو وتر ادا کر لیا کرتے، پھر آپ بستر پر آتے تھے، اگر آپ کو کوئی ضرورت ہوتی تو اپنی اہلیہ کو بیدار کرتے تھے۔ پھر جب آپ اذان کی آواز سنتے، تو تیزی سے اٹھتے تھے۔ اگر آپ اس وقت جنابت کی حالت میں ہوتے تو غسل کر لیتے تھے ورنہ آپ وضو کر کے نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

249- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد عن مالك ابن انس ح و حَدَّثَنَا اسحق بن موسى الانصارى حَدَّثَنا معن عن مالك عن مخرمة بن سليمان عن كريب عن ابن عباس اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْقَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ فَاسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَرَءَ الْعَشْرَ الْاٰيٰتِ الْخَوَاتِيْمَ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ اِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهُ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِيْ ثُمَّ اَخَذَ بِاُذُنِي الْيُمْنٰى فَفَتَلَهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ قَالَ مَعْنٌ سِتَّ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ ثُمَّ جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ .

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ایک رات انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بسر کی، یہ ان کی خالہ تھیں۔ انہوں نے بیان کیا: میں بستر پر چوڑائی کی سمت لیٹ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لمبائی کی سمت لیٹ گئے۔ جب نصف رات ہوئی یا شاید اس سے پہلے یا شاید بعد کی بات ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور آپ نے اپنے چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر نیند کا اثر دور کیا۔ آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری آیات مبارکہ تلاوت کیں، آپ لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف بڑھے آپ نے اس سے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا۔ پھر آپ کھڑے ہو کر نوافل ادا کرنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں اٹھ کر آپ کے پہلو میں آ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا، آپ نے میرے دائیں کان کو پکڑا اور اسے ملنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا کی پھر آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر آپ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ آپ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا کی۔

معن نامی راوی بیان کرتے ہیں، یہ چھ مرتبہ الفاظ ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی نماز ادا کی پھر آپ لیٹ گئے۔ مؤذن آپ کے پاس آیا تو آپ اٹھے، دو مختصر رکعت ادا کیں پھر آپ تشریف لے گئے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

250- حَدَّثَنَا ابو كريب محمد بن العلاء حَدَّثَنَا وكيع عن شعبة عَنْ اَبِيْ جمرة عن ابن عباس قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً .

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تیرہ رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

251– حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ بن سعيد حَدَّثَنَا اَبُوْ عوانة عن قتاده عن زرارة بن اوفى عن سعيد بن هشام عن عائشة اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ اِذَالَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ مَنَعَهُ مِنْ ذٰلِكَ النَّوْمُ اَوْغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نوافل ادا نہیں کرتے تھے، سو جانے کی وجہ سے یا نیند کے غلبے کی وجہ سے آپ ایسا نہیں کرتے، تو آپ دن کے وقت بارہ رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

252– حَدَّثَنَا محمد بن العلاء حَدَّثَنَا اَبُوْ اسامة عن هشام يعني ابن حسان عن محمد بن سيرين عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عن النبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحْ صَلٰوتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص رات کے وقت اٹھے تو اسے اپنی نماز کے آغاز میں دو مختصر رکعت پڑھنی چاہئیں۔

253– حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ بن سعيد عن مالك ابن انس ح و حَدَّثَنَا اسحق بن موسٰى حَدَّثَنَا معن حدثنا مالك عن عبد الله ابن اَبِيْ بكر عن ابيه ان عَبْدُ اللّٰهِ بْن قيس بن مخرمة اخبره عن زيد بن خالد الجهني انه قَالَ لَا رْمُقَنَّ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَتَوَسَّدْتُ عَتَبَتَهُ اَوْفُسْطَاطَهُ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَ هُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَ هُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ اَوْتَرَ فَذٰلِكَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ضرور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا جائزہ لوں گا۔ میں آپ کی چوکھٹ پر آپ کے خیمے پر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مختصر رکعت ادا کیں پھر دو طویل رکعت جو بہت طویل تھیں ادا کیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت ادا کیں لیکن یہ پہلی والی سے کم تھیں، جو آپ نے ان سے پہلے ادا کی تھیں۔ پھر آپ نے دو رکعت ادا کیں، جو ان سے پہلے والی دو رکعت سے کم تھیں۔ پھر آپ نے دو رکعت ادا کیں جو ان سے پہلی دو رکعت سے کم تھیں۔ پھر آپ نے دو رکعت ادا کیں جو ان سے پہلے والی دو رکعت سے کم تھیں پھر آپ نے وتر کی نماز ادا کی، یہ تیرہ (۱۳) رکعت ہوگئیں۔

254– حَدَّثَنَا اسحق بن موسٰى حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك عن سعيد بن اَبِيْ سعيد المقبرى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بن عبد الرحمٰن انه اخبره اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لِيَزِيْدَ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ اَرْبَعًا لَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلٰثًا قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ قَالَ یَا عَآئِشَةُ اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ ۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں نوافل کس طرح ادا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں اور رمضان کے علاوہ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں ادا کرتے تھے۔ آپ پہلے چار رکعت ادا کرتے' تم ان کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو، پھر آپ چار رکعت ادا کرتے' تم ان کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں نہ پوچھو اور پھر آپ تین رکعت ادا کیا کرتے تھے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ وتر ادا کیے بغیر سو جاتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! (رضی اللہ عنہا) میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

255- حَدَّثَنَا اسحٰق بن موسٰی حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَاِذَافَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ

حَدَّثَنَا ابن اَبِىْ عمر حَدَّثَنَا معن عن مالك عن ابن شهاب نحوه ح و حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ عن مالك عن ابن شهاب نحوه ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت گیارہ رکعت ادا کیا کرتے' اوران میں سے ایک رکعت وتر ادا کرتے تھے۔ جب آپ ان سے فارغ ہوتے' تو دائیں پہلو کے بل آرام فرما ہو جاتے۔

یہی روایت دوسری سند سے بھی منقول ہے۔

256- حَدَّثَنَا هناد حَدَّثَنَا ابو الاحوص عن الاعمش عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة قالت كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكْعَاتٍ

حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا يحيٰى بن اٰدم حَدَّثَنَا سفيٰن الثورى عن الا عمش نحوه ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت ''نو'' رکعات ادا کرتے تھے۔

یہی روایت ایک دوسری سند سے بھی منقول ہے۔

257- حَدَّثَنَا محمد بن المثنىٰ حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عن عمرو بن مُرَّةَ عَنْ اَبِىْ حَمْزَةَ رجل مِنَ الانصار عن رجل من بنى عبس عن حذيفة بن اليمان اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ فَلَمَّا دَخَلَ فِى الصَّلٰوةِ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ذُو الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ قَالَ

ثُمَّ قَرءَ الْبَقَرَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رَكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ وَكَانَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا مِنْ رَكُوعِهِ وَكَانَ يَقُوْلُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُوْدُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ وَكَانَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَانَ مَابَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنَ السُّجُوْدِ وَكَانَ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْلِيْ رَبِّ اغْفِرْلِيْ حَتّٰى قَرَاَ الْبَقَرَةَ وَاٰلَ عِمْرَانَ وَالنِّسَآءَ وَالْمَائِدَةَ اَوِ الْاَنْعَامَ شُعْبَةُ الَّذِيْ شَكَّ فِي الْمَائِدَةِ وَالْاَنْعَامِ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى و اَبُوْ حمزة اسمه طلحة بن زيد وابوحمزة الضعبى اسمه نصر بن عمران .

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: انہوں نے ایک رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رات کی نماز ادا کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز کا آغاز کیا تو یہ پڑھا: ''اللہ اکبر! جو بادشاہ ہے، حکومت والا ہے، کبریائی والا ہے اور بزرگی والا ہے۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ بقرہ پڑھی، پھر آپ رکوع میں چلے گئے، پھر آپ نے قیام جتنا لمبا رکوع کیا، آپ نے رکوع میں ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ'' پڑھا، پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا اور رکوع جتنا لمبا قیام کیا۔ آپ اس میں یہ پڑھتے رہے: ''لِرَبِّيَ الْحَمْدُ'' (ہر طرح کی حمد میرے پروردگار کے لیے ہے) پھر آپ سجدے میں چلے گئے، آپ کا سجدہ آپ کے قیام جتنا تھا جس میں آپ ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى'' پڑھتے رہے، پھر آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور دونوں سجدوں کے درمیان اتنی ہی دیر بیٹھے رہے جتنا لمبا سجدہ کیا تھا۔ آپ اس میں یہ پڑھتے رہے ''اے اللہ! میری مغفرت کر دے۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نوافل میں سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھی، سورۂ نساء پڑھی، سورۂ مائدہ یا سورۂ انعام پڑھی۔ یہ شک شعبہ نامی راوی کو ہے کہ آپ نے سورۂ مائدہ پڑھی تھی یا سورۂ انعام پڑھی تھی؟

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ابوحمزہ کا نام طلحہ بن زید ہے اور ابوحمزہ ضعی کا نام نصر بن عمران ہے۔

258- حَدَّثَنَا ابوبكر محمد بن نافع البصرى حَدَّثَنَا عبد الصمد بن عبدالوارث عن اسمٰعيل بن مسلم العبدى عَنْ اَبِيْ المتوكل عن عائشة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاٰيَةٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ لَيْلَةً .

◆◆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات رات میں ایک ہی آیت بار بار پڑھا کرتے تھے۔

259- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا سليمان بن حرب حَدَّثَنَا شعبة عن الاعمش عَنْ اَبِيْ وائل عن عبد الله قَالَ صَلَّيْتُ لَيْلَةً مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرِ سُوْءٍ قِيْلَ لَهُ وَمَا هَمَمْتَ بِهٖ قَالَ هَمَمْتُ اَنْ اَقْعُدَ وَاَدَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا سفين بن وكيع

حَدَّثَنَا جریر عن الاعمش نحوہ ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک رات میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی، آپ مسلسل قیام کی حالت میں رہے حتیٰ کہ میں نے ایک برا خیال کیا۔ ان سے دریافت کیا گیا: آپ نے کیا خیال کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے خیال کیا کہ میں بیٹھ جاتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے دیتا ہوں۔

260- حَدَّثَنَا اسحٰق بن موسٰی الانصاری حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك عَنْ اَبِی النضر عَنْ اَبِی سَلَمَةَ عن عائشة اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّیْ جَالِسًا فَيَقْرَءُ وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا بَقِیَ مِنْ قِرَاءَ تِهٖ قَدْرَ مَا يَكُوْنُ ثَلٰثِيْنَ اَوْ اَرْبَعِيْنَ اٰيَةً قَامَ فَقَرَءَ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ ثُمَّ صَنَعَ فِی الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز ادا کرتے اور آپ بیٹھنے کی حالت میں ہی قرأت کیا کرتے تھے، جب آپ کی قرأت میں تیس یا چالیس آیات مبارکہ رہ جاتیں تو آپ کھڑے ہو کر ان کی قرأت کیا کرتے، پھر آپ رکوع میں چلے جاتے تھے، پھر آپ سجدے میں چلے جاتے تھے۔ پھر دوسری رکعت بھی اس طرح ادا کیا کرتے تھے۔

261- حَدَّثَنَا احمد بن منع حَدَّثَنَا هشيم حَدَّثَنَا خالد الحذاء عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن شقيق قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهٖ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّیْ لَيْلًا طَوِيْلًا قَائِمًا وَّ لَيْلًا طَوِيْلًا قَاعِدًا فَاِذَا قَرَءَ وَ هُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَ سَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ وَّاِذَا قَرَاَ وَ هُوَ جَالِسٌ رَكَعَ وَ سَجَدَ وَ هُوَ جَالِسٌ ۔

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت طویل نماز قیام کی حالت میں ادا کرتے اور کبھی طویل نماز بیٹھ کر ادا کیا کرتے تھے۔ جب آپ قیام کی حالت میں قرأت کرتے، تو رکوع میں جاتے تھے اور سجدے میں جاتے، تو قیام کی حالت میں جاتے تھے۔ جب آپ بیٹھ کر قرأت کرتے، تو بیٹھے ہوئے ہی رکوع اور سجدے میں چلے جاتے تھے۔

262- حَدَّثَنَا اسحٰق بن موسٰی الانصاری حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك عن ابن شهاب عن السائب بن يزيد عن المطلب بن اَبِیْ وداعة السهمی عن حفصة زوج النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ فِیْ سُبْحَتِهٖ قَاعِدًا وَّ يَقْرَءُ بِالسُّوْرَةِ وَ يُرَتِّلُهَا حَتّٰی تَكُوْنَ اَطْوَلَ مِنْ اَطْوَلَ مِنْهَا ۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں، نے بیان فرمایا: رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم بیٹھ کر نوافل ادا کیا کرتے، آپ اس میں کوئی سورت پڑھتے تو اتنی آہستہ اور آرام سے پڑھتے تھے کہ وہ دوسری سورت سے زیادہ لمبی محسوس ہوتی تھی۔

263- حَدَّثَنَا الحسن بن محمد الزعفرانی حَدَّثَنَا الحجاج بن محمد عن ابن جریج قَالَ اَخْبَرَنِی عثمان بن ابی سلیمان ان ابا سَلَمَةَ بن عبد الرحمٰن اخبرہ ان عائشة اخبرته اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ لَمْ یَمُتْ حَتّٰی کَانَ اَکْثَرَ صَلٰوتِهٖ وَهُوَ جَالِسٌ ۔

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اس وقت تک نہیں ہوا جب تک آپ نے اکثر نفلی نماز بیٹھ کر ادا نہیں فرمائی۔

264- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن ابراهیم عن ایوب عن نافع عن ابن عمر قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ هَا وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِیْ بَیْتِهٖ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِیْ بَیْتِهٖ ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعات ادا کیں، ظہر کے بعد دو رکعات ادا کی ہیں، مغرب کے بعد آپ کے گھر میں دو رکعات ادا کی ہیں اور عشاء کے بعد دو رکعات آپ نے گھر میں ادا کی ہیں۔

265- حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن ابراهیم حَدَّثَنَا ایوب عن نافع عن ابن عمر قَالَ ابن عمر جدثتنی حفصة اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ حِیْنَ یَطْلُعَ الْفَجْرُ وَ یُنَادِی الْمُنَادِیْ قَالَ اَیُّوْبُ اُرَاہ قَالَ خَفِیْفَتَیْنِ ۔

◆◆ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق ہو جانے کے بعد دو رکعات ادا کیا کرتے تھے جب مؤذن اذان پڑھ چکا ہوتا تھا۔

ایوب نامی راوی نے کہا: میرا خیال یہ ہے کہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں: وہ دو مختصر رکعات ہوتی تھیں۔

266- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بن سعید حَدَّثَنَا مروان بن معٰویة الفزاری عن جعفر ابن برقان عن میمون بن مهران عن ابن عمر قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِیَ رَکْعَاتٍ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَهَا وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَآءِ

قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَحَدَّثَتْنِیْ حَفْصَةُ بِرَکْعَتَیِ الْغَدَاةِ وَلَمْ اَکُنْ اَرَاهُمَا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے آٹھ رکعات یاد رکھی ہیں دو رکعات ظہر سے پہلے، دو رکعات ظہر کے بعد، دو رکعات مغرب کے بعد اور دو رکعات عشاء کے بعد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ بات بیان کی: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں بھی دو رکعت ادا کیا کرتے تھے۔ البتہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رکعات ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

267- حَدَّثَنَا ابوسلمة يحيٰى بن حلف حَدَّثَنَا بشر بن المفضل عن خالد الحذاء عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن شقيق قَالَ سالت عَآئِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنَ وَ بَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَ قَبْلَ الْفَجْرِ ثِنْتَيْنِ .

◆◆ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے دو رکعت ادا کرتے، اور اس کے بعد دو رکعت ادا کرتے تھے۔ مغرب کے بعد دو رکعات ادا کرتے، عشاء کے بعد دو رکعات ادا کرتے، اور فجر سے پہلے دو رکعات ادا کرتے تھے۔

268- حَدَّثَنَا محمد بن المثنى حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عَنْ اَبِىْ اسحٰق قَالَ سَمِعْتُ عاصم بن ضمرة يَقُوْلُ سالنا عليا رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عن صلٰوة رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنَ النَّهَارِ فَقَالَ اِنَّكُمْ لَا تُطِيْقُوْنَ ذٰلِكَ قَالَ قُلْنَا مَنْ اَطَاقَ مِنَّاذٰلِكَ صَلّٰى فَقَالَ كَانَ اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هٰهُنَا عِنْدَ الْعَصْرِ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَاِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هٰهُنَا عِنْدَ الظُّهْرِ صَلّٰى اَرْبَعًا وَّ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا وَّ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَ قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالنَّبِيِّيْنَ وَ مَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ .

◆◆ حضرت عاصم بن ضمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دن کی نماز کے سلسلہ میں دریافت کیا؟ انہوں نے جواب دیا: تم لوگ اسے ادا نہیں کر سکو گے۔

راوی نے کہا: ہم نے کہا، ہم میں سے جو شخص اسے ادا کر سکتا ہوگا وہ ادا کرے گا۔ انہوں نے بتایا: جب سورج یہاں ہوتا، یعنی عصر کا وقت ہوتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔ جب سورج یہاں ہوتا تھا ظہر کا وقت ہوتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعات (سنت) ادا کیا کرتے تھے۔ آپ ظہر سے پہلے چار رکعات ادا کرتے، اور اس کے بعد دو رکعات ادا کیا کرتے تھے۔ عصر سے پہلے چار رکعات ادا کیا کرتے، اور ان چار رکعات میں دو رکعات پڑھنے کے بعد سلام پھیرا کرتے تھے، جس میں آپ تمام مقرب فرشتوں، انبیاء اور ان کے پیروکار، مؤمنوں اور مسلمانوں پر سلام بھیجتے تھے۔

شرح

عبادت کے حوالے سے اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

احادیث باب میں عبادت کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیا گیا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- نماز میں خشوع پیدا کرنے کی ترغیب:

نماز تمام عبادات کی ماں، مومن کی معراج اور دین کا ستون ہے مگر اس کی روح خشوع ہے جس کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں دائیں بائیں دیکھ لیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۔ (بیشک وہ اہل ایمان کامیاب ہوئے جنہوں نے اپنی نماز میں خشوع اختیار کیا) تو آپ نے دائیں بائیں دیکھنا ترک کر دیا۔

(علامہ محمد بن یوسف الصالحی، سبل الھدی ج ۸، ص ۱۸۰)

۲- حضرت عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد ربانی: اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ کا مفہوم دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا: خاشعون فی القلب دل کا خشوع ہے، یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے: تم اپنے بازو کو مسلمان کے لیے نرم رکھو اور یہ بھی ہے: تم حالت نماز میں دائیں بائیں نہ دیکھو۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نماز میں خشوع سے مراد دل کا خشوع ہے اور نظر کا سجدہ گاہ میں جما رہنا ہے۔

۲- بلا خشوع نماز ادا کرنے کی وعید:

نماز کی روح خشوع ہے اور بلا خشوع نماز ادا کرنے کی وعید روایات میں مذکور ہے۔

۱- حضرت عثمان بن زہرن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا جب تک اپنے جسم کے ساتھ دل کو بھی حاضر نہ رکھے۔

۲- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ اس حالت میں نماز ادا کرتا ہے کہ اس میں خشوع نہیں ہوتا، نہ رکوع کمال طریقہ سے کرتا ہے اور اس کی توجہ اِدھر اُدھر ہوتی ہے، تو اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ جو نماز خشوع، اطمینان اور پوری توجہ کے بغیر ادا کی جاتی ہے وہ ناقابل قبول ہوتی ہے۔

۳- نماز میں عدم توجہ کا شکار ہونے سے اللہ تعالیٰ کی توجہ ہٹ جانا:

حالت نماز میں اگر مسلمان عدم توجہ کا شکار ہو جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی توجہ سے محروم ہو جاتا ہے۔

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز پڑھو تو تا اختتام توجہ سے

پڑھو خبردار! نماز میں عدم توجہ سے بچو' کیونکہ جب تک تم نماز میں ہوتے ہو اللہ تعالیٰ سے ہمکلام رہتے ہو۔

۲- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک بندے کی توجہ حالت نماز میں نہیں ہٹتی تو اللہ تعالیٰ کی توجہ بھی نہیں ہٹتی اور جب بندے کی توجہ ہٹ جاتی ہے' تو اللہ تعالیٰ کی توجہ بھی ہٹ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توجہ کا مطلب نمازی پر رحمت کا نزول ہے اور اس کا عدم توجہ کا شکار ہونے کے سبب نزول رحمت کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

۴- حالت نماز میں آپ کا ہانڈی کے ابلنے کی طرح رونا:

حالت نماز میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابلنے والی ہانڈی کی طرح آواز سے رویا کرتے تھے۔ یہ رونا تواضع اور شایان شان عبادت نہ کرنے کی وجہ سے ہوتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سینہ مبارک سے کراہنے کی آواز آ رہی تھی جیسے کہ ہانڈی کے ابلنے اور کھدکھدانے کی آواز آتی ہے۔ (امام سلیمان بن اشعث' سنن ابی داؤد' ج ا'ص ۱۳۰)

رات کے نوافل اور نماز تہجد کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہوتی تھی۔ جس طرح ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے مثال تھی' اسی طرح آپ کی نماز بھی مثال تھی۔

۵- نماز میں خشوع وخضوع نہ ہونے کے سبب نمازی کے حق میں نماز کی بددعا:

جو شخص حالت نماز میں اپنے آپ میں خشوع وخضوع پیدا نہ کرے' ایسی نماز اس کے حق میں بددعا کرتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے کہ جو نماز بروقت نہ پڑھی جائے نہ اس کے لیے اچھے طریقہ سے وضو کیا جائے' نہ خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھی جائے' نہ صحیح طریقہ سے رکوع وسجود کیا جائے تو وہ سیاہ ہو کر ظاہر ہوتی ہے۔ وہ نمازی کے حق میں یوں بددعا کرتی ہے: جس طرح تو نے مجھے برباد وضائع کیا' اسی طرح تجھے بھی اللہ تعالیٰ برباد و ہلاک کرے۔ پھر وہ نماز پرانے کپڑے کی شکل میں نمازی کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ (علامہ زکی الدین منذری' الترغیب والترہیب' ج ا'ص ۳۴۹)

۶- سکون واطمینان کے بغیر نماز ادا کرنا خشوع کے منافی ہے:

ایسی نماز جو اطمینان وسکون کے بغیر ادا کی جائے وہ خشوع وخضوع کے منافی ہوتی ہے۔ ایسی نماز میت کی طرح ہوتی ہے کہ اس کا جسم تو ہوتا ہے لیکن روح نہیں ہوتی اور نماز اجر وثواب نہیں دیا جاتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ ماجدہ کے حوالے سے بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ حالت نماز میں قدرے ادھر اُدھر جھک اور ہل رہی تھیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا۔ انہوں نے خوب ڈانٹا۔ قریب تھا کہ وہ نماز توڑ دیتیں۔ پھر انہوں نے (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

ہوئے سنا: جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو اپنے اعضاء کو ساکن رکھے۔ یہود کی طرح ادھر اُدھر حرکت نہ دے اور اعضاء کو قابو میں رکھنا نماز کے مکملات میں سے ہے۔ (علامہ آلوسی روح المعانی، ج ۱۸ ص ۴)

۷- حالت نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلسل صبح تک رونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں رونا شروع کرتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر سب مجاہدین آرام کر رہے تھے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے نماز میں مشغول تھے اور آپ مسلسل صبح تک روتے رہے۔ (علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج ۱ ص ۲۵۲)

۸- حالت نماز میں آپ کے رونے کی گلیوں میں آواز سنائی دینا:

بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں اس قدر روتے کہ گلیوں میں آواز سنائی دیتی تھی۔ اس بارے میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حالت نماز میں رونے اور کراہنے کی آواز ہانڈی ابلنے کی طرح آتی تھی جو مدینہ طیبہ کی گلیوں میں سنائی دیتی تھی۔ (اتحاف السادہ فی شرح احیاء العلوم، ج ۲ ص ۲۳)

۲- اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں روتے تو میں رونے کی آواز سنتی تھی۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۹۸۸)

۹- آپ کا حالت نماز میں جمائی کو ناپسند کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں جمائی کو ناپسند کرتے تھے، کیونکہ اس کا تعلق شیطان کے وسوسہ کے ساتھ ہے۔

۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حالت نماز میں جمائی اور کھانسی کا آنا شیطان کے اثر سے ہے۔

(علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج ۲ ص ۸۶)

۲- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں جمائی کو ناپسند کرتے تھے۔

(ایضاً)

۱۰- حالت نماز میں داڑھی میں ہاتھ ڈالنا آپ کو ناپسند ہونا:

حالت نماز میں اپنی داڑھی سے کھیلنا یا اس میں ہاتھ ڈالنا آداب نماز کے منافی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کیفیت ناپسند تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو (حالت نماز میں) اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اعضاء و جوارح میں بھی خشوع ہوتا۔

(اتحاف السادۃ ج ۳ ص ۲۳)

بعض لوگ حالت نماز میں اپنی داڑھی سے کھیلتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عادت ناپسند تھی بلکہ خارج نماز میں بھی

حرکت نہایت معیوب ہے۔لہٰذا اس سے احتراز واجتناب ازبس ضروری ہے۔

۱۱-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی پیشانی کو نہ جھاڑنا:

داڑھی کی طرح حالت نماز میں اپنی پیشانی کو جھاڑنا بھی معیوب ہے اور آداب نماز کے منافی ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے جھاڑتے نہیں تھے۔

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین (۳) امور نہایت معیوب ہیں: (۱) کھڑے ہوکر پیشاب کرنا (۲) ختم نماز سے قبل پیشانی جھاڑنا (۳) سجدہ کرتے وقت مٹی ہٹانے کے لیے پھونک مارنا۔

۲-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں اپنی پیشانی سے مٹی نہیں جھاڑتے تھے حتیٰ کہ تشہد پڑھ کر سلام پھیر لیتے۔ (امام احمد نسائی' سنن کبریٰ' ج ۲' ص ۲۸۶)

۳-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں اپنی پیشانی نہیں جھاڑتے تھے۔

۱۲-حالت نماز میں دائیں بائیں دیکھنے سے نماز رد ہونا:

حالت نماز میں دائیں بائیں دیکھنے سے نماز مسترد کردی جاتی ہے۔اس سلسلہ میں روایات حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حالت نماز میں ادھر اُدھر دیکھتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی نماز رد کردیتا ہے۔ (علامہ زکی الدین منذری' الترغیب والترہیب' ج ۱' ص ۳۷۲)

۲-حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حالت نماز میں ادھر اُدھر التفات (توجہ) نہ کرو' جو شخص دائیں بائیں دیکھتا ہے اس کی نماز نہیں ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر' مجمع الزوائد' ج ۲' ص ۸۰)

حالت نماز میں دائیں بائیں دیکھنے سے نماز کی روح ختم ہوجاتی ہے' وہ کامل نماز نہیں رہتی اور اس کا ثواب بھی کامل نہیں رہتا۔

۱۳-امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے قبل خشوع کا اٹھایا جانا:

امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب قیامت میں سب سے پہلے خشوع کا ارتفاع ہوگا۔اس حوالے سے متعدد روایات موجود ہیں:

۱-حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تم مسجد میں جاؤ گے' تو ایک نمازی کو بھی خشوع والا نہیں پاؤ گے۔ (علامہ آلوسی' روح المعانی' ج ۱۸' ص ۴)

۲-حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سب سے پہلے جو چیز لوگوں سے اٹھائی جائے گی وہ خشوع ہے۔عنقریب ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ تم مسجد میں جاؤ گے تو ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہیں پاؤ گے۔

(علامہ زکی الدین منذری' الترغیب والترہیب' ج ۱' ص ۳۵۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ امت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا۔

۱۴- حالت نماز میں گرد وغبار پھونکنا خشوع کے منافی ہونا:

حالت نماز میں سجدہ گاہ کو صاف کرنے کے لیے گرد وغبار پھونکنا خشوع سے متصادم ہے' جس سے نماز کی روح ختم ہو جاتی ہے۔حضرت ابو صالح رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھے۔ان کے پاس ایک دراز بالوں والا رشتہ دار آیا' اس نے نماز پڑھی' حالت سجدہ میں اس نے منہ سے پھونکا' حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا: ہمارے حبشی غلام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے رباح! اپنے چہرے کو خاک آلود ہونے دو۔

(علامہ زکی الدین منذری' الترغیب والترہیب' ج ا' ص ۳۷۵)

۱۵- خشوع والی نماز کی فضیلت:

خشوع والی نماز اس وصف سے عاری نماز سے بدر جہا بہتر ہے' اس کی اہمیت وفضیلت روایات میں بیان کی گئی ہے۔

۱- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اچھے طریقہ سے وضو کرتا ہے' پھر نماز ادا کرتا ہے' جو پڑھ رہا ہے اسے سمجھ رہا ہے' تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا اس کی والدہ نے ابھی جنا ہو۔

(علامہ زکی الدین منذری' الترغیب والترہیب ج ا' ص ۳۵۷)

۲- حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نماز کو اس انداز سے پڑھو گویا یہ تمہاری آخری نماز ہے' اس آدمی کی مثل جسے گمان ہو کہ اس کے بعد نماز ادا کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔

۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ تم اس طرح نماز ادا کرو گویا یہ تمہاری آخری نماز ہے' تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو یا وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

۱۶- دل سے خشوع کا اثر نمایاں ہونا:

حالت نماز میں اگر کسی شخص کو دل کے خشوع کی دولت حاصل ہو جائے تو اس کا اثر اس کے اعضاء و جوارح سے بھی نمایاں ہوتا ہے۔ایک مشہور روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ حالت نماز میں وہ اپنی داڑھی کو ہاتھ لگا رہا ہے' تو آپ نے فرمایا: اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے جسم کے اعضاء سے اس کا اثر نمایاں ہوتا۔

۱۷- خشوع وخضوع سے پڑھی جانے والی نماز کی اہمیت:

خشوع وخضوع سے پڑھی جانے والی نماز کا اجر وثواب زیادہ ہوتا ہے' اس نماز سے جو اس وصف سے خالی ہو۔اس بارے میں روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا بیان کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: آدمی جب نماز سے فارغ ہوتا ہے' تو اس کے لیے ثواب کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے۔اسی طرح کسی کے لیے نواں' آٹھواں' ساتواں' چھٹا' پانچواں'

چوتھا تہائی اور نصف حصہ لکھا جاتا ہے۔ (علامہ زکی الدین منذری الترغیب والترہیب ج ا ص ۲۴۱)

۲- حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ کسی شخص کو نماز کا مکمل ثواب عطا کیا جاتا ہے کسی کو اس سے نصف' کسی کو تہائی' کسی کو چوتھائی اور کسی کو دسواں حصہ عطا کیا جاتا ہے۔

۱۸- خشوع وخضوع اور توجہ سے پڑھی جانے والی نماز کا دعاء حفاظت کرنا:

جو نماز خشوع وخضوع اور توجہ سے پڑھی جائے' وہ نمازی کے حق میں دعاء حفاظت کرتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نماز بروقت پڑھی جائے' وضو بھی اچھا کیا جائے' خشوع وخضوع کے ساتھ ہو۔ رکوع و سجود بھی بہتر ہو' تو وہ نماز نور ہوگی اور نمازی کے لیے یوں دعا کرتی ہے: اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی ہے۔ (علامہ زکی الدین منذری' الترغیب والترہیب ج ا ص ۳۴۹)

۱۹- اسلاف کا نماز میں خشوع وخضوع اختیار کرنا:

اسلاف کے خلوص کی طرح ان کی نماز بھی خشوع وخضوع سے معمور ہوتی تھی۔ اس سلسلہ میں چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱- رئیس التابعین حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہر عبادت میں خلوص اور خشوع وخضوع شامل ہوتا تھا۔ آپ کی نماز میں خشوع وخضوع کا یہ عالم تھا کہ اگر رکوع میں ہیں تو رات ختم ہو جاتی مگر رکوع ختم نہ ہوتا' اسی طرح سجدہ میں ہیں تو رات ختم ہو جاتی لیکن سجدہ ختم نہ ہوتا۔

۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ کے موقع پر تیر لگ جاتے تو وہ حالت نماز میں نکالے جاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کی ران میں تیر گھس گیا' لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر فیصلہ کیا جب آپ نماز ادا کریں تو حالت نماز میں تیر نکالا جائے۔ آپ نے نماز شروع کی تو حسب پروگرام لوگوں نے تیر نکال لیا۔ نماز سے فراغت پر آپ نے لوگوں کا ہجوم دیکھ کر دریافت کیا: کیا آپ لوگ تیر نکالنے کے لیے مجتمع ہوئے ہیں؟ عرض کیا گیا: حضور! ہم تو تیر نکال بھی لیا ہے۔

۳- کسی بزرگ کے پاؤں پر پھوڑا نکل آیا' زخم اتنا زہریلا تھا کہ ڈاکٹروں نے مشورہ دیا: اگر پاؤں نہ کاٹا گیا تو ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ ان کی والدہ نے مشورہ دیا: ابھی ٹھہر جاؤ جب نماز میں مشغول ہو جائیں تو کاٹ لینا۔ جب وہ نماز میں مشغول ہوئے تو پاؤں کاٹ لیا گیا مگر انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔

بَابُ صَلٰوةِ الضُّحٰی

باب 41: نماز چاشت کا بیان

269- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا ابو دؤد الطیالسی حَدَّثَنَا شعبة عَنْ یَزِیْدَ الرشك قَالَ سَمِعْتُ معاذة قَالَتْ قُلْتُ لِعَآئِشَةَ اَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی قَالَتْ نَعَمْ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ وَیَزِیْدُ مَاشَاءَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ .

◆◆ یزید رشک نے کہا: میں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز ادا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، آپ چار رکعات ادا کیا کرتے' اور کبھی اس سے زیادہ بھی ادا کیا کرتے تھے جتنی اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی تھیں۔

270- حَدَّثَنَا محمد بن المثنی حدثنی حکیم بن معویة الزیادی حَدَّثَنَا زیاد بن عبید اللہ بن الربیع الزیادی عن حمید الطویل عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ یُصَلِّیْ الضُّحٰی سِتَّ رَكَعَاتٍ .

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کی چھ رکعات ادا کیا کرتے تھے۔

271- حَدَّثَنَا محمد بن المثنی حَدَّثَنَا محمد بن جعفر انبانا شعبة عن عمرو بن مرة عن عبد الرحمٰن بن اَبِیْ لیلی قَالَ مَا اَخْبَرَنِیْ اَحَدٌ اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی اِلَّا اُمُّ هَانِئٍ فَاِنَّهَا حَدَّثَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ صَلّٰی صَلٰوةً قَطُّ اَخَفَّ مِنْ [illegible] غَیْرَ اَنَّهٗ كَانَ یُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ .

◆◆ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے کسی نے بھی یہ نہیں بتایا کہ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ صرف حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا نے یہ بات بتائی ہے، انہوں نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں داخل ہوئے، آپ نے غسل کیا، پھر آٹھ رکعات ادا کیں، میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ مختصر نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ البتہ آپ نے رکوع اور سجود مکمل ادا کیے تھے۔

272- حَدَّثَنَا ابن عمر حَدَّثَنَا وکیع حَدَّثَنَا کهمس بن الحسن عن عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ شقیق قَالَ قلت لعائشة اَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی قَالَتْ لَا اِلَّا اَنْ یَّجِیْءَ مِنْ مَغِیْبِهٖ .

◆◆ حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت ادا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں! البتہ جب آپ سفر سے واپس آتے تھے۔

273- حَدَّثَنَا زیاد بن ایوب البغدادی حَدَّثَنَا محمد بن ربیعة عن فضیل ابن مرزوق عن عطیة عَنْ اَبِیْ سعید الخدری قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی حَتّٰی نَقُوْلَ لَا یَدَعُهَا وَ یَدَعُهَا حَتّٰی نَقُوْلَ لَا یُصَلِّیْهَا .

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز ادا کیا کرتے تھے حتیٰ کہ ہم یہ خیال کرتے کہ اب آپ اسے ترک نہیں کریں گے اور کبھی آپ اسے ادا نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ ہم خیال کرتے کہ اب آپ کبھی اسے ادا نہیں کریں گے۔

274- حَدَّثَنَا احمد بن منیع عن هشیم حَدَّثَنَا عبیدة عن ابراهیم عن سهم بن منجاب عن قرثع الضبی او عن قَزْعَةَ عَنْ قَرْثَعٍ عَنْ اَبِیْ ایوب الانصاری اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کَانَ یُدْمِنُ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ تُدْمِنُ هٰذِهِ الْاَرْبَعَ رَکْعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَقَالَ اِنَّ اَبْوَابَ السَّمَاءِ تُفْتَحُ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَلَا تُرْتَجُ حَتّٰی یُصَلَّی الظُّهْرُ فَاُحِبُّ اَنْ یَّصْعَدَ لِیْ فِیْ تِلْكَ السَّاعَةِ خَیْرٌ قُلْتُ اَفِیْ کُلِّهِنَّ قِرَاءَةٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ هَلْ فِیْهِنَّ تَسْلِیْمٌ فَاصِلٌ قَالَ لَا

حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا ابومعویة حَدَّثَنَا عبیدة عن ابراهیم عن سهم بن منجاب عن قزعة عن القرثع عَنْ اَبِیْ ایوب عن النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ نحوه .

◆◆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باقاعدگی سے زوال کے وقت چار رکعات ادا کیا کرتے تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ باقاعدگی سے چار رکعات کیوں ادا کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: آسمان کے دروازے زوال کے وقت کھل جاتے ہیں اور اس وقت تک بند نہیں ہوتے جب تک ظہر کی نماز ادا نہ کر لی جائے، میری خواہش یہ ہے کہ اس وقت میں میری طرف سے نیک عمل جائے۔

راوی نے کہا: میں نے دریافت کیا: کیا وہ ان چاروں رکعات میں قرأت کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں، میں نے دریافت کیا: کیا وہ ان میں سلام کے ذریعے الگ کرتے تھے؟ (یعنی دو رکعات کے بعد سلام پھیرا کرتے تھے) انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ یہی روایت دوسری سند سے منقول ہے۔

275- حَدَّثَنَا محمد بن المثنی حَدَّثَنَا اَبُوْ داؤد حَدَّثَنَا محمد بن مسلم بن اَبِیْ الوضاح عن عبد الکریم الجزری عن مجاهد عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن السائب اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ اَرْبَعًا بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَ قَالَ اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِیْهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ فَاُحِبُّ اَنْ یَّصْعَدَ لِیْ فِیْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ .

◆◆ حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے اور سورج ڈھل جانے کے بعد چار رکعات ادا کیا کرتے تھے۔ آپ کہا کرتے: یہ وہ گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور میری یہ خواہش ہے کہ اس میں میری طرف سے نیک عمل اوپر جائے۔

276- حَدَّثَنَا ابوسلمة یحیٰی بن خلف حَدَّثَنَا عمر بن علی المقدمی عن مسعر بن کدام عَنْ اَبِیْ اسحاق عن عاصم بن ضمرة عن علی اَنَّهُ کَانَ یُصَلِّیْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا وَ ذَکَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْهَا عِنْدَ الزَّوَالِ وَ یَمُدُّ فِیْهَا .

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ظہر سے پہلے چار رکعات ادا کیا کرتے' اور وہ کہا کرتے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی زوال کے بعد انہیں ادا کیا کرتے' اور طویل ادا کیا کرتے تھے۔

شرح

۱-نماز چاشت کی فضیلت:

روایات باب میں نماز چاشت کی فضیلت' وقت اور تعداد رکعات بیان کی گئی ہے۔ تاہم محض فضیلت کے حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ہر جوڑ پر صدقہ ہے: تسبیح (سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے۔ ہر تحمید (الحمد کہنا) صدقہ ہے۔ ہر تہلیل (لا الٰہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے۔ ہر تکبیر (اللہ اکبر کہنا) صدقہ ہے۔ اچھی بات کی رہنمائی کرنا صدقہ ہے اور بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے جبکہ چاشت کی دو رکعت نماز ان سب کو کفایت کرتی ہیں۔ (الصحیح للمسلم' رقم الحدیث ۱۲۰۸)

۲-حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: آدمی کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) جوڑ ہیں' اسے ہر جوڑ کا صدقہ ادا کرنا ضروری ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کی طاقت کون رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا: مسجد میں پڑی ہوئی رینٹھ کو دفن کر دینا اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا صدقہ ہے۔ اگر تم میں اس کی قدرت نہ ہو' تو چاشت کی دو رکعت ادا کرنا تمہارے لیے کفایت کریں گی۔ (مسند امام احمد بن حنبل' رقم الحدیث ۲۲۰۵۹)

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاشت کی دو رکعت باقاعدگی سے ادا کرتا ہے اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

(امام محمد بن یزید' سنن ابن ماجہ' رقم الحدیث: ۱۳۸۲)

۴-اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص فجر کی نماز سے فارغ ہو کر نماز چاشت ادا کرنے کے لیے اپنی جگہ (مرد مسجد میں) بیٹھا رہے اور وہ اس دوران کوئی فضول بات نہ کرے تو وہ گناہوں سے ایسا نکل جاتا ہے جس طرح پیدائش کے دن اس کا کوئی گناہ نہیں تھا۔ (مسند ابی یعلی' رقم الحدیث: ۴۸)

۵-حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز فجر ادا کرنے کے بعد نماز چاشت کی دو رکعت ادا کرنے تک اپنی جگہ میں بیٹھا رہے اور خیر کے علاوہ کوئی بات نہ کرے تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں خواہ سمندر کی جھاگ سے زائد ہوں۔ (مسند احمد بن حنبل' رقم الحدیث: ۱۵۶۲۲)

۶-حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر نجد کی طرف روانہ فرمایا، جو کثیر مال غنیمت کے ساتھ واپس آیا، لوگ مقام لشکر کی نزدیکی، کثرت مال غنیمت اور جلد واپسی کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی قوم کے بارے میں نہ بتاؤں جو ان سے بھی قریب جہاد کرنے والی، اس سے زیادہ مال غنیمت حاصل کرنے والی اور جلدی لوٹنے والی ہو؟ پھر خود ہی فرمایا: جو شخص بہترین وضو کرے اور نماز چاشت ادا

کرنے کے لیے مسجد میں جائے وہ ان لوگوں سے بھی زیادہ قریب ہے، زیادہ مال غنیمت والا اور جلد واپس لوٹنے والا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث:۶۶۳۹)

۷- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا: جو شخص آفتاب کے بلند ہونے تک اپنی جگہ میں بیٹھا رہے، پھر اٹھ کر بہترین وضو کرے اور دو رکعت نماز ادا کرے تو اس کے گناہ ایسے معاف کر دیے جاتے ہیں جیسے اس کی ماں نے ابھی اسے جنا ہو۔ (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث:۱۷۵۷)

۸- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے فرض کی ادائیگی کے لیے نکلا، اس کا ثواب حج کا احرام باندھنے والے کی مثل ہے، جو شخص نماز چاشت ادا کرنے کی نیت سے نکلا اس کا ثواب عمرہ ادا کرنے والے کی مثل ہے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا اس طریقہ سے انتظار کرنا کہ درمیان میں فضولیات سے احتراز کرے تو اس کا نام علیین (جنت میں اعلیٰ مقام والوں) میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:۱۲۸۸)

۹- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص نماز چاشت کی بارہ رکعت ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا گھر تیار کر دیتا ہے۔

۱۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے بکثرت توبہ کرنے والے ہی نماز چاشت ادا کرنے کی پابندی کرتے ہیں اور یہ اوابین (توبہ کرنے والوں) کی نماز ہے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث:۳۸۶۵)

۱۰- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص آغاز دن میں چاشت کی دو رکعت ادا کرے گا غافلین میں نہیں لکھا جائے گا، جو چار رکعت ادا کرے گا اس کا شمار عابدین میں ہوگا، جو چھ رکعت ادا کرے گا وہ اس دن کے لیے کافی ہوں گی، جو آٹھ رکعت ادا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے قانتین میں لکھ دیتا ہے اور جو بارہ رکعت ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، رقم الحدیث:۳۴۱۹)

۱۱- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آفتاب طلوع ہو کر ایسی کیفیت میں آ جائے جیسے نماز عصر کے بعد غروب تک ہوتا ہے، پھر وہ شخص دو یا چار رکعت ادا کرے تو اس کے لیے اس دن کا ثواب ہے۔ اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور اگر اس دن وفات پا جائے تو جنت میں داخل ہوگا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث:۷۷۹۰)

۱۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ''ضحیٰ'' کہا جاتا ہے، قیامت کے دن ایک منادی اعلان کرے گا: نماز چاشت کی پابندی کرنے والے کہاں ہیں؟ (جنت کا) یہ دروازہ تمہارے لیے ہے اور تم اس میں داخل ہو جاؤ۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث:۵۰۶۰)

۲- نماز چاشت کا وقت اور تعداد رکعات:

عرف عام میں نماز چاشت کا اطلاق نماز اشراق اور نماز چاشت دونوں پر ہوتا ہے جبکہ بعض علماء ان دونوں نمازوں کو ایک نماز قرار دیتے ہیں۔ آفتاب طلوع ہو کر سوا نیزے پر (طلوع آفتاب کے بیس منٹ بعد) آ جائے تو نماز اشراق کا وقت شروع ہو جاتا

ہے اور اس کی دو رکعت ہیں۔

جب آفتاب طلوع ہو کر خوب بلند ہو جائے اور ہر طرف روشنی پھیل جائے تو نماز چاشت کا وقت شروع ہو جاتا ہے جو زوال کے وقت تک باقی رہتا ہے اور اس کی چار رکعت ہیں۔

سوال: نماز چاشت کی تعداد رکعات کے حوالے سے مختلف روایات ہیں تو ان کا تعین کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

جواب: ہم نے فقہاء کے اجتہاد اور فقہ حنفی کے مطابق تعداد بتائی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز مسلسل نہیں پڑھی تا کہ امت پر فرض نہ ہو جائے اور فضیلت واہمیت کی بنا پر اسے ترک بھی نہیں کیا۔

۳-نماز چاشت ادا کرنے کا مقام:

نماز اشراق اور نماز چاشت مسجد یا گھر میں کہیں بھی ادا کی جا سکتی ہے لیکن نماز اشراق مسجد میں اور نماز چاشت گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔ مسجد میں ادا کرنے سے اجر و ثواب زیادہ ہو گا اور گھر میں ادا کرنے سے خانہ اور اہل خانہ میں خیر و برکت ہو گی۔

۴-نوافل ادا کرنے کی توجیہ:

فرائض و واجبات کے علاوہ سنن ونوافل بھی ہم ادا کرتے ہیں۔ سنن ونوافل ادا کرنے کا اہم مقصد فرائض کی ادائیگی کے نقائص اور کوتاہیوں کی تکمیل ہے۔ ان کو ترک کرنے کی عادت بنانا درست نہیں ہے، کیونکہ ان میں سستی و کاہلی کی وجہ سے فرائض کے ترک کرنے کی بھی نوبت آسکتی ہے۔

بَابُ صَلٰوۃ التَّطَوُّع فی البیت

باب 42: نفل نماز گھر میں ادا کرنا

277- حَدَّثَنَا عباس العنبری حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدی عن معٰویة بن صالح عن العلاء بن الحارث عن حرام بن معوية عن عمه عَبْدُ اللّٰهِ بن سعد قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِىْ بَيْتِىْ وَالصَّلٰوةِ فِى الْمَسْجِدِ قَالَ قَدْ تَرٰى مَا اَقْرَبَ بَيْتِىْ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَاَنْ اُصَلِّىَ فِىْ بَيْتِىْ اَحَبُّ اِلَىَّ مِنْ اَنْ اُصَلِّىَ فِى الْمَسْجِدِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَلٰوةً مَكْتُوْبَةً ۔

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں دریافت کیا: کیا میں گھر میں نماز ادا کروں یا مسجد میں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: مجھے اپنے گھر میں (نفلی) نماز ادا کرنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں مسجد میں نماز ادا کروں۔ البتہ فرض نماز مسجد میں ادا کرنی چاہیے۔

شرح

گھر میں نوافل ادا کرنے کی فضیلت:

خیر و برکت کے ارادہ سے گھر میں نوافل ادا کرنے کی فضیلت مسلمہ ہے، اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبد اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: گھر میں نماز ادا کرنا افضل ہے یا مسجد میں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے، پھر بھی فرائض کے علاوہ نماز (سنن و نوافل) کا مسجد کی بجائے گھر میں پڑھنا زیادہ پسند ہے۔

(امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۳۷۸)

۲- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں نماز ادا کرے تو اسے چاہیے کہ اپنے گھر کے لیے نماز سے کچھ حصہ بچا کر رکھے، کیونکہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں خیر و برکت فرمائے گا۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۷۷۸)

۳- حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں (نماز کی شکل میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اور جس گھر میں اس کا ذکر نہیں کیا جاتا، ان کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔ (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۶۴۰۷)

۴- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز ادا کیا کرو، فرض نماز کے علاوہ مرد کی سب سے افضل نماز وہ ہے، جو گھر میں پڑھی جائے۔

سنن و نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہونے کی وجوہات:

فرائض و واجبات کے علاوہ نماز (سنن و نوافل) گھر میں پڑھنا افضل ہونے کی چند وجوہات حسب ذیل ہیں:

۱- فرائض اور نوافل کی شرعی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔

۲- اہل خانہ کو بھی نماز ادا کرنے کا پیغام ملتا ہے۔

۳- گھر میں خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے۔

۴- نمازی ریاکاری سے محفوظ رہتا ہے۔

فائدہ نافعہ:

فرائض سے پہلے کی سنتیں، ان کے بعد کی سنتیں اور نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ تاہم جن فرائض کے بعد سنن و نوافل ہوں تو متصل سنتیں مسجد میں اور بعد والے نوافل گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔ روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل و سنن مسجد میں بھی ادا فرمائی ہیں، یاد رہے کہ آپ کا یہ عمل بیان جواز پر محمول ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي صَوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 43: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کا بیان

278- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد حَدَّثَنَا حماد بن زيد عن ايوب عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن شقيق قَالَ سَاَلْتُ عَآئِشَةَ عَنْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْصَامَ وَ يُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَفْطَرَ قَالَتْ وَمَا صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ اِلَّا رَمَضَانَ ۔

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل نفلی روزے رکھتے تھے حتیٰ کہ ہم یہ کہتے کہ آپ روزے رکھتے رہیں گے اور کبھی آپ نفلی روزے رکھنا چھوڑ دیتے' حتیٰ کہ ہم یہ سوچتے تھے کہ آپ نفلی روزہ نہیں رکھیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے اس کے بعد آپ نے رمضان کے علاوہ کسی بھی مہینے میں مکمل روزے نہیں رکھے۔

279- حَدَّثَنَا علي بن حجر حَدَّثَنَا اسمٰعيل بن جعفر عن حميد عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى نَرٰى اَنْ لَا يُرِيْدَ اَنْ يُّفْطِرَ مِنْهُ وَ يُفْطِرُ مِنْهُ حَتّٰى نَرٰى اَنْ لَا يُرِيْدَ اَنَّهُ يَصُوْمُ مِنْهُ شَيْئًا وَّ كُنْتَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا اِلَّا اَنْ رَاَيْتَهُ مُصَلِّيًا وَّلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَيْتَهُ نَائِمًا ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں روزے رکھنا شروع کرتے' تو ہم خیال کرتے کہ اب آپ کوئی روزہ نہیں چھوڑیں گے اور کبھی آپ نفلی روزے رکھنا چھوڑ دیتے' حتیٰ کہ ہم خیال کرتے کہ اب آپ اس مہینے میں کوئی روزہ نہیں رکھیں گے۔ اگر تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت نماز ادا کرتے ہوئے دیکھنا چاہو تو تم انہیں اس حالت میں دیکھ سکتے تھے اور اگر تم انہیں سوئے ہوئے دیکھنا چاہو تو تم انہیں سوتے ہوئے بھی دیکھ سکتے تھے۔

280- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا ابو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شعبة عَنْ اَبِىْ بشر قَالَ سَمِعْتُ سعيد بن جبير عن ابن عباس قَالَ كان النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ مَا يُرِيْدُ اَنْ يُّفْطِرَ مِنْهُ وَ يُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ مَا يُرِيْدُ اَنْ يَّصُوْمَ وَمَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ اِلَّا رَمَضَانَ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نفلی روزے رکھا کرتے' حتیٰ کہ ہم خیال کرتے اب آپ کوئی روزہ ترک نہیں کریں گے اور کبھی آپ نفلی روزے رکھنا چھوڑ دیتے' حتیٰ کہ ہم یہ خیال کرتے کہ اب آپ کوئی

نفلی روزہ نہیں رکھیں گے۔ آپ جب سے مدینہ طیبہ تشریف لائے ہیں آپ نے رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں مکمل روزے نہیں رکھے۔

281- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدى عن سفين عن منصور عن سالم بن اَبِیْ الجعد عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عن اُمّ سَلَمَةَ قالت مَا رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ اِلَّا شَعْبَانَ وَ رَمَضَانَ .

قَالَ اَبُوْعِيْسٰى هٰذَا اسناد صحيح و هٰكَذَا قَالَ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عن اُمّ سَلَمَةَ وروى هٰذَا الحديث غير واحد عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عن عائشة عن النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ و يحتمل ان يكون ابوسلمة بن عبد الرحمٰن قدروى هٰذَا الحديث عن عائشة و اُمّ سَلَمَةَ جميعا عن النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ .

◆◆ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی دو مہینوں تک لگا تار روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ صرف شعبان اور رمضان میں ایسا ہوتا تھا۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس کی سند "صحیح" ہے۔ یہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ دیگر راویوں نے اسے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نامی راوی کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔ یہ احتمال ہے کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت اُمّ سلمہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہو۔

282- حَدَّثَنَا هناد حَدَّثَنَا عبدة عن محمد بن عمرو حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ عن عائشة قَالَتْ لَمْ اَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَصُوْمُ فِیْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهٖ فِیْ شَعْبَانَ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِيْلًا بَلْ كَانَ يَصُوْمُ كُلَّهٗ .

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دوسرے مہینے میں شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ شعبان کے چند روزے نہیں رکھا کرتے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں اکثر روزے رکھا کرتے تھے۔

283- حَدَّثَنَا القاسم بن دينار الكوفى حَدَّثَنَا عبيد اللّٰه بن موسٰى و طلق بن غنام عن شيبان عن عاصم عن زرّ بن حبيش عن عبد اللّٰه قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَ قَلَّ مَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ .

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے کے آغاز میں تین دن روزے رکھا کرتے اور بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ آپ نے جمعہ کے دن روزہ نہ رکھا ہوتا۔

284- حدثنا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا ابو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شعبة عَنْ يَزِيْدَ الرشك قال سمعت معاذة قالت قلت لعائشة اكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَصُوْمُ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ مِنْ اَيِّهِ كَانَ يَصُوْمُ قَالَتْ كَانَ لَا يُبَالِيْ مِنْ اَيِّهِ صَامَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى و يزيد الرشك هو يزيد الضبعي البصري و هو ثقة وروى عنه شعبة و عبد الوارث بن سعيد و حماد بن يزيد و اسمٰعيل بن ابراهيم وغير واحد من الائمة وهو يزيد القاسم ويقال القسام والرشك بلغة اهل البصرة هو القسام .

◆◆ حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے میں روزے رکھا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! میں نے دریافت کیا: یہ تین دن کون سے ہوتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ وہ کون سے دن ہیں؟

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یزید رشک نامی راوی یزید ضبعی بصری ہیں۔ یہ ثقہ ہیں۔ شعبہ، عبدالوارث بن سعید، حماد بن زید، اسماعیل بن ابراہیم اور دیگر آئمہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ یہ یزید قاسم، اور ایک قول کے مطابق ''قسام'' ہیں۔ اہل بصرہ کی لغت میں ''رشک'' قسام کو کہا جاتا ہے۔

285- حَدَّثَنَا اَبُوْ حفص عمرو بن علي حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عن ثور بن يزيد عن خالد بن معدان عن ربيعة الجرشي عن عائشة قالت كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَتَحَرّٰى صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ الْخَمِيْسِ .

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام کے ساتھ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔

286- حَدَّثَنَا ابو مصعب المديني عن مالك بن انس عَنْ اَبِى النضر عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بن عبد الرحمٰن عن عائشة قالت ماكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَصُوْمُ فِيْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهٖ فِيْ شَعْبَانَ .

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے مہینے میں شعبان سے زیادہ روزے نہیں رکھا کرتے تھے۔

287- حَدَّثَنَا محمد بن يحيٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ عاصم عن محمد بن رفاعة عن سهيل بن اَبِىْ صالح عن ابيه عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَاُحِبُّ اَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِيْ وَ اَنَا صَائِمٌ .

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن اعمال اللہ تعالیٰ

کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں تو مجھے یہ بات پسند ہے کہ جب میرا عمل پیش کیا جائے تو میں حالت روزہ میں ہوں۔

288- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا اَبُوْ احمد و معویة بن هشام قَالاَ حَدَّثَنَا سفین عن منصور عن خیثمة عن عائشة قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ السَّبْتَ وَالْاَحَدَ وَالْاِثْنَيْنِ وَمِنَ الشَّهْرِ الْاٰخِرِ الثَّلَاثَاءَ وَالْاَرْبِعَاءَ وَالْخَمِيْسَ ۔

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینے میں ہفتہ، اتوار اور پیر کے دن روزہ رکھتے تھے۔ ایک مہینے میں منگل، بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

289- حَدَّثَنَا هارون بن اسحٰق الهمدانی حَدَّثَنَا عبدة بن سلیمان عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قَالَتْ كَانَ عَاشُوْرَاءُ يَوْمًا تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ هُوَ الْفَرِيْضَةَ وَ تُرِكَ عَاشُوْرَاءُ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَ مَنْ شَاءَ تَرَكَهُ ۔

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: قریش زمانہ جاہلیت میں عاشورہ کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دن روزہ رکھا ہے۔ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے آپ نے اس دن روزہ رکھا بھی ہے اور روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا ہے۔ جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو رمضان فرض ہو گیا اور عاشورہ کا روزہ ترک کر دیا تھا۔ اب جو شخص چاہتا تھا وہ اس دن روزہ رکھ لیتا' اور جو چاہتا وہ نہیں رکھتا تھا۔

290- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدی حثنا سفین عن منصور عن ابراهیم عن علقمة قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَخُصُّ مِنَ الْاَيَّامِ شَيْئًا قَالَتْ كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً وَاَيُّكُمْ يُطِيْقُ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُطِيْقُ ۔

◆◆ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ مخصوص دنوں میں نفلی روزہ رکھا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل باقاعدگی کے ساتھ ہوا کرتا تھا تم میں سے کون ہے' جو اس طرح عمل کرنے کی طاقت رکھتا ہے' جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کر سکتے تھے۔

291- حَدَّثَنَا هارون بن اسحاق حَدَّثَنَا عبدة عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قالت دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَعِنْدِي امْرَاَةٌ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ قُلْتُ فُلَانَةُ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ اَحَبُّ ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الَّذِيْ يَدُوْمُ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ ۔

◆◆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے، اس وقت میرے پاس

ایک خاتون موجود تھی آپ نے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ میں نے جواب دیا: فلاں خاتون ہے جو رات کے وقت سوتی نہیں ہے اور عبادت کرتی رہتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی طاقت کے مطابق عمل کیا کرو، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتا مگر تم لوگ اکتاہٹ کا شکار ہو جاتے ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ تھا' جو اسے کرنے والا مسلسل کرے۔

292- حَدَّثَنَا ابوهشام محمد بن يزيد الرفاعي حَدَّثَنَا ابن فضيل عن الاعمش عَنْ اَبِيْ صالح قَالَ سَاَلْتُ عَآئِشَةَ وَ اُمَّ سَلَمَةَ اَيُّ الْعَمَلِ كَانَ اَحَبُّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَتَا مَادِيْمَ عَلَيْهِ وَ اِنْ قَلَّ .

حضرت صالح رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کون سا تھا؟ تو ان دونوں نے جواب دیا: جو کام باقاعدگی کے ساتھ کیا جائے اگرچہ وہ تھوڑا ہو۔

293- حَدَّثَنَا محمد بن اسمٰعيل حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صالح حدثني معاوية بن صالح عن عمرو بن قيس انه سمع عاصم بن حميد قَالَ سمعتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَيْلَةً فَاسْتَاكَ ثُمَّ تَوَضَّاَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ مَعَهٗ فَبَدَءَ فَاسْتَفْتَحَ الْبَقَرَةَ فَلَا يَمُرُّ بِاٰيَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ فَسَالَ وَلَا يَمُرُّ بِاٰيَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ ثُمَّ رَكَعَ فَمَكَثَ رَاكِعًا بِقَدْرِ قِيَامِهٖ وَ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ ذِى الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ رُكُوْعِهٖ وَ يَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ سُبْحٰنَ ذِى الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ قَرَءَ اٰلَ عِمْرَانَ ثُمَّ سُوْرَةً سُوْرَةً يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ .

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک دفعہ میں رات کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ نے مسواک کی پھر آپ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگے، میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ آپ نے نماز شروع کی آپ نے سورۂ بقرہ کا آغاز کیا، آپ رحمت سے متعلق جس آیت کو پڑھتے وہاں ٹھہر کر رحمت کا سوال کرتے' اور عذاب سے متعلق جس آیت کو پڑھتے' وہاں ٹھہر کر اس سے پناہ مانگتے تھے۔ پھر آپ رکوع میں چلے گئے اور اتنی دیر رکوع میں رہے جتنا آپ نے قیام کیا تھا۔ آپ رکوع میں یہ پڑھتے رہے: پاک ہے وہ ذات جو حکومت والی ہے، بادشاہی والی ہے، کبریائی والی ہے، عظمت والی ہے۔ پھر آپ سجدے میں چلے گئے اور اتنی دیر رہے جتنی دیر رکوع میں رہے اور سجدے میں آپ یہ دعا پڑھتے رہے: پاک ہے وہ ذات جو حکومت والی ہے، بادشاہی والی ہے، کبریائی والی ہے اور عظمت والی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ آل عمران تلاوت کی، پھر ایک سورت تلاوت کی، پھر ایک سورت تلاوت کی۔ آپ اسی طرح وہ نماز ادا کرتے تھے۔

شرح

ماہ رمضان کے روزوں کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

لفظ ''صوم'' کی جمع ''صیام'' ہے، اس کا لغوی معنیٰ ہے: کسی بھی معاملہ میں رک جانا اور اس کا شرعی معنیٰ ہے: صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانا، پینا اور جماع کو ترک کر دینا۔ ماہ رمضان کے روزہ کے حوالہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورے رمضان کے روزے رکھنا:

ماہ رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد سے لے کر تا وصال آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے ماہ رمضان کے مسلسل روزے رکھتے رہے اور اس سلسلہ میں کبھی انقطاع نہیں ہوا۔ اس بارے میں چند روایات حسب ذیل ہیں:

(i) اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ماہ رمضان کے علاوہ پورے ماہ کے روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ (الصحیح للبخاری، ج ۱، ص ۲۶۴)

(ii) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کے علاوہ کسی پورے ماہ کے روزے نہیں رکھے۔ (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۱۹)

(iii) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم خیال کرتے اب آپ افطار (روزے نہ رکھنے کا) کا ارادہ نہیں کریں گے۔ پھر آپ روزے نہ رکھتے حتیٰ کہ ہم خیال کرتے اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔ مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ماہ رمضان کے کسی دوسرے پورے ماہ کے روزے نہیں رکھے۔ (الصحیح للمسلم، ج ۱، ص ۳۶۵)

(iv) حضرت عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم خیال کرتے اب آپ روزے رکھتے رہیں گے، نہ رکھتے تو ہم خیال کرتے کہ آپ افطار کریں گے۔ پھر فرمایا: آپ جب سے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ماہ رمضان کے علاوہ کسی پورے مہینے کے روزے نہیں رکھے۔ (امام احمد نسائی، سنن نسائی، ج ۱، ص ۳۲۱)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض پورے ماہ رمضان کے روزے رکھتے اور دوسرے مہینوں میں سے کسی کے پورے روزے نہیں رکھتے تھے، تاہم کسی ماہ کو روزہ سے خالی بھی نہیں چھوڑتے تھے۔

۲- آپ کا ماہ رمضان کے آنے کی بشارت دینا:

ماہ رمضان کی آمد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بشارت دیا کرتے تھے، تاکہ وہ اس ماہ مقدس کے روزوں کا اہتمام اور ماہ رمضان کا استقبال کر سکیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو رمضان المبارک آنے کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے: تمہارے پاس ایک مبارک ماہ جلوہ فگن ہونے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کے روزے فرض فرمائے ہیں، اس ماہ میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں، شیاطین قید کردیے جاتے ہیں۔ اس میں ایک رات ایسی ہے' جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، جو شخص اس کی خیر سے محروم رہا وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، ج ۲، ص ۲۹۲)

۳- شعبان المعظم کی آخری تاریخ میں آپ کا ماہ رمضان کی فضیلت واہمیت پر وعظ کرنا:

ماہ رمضان کے فیوض و برکات سمیٹنے، اس کے مبارک لمحات میں روزے رکھنے، قیام اللیل کا اہتمام کرنے، عبادت وریاضت میں مصروف رہنے، غرباء پر صدقہ وخیرات کرنے اور ماتحتوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شعبان کی آخری تاریخ میں اپنے صحابہ کرام کو وعظ فرمایا تھا۔

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شعبان کے آخری ایام میں اپنے صحابہ سے وعظ فرمایا، آپ نے فرمایا: تمہارے پاس ایک مبارک مہینہ جلوہ فگن ہونے والا ہے، اس میں ایک رات ایسی ہے' جو ہزار ماہ سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس ماہ مقدس کے روزے تم پر فرض فرمائے ہیں، اس کی تراویح کو سنت بنایا، جس نے اس ماہ مقدس میں نفلی عبادت کی گویا اس نے دوسرے ماہ میں فرض ادا کیا (نوافل کا ثواب فرائض کے برابر ہے) یہ صبر کا مہینہ ہے جس کا صلہ جنت ہے، یہ باہم خیر خواہی کا مہینہ ہے، اس ماہ مقدس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جس شخص نے کسی کا روزہ افطار کرایا اس کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں، اس کے لیے جہنم سے آزادی لکھ دی جاتی ہے اور اسے بھی اس کے برابر ثواب عطا کیا جاتا ہے جبکہ روزہ دار کے ثواب میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کسی میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ افطاری کرا سکے؟ آپ نے فرمایا: یہ ثواب اس شخص کو دیا جائے گا جو کسی کا روزہ ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دودھ سے افطار کرائے گا۔ یہ ایک ایسا ماہ ہے جس کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے، دوسرا مغفرت کا ہے اور تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے۔ اس ماہ میں چار امور کی کثرت کرو، دو امور تو وہ ہیں جن سے تمہارے رب کی خوشنودی حاصل ہوگی اور دو ایسے ہیں جن کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ وہ دو امور جن سے رضاء خداوندی حاصل ہوتی ہے، وہ یہ ہیں: (۱) لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ، (۲) استغفار کی کثرت۔ وہ دو امور جن کے بغیر چارہ نہیں وہ یہ ہیں: (۱) جنت کا سوال، (۲) جہنم سے پناہ۔ جس شخص نے کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا، اللہ تعالیٰ اسے (قیامت کے دن) میرے حوض کوثر سے سیراب کرے گا جس کے بعد اسے پیاس نہیں لگے گی حتیٰ کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(امام ولی الدین محمد، مشکوۃ المصابیح، علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج ۲، ص ۹۵)

۴- ماہ رجب میں ماہ رمضان کے لیے دعاء برکت کرنا:

رمضان المبارک کی فضیلت واہمیت اجاگر کرنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رجب میں ماہ رمضان کے لیے دعاء خیر و برکت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رجب کا مہینہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نہایت اہتمام سے یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَارِكْ لَنَا فِیْ رَمَضَانَ ۔ (بلوغ الامانی، ج ۹، ص ۲۳۱) اے پروردگار! تو ہمارے لیے ماہ رجب، ماہ شعبان اور ماہ رمضان کو بابرکت بنا۔

۵- رمضان کی آمد پر اس کی فضیلت بیان کر کے اس کی طرف صحابہ کو متوجہ کرنا:

جب ماہ رمضان قریب آتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی فضیلت بیان کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی طرف متوجہ کرتے تھے۔

۱- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: لوا ب رمضان کا مہینہ آ گیا، اگر لوگوں کو اس کے حقیقی فیوض و برکات کا علم ہو جائے تو وہ اس بات کی تمنا کریں کہ تمام سال رمضان رہے۔

(ایضاً، ص ۲۳۶)

۲- حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس ماہ رمضان جلوہ فگن ہوا ہے جو برکتوں والا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ اس میں برکات نازل کرتا ہے، گناہ معاف کرتا ہے اور دعا قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تنافس کو دیکھتا ہے اور فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ پس تم اللہ تعالیٰ کو اپنے نفس کی بھلائی دکھاؤ۔ وہ شخص بد بخت ہے جو اس ماہ مقدس میں بھی رحمت باری تعالیٰ سے محروم رہا۔ (ایضاً، ص ۲۳۵)

۶- ماہ رمضان کی آمد پر صحابہ کو دعا سکھانا:

ماہ رمضان کی آمد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو دعا سکھایا کرتے تھے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ماہ رمضان آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو یہ دعا سکھایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ سَلِّمْنِیْ لِرَمَضَانَ وَسَلِّمْ رَمَضَانَ لِیْ وَسَلِّمْهُ لِیْ مُتَقَبَّلًا ۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج ۸، ص ۵۸۴)

اے اللہ! رمضان میں ہمیں سلامتی عطا کر، رمضان کو مجھ سے سلامتی عطا کر اور اسے میرے لیے سلامتی کے ساتھ قبول کر۔

۷- رمضان میں قیدیوں کو رہائی عطا کرنا اور سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت اور سب کے لیے سراپا رحمت تھے مگر ماہ رمضان کی آمد پر آپ کے اوصاف حمیدہ حرکت میں آ جاتے تھے، آپ قیدیوں کو رہائی عطا فرماتے اور سائل کو محروم نہیں لوٹاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ماہ رمضان کی آمد پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر قیدی کو آزاد کر دیتے اور ہر سائل کو نوازتے تھے۔ (علامہ محمد بن یوسف الصالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج ۸، ص ۴۱۰)

۸- آپ کا اپنے صحابہ کو ماہ رمضان میں عبادت و ریاضت کرنے کی تاکید مزید فرمانا:

ماہ رمضان کی آمد پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو عبادت و ریاضت کرنے کی خصوصی ترغیب و تاکید فرماتے

تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں قیام کی ترغیب دیتے اور فرماتے جو شخص رمضان میں ثواب کی نیت سے نماز تراویح ادا کرے گا تو اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

۹- ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت عبادت و ریاضت کرنا:

دوسرے مہینوں کی بنسبت ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت عبادت و ریاضت کرتے تھے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جس کثرت سے ماہ رمضان میں عبادت کرتے اتنی کسی دوسرے مہینہ میں نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۳، ص:۷۷)

۱۰- رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کا شغف زیادہ ہونا:

دوسرے ماہ کی بنسبت ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت قرآن بھی بکثرت کیا کرتے تھے، کیونکہ فرمان نبوی ہے:

افضل العبادة تلاوت القرآن (او کما قال علیه السلام)

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہر سال حضرت جبرائیل علیہ السلام ماہ رمضان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار قرآن پیش کرتے' اور جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال انہوں نے دو بار آپ پر قرآن پیش کیا تھا۔

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ماہ رمضان کی ہر رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔

۱۱- ماہ رمضان میں رات کا کھانا کھائے بغیر محض سحری کھانا:

ماہ رمضان المبارک کی آمد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خوراک کم کر دیتے' اور صرف سحری کھانے پر اکتفاء کیا کرتے تھے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان کی آمد ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ شروع ہونے پر ازار بند مضبوطی سے باندھ لیتے تھے، اہل خانہ سے الگ ہو جاتے، مغرب وعشاء کے درمیان غسل فرماتے اور رات کا کھانا کھائے بغیر سحری کھاتے تھے۔ (علامہ محمد بن یوسف الصالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج:۸، ص:۴۴۱)

۱۲- آخری عشرہ میں آپ کا عورتوں سے الگ تھلگ ہونا:

ماہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ شروع ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے مکمل طور پر علیحدگی اختیار کر لیتے تھے اور یادالٰہی میں مصروف ہو جاتے تھے۔

۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمر کس لیتے اور عورتوں (ازواجِ مطہرات) سے علیحدگی اختیار کر لیتے تھے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۹، ص:۶۳۱)

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ جب ماہ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر عبادت میں مشغول رہتے، اہل خانہ کو بیدار کرتے اور ازار مضبوطی سے باندھ لیتے تھے۔

۱۳- ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں اہل خانہ کو عبادت کی ترغیب وتاکید کرنا:

ماہ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں مصروف ہو جاتے اور اہل خانہ کو بھی عبادت میں مصروف ہونے کی تاکید فرماتے تھے۔

۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل خانہ کو بیدار کرتے جو بھی چھوٹا بڑا نماز (عبادت) کے لائق ہوتا۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۹، ص:۶۲۱)

۲- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ماہ رمضان المبارک میں عام ایام کی طرح عبادت کرتے اور آخری عشرہ شروع ہونے پر آپ خوب عبادت کرتے تھے۔

۱۴- آخری عشرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کا اٹھ جانا:

ماہ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر اٹھ جاتا تھا یعنی سونے اور آرام کرنے کا حساب باقی نہیں رہتا تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ماہ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر اٹھ جاتا تھا، عورتوں (ازواجِ مطہرات) سے علیحدگی اختیار کر لیتے تھے اور رات کا کھانا سحری کے وقت تناول فرماتے تھے۔

(علامہ محمد بن یوسف الصالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج:۸، ص:۴۳۹)

۱۵- ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہمہ تن عبادت میں مشغول ہونا:

ماہ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ تن عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے اور دیکھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔

۱- اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ماہ رمضان کے دو عشروں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں مشغول رہتے اور سوتے بھی تھے۔ آخری عشرہ شروع ہونے پر آپ خوب عبادت کرتے، اہل خانہ سے علیحدگی اختیار کر لیتے اور ہمہ تن (ریاضت کی طرف) متوجہ ہو جاتے۔ (الصحیح للمسلم، ج:۱، ص:۳۷۲)

۲- اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آخری عشرہ کا آغاز ہو جاتا تو تمام رات عبادت میں مشغول ہو جاتے، اہل خانہ کو بھی بیدار کرتے اور اہل خانہ سے علیحدگی اختیار کر لیتے تھے۔ (الصحیح للمسلم، ج:۱، ص:۳۷۲)

۳- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رمضان لمبارک کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے الگ ہو جاتے اور بستر پر آتے ہی نہیں تھے حتیٰ کہ ماہ رمضان ختم ہو جاتا۔

(امام علی متقی، کنز العمال، ج:۸، ص:۶۳۲)

فائدہ نافعہ:

ایک روایت میں مذکور ہے کہ آخری عشرہ شروع ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازار بند نہایت مضبوطی سے باندھ لیتے تھے،

اس کے کئی مطالب ہو سکتے ہیں:

(i) خوب جدو جہد کرنا، (ii) ہمہ تن متوجہ ہونا، (iii) عام عادت سے زائد عبادت کرنا، (iv) مکمل طور پر فارغ ہونا،

(v) ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے تمام امور سے الگ ہونا۔

۱۶-واجب روزہ کی نیت صبح صادق سے قبل کرنا:

واجب غیر متعین روزے کی نیت صبح صادق سے قبل کرنا واجب ہے اور یہ مسئلہ متعدد روایات سے ثابت ہے، جو حسب ذیل ہیں:

(i) اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے فجر سے قبل نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں ہے۔ (امام احمد نسائی، سنن نسائی، ج:۱، ص:۳۲۰)

(ii) اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے فجر سے پہلے نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں ہے۔ (امام احمد نسائی، سنن کبریٰ، ج:۲، ص:۳۱۱)

جو واجب روزہ متعین نہ ہو اس میں آدمی کو اختیار ہے کہ خواہ اس دن روزہ رکھے یا نہ رکھے، ا[illegible] روزہ کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے اس کی نیت صبح صادق سے پہلے کر لی جائے مثلاً قضاء رمضان کا روزہ، نذر مطلق کا روزہ اور [illegible] م کا روزہ وغیرہ۔

۱۷-نہ کھانے پینے کی صورت میں نفلی روزے کی نیت نصف النہار سے قبل کرنا بھی درست ہونا:

نہ کھانے پینے کی صورت میں نفلی روزہ کی نیت نصف النہار سے قبل کرنا بھی درست ہے، اس کے ثبوت میں متعدد روایات موجود ہیں:

۱-اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (گھر میں) تشریف لاتے تو فرماتے: کیا تمہارے پاس کوئی چیز کھانے کے لیے ہے؟ اگر میں عرض کرتی: نہیں، تو آپ اعلان فرما دیتے کہ میرا روزہ ہے۔

(امام ابوجعفر طحاوی، شرح معانی الآثار، ج:۱، ص:۳۲۶)

۲-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ چاشت کے وقت اپنے اہل خانہ کے پاس آتے اور دریافت کرتے: کیا کھانے کے لیے کوئی چیز موجود ہے؟ اگر اہل خانہ کی طرف سے نفی میں جواب دیا جاتا تو آپ فرماتے: میرا روزہ ہے۔ (ایضاً)

۱۸-حالت روزہ میں کھانے پینے کی کوئی چیز پیش کی جائے تو؟:

جب حالت روزہ میں کسی کے سامنے کھانے پینے کی کوئی چیز پیش کی جائے تو وہ کیا کرے گا؟ اگر روزہ فرض ہو، تو میزبان سے معذرت کر لے اور نفلی روزہ کی صورت میں بھی معذرت کر لے۔ نفلی روزہ کی صورت میں میزبان یا مہمان کی طرف سے مجبوری کی حد تک اصرار ہونے لگے تو روزے دار کو اختیار حاصل ہو گا کہ چاہے تو معذرت کرے دعائے خیر کر دے اور چاہے تو دعوت قبول کر

لے روزہ کی قضاء کر لے۔ اس سلسلہ میں متعدد روایات ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے جبکہ وہ روزہ سے ہو، تو وہ کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔

۲- ایک دفعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے، انہوں نے آپ کے حضور کھجور اور گھی پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: گھی اپنے مشکیزے میں محفوظ کرلو اور کھجور اس کے برتن میں رکھ لو، میں روزہ سے ہوں۔

(امام ولی الدین محمد، مشکوۃ المصابیح ص: ۱۸۱)

۳- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو کھانے کی دعوت دی، کھانے کے موقع پر ایک صحابی لوگوں سے الگ ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے علیحدگی کی وجہ دریافت کی؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں روزہ سے ہوں، فرمایا: تمہارے بھائی نے کھانے کا اہتمام کیا ہے پھر تم کہتے ہو کہ میں روزہ سے ہوں؟ تم کھانا کھاؤ اس کے عوض ایک روزہ رکھ لینا۔ (ملا علی قاری، مرقات شرح مشکوۃ، ج:۴، ص: ۳۱۰)

۴- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب تمہیں روزہ کی حالت میں کھانے پینے کی کوئی چیز پیش کی جائے تو کہہ دو: میں روزہ سے ہوں۔ (مصنف ابن شیبہ، ج:۲، ص: ۶۴)

۱۹- روزہ دار کی موجودگی میں کھانا کھانے سے اس کے ثواب میں اضافہ:

روزہ دار کے سامنے کھانا کھایا جائے تو روزہ دار کے ثواب میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، کیونکہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے اپنے روزہ کے تقدس کو بحال رکھا جس وجہ سے اس کا اجر و ثواب زیادہ ہو جاتا ہے۔

۱- حضرت اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے، آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا، اس موقع پر کچھ لوگ حالت روزہ میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب روزہ دار کے سامنے کھایا جائے تو اس کے حق میں فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق، ج:۴، ص: ۳۱۳)

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ روزہ دار کے سامنے کھایا جائے تو فرشتے اس کے بارے میں رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

۳- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ اس وقت کھانا تناول کر رہے تھے، فرمایا: اے بلال! کھانا ہے! حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں روزہ سے ہوں، فرمایا: ہم اپنا رزق یہاں کھا رہے ہیں اور بلال کا باقی رزق جنت میں ہے۔ اے بلال! سمجھے؟ روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح میں مصروف رہتی ہیں جب تک اس کے سامنے کھانا کھایا جاتا ہے اور فرشتے اس کے حق میں دعاء رحمت کرتے ہیں۔

۲۰- بھول کر کھانے پینے سے نہ قضا اور نہ کفارہ:

صائم جب بھول کر کوئی چیز کھا لے یا پی لے خواہ وہ قلیل ہو یا پیٹ بھر ہو، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، نہ قضاء لازم آتی ہے اور

کفارہ واجب ہوتا ہے۔ تاہم اس کا روزہ برقرار رہے گا اور مزید کوئی چیز کھانے پینے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھولے سے جس کا روزہ رمضان میں ٹوٹ جائے، تو اس پر نہ قضاء ہے اور نہ کفارہ۔ (سنن کبریٰ، ج ۴، ص ۲۲۶)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے روزہ کی حالت میں بھولے سے کھا پی لیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلایا پلایا ہے۔

۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص روزے کی حالت میں بھولے سے کچھ کھا پی لے، تو وہ اپنا روزہ پورا کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کھلایا پلایا ہے۔ (سنن کبریٰ، ج ۴، ص ۲۲۹)

۲۱- نفلی روزہ توڑنے پر قضا کا حکم:

نفلی روزہ توڑنے پر اس کی قضا واجب ہے مگر کفارہ نہیں ہے۔

۱- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دونوں روزہ سے تھیں، ہمارے پاس بطور ہدیہ کھانا آیا تو ہم نے روزہ توڑ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ہم نے آپ سے اپنے روزہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: تم دونوں روزہ کی قضا کرو۔ (ابوجعفر طحاوی، شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۳۵۴)

۲- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے کھانا تیار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو دعوت دی، ایک صحابی نے کہا: میں تو روزہ سے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بھائی نے تمہاری دعوت کی ہے، تم روزہ توڑ دو اور اس کے عوض قضا کر لو۔

۲۲- ایسا شخص فوت ہو جائے جس کے ذمہ فرض یا واجب روزہ تھا:

ایسا شخص فوت ہو جائے جس کے ذمہ فرض یا واجب روزہ ہو، ورثاء اس کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتے، وہ فدیہ ادا کر سکتے ہیں۔ اگر اس نے وصیت کی ہو تو تہائی مال سے فدیہ ادا کیا جائے گا اور وصیت نہ کرنے کی صورت میں ورثاء پر فدیہ ادا کرنا واجب نہیں مگر استحساناً فدیہ ادا کر سکتے ہیں۔

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس شخص کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مر جائے جبکہ اس پر رمضان کا روزہ ہو جائے، وہ اس کی قضا نہ کر سکا ہو، تو اس کی طرف سے ہر دن کے عوض نصف صاع گندم (بطور فدیہ) کسی کو دی جائے۔ (سنن کبریٰ، ج ۴، ص ۲۵۴)

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کوئی شخص انتقال کر جائے جبکہ اس کے ذمہ رمضان کا روزہ باقی ہو؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہر مسکین کو اس کے بدلے کھانا کھلایا جائے۔

۳- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب ایسا شخص فوت ہو جائے جس کے ذمہ رمضان کا روزہ باقی ہو، تو اس کی طرف سے نصف صاع گندم کسی مسکین کو دی جائے۔ (مصنف عبدالرزاق، ج ۲، ص ۲۳۹)

۲۳-نماز اور روزہ میں نیابت جائز نہ ہونا:

کسی شخص کے ذمہ نماز یا روزہ باقی ہو، دوسرا آدمی بطور نیابت نماز اور روزہ کو بجا نہیں لا سکتا، کیونکہ نماز اور روزہ میں نیابت درست نہیں ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: کیا کوئی شخص دوسرے کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے یا کسی کی طرف سے نماز ادا کر سکتا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: وہ شخص کسی طرف سے نہ روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ کسی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوۃ المصابیح ص: ۱۷۸)

۲۴-رمضان میں حالت روزہ میں زبان کو قابو میں رکھنے کی تاکید:

رمضان میں حالت روزہ میں لغویات اور فضولیات بکنے سے روزہ کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے، لہٰذا زبان کو قابو میں رکھنا از بس ضروری ہے۔

۱-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص حالت روزہ میں ہو تو زبان سے خواہشات نفس اور جہالت کی باتیں نہ کرے۔ اگر کوئی کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔

۲-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے لوگوں کا گوشت کھایا، غیبت کی اس نے روزہ نہیں رکھا یعنی اس کے روزہ کا کوئی ثواب نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۴، ص ۴)

۳-حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ محض کھانے پینے سے رکے رہنے کا نام نہیں ہے، روزہ لغویات اور واہیات سے بچنے کا نام ہے۔

۲۵-حالت روزہ میں زبان کو قابو میں نہ رکھنے والے کے روزہ کی ضرورت نہیں:

جو شخص حالت روزہ میں اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا، وہیات وکذب بیانی سے کام لیتا ہے تو اس روزہ کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا اور نہ اجر و ثواب سے نوازتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جھوٹ نہ چھوڑے اور جھوٹے اعمال سے محفوظ نہ رہے تو اللہ تعالیٰ کو ایسوں کی کوئی پرواہ نہیں گو وہ روزہ رکھے۔ (الصحیح للبخاری، ج ۱، ص ۲۵۵)

۲۶-روزہ ڈھال ہے جب تک اسے پھاڑا نہ جائے:

شیطان کے وار اور اس کے گمراہ کن حملوں سے بچنے کے لیے روزہ ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے بشرطیکہ اسے پھاڑا نہ جائے، جھوٹ اور غیبت سے یہ پھٹ جاتا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ دار کے لیے روزہ اس وقت تک ڈھال ہے جب تک اسے پھاڑ نہ دیا جائے، دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! روزہ کس چیز سے یہ پھٹ جاتا ہے؟ فرمایا: جھوٹ اور غیبت سے۔

خلاف واقع بات کو جھوٹ کہا جاتا ہے اور غیبت یہ ہے کہ کسی کی عدم موجودگی میں ایسی بات کہنا کہ اگر وہی بات اس کے

سامنے کہی جائے تو اسے ناگوار محسوس ہو۔ یہ دونوں ایسے ناسور ہیں جن کی وجہ سے صائم روزہ کے اجر وثواب سے محروم ہو جاتا ہے۔

۲۷-ماہ رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کے ایام:

سفر اور مرض وغیرہ صورتوں میں ماہ رمضان المبارک کے روزے نہ رکھنے کی اجازت ہے، ان کی قضا عشرہ ذی الحجہ میں کی جائے، کیونکہ اس ماہ مقدس عشرہ میں ایک روزہ کا ثواب سال بھر کے روزوں کے برابر عطا کیا جاتا ہے۔ اس طرح رمضان کے روزوں کی تلافی کسی حد تک ممکن ہے۔ اگر کوئی شخص عشرہ ذی الحجہ کے مہینہ میں ماہ رمضان کے قضا روزے نہ رکھ سکے تو کسی بھی مہینہ میں رکھ سکتا ہے۔ تاہم آئندہ رمضان سے قبل ضرور رکھ لیے جائیں۔

۱-حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ کے رمضان کا روزہ چھوٹ جاتا تو آپ اس کی قضا عشرہ ذی الحجہ میں ادا کرتے تھے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۸، ص:۵۹۶)

۲-حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے چھوٹے ہوئے روزہ کی قضا عشرہ ذی الحجہ میں ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۳، ص:۷۴)

۳-حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رمضان المبارک کی قضا کے لیے عشرہ ذی الحجہ سے کوئی دن مجھے زیادہ پسند نہیں ہے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۸، ص:۵۹۷)

۲۸-صوم کا اصل مقصد گناہوں سے محفوظ رہنا ہے:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، یہ اطاعت وفرمانبرداری کا نام ہے اور اس کی نافرمانی کو گناہ کہا جاتا ہے۔ عبادت اطاعت خداوندی کو کہا جاتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر ممکن نہیں ہے اور نافرمانی شیطانی مداخلت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ روزہ ایک ممتاز ترین عبادت ہے جس کا مقصد گناہوں سے محفوظ رہنا ہے اور حالت روزہ میں گناہ کرنے سے روزہ کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانے پینے کے ترک کرنے کا نام روزہ نہیں ہے بلکہ گناہوں سے اجتناب کرنے کا نام روزہ ہے۔

۲۹-شدید گرمی کی حالت میں کلی کرنے اور سر پر پانی بہانے کی اجازت ہونا:

شدید گرم موسم کی صورت میں صائم کو کلی کرنے، سر پر پانی بہانے اور غسل کرنے کی اجازت ہے۔ یہ اس لیے کہ بظاہر کسی حد تک سہارا میسر آ جاتا ہے۔

۱-حضرت معمر رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ (گرمی کے موسم میں) حالت روزہ میں منہ میں پانی لیتے پھر کلی کر کے پھینک دیتے تھے۔

۲-ایک صحابی سے منقول ہے کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا شدید گرمی کی وجہ سے حالت روزہ میں اپنے سر

پانی بہا رہے تھے۔

۳۔حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقام عرج میں تھے اور روزہ کی حالت میں اپنے سر پر پانی ڈال رہے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق، ج:۴،ص:۲۰۶)

۳۰۔حالت روزہ میں ناک اور منہ میں پانی ڈالنے میں احتیاط کرنا:

حالت روزہ میں غسل کی ضرورت پیش آ جائے تو منہ اور ناک میں پانی ڈالتے وقت نہایت احتیاط سے کام لیا جائے، اس میں بے احتیاطی برتنے سے پانی حلق سے نیچے اتر سکتا ہے، جو روزہ کے منافی ہے۔ یہ صورتحال وضو کے دوران مبالغہ کرنے سے بھی پیش آ سکتی ہے۔

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرو، مگر روزے سے ہو۔ (یعنی حالت روزہ میں مبالغہ نہ کرو) (سنن کبریٰ، ج:۴،ص:۲۶۱)

۳۱۔حالت روزہ میں سرمہ لگانا:

رمضان یا غیر رمضان میں حالت روزہ میں سرمہ لگانے میں کوئی قباحت نہیں ہے، اس سے نہ روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ مکروہ ہوتا ہے۔

۱۔اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حالت روزہ میں سرمہ لگاتے تھے۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۱۲۱)

۲۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے زمانہ میں "اثمد" سرمہ لگائے ہوئے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے برآمد ہوئے۔ (علامہ محمد بن یوسف الصالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج:۸،ص:۴۲۰)

۳۔حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں سرمہ لگاتے تھے۔

۳۲۔حالت روزہ میں کسی بھی وقت مسواک کی اجازت ہونا:

رمضان یا غیر رمضان میں حالت روزہ میں مسواک کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، مسواک تر ہو یا خشک، خواہ دن کا پہلا حصہ یا آخری حصہ ہو، وضو کرتے وقت کی جائے یا عام حالت میں کی جائے۔

۱۔حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ (حالت روزہ) مسواک فرما رہے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۴،ص:۳۵)

۲۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حالت روزہ میں مسواک اچھی عادت ہے۔

۳۔حضرت ابواسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عاصم بن احول رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا حالت

روزہ میں مسواک کرنا جائز ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، پھر میں نے دریافت کیا: تر شاخ سے یا خشک سے؟ انہوں نے کہا: ہر ایک سے، پھر دریافت کیا: دن کے پہلے حصہ میں یا آخری حصہ میں؟ جواب دیا: دونوں وقت میں، میں نے کہا: آپ نے کس سے نقل کیا ہے؟ کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

۳۳- تمام زندگی روزے رکھنے سے رمضان کے ایک روزہ کی بھی تلافی نہ ہونا:

جو شخص بلا عذر شرعی (مرض وسفر وغیرہ) رمضان المبارک کا ایک روزہ چھوڑ دے، وہ زندگی بھر روزے رکھتا ہے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بلا رخصت کسی عذر، مرض کے (رمضان کا) روزہ نہ رکھا، اگر وہ زندگی بھر بھی روزے رکھتا ہے تو اس کی تلافی نہیں ہوگی۔

(الصحیح للبخاری، ج:۱، ص:۲۵۹، امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۱۲۰)

یاد رہے روزہ کے عوض روزہ رکھنے سے قضا ہو جائے گی لیکن اصل اجر وثواب نہیں ملے گا، کیونکہ رمضان کے پرنور لمحات میسر نہیں ہوں گے جس کے سبب حقیقی مزدوری (ثواب) سے محروم رہے گا۔

۳۴- رمضان کا روزہ ترک کرنا کفر:

جو شخص ماہ رمضان کے روزہ کی فرضیت کا انکار کرے یا اسے معمولی وحقیر عبادت قرار دیتے ہوئے روزہ نہ رکھے، وہ کافر ہے۔ یہ گویا انکار فرضیت صوم اور اسے حقیر تصور کرنے کی وعید وسزا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں مذکور ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد تین (۳) امور پر ہے، جو ان میں سے کسی ایک کا بھی تارک ہو، وہ کافر اور مباح الدم ہے: (۱) کلمہ توحید کی شہادت، (۲) فرض نماز، (۳) رمضان کا روزہ۔ (علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج:۲، ص:۱۱۰)

۳۵- خواتین پر ایام حیض ونفاس کے روزوں کی قضا فرض ہونا:

خواتین ایام حیض ونفاس میں نہ نماز پڑھ سکتی ہیں اور نہ ماہ رمضان کے روزے رکھ سکتی ہیں۔ وہ حیض ونفاس کے دنوں کے روزے قضا کریں گی اور یہ قضا ان پر فرض ہوگی۔

حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا حائضہ خواتین روزہ کی قضا کریں گی اور نماز کی قضا نہیں کریں گی؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی قضاء کا حکم دیتے تھے اور نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیتے تھے۔

☆ نماز اور روزہ دونوں فرضیت میں برابر ہیں، نماز بکثرت ادا کرنا پڑتی ہے لہٰذا اس میں مشقت ہے اور روزے سال بعد آتے ہیں جن میں مشقت نہیں ہے۔

اسی بنا پر خواتین پر ماہ رمضان کے روزوں کی قضاء واجب ہے اور نماز کی قضا واجب نہیں ہے۔

۳۶- حاملہ اور مرضعہ خواتین کو ماہ رمضان کے روزے نہ رکھنے کی اجازت ہونا:

وہ خواتین جو حالت حمل میں ہوں، روزہ رکھنے کی صورت میں بچے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، انہیں بروقت روزے نہ رکھنے کی اجازت ہے مگر بعد میں ان کی قضا فرض ہوگی۔ اسی طرح وہ خواتین جو اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہوں، روزے رکھنے کے سبب بچے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، وہ بھی بروقت روزے نہ رکھیں تو کوئی حرج نہیں لیکن بعد میں قضا فرض ہوگی۔ یہ خواتین روزہ کے بجائے فدیہ ادا نہیں کر سکتیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور نصف نماز، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔

(امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۲۷)

۳۷- معمر و کمزور خواتین و حضرات کے لیے روزہ کی بجائے فدیہ ادا کرنے کی گنجائش ہونا:

نہایت درجہ معمر و کمزور خواتین و حضرات جو روزے نہ رکھ سکتے ہوں اور آئندہ انہیں روزہ رکھنے کی قوت حاصل ہونے کا بھی امکان نہ ہو، تو وہ روزہ رکھنے کے بجائے فدیہ ادا کریں گے۔

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انتہائی بوڑھوں کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور ہر ایک دن روزے کے بدلے مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ اس صورت میں ان پر قضا نہیں ہے۔ (سنن کبریٰ، ج ۴، ص ۲۷۱)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو بوڑھا ضعیف روزہ نہ رکھ سکتا ہو، وہ ہر روز روزے کے عوض نصف صاع گندم فقیر کو دے گا۔ (ایضاً ص ۲۷۱)

۳- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ وفات سے قبل روزہ رکھنے کے لائق نہیں تھے، تو انہوں نے روزہ نہ رکھا اور اس کے بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلایا تھا۔ (علامہ علی بن ابی بکر: مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۱۶۷)

۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ انتہائی بوڑھا شخص اور بوڑھی عورت جو روزہ نہ رکھ سکتے ہوں، وہ ہر روزہ کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

۵- حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ اس سے مراد وہ شیخ کبیر ہے' جو روزے کی طاقت نہیں رکھتا' تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے عوض مسکین کو نصف صاع گندم دے۔ (سنن کبریٰ، ج ۴، ص ۲۷۱)

۳۸- حالت روزہ میں احتلام ہونے کی صورت میں روزہ نہ ٹوٹنا:

حالت روزہ میں احتلام کی صورت پیش آ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، غسل کرتے وقت منہ اور ناک میں پانی ڈالتے وقت مبالغہ سے کام نہ لیا جائے بلکہ نہایت احتیاط برتی جائے۔

۱- حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ ایک صحابی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احتلام

سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج ۱، ص: ۳۲۳)

۲- حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں سے صائم کا روزہ فاسد نہیں ہوتا: (۱) احتلام ہونے سے، (۲) قے آنے سے، (۳) خون فاسد نکلوانے سے۔

۳- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں سے روزہ دار کا روزہ فاسد نہیں ہوتا: (۱) پچھنا لگوانے سے، (۲) قے سے، (۳) احتلام ہونے سے۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، ج ۱، ص: ۱۵۲)

۳۹- بالغ بچوں کو روزے رکھنے کی عادت ڈلوانا:

نماز کی طرح نابالغ بچوں پر روزہ بھی فرض نہیں ہے، انہیں عادی بنانے کے لیے روزہ رکھوانا چاہیے تاکہ بالغ ہونے کے بعد ان کی یہ عادت پکی ہو جائے اور وہ تاحیات روزے رکھنے کے عادی ہو جائیں۔

۱- حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم لوگ چھوٹے (نابالغ) بچوں کو روزہ رکھواتے، ہم لوگ مسجد میں جاتے تو ان کے لیے کھلونوں کا انتظام کر دیتے، اگر وہ کھانے کے لیے روتے تب بھی ہم ان کی افطاری کے وقت کھانا دیتے تھے۔ (الصحیح للبخاری، ج ۱، ص: ۲۶۳)

۲- ایک روایت میں منقول ہے کہ اگر بچے کھانا مانگتے تو ہم ان کو کھلونا دیتے، جس سے وہ کھانا بھول جاتے حتیٰ کہ ان کا روزہ پورا ہو جاتا تھا۔ (الصحیح للمسلم، ج ۱، ص: ۳۶۰)

۴۰- حالت جنابت میں صبح صادق ہو جانے سے روزہ فاسد نہ ہونا:

وظیفہ زوجیت یا احتلام کی صورت میں جنابت کی حالت میں صبح صادق کا وقت ہونے پر روزہ فاسد نہیں ہوتا، بلکہ نہایت احتیاط سے غسل کر لیا جائے کہ پانی حلق سے نیچے پیٹ میں نہ اترے۔

۱- حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں صبح صادق کرتے، تو آپ غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔ (مصنف عبدالرزاق، ج ۴، ص: ۱۸۰)

۲- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں ہوتے تو غسل فرماتے اور روزہ رکھتے تھے۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج ۳، ص: ۱۵۲)

۳- اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت جنابت میں صبح صادق ہو جاتی تو آپ روزے سے ہوتے تھے۔ (الصحیح لابن خزیمہ، ج ۴، ص: ۲۴۹)

۴۱- بے مثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثل روزے:

جس طرح ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں، اسی طرح آپ کے روزے بھی بے مثل تھے۔ اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال (افطاری کے بغیر روزہ رکھنا) کا آغاز کیا تو صحابہ نے بھی صوم وصال رکھنا شروع کر دیا، ان پر یہ روزہ دشوار ہو گیا، آپ نے انہیں اس سے منع کیا تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بھی تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو صوم وصال سے منع کیا تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں، کیونکہ مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

۳۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر شفقت کرتے ہوئے صوم وصال سے منع کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بھی تو صوم وصال رکھتے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں، میرا پروردگار مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے صحابہ!) تم وصال کے روزے نہ رکھو، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: تم میں سے میری مثل کون ہے؟ میں اپنے پروردگار کے ہاں رات گزارتا ہوں اور وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي قِراءَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 44: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت قرآن کا بیان

294- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد حَدَّثَنَا الليث ابن شهاب عن ابن اَبِىْ مليكة عن يعلى ابن مملك اَنَّهٗ سَاَلَ اُمَّ سَلَمَةَ عَنْ قِرَاءَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَاِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا ۔

⟡⟡ حضرت یعلیٰ بن مملک رضی اللہ عنہ نے کہا: انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں بتایا: ایک، ایک حرف الگ ہوتا تھا۔

295- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا وهب بن جرير بن حازم حَدَّثَنَا اَبِىْ عن قتادة قَالَ قُلْتُ لِاَنَسِ بن مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ قِرَاءَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ مَدًّا ۔

⟡⟡ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا طریقہ کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: آپ الفاظ کو کھینچ کر تلاوت کرتے تھے۔

296- حَدَّثَنَا علي بن حجر حَدَّثَنَا يحيى بن سعيد الاموى عن ابن جريج عن ابن اَبِىْ مليكة عن ام

سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُقَطِّعُ قِرَاءَ تَهُ يَقُوْلُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُوْلُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ يَقِفُ وَكَانَ يَقْرَاءُ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔

◆◆ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قرأت میں (الفاظ کو) الگ الگ ادا کیا کرتے تھے۔ آپ پہلے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" پڑھتے تو پھر ٹھہرتے تھے پھر "الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھتے تھے، پھر ٹھہرتے تھے پھر "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" پڑھتے تھے۔

297- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد حَدَّثَنَا الليث عن معاوية بن صالح عن عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي قَيْسٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَةِ اَمْ يَجْهَرُ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ رُبَّمَا اَسَرَّ وَ رُبَّمَا جَهَرَ قُلْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِي الْاَمْرِ سَعَةً ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن ابوقیس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں دریافت کیا: کیا آپ پست آواز میں قرأت کرتے تھے یا بلند آواز میں؟ انہوں نے جواب دیا: آپ ہر طرح سے قرأت کرتے تھے، آپ پست آواز میں کرتے، اور کبھی آپ بلند آواز میں، تو میں نے کہا: ہر طرح کی حمد اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جس نے تمام معاملات میں وسعت رکھی ہے۔

298- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا وكيع حَدَّثَنَا مسعر عَنْ اَبِي العلاء العبدی عن يحيی بن جعدة عن اُمّ هانی قالت كُنْتُ اَسْمَعُ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِاللَّيْلِ وَ اَنَا عَلٰى عَرِيْشِيْ ۔

◆◆ حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا: میں رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی آواز سن لیا کرتی تھی حالانکہ میں اپنی چھت پر ہوتی تھی۔

299- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ انبانا شعبة عَنْ معاوية بن قرة قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مغفل يَقُوْلُ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى نَاقَتِهٖ يَوْمَ الْفَتْحِ وَ هُوَ يَقْرَاُ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ فَقَرَاَ وَرَجَّعَ قَالَ وَ قَالَ مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ لَوْلَا اَنْ يَّجْتَمِعَ النَّاسُ عَلَيَّ لَاَخَذْتُ لَكُمْ فِيْ ذٰلِكَ الصَّوْتِ اَوْقَالَ اللَّحْنِ ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن دیکھا آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور یہ قرأت کر رہے تھے: "بے شک ہم نے تمہیں واضح فتح عطا کر دی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے پہلوں اور بعد والوں کے ذنب کی مغفرت کر دے۔"

راوی نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت کی اور اس میں "ترجیع" کی۔ معاویہ بن قرہ نامی راوی نے کہا: اگر میرے پاس لوگوں کے جمع ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا، میں تمہیں اس طرز پر قرأت کر کے دکھاتا۔

300- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد حَدَّثَنَا نوح بن قيس الحداني عن حسام بن مصك عن قتادة قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ وَ كَانَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ وَ كَانَ لَا يُرَجِّعُ ۔

◆◆ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جس بھی نبی کو مبعوث کیا وہ خوبصورت شکل وصورت کا مالک اور اس کی آواز بھی اچھی تھی۔ تمہارے نبی بھی خوبصورت چہرے والے تھے، خوبصورت آواز کے مالک تھے اور آپ ترجیع نہیں کیا کرتے تھے۔

301- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا يحيىٰ بن حسان حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن اَبِي الزناد عن عمرو بن اَبِي عمرو عن عكرمة عن ابن عباس قَالَ كَانَ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رُبَّمَا يَسْمَعُهَا مَنْ فِي الْحُجْرَةِ وَ هُوَ فِي الْبَيْتِ ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت بعض اوقات ایسی ہوتی، کہ جو شخص صحن میں موجود ہوتا، وہ سن لیتا تھا حالانکہ آپ گھر کے اندر قرأت کر رہے ہوتے تھے۔

شرح

تلاوت قرآن کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت قرآن کا حسین انداز:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت قرآن کا انداز حسین، دلکش اور پُرکشش تھا جس کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی۔ سامع ایک ایک لفظ سن سکتا تھا اور سمجھنے والا بلا دقت سمجھ سکتا تھا۔

۱-حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے تلاوت کر کے بتایا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ہر لفظ کو الگ اور بالکل صاف صاف پڑھا۔

۲-حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے تلاوت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کیا؟ انہوں نے فرمایا: آپ اپنی آواز کھینچ کر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (طبقات لابن سعد، ص:۲۷۶)

۳-حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: آپ تلاوت قرآن کس طرح کرتے تھے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ مد کا لحاظ کرتے ہوئے تلاوت کیا کرتے تھے، پھر پڑھ کر سنایا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ کو قدرے لمبا کر کے پڑھا، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو مد کا لحاظ کرتے ہوئے پڑھا۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج:۱، ص:۷۵۴)

۴-حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت عموماً مد کے ساتھ کھینچ کر ہوتی تھی۔

(امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج:۸، ص:۴۹۸)

۲-آپ کی قرأت مد کے ساتھ ہونا:

خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم حامل قرآن تھے، آپ تلاوت قرآن نہایت حسین انداز اور مد کے ساتھ کرتے تھے۔ چلتا ہوا شخص تلاوت سن کر رک جاتا تھا اور پرندے اپنی پرواز کو موقوف کر دیتے تھے۔

۱-حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کے حوالے سے سوال کیا تو انہوں نے جواب میں کہا: مد کے ساتھ ہوتی تھی، پھر مد کے ساتھ پڑھ کر دکھایا: بِسْمِ اللّٰهِ میں مد کیا، الرَّحْمٰنِ میں مد کیا، الرَّحِیْمِ میں مد کیا۔ یعنی اللّٰهِ کی لام، رَحْمٰنِ کی میم اور رَحِیْمِ کی یا کو کھینچ کر پڑھا۔ (الصحیح للبخاری، ج:۲، ص:۷۵۴)

۲-حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت قرآن بلند آواز سے کرتے تھے یا پست آواز میں؟ انہوں نے جواب دیا: دونوں طریقوں سے۔ میں نے کہا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اس (دین) میں وسعت رکھی ہے۔ (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج:۱، ص:۲۰۳)

۳-خوش الحانی سے تلاوت کرنا:

امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شیریں آواز تھے اور قرآن کریم کی تلاوت نہایت خوش الحانی سے فرمایا کرتے تھے۔

۱-حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حسین صورت اور حسین آواز سے نوازا تھا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوبصورت وخوش آواز تھے اور مصنوعی آواز سے تلاوت نہیں کرتے تھے۔

(امام احمد بن حجر عسقلانی، فتح الباری، شرح صحیح بخاری، ج:۷، ص:۲۰۱)

۲-حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے نماز عشاء رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی، آپ نے سورۃ التین والزیتون کی قرأت کی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی انسان کو خوش آواز اور خوبصورت قرأت والا نہیں دیکھا۔ (الصحیح للبخاری، ج:۲، ص:۱۱۲۶)

۴-خوبصورت آواز سے قرأت کرنا:

قرآن چونکہ کلام خداوندی ہے، اس کی عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کی شایان شان تلاوت کی جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شایان شان اور اچھی آواز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے فتح مکہ کے موقع پر کلام باری تعالیٰ: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ ..... کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ آپ نہایت ترتیل اور حسن صوت کے ساتھ کھینچ کر پڑھ رہے تھے۔ حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کے جمع ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس طرح تلاوت کر کے دکھا دیتا۔ (الصحیح للبخاری، ج:۲، ص:۱۱۲۵)

۵-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کی کیفیت:

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کا انداز اتنا حسین تھا کہ اس میں کثیر خوبیاں جمع ہو جاتی تھیں، آپ کی قرأت پست ہوتی

تھی اور بلند بھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز (مسجد کے) صحن میں سنی جا سکتی تھی جب آپ گھر کے اندر تلاوت فرماتے تھے۔

۶۔ آپ کا دوسروں سے قرأت سننا:

خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کلام الٰہی کی شایان شان تلاوت فرمایا کرتے تھے مگر آپ کو یہ بات بھی پسند تھی کہ دوسروں سے تلاوت سنی جائے۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ کر تلاوت قرآن کرتے، لوگوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔ کسی شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کرتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو اس بات کا علم ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ کر تلاوت قرآن کرتے ہیں، اس پر لوگ جمع ہو جاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں ایسی جگہ بٹھاؤ جہاں سے وہ ہم میں سے کسی کو دیکھ نہ سکے، عرض کیا: ٹھیک ہے، چنانچہ تعمیل حکم کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تلاوت سن کر فرمایا: انہیں لحن داؤدی دی گئی ہے۔

(علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر ہیثمی، مجمع الزوائد، ج:۹، ص:۳۶۰)

۲۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قرأت سنی تو فرمایا: تمہارے بھائی کو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام جیسی خوش الحانی عطا کی ہے۔ (ایضاً)

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو ایک شخص کو تلاوت قرآن کرتے ہوئے دیکھا، دریافت فرمایا: یہ کون ہے؟ عرض کیا گیا: یہ حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ ہیں، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی سے نوازا ہے۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۹۵)

۷۔ آپ کا دوسروں سے قرأت سنانے کی فرمائش کرنا:

خواہ لوگ از خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تلاوت قرآن کی سعادت حاصل کرتے تھے، بعض اوقات آپ دوسروں سے تلاوت قرآن سنانے کی فرمائش بھی کر دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم مجھے قرآن سناؤ، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کو قرآن سناؤں جبکہ قرآن آپ پر نازل کیا گیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: مجھے یہ پسند ہے کہ اپنے علاوہ کسی سے قرآن سنوں۔ (الصحیح للبخاری، ج:۲، ص:۷۵۶)

خواہ آدمی خود بڑے سے بڑا قاری ہو، بعض اوقات دوسروں سے قرآن سننا چاہیے۔ اس طرح دوسروں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور لوگوں میں تلاوت قرآن یا قرآن سیکھنے کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس عمل سے تکبر و غرور کا خاتمہ ہوتا ہے۔

۸-حسن قرأت کا معنیٰ ومفہوم:

حسن قرأت کا مطلب ہے: قرآن کریم کو تجوید کے قواعد کے مطابق ترتیل سے ادا کرنا، جس طرح قرآنی احکام ومسائل پر عمل کرنا عبادت ہے بالکل اسی طرح محض تلاوت قرآن بھی عبادت ہے۔

حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ سے مرسلاً منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: قرآن کو حسن صوت اور اچھے طریقہ سے پڑھنے والا کون ہے یعنی اس کی علامت کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: جب تم اسے پڑھتے ہوئے سنو تو یہ معلوم ہو کہ وہ خدا سے ڈر رہا ہے؟ (امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح ص:۱۹۱)

۹-آپ کا موقع ومحل کے مطابق جواب دینا:

تلاوت قرآن کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم مواقع ومواضع کے اعتبار سے جواب کا بھی زبان مبارک سے اعادہ فرماتے تھے اور سامعین مطالب ومفاہیم خوب سمجھ لیتے تھے۔

۱-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی ۝ پڑھتے تو فرماتے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰی ۔ (تفسیر روح البیان، ج:۳، ص:۱۰۲)

۲-حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت تلاوت کرتے: اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝ تو آپ یوں فرماتے: بَلٰی اَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۔ (تفسیر روح البیان، ج:۳۰، ص:۱۷۷)

۳-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ رحمٰن کی آخر تک تلاوت کی تو فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں خاموش دیکھتا ہوں اور تم سے بہتر تو جنات کی جماعت ہے کہ جب بھی ان پر یہ آیت پڑھی گئی تو انہوں نے جواب میں کہا: لا بشیء من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد ۔

(علامہ جلال الدین محلی وعلامہ جلال الدین سیوطی، تفسیر جلالین، ص:۴۴۴)

۴-حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت تلاوت کرتے: اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰی اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰی ۝ تو آپ فرماتے: سُبْحَانَكَ وَبَلٰی ۔ (علامہ جلال الدین سیوطی، درمنثور، ج:۶، ص:۲۹۶)

۱۰-گانے کی طرز پر تلاوت قرآن کرنے کی ممانعت ہونا:

دور حاضر کا المیہ ہے کہ نعت گانے کی طرز پر پڑھی جاتی ہے اور تلاوت قرآن گانے کی طرز پر کی جاتی ہے۔ یہ طریقہ کار ناجائز ممنوع ہے، جس سے اجتناب ازبس ضروری ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کریم کو گا گا کر پڑھیں گے، نوحہ کی طرز پر پڑھیں گے اور قرآن ان کی گردن تک بھی نہ پہنچے گا۔ ان کے دل میں فتنہ ہوگا اور وہ لوگوں میں سے جس کی قرأت کو پسند کریں گے اس سے سنیں گے۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح ص:۱۹۱)

۱۱-آپ کا ماہ رمضان میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرنا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت قرآن کو بہترین عبادت قرار دیا ہے، خود بھی اس مقدس کتاب کی تلاوت نہایت اہتمام سے فرماتے تھے بالخصوص ماہ رمضان میں اس عبادت کو نہایت درجہ کی وسعت دیتے تھے حتیٰ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دور فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان المبارک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو قرآن کریم سناتے اور وفات کے سال دو بار سنایا تھا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ج:۱، ص:۳۲۵)

۱۲-تلاوت قرآن اور روزہ کی برکت سے قبر سے خوشبو آنا:

تلاوت قرآن اور روزہ دونوں ممتاز ترین عبادات ہیں، جن پر اسلام کا محل قائم ہے، ان کے فیوض و برکات زندگی تک محدود نہیں ہیں بلکہ بعد از وفات بھی باقی رہیں گے اور قبر و حشر میں بھی اس کی برکات کا ظہور ہوگا۔

حضرت علامہ ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مغیرہ بن حبیب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہیں خواب میں دیکھا تو دریافت کیا: تمہاری قبر سے خوشبو آتی ہے، تو اس کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ تلاوت قرآن اور سخت گرمی کے موسم میں روزے کی پیاس کی برکت ہے۔ (علامہ جلال الدین السیوطی، شرح الصدور، ص:۱۹۹)

۱۳-گود میں لیے قرآن کی تلاوت کی برکات کا ظہور:

تلاوت قرآن کی برکات قبر اور حشر میں بھی نمایاں ہوں گی، جس کے نتیجہ میں انسان کے وقار میں اضافہ اور مصائب سے نجات حاصل ہوگی۔

محدث کبیر، حضرت ابن مندہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت عاصم سقطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے: میں نے بلخ میں ایک قبر کھودی جس کے ایک سوراخ میں ایک شیخ کو دیکھا کہ قبلہ رخ متوجہ ہو کر گود میں قرآن لیے ہوئے تلاوت کر رہے ہیں، ان پر سبز لباس ہے اور ان کے گرد باغیچہ ہے۔ (علامہ جلال الدین سیوطی، شرح الصدور، ص:۳۵۲)

۱۴-حفظ قرآن کی تکمیل نہ ہونے پر موت آجائے تو قبر میں اس کی تکمیل ہونا:

جو طالب علم قرآن کی سعادت حاصل کر رہا ہو، تکمیل حفظ قرآن سے قبل اسے موت آجائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ تعینات کیا جاتا ہے، جو قبر میں تکمیل حفظ قرآن کی دولت سے بہرہ ور کرتا ہے۔

حضرت عطیہ عوفی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرآن پڑھا اور اس کے پورا ہونے سے پہلے موت آجائے تو قبر میں ایک فرشتہ آئے گا جو قبر میں اسے تعلیم دے گا۔

حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کسی مومن کا حفظ قرآن مکمل نہیں ہوا اور وہ فوت

ہو گیا تو قبر میں فرشتوں کو حکم ہوگا اسے قرآن پاک حفظ کرائیں تاکہ اللہ پاک اسے حفاظ قرآن میں اٹھائے۔

(علامہ جلال الدین سیوطی، شرح الصدور، ص:۱۹۵)

۱۵- تلاوت قرآن کی برکت سے قبر میں خوشبو:

آدمی کو تلاوت قرآن سے جتنا شغف ہوگا، اتنا ہی اسے قرآن کا فیضان حاصل ہوگا۔ حضرت ابوالحسن رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابراہیم الحفار رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا: میں نے ایک قبر کی کھدائی کی تو ایک اینٹ کھلی اور دیکھا کہ ایک شخص قبر میں بیٹھا تلاوت قرآن کر رہا ہے اور اس سے مشک کی خوشبو آ رہی ہے۔ (علامہ جلال الدین سیوطی، شرح الصدور، ص:۱۸۹)

۱۶- دور رسالت میں قبر سے تلاوت قرآن کی آواز آنا:

قرآن کلام الٰہی ہے، یہ ایک زندہ و پائندہ کتاب ہے، اس کا وظیفہ کرنے والا بھی زندہ رہتا ہے اور دنیا کی طرح قبر میں بھی اس کی تلاوت سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ دنیا سے جانے کے بعد میت سورہ ملک کی تلاوت کرتی ہے۔ اولیاء، صالحین اور علماء ربانیین قبر میں نماز، تلاوت قرآن اور دعا میں مصروف رہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحا : ایک قبر کے پاس خیمہ لگایا، ان کو علم نہیں تھا کہ یہاں قبر ہے، اچانک قبر سے ایک شخص کے سورہ ملک تا آخر پڑھنے کی آواز سنائی ۔ انہوں نے یہ واقعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا، آپ نے فرمایا: یہ سورت میت کو عذاب قبر سے نجات دینے والی اور محفوظ رکھنے والی ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي بُكَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 45: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کا بیان

302- حَدَّثَنَا سويد بن نصر حدثنا عبد الله ابن المبارك عن حماد بن سَلْمَةَ عن ثابت عن مطرف و هو ابن عَبْدُ اللّٰهِ بْن الشخير عن ابيه قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَ لِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ ۔

حضرت مطرف رضی اللہ عنہ جو عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں وہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے اور آپ کے سینے سے رونے کی وجہ سے یوں آواز آ رہی تھی جیسے ہنڈیا جوش کھا رہی ہو۔

303- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا معاوية بن هشام حَدَّثَنَا سفيان عن الاعمش عن ابراهيم عن عبيدة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن مسعود قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِقْرَا عَلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَا عَلَيْكَ وَ عَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَاْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى بَلَغْتُ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاءِ شَهِيْدًا قَالَ فَرَاَيْتُ عَيْنَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ تَهْمِلَانِ ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میرے سامنے قرأت کرو! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کے سامنے قرأت کروں حالانکہ آپ پر قرآن پاک نازل ہوا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اسے دوسرے کی زبانی سنوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورہ نساء پڑھنی شروع کی، جب میں اس آیت پر پہنچا: ''اور ہم تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

304- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جرير عن عطاء بن السائب عن ابيه عن عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عمرو قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُصَلِّيْ حَتّٰى لم يَكَدْ يَرْكَعُ ثُمَّ رَكَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ رَاْسَهُ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَسْجُدَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَرْفَعَ رَاسَهُ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَسْجُدَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَرْفَعَ رَاْسَهُ فَجَعَلَ يَنْفُخُ وَ يَبْكِيْ وَ يَقُوْلُ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِيْ اَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَ اَنَا فِيْهِمْ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِيْ اَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ وَ نَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ فَلَمَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ فَاِذَا انْكَسَفَا فَافْزَعُوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰه تعالٰى ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک دن سورج گرہن ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگے۔ یوں لگتا تھا جیسے آپ رکوع میں جائیں گے ہی نہیں، آپ جب رکوع میں چلے گئے تو یوں لگتا تھا جیسے آپ رکوع سے سر اٹھائیں گے ہی نہیں، آپ نے جب رکوع سے سر اٹھایا تو یوں لگ رہا تھا کہ آپ سجدے میں نہیں جائیں گے، جب آپ سجدے میں چلے گئے تو یوں لگتا تھا جیسے آپ سجدے سے سر اٹھائیں گے ہی نہیں، پھر جب آپ نے سر اٹھالیا تو یوں لگا جیسے پھر آپ سجدے میں نہیں جائیں گے، جب سجدے میں چلے گئے تو یوں لگا پھر جیسے آپ سجدے سے سر نہیں اٹھائیں گے۔ آپ اس میں گہرے سانس لیتے رہے، روتے رہے اور یہ دعا کرتے رہے:

''اے میرے پروردگار! کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا کہ تو ان لوگوں کو اس وقت تک عذاب نہیں دے گا جب تک میں ان کے درمیان موجود ہوں؟ اے میرے پروردگار! کیا تو نے میرے ساتھ یہ وعدہ نہیں کیا کہ تو ان کو اس وقت تک عذاب نہیں دے گا جب تک یہ دعائے مغفرت کرتے رہیں گے؟ ہم تیری بارگاہ میں دعائے مغفرت کرتے ہیں۔''

راوی نے کہا: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات ادا کیں تو سورج روشن ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی، پھر آپ نے فرمایا: سورج اور چاند، اللہ تعالیٰ کی دو نشانیاں ہیں جو کسی شخص کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے، جب یہ دونوں گرہن ہو جائیں تو تم اللہ تعالیٰ کے ذکر کی پناہ میں جایا کرو۔

305- حَدَّثَنَا محمود بن غيلان حَدَّثَنَا اَبُوْ احمد حَدَّثَنَا سفيٰن عن عطاء بن السائب عن عكرمة عن

ابن عباس قَالَ اَخذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ابْنَةً لَّهُ تَقْضِى فَاحْتَضَنَهَا فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَاتَتْ وَ هِىَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَصَاحَتْ اُمُّ اَيْمَنَ فَقَالَ يَعْنِى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَتَبْكِيْنَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَتْ اَلَسْتُ اَرٰكَ تَبْكِى قَالَ اِنِّى لَسْتُ اَبْكِى اِنَّمَا هِىَ رَحْمَةٌ اِنَّ الْمُؤْمِنَ بِكُلِّ خَيْرٍ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اِنَّ نَفْسَهُ تُنْزَعُ مِنْ بَيْنِ جَنْبَيْهِ وَهُوَ يَحْمَدُ اللّٰهَ تَعَالٰى ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی کو بازوؤں میں بھرلیا، آپ نے انہیں اپنے آگے رکھا ہوا تھا' اسی دوران ان کا انتقال ہوگیا کہ وہ آپ کے سامنے ہی موجود تھیں۔ حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کی چیخ نکل گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے رسول کے سامنے رو رہی ہو؟ حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میں آپ کو بھی روتے ہوئے دیکھ رہی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں رو نہیں رہا جو آنسو نکل رہے ہیں یہ رحمت ہیں، مؤمن کا معاملہ ہر حالت میں بہتری کا ہوتا ہے۔ جب اس کی جان اس کے جسم سے نکالی جاتی ہے' تو وہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کررہا ہوتا ہے۔

306– حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدى حَدَّثَنَا سفيٰن عن عاصم بن عبيد الله عن القاسم بن محمد عن عائشة اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ وَهُوَ مَيِّتٌ وَّهُوَ يَبْكِى اَوْقَالَ وَ عَيْنَاهُ تُهْرَقَانِ ۔

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا وہ اس وقت انتقال کر چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

307– حَدَّثَنَا اسحٰق بن منصور حَدَّثَنَا اَبُوْ عامر حَدَّثَنَا فليح وهو ابن سليمان عن هلال بن على عن انس ابن مالك قَالَ شَهِدْنَا ابْنَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَاَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ اَفِيْكُمْ رَجُلٌ لَّمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَا قَالَ اَنْزِلْ فَنَزَلَ فِىْ قَبْرِهَا ۔

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی میت کے ساتھ موجود تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تھے اور میں نے آپ کی آنکھوں سے آنسو نکلتے ہوئے دیکھے۔ آپ نے دریافت کیا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس نے گزشتہ رات صحبت نہ کی ہو؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ہوں! آپ نے فرمایا: تم قبر میں اترو! وہ آپ کی صاحبزادی کی قبر میں اترے۔

شرح

آنسوؤں اور گریہ زاری کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

دنیوی زندگی میں انسان کو کبھی پر مسرت لمحات میسر آتے ہیں اور کبھی غمگین لمحات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، جس کے نتیجہ میں کبھی آدمی خوش وخرم ہوتا ہے اور کبھی حالات سے پریشان ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت انسان دونوں قسم کے حالات سے گزرنا پڑا، آپ کے آنسوؤں اور گریہ زاری کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱-گریہ زاری اور آنسو بہانے کا شرعی حکم:

کسی پریشانی کے موقع پر بلند آواز سے رونے کو ''گریہ زاری'' کہا جاتا ہے، یہ ممنوع وحرام ہے' کیونکہ اس میں بے صبری کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔ روایات میں مذکور ہے کہ میت پر ورثاء کے رونے کے سبب میت کو عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ کسی پریشانی کے موقع پر بغیر آواز کے رونے کو ''آنسو بہانا'' کہا جاتا ہے، شرعی نقطہ نظر سے یہ جائز ہے، کیونکہ اس میں صبر کا عنصر غالب ہے اور اہل صبر کی فضیلت میں ارشاد ربانی ہے: اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۲-حالت نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی وجوہات:

حضرت مطرف بن عبداللہ بن عامر بن صعصعہ شخیر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں آیت اِنْ تُعَذِّبْهُمْ الخ پر روئے تھے، اس رونے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں:

۱-خوف خدا کی وجہ سے

۲-عشق الٰہی کے سبب

۳-اپنی امت کی شفاعت میں

یہ رونا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ حالت نماز میں خوف خدا اور عشق باری تعالیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی وجہ سے نماز مقبول ہوتی ہے جبکہ دنیوی تکلیف سے رونا ممنوع ہے اور اس میں تین حرف ادا ہونے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

(حکیم الامت، مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ، مرأۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ج ۲، ص ۲۲۵)

۳-تلاوت قرآن سن کر آپ کا آنسو بہانا:

قرآن کریم آخری آسمانی کتاب ہے جس کا سننا سنانا، سمجھنا سمجھانا اور اس پر عمل کرنا سب کچھ عبادت ہے۔ دوسری عبادات تو ہم کرتے رہتے ہیں، تلاوت قرآن کے سننے سنانے کی عبادت بھی ہمیں کرنا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام سے قرآن سن کر اور انہیں سنا کر یہ عبادت انجام دیتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تلاوت قرآن سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنسو بہائے تھے۔ اس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں:

۱- قیامت کے دن ذات باری کی بارگاہ میں مقدمہ کے تصور سے۔

۲- اپنی امت پر رحمت ومہربانی کے سبب۔

بہرحال حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن سن کر آنسو بہانا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے بشرطیکہ یہ رونا مصنوعی یا ریا کاری کے طور پر نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴- سورج گرہن کی نماز کے دوران آپ کا رونا:

عہد رسالت میں چاند گرہن اور سورج گرہن کے واقعات بھی پیش آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے ساتھ یہ نماز ادا کی اور اس نماز کے دوران بھی ہیبت خداوندی کے سبب آنسو بہائے تھے۔ اپنے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقع پر سورج گرہن لگنے پر آپ نے نماز ادا کی اور آنسو بھی بہائے تھے۔

۵- اپنی صاحبزادی کے وصال پر آنسو بہانا:

والدین کو اپنی اولاد کے ساتھ جو تعلق ہوتا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو یقیناً ایسا ہی اپنی اولاد سے علاقہ تھا، اپنی صاحبزادی کے وصال کر جانے پر آنسو بہائے جبکہ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا بھی با آواز رو پڑیں، آپ نے انہیں اس کیفیت میں رونے سے منع کیا۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ بھی تو آنسو بہا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ آنسو رحمت کے ہیں جبکہ تمہارا با آواز رونا بے صبری کو ظاہر کرتا ہے' جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

علاوہ ازیں ۸ھ میں حضرت زینب بنت محمد رضی اللہ عنہا کے وصال فرمانے پر آنسو بہاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔

۶- حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے انتقال پر آپ کا انہیں بوسہ دینا:

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ وہ آپ کے محبوب ترین اور جان نثار صحابی تھے جنہوں نے مدینہ طیبہ میں سب سے قبل وصال فرمایا، آپ نے اپنے دست اقدس سے ان کی قبر پر پتھر نصب کیا تھا، صاحب ہجرتین کا اعزاز رکھتے تھے، تہجد گزار دعابد وزاہد تھے، آپ کے رضاعی بھائی تھے، ہجرت کے تیس (۳۰) ماہ بعد ان کا وصال ہوا، آپ نے فرط محبت اور شفقت سے آنسو بہاتے ہوئے انہیں بوسہ دیا تھا۔

اسی طرح جب جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پریشان تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے آنسو بہاتے ہوئے آپ کے چہرہ انور کو بوسہ دیا تھا۔

سوال: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم رات کے وقت گناہ کرتے تھے؟

جواب: اس روایت میں الفاظ: لم یقارف، سے مراد گناہ نہیں ہے بلکہ جماع ہے، شرعی نقطہ نظر سے اپنی زوجہ یا کنیز سے جماع

کرنا گناہ ہرگز نہیں کہلا سکتا، کیونکہ گناہ قابل مؤاخذہ جرم ہے نہ کہ جماع۔ صورتحال یہ پیش آئی تھی کہ بنت رسول حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا ایک عرصہ سے علیل تھیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو علم نہیں تھا کہ آج رات ان کا انتقال ہونے والا ہے، انہوں نے اپنی کنیز سے جماع کرلیا تھا، ان کا یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناگوار گزرا، آپ کی طرف سے اشارۃً تنبیہ کی گئی اور یہ ایک مشفقانہ و محبوبانہ شکوہ اور شکر رنجی تھی جسے معصیت یا گناہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔

فائدہ نافعہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عذر کی وجہ سے صاجزادی صاحبہ کی قبر انور میں نہ اترے اور اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی کسی عذر یا عتاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے قبر میں داخل نہ ہوئے جبکہ حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ قبر انور میں اترے اور صاجزادی صاحبہ کو لحد میں اتارا۔ یاد رہے اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ باپ، بیٹا، بھائی اور یا شوہر عورت کے جنازہ کو قبر میں اتار سکتا ہے مگر کسی مجبوری کی وجہ سے غیر آدمی بھی کفن کے پردہ سے پکڑ کر عورت کی میت کو قبر میں اتارے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي فِرَاشِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 46: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک کا بیان

308- حَدَّثَنَا علی بن حجر حَدَّثَنَا علی بن مسهر عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ اِنَّمَا كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الَّذِيْ يَنَامُ عَلَيْهِ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهٗ لِيْفٌ .

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس بستر پر سویا کرتے تھے وہ چمڑے سے بنا ہوا تھا اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

309- حَدَّثَنَا ابو الخطاب زياد بن يحيٰى البصرى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ميمون حَدَّثَنَا جعفر بن محمد عن ابيه قَالَ سُئِلَتْ عَآئِشَةُ مَاكَانَ فِراشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ بَيْتِكِ قَالَتْ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهٗ لِيْفٌ وَّ سُئِلَتْ حَفْصَةُ مَاكَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ بَيْتِكِ قَالَتْ مِسْحًا نَثْنِيْهِ ثِنْيَتَيْنِ فَيَنَامُ عَلَيْهِ فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ لَيْلَةٍ قُلْتُ لَوْثَنَيْتُهٗ اَربعَ ثِنْيَاتٍ كَانَ اَوْطَأَلَهٗ فَثَنَيْنَاهُ بِاَرْبَعِ ثِنْيَاتٍ فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ مَا فَرَشْتُمُوْلِيَ اللَّيْلَةَ قَالَتْ قُلْنَا هُوَ فِرَاشُكَ اِلَّا اَنَّا ثَنَيْنَاهُ بِاَرْبَعِ ثِنْيَاتٍ قُلْنَا هُوَ اَوْطَأُلَكَ قَالَ رُدُّوْهُ لِحَالَتِهِ الْاُوْلٰى فَاِنَّهٗ مَنَعَتْنِيْ وَطَأَتُهٗ صَلٰوتِيَ اللَّيْلَةَ .

◆◆ حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا: آپ کے گھر میں موجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کس چیز سے بنا ہوا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: چمڑے سے بنا ہوا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا: آپ کے گھر میں موجود

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کس چیز سے بنا ہوا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ایک چادر تھی جس کی ہم دو تہیں بنا لیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سو جایا کرتے تھے۔ ایک رات میں نے سوچا کہ اگر میں اس کی چار تہیں بنا لوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ آرام محسوس ہوگا۔ میں نے اس کی چار تہیں بنا دیں تو صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے حفصہ! گزشتہ رات تم نے میرے لیے کیا بچھایا تھا؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: آپ کا وہی پہلے والا بچھونا تھا۔ البتہ ہم نے اس کی چار تہیں بنا دی تھیں، کیونکہ ہم نے یہ سوچا کہ وہ آپ کے لیے زیادہ آرام دہ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پہلے کی طرح رہنے دو، کیونکہ اس کی نرمی نے مجھے رات کے نوافل نہیں پڑھنے دیے۔

شرح

بستر کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱- چٹائی پر محو استراحت ہونا:

آرام فرمانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی استعمال فرماتے تھے۔

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ چٹائی پر آرام فرما تھے، جس کے نشانات جسم مبارک پر نمایاں تھے اور سر کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا جس کا بھراؤ چمڑے کا تھا۔
(علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ج ۷، ص: ۵۲۹)

۲- اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بوریا تھا جس پر آپ رات کے وقت نماز پڑھتے تھے اور دن کے وقت اسے بچھا کر اس پر آرام فرما ہو جاتے تھے۔ (ایضاً ص: ۵۲۶)

۲- آپ کا چارپائی پر آرام فرمانا:

چارپائی پر آرام کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا، ہجرت کے بعد آپ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام پذیر ہوئے تو چارپائی کے بارے میں دریافت کیا، ان کے ہاں چارپائی موجود نہیں تھی، کسی صحابی نے نہایت عقیدت سے خوبصورت چارپائی تیار کروا کر پیش کی، جو تاحیات استعمال فرماتے رہے اور وصال کے بعد یہ چارپائی حصول برکت کے لیے مردوں کے لیے استعمال ہوتی رہی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کھجور کی چھالوں سے تیار شدہ چارپائی پر آرام فرما تھے اور آپ کے سرہانے چمڑے کا تکیہ تھا جس کا بھراؤ چھالوں کا تھا۔

۳- کھجور کی چٹائی پر آرام فرمانا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور سے تیار شدہ چٹائی پر آرام فرما ہوتے تھے۔

۱- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ

کھجور سے تیار شدہ چٹائی پر آرام کرتے ہوئے دیکھا جس کے نشانات جسم مبارک پر نمایاں تھے، پھر گھر کی اشیاء دیکھنے کی کوشش کی مگر پورے گھر میں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا اور کچھ مقدار میں جو موجود تھے۔ (علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۷، ص ۱۲۴)

۲۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر آرام فرما ہوتے، جسم مبارک پر چٹائی کے نشانات نمایاں ہوتے، آپ کے بیدار ہونے پر میں ہاتھ پھیرنے لگا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ آرام کرنے سے قبل حکم کرتے تو میں بستر پیش کر دیتا جس سے یہ نشانات نمایاں نہ ہوتے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میرا دنیا سے کیا تعلق؟ میری مثال اس مسافر کی ہے جو کسی درخت کے نیچے آرام کرتا ہے پھر بیدار ہو کر چل دیتا ہے۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، ج ۲، ص ۶۰)

۴۔آرام کے لیے گدا ناپسند ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سادگی پسند تھے اور بطور بستر گدا استعمال کرنا آپ کو ناپسند تھا۔ حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے معلوم کرنے کی کوشش کی کہ آپ کا بستر کیسا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال کا بھراؤ تھا۔ میں نے اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کے بارے میں دریافت کیا؟ انہوں نے جواب دیا: آپ کا بستر ٹاٹ کا تھا جس کی میں تہہ دوہری کر دیتی تھی تو آپ اس پر آرام فرما ہو جاتے تھے، ایک شب میں نے خیال کیا کہ اگر اس کو چار تہہ بنا دیا جائے تو آپ مزید آرام سے سو سکیں گے۔ چنانچہ میں نے اس کی چار تہیں بنا دیں، صبح بیدار ہوتے ہی آپ نے فرمایا: اے حفصہ! آج رات تم نے میرے لیے کیا بچھا دیا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہی پہلے والا بستر مگر آپ کے آرام کے لیے اس کو چار تہہ بنا دیا تھا تا کہ قدرے نرم ہو جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے پہلی حالت میں رکھا کرو، کیونکہ اس کی نرمی نے مجھے رات کی نماز سے روک لیا تھا۔ (علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۷، ص ۵۷۰)

۵۔بوریا پر آرام کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معمولی بستر پر آرام کرنا زیادہ پسند کرتے تھے حتیٰ کہ بوریا پر آرام فرما ہو جاتے تھے۔ اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ٹاٹ کا تھا۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج ۱۹، ص ۷۰)

مومن کی اصل منزل تو جنت ہے، دنیا سے دل لگانا اس کی شایانِ شان ہرگز نہیں ہو سکتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی نکہت پاک کے تصدق سے جنت تیار ہوئی ہے، آپ اس دنیا یا اس کے آرام کو کیسے پسند کر سکتے تھے؟ یہی وجہ ہے کہ آپ نے معمولی اشیاء کے استعمال پر اکتفاء کیا۔

۶۔نرم بستر ناپسند ہونا:

چونکہ آپ دنیوی اشیاء اور راحت و آرام کو پسند نہیں کرتے تھے، اسی وجہ سے نرم بستر کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ نے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو نرم بستر تیار کرنے سے منع فرما دیا تھا۔

۱-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر پرانا اور موٹا تھا، میں نے سوچا کہ آپ کے لیے نرم بستر تیار کر دیا جائے، چنانچہ میں نے کر دیا، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اسے الگ کر دو، قسم بخدا! میں اس پر بیٹھوں گا بھی نہیں حتیٰ کہ تم اسے اٹھالو۔ چنانچہ وہ نرم بستر میں نے اٹھالیا۔ (سنن سعید بن منصور، ج:۷، ص:۱۲۸)

۲-اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انصار کی ایک خاتون نے آپ کا بستر دیکھا جو کھردرا اور موٹا تھا، اس نے ایک ایسا بستر پیش کیا جس کا بھراؤ اون کا تھا، آپ نے وہ بستر قبول نہ فرمایا، اس خاتون کو واپس کر دیا۔ آپ نے فرمایا: قسم بخدا! اگر میں چاہوں تو یہ پہاڑ سونا چاندی کے بن کر میرے ساتھ چلا کریں۔ (علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج:۷، ص:۱۲۷)

۷-زائد بستر کو ناپسند کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت سے زائد بستر کو اپنے پاس رکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بستر آدمی کے لیے ہے، دوسرا بستر بیوی کے لیے اور تیسرا بستر مہمان کے لیے ہے جبکہ چوتھا بستر شیطان کے لیے ہے۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح، ص:۳۷۳)

اس روایت سے صاف عیاں ہے کہ ضرورت سے زائد بستر منع ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شیطان کا بستر قرار دیا۔

۸-نرم بستر پیش کرنے کی درخواست کو مسترد کرنا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فضول اور نرم بستر کو ناپسند کرتے' اور نرم و آرام دہ بستر پیش کرنے والے کی درخواست کو مسترد کر دیتے تھے۔ روایات میں مذکور ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے، آپ کا کھردرا بستر دیکھ کر نرم بستر پیش کرتے تو آپ مسترد کر دیتے تھے، آپ فرماتے: میرا دنیا کے ساتھ کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ میری مثال تو اس راہگیر کی ہے' جو کسی درخت کے نیچے تھوڑا سا آرام کرنے کے بعد اپنی راہ لیتا ہے۔

۹-آپ کے بستر کی تعداد؟:

سلطان کونین صلی اللہ علیہ وسلم کسی زائد چیز کو اپنے پاس پھڑکنے نہیں دیتے تھے، نہ اسے اپنے گھر میں رہنے دیتے تھے، اسے فضول تصور کرتے ہوئے شیطانی عمل قرار دیتے اور اس سے اظہار نفرت فرماتے۔

سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے بستر تھے؟ اس کا مختصر جواب جو معتبر کتب میں مذکور ہے، وہ یہ ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک بستر تھا۔ (مواہب لدنیہ، ج:۵، ص:۵۲)

بَابُ مَاجَاءَ فِي تَوَاضُعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 47: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجزی وانکساری کا بیان

310- حَدَّثَنَا احمد بن منيع و سعيد بن عبد الرحمٰن المخزومي وغير واحد قالوا حَدَّثَنَا سفيان بن عيينة عن الزهري عن عبيد الله عن عبد الله ابن عباس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عن عمر بن الخطاب قَالَ قَالَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِىْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اِنَّمَا اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ ۔

❖ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بارے میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں کیا تھا' میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں ۔ تم بس یہی کہو: اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ۔

311- حَدَّثَنَا علی بن حجر رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا سوید ابن عبدالعزیز عن حمید عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ امْرَاَةً جَاءَتْ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ لِىْ اِلَيْكَ حَاجَةً فَقَالَ اجْلِسِىْ فِىْ اَىِّ طَرِيْقِ الْمَدِيْنَةِ شِئْتِ اَجْلِسْ اِلَيْكِ ۔

❖ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کیا: مجھے آپ سے ایک کام ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مدینہ کے جس راستے پر مجھے بٹھانا چاہو میں تمہارے لیے وہاں بیٹھ جاؤں گا۔

312- حَدَّثَنَا علی بن حجر رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا علی ابن مسهر عن مسلم الاعور عن انس ابن مالك قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَ يَشْهَدُ الْجَنَازَةَ وَ يَرْكَبُ الْحِمَارَ وَ يُجِيْبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ وَ كَانَ يَوْمَ بَنِىْ قُرَيْظَةَ عَلٰى حِمَارٍ مَخْطُوْمٍ بِحَبْلٍ مِنْ لِيْفٍ عَلَيْهِ اِكَافٌ مِنْ لِيْفٍ ۔

❖ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کی عیادت کیا کرتے تھے، جنازے میں شریک ہوا کرتے تھے، گدھے پر سوار ہو جایا کرتے' اور غلام کی دعوت قبول کرلیا کرتے تھے۔ غزوہ بنوقریظہ کے دن آپ ایک گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کی چھال سے بنی ہوئی تھی اور اس گدھے کے اوپر کھجور کی چھال سے بنی ہوئی زین موجود تھی۔

313- حَدَّثَنَا واصل بن عبد الاعلی الکوفی حَدَّثَنَا محمد بن فضیل عن الاعمش عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُدْعٰى اِلٰى خُبْزِ الشَّعِيْرِ وَالْاِهَالَةِ السَّنِخَةِ فَيُجِيْبُ وَلَقَدْ كَانَتْ كَانَ لَهٗ دِرْعٌ عِنْدَ يَهُوْدِىٍّ فَمَا وَجَدَ مَا يَفُكُّهَا حَتّٰى مَاتَ ۔

❖ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "جو" کی روٹی اور باسی سالن کی دعوت دی جاتی تو آپ قبول کرلیا کرتے تھے۔ آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی آپ کے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے چھڑوا لیتے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوگیا۔

314- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ الحضری عن سفیان عن الربیع بن صبیح عَنْ يَزِيْدَ بن ابان عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى رَحْلٍ رَثٍّ وَعَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ لَا

تُسَاوِیْ اَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا لَا رِيَاءَ فِيْهِ وَلَا سُمْعَةَ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پرانے پالان پر حج کیا ہے جس پر ایک کمبل موجود تھا اور اس کی قیمت چار درہم بھی نہیں تھی۔ آپ نے دعا کی:

''اے اللہ! اس حج کو ایسا حج بنا دے جس میں کوئی دکھاوا اور ریا کاری نہ ہو۔''

315- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا عفان حَدَّثَنَا حماد بن سَلْمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عن حميد عن انس قَالَ لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ وَ كَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِذٰلِكَ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحابہ کرام کے نزدیک کوئی بھی شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہیں تھا لیکن جب صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کرتے' تو آپ کے لیے کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے، کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ آپ کو یہ بات ناپسند ہے۔

316- حَدَّثَنَا سفين و كيع حَدَّثَنَا جميع ابن عمر بن عبد الرحمٰن العجلى حدثنى رجل من بنى تميم من ولد اَبِىْ هالة زوج خديجة يكنى ابا عبد اللّٰه عن ابن اَبِىْ هالة عن الحسن بن على رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُما قَالَ سَئَلْتُ خَالِيْ هِنْدَ بْنَ اَبِيْ هَالَةَ وَ كَانَ وَصَّافًا عَنْ حُلْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَنَا اَشْتَهِيْ اَنْ يَّصِفَ لِيْ مِنْهَا شَيْئًا فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا يَتَلَأْ لَأُ وَجْهُهٗ تَلَأْ لُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ قَالَ الْحَسَنُ فَكَتَمْتُهَا الْحُسَيْنَ زَمَانًا ثُمَّ حَدَّثْتُهٗ فَوَجَدْتُهٗ قَدْ سَبَقَنِيْ اِلَيْهِ فَسَالَهٗ عَمَّا سَاَلْتُهٗ عَنْهُ وَوَجَدْتُهٗ قَدْ سَاَلَ اَبَاهُ عَنْ مَدْخَلِهٖ وَ عَنْ مَخْرَجِهٖ وَشَكْلِهٖ فَلَمْ يَدَ عْ مِنْهُ شَيْئًا قَالَ الْحُسَيْنُ فَسَاَلْتُ اَبِيْ عَنْ دُخُوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى مَنْزِلِهٖ جَزَّءَ دُخُوْلَهٗ ثَلٰثَةَ اَجْزَاءٍ جُزْءًا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَجُزْءًا لِاَهْلِهٖ وَ جُزْءًا لِنَفْسِهٖ ثُمَّ جُزْءَ جُزْءَهٗ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ النَّاسِ فَيَرُدُّ ذٰلِكَ بِالْخَاصَّةِ عَلَى الْعَامَّةِ وَلَا يَدَّخِرُ عَنْهُمْ شَيْئًا وَّكَانَ مِنْ سِيْرَتِهٖ فِيْ جُزْءِ الْاُمَّةِ اِيْثَارُ اَهْلِ الْفَضْلِ بِاِذْنِهٖ وَ قَسْمُهٗ عَلٰى قَدْرِ فَضْلِهِمْ فِي الدِّيْنِ فَمِنْهُمْ ذُوالْحَاجَةِ وَ مِنْهُمْ ذُوالْحَاجَةِ وَ مِنْهُمْ ذُو الْحَاجَتَيْنِ وَ مِنْهُمْ ذُوالْحَوَائِجِ فَيَتَشَاغَلُ بِهِمْ وَ يُشْغِلُهُمْ فِيْمَا يُصْلِحُهُمْ وَالْاُمَّةَ مِنْ مُسْئَلَتِهِمْ عَنْهُ وَ اِخْبَارِهِمْ بِالَّذِيْ يَنْبَغِيْ لَهُمْ وَ يَقُوْلُ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ وَاَبْلِغُوْنِيْ حَاجَةَ مَنْ لَا يَسْتَطِيْعُ اِبْلَاغَهَا فَاِنَّهٗ مَنْ اَبْلَغَ سُلْطَانًا حَاجَةَ مَنْ لَا يَسْتَطِيْعُ اِبْلَاغَهَا ثَبَّتَ اللّٰهُ قَدَمَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُذْكَرُ عِنْدَهٗ اِلَّا ذٰلِكَ وَلَا يُقْبَلُ مِنْ اَحَدٍ غَيْرَهٗ يَدْخُلُوْنَ رُوَّادًا وَّلَا يَفْتَرِقُوْنَ اِلَّا عَنْ ذَوَاقٍ وَ يَخْرُجُوْنَ اَدِلَّةً يَعْنِيْ عَلَى الْخَيْرِ قَالَ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ مَخْرَجِهٖ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَخْزُنُ لِسَانَهٗ اِلَّا فِيْمَا يَعْنِيْهِ وَ يُؤَلِّفُهُمْ وَلَا يُنَفِّرُهُمْ وَ

يُكْرِمُ كَرِيْمَ كُلِّ قَوْمٍ وَيُوَلِّيْهِ عَلَيْهِمْ وَيُحَذِّرُ النَّاسَ وَ يَحْتَرِسُ مِنْهُمْ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّطْوِىَ عَلٰى اَحَدٍ مِنْهُ بِشْرَهٗ وَلَا خُلُقَهٗ وَ يَتَفَقَّدُ اَصْحَابَهٗ وَ يَسْئَلُ النَّاسَ عَمَّا فِى النَّاسِ وَ يُحَسِّنُ الْحَسَنَ وَ يُقَوِّيْهِ وَ يُقَبِّحُ الْقَبِيْحَ وَ يُوَهِّيْهِ مُعْتَدِلَ الْاَمْرِ غَيْرَ مُخْتَلِفٍ وَلَا يَفْعَلُ مَخَافَةَ اَنْ يَغْفُلُوْا اَوْيَمَلُّوْا لِكُلِّ حَالٍ عِنْدَهٗ عَتَادٌ لَا يُقَصِّرُ عَنِ الْحَقِّ وَلَا يُجَاوِزُهُ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهٗ مِنَ النَّاسِ خِيَارُهُمْ اَفْضَلُهُمْ عِنْدَهٗ اَعَمُّهُمْ نَصِيْحَةً وَاَعْظَمُهُمْ عِنْدَهٗ مَنْزِلَةً اَحْسَنُهُمْ مُوَاسَاةً وَ مُؤَازَرَةً قَالَ فَسَئَلْتُهٗ عَنْ مَجْلِسِهٖ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا يَقُوْمُ وَلَا يَجْلِسُ اِلَّا عَلٰى ذِكْرٍ وَاِذَا انْتَهٰى اِلٰى قَوْمٍ جَلَسَ حَيْثُ يَنْتَهِىْ بِهِ الْمَجْلِسُ وَيَاْمُرُ بِذٰلِكَ يُعْطِىْ كُلَّ جُلَسَائِهٖ بِنَصِيْبِهٖ لَا يَحْسِبُ جَلِيْسُهٗ اَنَّ اَحَدًا اَكْرَمَ عَلَيْهِ مِنْهُ مَنْ جَالَسَهٗ اَوْفَاوَضَهٗ فِىْ حَاجَةٍ صَابَرَهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الْمُنْصَرِفَ وَ مَنْ سَاَلَهٗ حَاجَةً لَمْ يَرُدَّهٗ اِلَّا بِهَا اَوْ بِمَيْسُوْرٍ مِنَ الْقَوْلِ قَدْوَسِعَ النَّاسَ بَسْطُهٗ وَ خُلُقُهٗ فَصَارَلَهُمْ اَبًا وَّصَارُوْا عِنْدَهٗ فِى الْحَقِّ سَوَاءً مَجْلِسُهٗ مَجْلِسُ عِلْمٍ وَ حَيَاءٍ وَصَبْرٍ وَاَمَانَةٍ لَا تُرْفَعُ فِيْهِ الْاَصْوَاتُ وَلَا تُؤْبَنُ فِيْهِ الْحُرَمُ وَلَا تُنْثٰى فَلَتَاتُهٗ مُتَعَادِلِيْنَ يَتَفَاضَلُوْنَ فِيْهِ بِالتَّقْوٰى مُتَوَاضِعِيْنَ يُوَقِّرُوْنَ فِيْهِ الْكَبِيْرَ وَ يَرْحَمُوْنَ فِيْهِ الصَّغِيْرَ وَ يُؤْثِرُوْنَ ذَاالْحَاجَةِ وَ يَحْفَظُوْنَ الْغَرِيْبَ .

امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بڑی وضاحت سے بیان کیا کرتے' اور میری یہ خواہش تھی کہ وہ اس میں سے کچھ میرے سامنے بیان کریں تو انہوں نے یوں بیان کیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے معزز اور زبردست شخصیت کے مالک تھے، آپ کا چہرہ مبارک ایسا روشن تھا جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ حدیث پوری تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ایک عرصے تک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو چھپائے رکھا، پھر میں نے یہ حدیث انہیں بیان کی تو مجھے پتہ چلا کہ مجھ سے پہلے وہ اس حدیث کو حاصل کر چکے ہیں۔ انہوں نے ماموں سے وہی سوال کیا تھا' جو میں نے ان سے کیا تھا۔ پھر مجھے پتہ چلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر اور باہر کے معاملات اور شکل وصورت کے بارے میں بھی دریافت کیا تو انہوں نے اس میں سے کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے والد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے جایا کرتے' تو آپ نے گھر کے وقت کو تین حصوں میں تقسیم رکھا تھا: ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے تھا، ایک حصہ آپ کے گھر والوں کے لیے اور ایک حصہ آپ کی اپنی ذات کے لیے تھا۔ پھر آپ نے اس مخصوص حصے کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا تھا۔ آپ مخصوص لوگوں کے ذریعے عام لوگوں تک اپنا فیض پہنچایا کرتے' اور ان میں سے کوئی بھی چیز اپنے پاس سنبھال کر نہیں رکھتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ مخصوص اپنے حصے میں آپ کا طریقہ کار یہ تھا کہ آپ پہلے اہل فضل کو اندر آنے کی اجازت دیتے تھے اور دین میں ان کی فضیلت کے مطابق انہیں وقت دیا کرتے تھے۔ ان میں سے کسی شخص کی ایک

ضرورت ہوتی، کسی کی دو ضرورتیں ہوتی تھیں اور کسی کی زیادہ ضرورتیں ہوتی تھیں۔ آپ ان کی تکمیل میں مشغول رہتے تھے اور انہیں بھی ان معاملات میں مشغول رکھتے تھے جو ان کے اور دوسرے لوگوں کی بہتری کے لیے ہوتے تھے۔ آپ ان سے اس بارے میں دریافت کیا کرتے' اور انہیں اس بارے میں بتایا کرتے تھے جو ان کے لیے مناسب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم میں سے جو موجود شخص ہے وہ غیر موجود شخص تک اس پیغام کو پہنچا دے اور جو شخص اپنی ضرورت مجھ تک نہیں پہنچا سکتا تم لوگ اس کی ضرورت مجھ تک پہنچاؤ۔ جو شخص حاکم کے پاس اس شخص کی ضرورت پہنچائے جسے وہ شخص خود نہیں پہنچا سکتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے دونوں پاؤں کو ثابت قدم رکھے گا۔'' آپ کے سامنے صرف ضروریات کا تذکرہ کیا جاتا تھا اور اس کے علاوہ آپ کسی چیز کو قبول نہیں کرتے تھے۔ لوگ آپ کے پاس علم کے حصول کے لیے آیا کرتے تھے، جب کوئی آپ کے پاس سے اٹھ کر جاتا تھا' تو اس کا پیٹ سیر ہو جایا کرتا تھا اور وہ جب نکلتے تھے' تو وہ بھلائی کے رہنما بن چکے ہوتے تھے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر کے معاملات کے بارے میں دریافت کیا کہ آپ وہاں کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک کو صرف ضروری باتوں کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔ آپ لوگوں کی تالیف قلب کرتے تھے، انہیں متنفر نہیں کرتے، آپ ہر قوم کے معزز شخص کا احترام کرتے' اور اسے ان کا نگران مقرر کرتے تھے۔ آپ لوگوں کو (برے کاموں سے بچنے کی) تلقین کرتے' اور خود ان سے بچتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی شخص سے بد مزاجی کا مظاہرہ نہیں کیا، آپ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی اور اچھے اخلاق سے پیش آتے تھے۔ آپ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو غیر موجود پاتے تو لوگوں سے اس کے معاملات کے بارے میں دریافت کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھائی کو اچھائی قرار دیتے' اور اس کی تائید کرتے' اور برائی کی مذمت کرتے' اور اسے برا قرار دیتے تھے۔ آپ معاملات میں میانہ روی اختیار کرتے تھے، اختلاف نہیں کیا کرتے' اور غافل نہیں ہوتے تھے۔ اس اندیشے کے تحت کہ کہیں لوگ غفلت کا شکار نہ ہو جائیں یا اکتاہٹ کا شکار نہ ہو جائیں۔ آپ کے پاس ہر صورت حال کی تیاری موجود ہوتی تھی، آپ حق سے پیچھے نہیں رہتے تھے اور اس سے تجاوز بھی نہیں کرتے تھے۔ آپ کے پاس جو لوگ ہوتے تھے وہ بہتر لوگ تھے۔ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ فضیلت والا وہ شخص تھا' جو سب سے زیادہ خیر خواہ ہوتا اور آپ کے نزدیک سب سے زیادہ منزلت اس شخص کی تھی جو دوسروں کے ساتھ سب سے اچھا برتاؤ کرتا تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اٹھتے بیٹھتے تھے' تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ جب آپ لوگوں کے پاس تشریف لاتے تو وہیں بیٹھ جاتے جہاں محفل ختم ہو رہی ہوتی تھی اور اس بات کا حکم بھی دیا کرتے تھے۔ آپ محفل کے تمام شرکاء کو ان کا حصہ دیا کرتے تھے۔ آپ کا ہر شریک یہ سمجھتا تھا کہ اس سے زیادہ معزز آپ کے نزدیک کوئی نہیں ہے۔ جو شخص آپ کے ساتھ بیٹھتا یا اپنے معاملے کو آپ کے سپرد کرتا تو آپ اس کے ساتھ رہتے یہاں تک کہ وہ خود آپ کے پاس سے اٹھ کر چلا جاتا۔ جو شخص آپ سے اپنی حاجت طلب کرتا' آپ اسے واپس نہیں کرتے تھے۔ آپ اس کی حاجت پوری کر دیتے تھے یا نرمی سے جواب دیتے تھے۔ آپ

نے لوگوں کے لیے اپنی مہربانی اور اخلاق کو وسیع کیا ہوا تھا۔ آپ ان کے لیے والد کی طرح مہربان تھے اور حق کے معاملے میں سب لوگ آپ کے لیے برابر حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کی محفل بردباری، حیاء، صبر اور امانت پر مشتمل ہوتی تھی۔ اس میں آوازیں بلند نہیں ہوتی تھیں۔ اس میں قابل احترام چیزوں کی مزاحمت نہیں ہوتی تھی اور غلطیوں کا تذکرہ نہیں ہوتا تھا۔ لوگ ایک دوسرے کے برابر سمجھے جاتے تھے۔ البتہ تقویٰ کے اعتبار سے وہ ایک دوسرے سے زیادہ فضیلت والے سمجھے جاتے تھے۔ سب انکساری اختیار کرتے تھے، اس محفل میں بڑوں کی تعظیم کی جاتی تھی، چھوٹوں پر رحم کیا جاتا تھا، ضرورت مندوں کے لیے ایثار کیا جاتا تھا اور اجنبی شخص کے حقوق کا خیال رکھا جاتا تھا۔

317- حَدَّثَنَا محمد بن عَبْدُ اللّٰهِ بْن بزيع حَدَّثَنَا بشر بن المفضل حَدَّثَنَا سعيد عن قتادة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَوْاُهْدِىَ اِلَیَّ كُرَاعٌ لَّقَبِلْتُ وَلَوْ دُعِيْتُ عَلَيْهِ لَا جَبْتُ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے ایک پایہ تحفے کے طور پر دیا جائے تو میں اسے قبول کرلوں گا اور اگر مجھے ایک پائے کی دعوت دی جائے تو میں اسے قبول کرلوں گا۔

318- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا سفيٰن عن محمد بن المنكدر عن جابر قَالَ جَاءَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَلَا بِرْذَوْنٍ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ کسی خچر یا گھوڑے پر سوار نہیں تھے۔

319- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا اَبُوْ نعيم حدثنا يحيٰى بن اَبِىْ الهيثم العطار قَالَ سَمِعْتُ يوسف بن عَبْدُ اللّٰهِ بْن سلام قَالَ سَمَّانِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُوْسُفَ وَ اَقْعَدَنِىْ فِىْ حُجْرِهٖ وَ مَسَحَ عَلٰى رَاْسِىْ .

حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام یوسف رکھا، آپ نے مجھے اپنی گود مبارک میں بٹھایا اور میرے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا۔

320- حدثنا اسحٰق بن منصور حَدَّثَنَا ابو دَاوٗدَ الطيالسى انبانا الربيع و هو ابن صبيح حَدَّثَنَا يزيد الرقاشى عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَجَّ عَلٰى رَحْلٍ رَثٍّ وَ قَطِيْفَةٍ كُنَّا نَرٰى ثَمَنَهَا اَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ قَالَ لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ لَا سُمْعَةَ فِيْهَا وَلَا رِيَاءَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے پالان کے اوپر اور ایک ایسے کمبل کے اوپر بیٹھ کر حج کیا ہے جس کی قیمت ہمارے نزدیک چار درہم تھی۔ جب آپ کی سواری کھڑی ہوگئی تو آپ نے فرمایا: میں ایسے حج کی نیت کرتا ہوں جس میں کوئی دکھاوا یا ریا کاری نہ ہو۔

321- حَدَّثَنَا اسحٰق حَدَّثَنَا عبد الرزاق حَدَّثَنَا معمر عن ثابت البنانى و عاصم الاحول عَنْ اَنَسِ بْنِ

مَالِكٍ ان رجلا خَيَّاطا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَرَّبَ لَهٗ ثَرِيْدًا عَلَيْهِ دُبَّاءٌ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَاْ خُذُ الدُّبَّاءَ وَكَانَ يُحِبُّ الدُّبَّاءَ قَالَ ثَابِتٌ فَسَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ فَمَا صُنِعَ لِيْ طَعَامٌ اَقْدِرُ عَلَى اَنْ يُّصْنَعَ فِيْهِ دُبَّاءٌ اِلَّا صُنِعَ .

❖ انہی سے یہ روایت بھی منقول ہے: ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور اس نے آپ کے سامنے ثرید رکھا جس میں کدو موجود تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کدو لینے لگے اور آپ کو کدو پسند تھے۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: جب بھی میرے لیے کھانا تیار کیا جاتا ہے اور میرے پاس گنجائش ہو کہ اس میں کدو ڈالے جاسکیں تو میں بنوالیتا ہوں۔

322- حَـدَّثَنَا محمد بن اسماعيل حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن صالح حدثنى معاوية ابن صالح عن يحيى بن سعيد عن عمرة قَالَتْ قِيْلَ لِعَآئِشَةَ مَاذَا كَانَ يَعْمَلُ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ قَالَتْ كَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ يَفْلِيْ ثَوْبَهٗ وَ يَحْلِبُ شَاتَهٗ وَ يَخْدِمُ نَفْسَهٗ .

❖ حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا: رسول الہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: عام لوگوں کی طرح آپ اپنے کپڑے ٹھیک کر لیتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے اور خود اپنے کام کرلیا کرتے تھے۔

شرح

عجز وانکسار کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱- عجز وانکسار باعث وقار:

امیر ہو یا غریب ہر حالت میں عجز وانکسار ایک ایسی دولت ہے جس سے آدمی کا وقار بلند ہوتا ہے۔ مالک کونین ہونے کے باوجود عجز وانکسار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اوڑھنا بچھونا تھا اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی خصوصی ترغیب وتعلیم ارشاد فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ کا مشہور ارشاد گرامی ہے:

من تواضع لله رفعه الله

یعنی جس نے عاجزی اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کرے گا۔

۲- مختار وسلطان ہونے کے باوجود تواضع اختیار کرنا:

روایات میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع نرالی تھی۔ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محبوب! اگر آپ پسند کریں تو شاہانہ زندگی اختیار کریں اور اگر چاہیں تو عام آدمی کی زندگی اختیار کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام آدمی کی زندگی

گزارنے کو پسند کیا۔ یہ تواضع دیکھ کر حضرت اسرافیل علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس تواضع کے سبب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ امتیازی مرتبہ عطا کیا ہے کہ آپ تمام اولاد آدم علیہ السلام کے سردار ہیں، بروز قیامت سب سے پہلے اللہ تعالیٰ آپ کو قبر سے اٹھائے گا اور میدان حشر میں سب کے بارے میں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (قاضی عیاض، الشفاء، ج:۱، ص:۱۳۰)

۲-بندوں کی طرح کھانا پینا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجزی کا یہ عالم تھا کہ عام انسان کی طرح کھاتے اور پیتے تھے۔ حضرت امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا عصا مبارک ٹیکتے ہوئے دردولت سے باہر تشریف لائے، ہم آپ کو دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو گئے، آپ نے عاجزی کی بنا پر فرمایا: تم لوگ عجمی لوگوں کی طرح نہ کھڑے ہوا کرو، میں تو ایک بندہ ہوں اور بندوں کی طرح کھاتا پیتا ہوں۔ (ایضاً)

۳-سواری پر اپنے پیچھے کسی کو سوار کرنا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ گدھے پر سوار ہو جاتے تھے اور اپنے پیچھے کسی کو سوار بھی کر لیتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر تشریف فرما ہوتے تو اپنے پیچھے اپنے خادم کو بھی سوار کر لیا کرتے تھے۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ غزوہ قریظہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی لگام چھال کی رسی کی بنی ہوئی تھی۔ (المواہب اللدنیۃ مع شرح زرقانی، ج:۶، ص:۴۵)

۴-مسکینوں اور خادموں کی دعوت قبول کرنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام لوگوں کی حتیٰ کہ مسکینوں اور خادموں کی دعوت قبول فرما لیتے تھے، ان کے ساتھ گھل مل کر بیٹھتے اور کھانا کھاتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلاموں کی دعوت قبول فرما لیتے، جو کی روٹی یا پرانی چربی کے کھانے کی دعوت دی جاتی تو قبول فرما لیتے تھے۔ آپ مسکینوں کی بیمار پرسی فرماتے، فقراء کے ساتھ تشریف فرما ہوتے اور اپنے صحابہ کے درمیان مل جل کر نشست فرماتے تھے۔ (قاضی عیاض، الشفاء، ج:۱، ص:۱۳۱)

۵-خدام کے کام میں معاونت فرمانا:

خدام کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول کرنا اور خدام کے کاموں میں معاونت کرنا، آپ کے معمولات میں شامل تھا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھریلو کام اپنے دست اقدس کے ساتھ کرتے تھے، اپنے خدام کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرما لیتے تھے اور گھر کے کاموں میں ان کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ (ایضاً ص:۱۳۲)

۶-عام خاتون کا لخت جگر قرار دینا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انکسار کی بنا پر اپنے آپ کو عام خاتون کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ روایت میں مذکور ہے کہ ایک شخص دربار رسالت میں حاضر ہوا، عظمت رسالت کی ہیبت سے خوفزدہ ہو کر کانپنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نہ کوئی سلطان

وقت ہوں اور نہ جابر حکمران ہوں بلکہ قریش کی ایسی خاتون کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کے ٹکڑے کھایا کرتی تھی۔

(المواہب اللدنیۃ مع الزرقانی، ج ۶، ص ۱۷)

۷-اونٹنی کے کجاوے پر سر جھکائے ہوئے بیٹھنا:

فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظّمہ میں اس شان سے داخل ہوئے کہ اونٹنی پر بیٹھے اپنا سر جھکائے ہوئے تھے۔ مشہور روایت کے مطابق فتح مکہ کے موقع پر مکہ معظّمہ میں اس حالت میں داخل ہوئے تھے کہ آپ اونٹنی پر جلوہ افروز ہوکر اپنے سر کو جھکائے ہوئے تھے حتیٰ کہ سر مبارک کجاوے کے اگلے سرے کو لگا ہوا تھا۔

(علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، ج ۱، ص ۱۳۲)

۸-وادی منیٰ میں آپ کا سادہ کجاوے پر تشریف فرما ہونا:

مشہور بزرگ حضرت فضل بن ربیع رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں سلطان وقت حضرت خلیفہ ہارون الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ کے قافلہ حج میں شامل تھا، واپسی پر جب ہم ''کوفہ'' کے پاس سے گزرے تو وہاں حضرت بہلول دانا رحمہ اللہ تعالیٰ بلند جگہ پر کھڑے ہوکر چیخے، میں نے انہیں کہا: آپ خاموش ہو جائیں پیچھے خلیفہ ہارون الرشید آرہے ہیں وہ خاموش ہو گئے، جب خلیفہ ہارون الرشید کی سواری قریب پہنچی تو انہوں نے کہا: اے خلیفہ ہارون الرشید! آپ میری بات سنیں؛ چنانچہ خلیفہ ہارون الرشید بات سننے کے لیے رک گئے۔

حضرت بہلول دانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے خلیفہ وقت! مجھے حضرت ایمن بن نایل رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ روایت کیا کہ حضرت قدامہ بن عبداللہ عامری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے وادی منیٰ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک معمولی کجاوہ پر بیٹھے ہوئے دیکھا کہ وہاں نہ مار تھی، نہ اِدھر اُدھر ہٹانا تھا نہ اور ایک طرف ہو جانے کی آواز کا شور تھا۔

(امام ترمذی، جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۹۰۳)

۹-اپنی زرہ یہودی کے ہاں گروی رکھنا:

مالک ثقلین ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت گھر کی مالی حالت یہ تھی کہ اپنی زرہ ایک یہودی کے ہاں گروی رکھ کر قرضہ لیا ہوا تھا۔ وصال کے بعد خلیفۂ بلافصل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ یہودی سے چھڑائی تھی۔ آپ کی عاجزی کے علاوہ اس سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کفار سے تجارتی معاملات کرنا جائز ہے۔

۱۰-آنے والے مہمانوں کے لیے اپنی چادر بچھانا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ آنے والے ملاقاتیوں کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دیا کرتے تھے۔ حضرت عمرو بن سائب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اسی دوران آپ کے رضاعی والد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حاضر ہوئے، آپ نے اپنی چادر مبارک ان کے لیے بچھادی، وہ اس پر جلوہ افروز ہو

گئے، پھر آپ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں، آپ نے ان کے لیے کپڑے کا باقی حصہ بچھا دیا، پھر آپ کے رضاعی بھائی حاضر خدمت ہوئے تو انہیں اپنے سامنے بٹھا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بطور خدمت وتحفہ کپڑے بھیجا کرتے تھے، یہ وہ نیک قسمت خاتون ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چند ایام تک دودھ پلایا تھا، ابولہب کی لونڈی تھیں، آپ کی ولادت کی اطلاع دینے پر ابولہب نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔ (علامہ قاضی عیاض، الشفاء، ج ۱، ص ۱۲۹)

۱۱- سلام کہنے میں پہل کرنا:

آپ عجز وانکسار کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو سلام کرنے میں پہل کرتے تھے۔

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی، ان میں روح پھونکی تو انہیں چھینک آئی، حکم الٰہی کی تعمیل میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہا، فرشتوں نے جواب میں کہا: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا: اے آدم! فرشتوں کے پاس جائیں اور انہیں سلام کریں، حضرت آدم علیہ السلام ملائکہ کے پاس گئے اور انہیں کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فرشتوں نے جواب میں کہا: وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ بعد ازاں حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا گیا: تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام و جواب یہی ہے۔

(امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۴۰۰)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی شکل پر پیدا کیا، اس وقت ان کا قد ساٹھ (۶۰) ہاتھ تھا، پیدا کرنے کے بعد انہیں فرمایا: اے آدم! تم فرشتوں کے پاس جاؤ اور انہیں سلام پیش کرو، دیکھو کہ وہ اس کا جواب کیا دیتے ہیں، جو وہ جواب دیں وہی تمہارا جواب ہوگا۔ چنانچہ حسب حکم آپ فرشتوں کے پاس گئے، انہیں کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فرشتوں نے جواب میں کہا: وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

(الصحیح للبخاری، ج ۲، ص: ۹۱۲)

۱۲- سلام کہنے میں پہل کرنے والے کا تکبر سے محفوظ ہونا:

سلام کہنے میں پہل کرنے والا تکبر سے محفوظ ہوتا ہے اور ثواب کا زیادہ حقدار بن جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلام کہنے میں پہل کرنے والا تکبر سے محفوظ ہوتا ہے اور اس کے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۴۰۰)

۱۳- بچوں کو سلام کہنے میں پہل فرمانا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کہنے میں پہل کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام فرمایا کرتے تھے۔

(الصحیح للبخاری، ج ۲، ص: ۹۲۳)

۱۴-مسکینوں کا پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہونا:

غریب و مسکین کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امیر کے مقابلہ میں اتنا مقام ہے کہ وہ امیر سے پچاس (۵۰) سال یا پانچ سو (۵۰۰) سال پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ دونوں قسم کی روایات معتبر کتابوں میں مذکور ہیں۔ دونوں قسم کی روایات میں تعارض و منافات نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے پچاس سال کا ذکر فرمایا ہو پھر مزید ترغیب کے لیے پانچ سو (۵۰۰) سال کا عرصہ بیان کر دیا ہو۔ تاہم اس سے غریب و عاجز کی عظمت و شان کا اظہار ہوتا ہے۔

۱۵-عجز و انکسار اور تواضع کے حوالے سے اقوال:

عجز و انکسار اور تواضع کی اہمیت کے حوالے سے چند شخصیات کے اقوال حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تواضع اختیار کرنا بہترین عبادت ہے۔

۲-حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی لگام بلند کر دیتا ہے اور فرشتہ کہتا ہے: عاجزی اختیار کر، اللہ تعالیٰ تجھے بلند کرے گا۔ جب بندہ تکبر و غرور کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے سختی سے زمین پر پٹخ دیتا ہے اور فرشتہ فرماتا ہے: دور ہو جا، اللہ تعالیٰ تجھے خوار کرے۔

۳-حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تواضع یہ ہے کہ تم حق کے سامنے جھک جاؤ، اس کی پیروی کرو اور اگر تم سب سے بڑے جاہل سے بھی حق بات سنو تو اسے قبول کر لو۔

۴-حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام لوگوں کے احوال کا جائزہ لینے کے لیے ان کے چہروں کو دیکھتے تھے، پھر مساکین کے پاس بیٹھ کر فرماتے: مسکین مسکینوں کے پاس بیٹھ گیا ہے۔

۵-حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جودی پہاڑ کو سفینہ نوح علیہ السلام کے ساتھ خاص فرمایا، کیونکہ یہ دوسرے پہاڑوں سے زیادہ عجز کا اظہار کرتا تھا، حراء پہاڑ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے لیے خاص فرمایا، کیونکہ یہ دوسرے پہاڑوں سے زیادہ تواضع پسند تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو اس لیے دیگر مخلوق سے ممتاز کیا، کیونکہ اس میں عجز و تواضع سب سے زیادہ ہے۔

۶-حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تواضع یہ ہے کہ جب تم اپنے گھر سے نکلو تو جس مسلمان سے بھی ملو، اسے ہر اعتبار سے اپنے آپ سے افضل قرار دو۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب **48**: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاقِ عالیہ کا بیان

323- حَدَّثَنَا عباس بن محمد الدوری حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن یزید المقری حَدَّثَنَا لیث بن سعد حدثنی اَبُوْ عثمان الولید بن اَبِیْ الولید عن سلیمان بن خارجة عن خارجة بن زید بن ثابت رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

دَخَلَ نَفَرٌ عَلٰی زَیْدِ ابْنِ ثَابِتٍ فَقَالُوْا لَهٗ حَدِّثْنَا اَحَادِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ مَاذَا اُحَدِّثُکُمْ کُنْتُ جَارَهٗ فَکَانَ اِذَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ الْوَحْیُ بَعَثَ اِلَیَّ فَکَتَبْتُهٗ لَهٗ فَکُنَّا اِذَا ذَکَرْنَا الدُّنْیَا ذَکَرَهَا مَعَنَا وَ اِذَا ذَکَرْنَا الْاٰخِرَةَ ذَکَرَهَا مَعَنَا وَ اِذَا ذَکَرْنَا الطَّعَامَ ذَکَرَهٗ مَعَنَا فَکُلُّ هٰذَا اُحَدِّثُکُمْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ ۔

حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: کچھ لوگ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے‘ انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے بارے میں بتائیں گے؟ انہوں نے جواب دیا: میں تمہیں کیا حدیث سناؤں؟ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی تھا جب آپ پر وحی نازل ہوتی تھی‘ آپ مجھے بلوالیا کرتے‘ اور میں آپ کے لیے لکھ دیتا تھا۔ ہم جب دنیا کا تذکرہ کرتے‘ تو آپ اس تذکرے میں ہمارے ساتھ شریک ہوتے تھے‘ تو جب ہم آخرت کا تذکرہ کرتے‘ تو آپ اس میں ہمارے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ ہم جب کھانے کا تذکرہ کیا کرتے تو آپ ہمارے ساتھ اس کا بھی ذکر کرتے تھے، میں ان میں ہر ایک معاملے کے بارے میں تمہارے سامنے حدیث سنا سکتا ہوں۔

324– حَدَّثَنَا اسحٰق بن موسٰی حَدَّثَنَا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحٰق عن زیاد بن اَبِیْ زیاد عن محمد ابن کعب القرظی عن عمرو بن العاص قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یُقْبِلُ بِوَجْهِهٖ وَحَدِیْثِهٖ عَلٰی اَشَرِّ الْقَوْمِ یَتَاَلَّفُهُمْ بِذٰلِكَ فَکَانَ یُقْبِلُ بِوَجْهِهٖ وَ حَدِیْثِهٖ عَلَیَّ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنِّیْ خَیْرُ الْقَوْمِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا خَیْرٌ اَوْ اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا خَیْرٌ اَمْ عُمَرُ فَقَالَ عُمَرُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا خَیْرٌ اَمْ عُثْمَانُ فَقَالَ عُثْمَانُ فَلَمَّا سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَصَدَقَنِیْ فَلَوَدِدْتُ اِنِّیْ لَمْ اَکُنْ سَئَلْتُهٗ ۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بدتر شخص کی طرف بھی مکمل طور پر متوجہ ہوتے اور بات چیت کیا کرتے اور آپ اس کی تالیف قلب کرنا چاہتے تھے۔ آپ میرے ساتھ مکمل طور پر متوجہ ہو کر گفتگو کیا کرتے تھے‘ میں یہ سمجھتا تھا کہ میں سب سے بہتر ہوں۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں بہتر ہوں یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہتر ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ابوبکر بہتر ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں بہتر ہوں یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: عمر بہتر ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں بہتر ہوں یا عثمان بہتر ہیں؟ آپ نے جواب دیا: عثمان بہتر ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے دریافت کیا تو آپ نے میرے ساتھ سچ بولا، میری یہ خواہش تھی کہ میں نے اس بارے میں آپ سے دریافت نہ ہی کیا ہوتا۔

325– حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بن سعید حَدَّثَنَا جعفر بن سلیمان الضبعی عن ثابت عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِیْنَ فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍّ قَطُّ وَمَا قَالَ لِیْ لِشَیْءٍ صَنَعْتُهٗ لِمَ صَنَعْتَهٗ وَلَا لِشَیْءٍ تَرَکْتُهٗ لِمَ تَرَکْتَهٗ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا وَلَا

مَسِسْتُ خَزًّا وَّلَا حَرِيْرًا وَّلَا شَيْئًا كَانَ أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ أَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے دس برس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے، آپ نے کبھی بھی مجھے اُف تک نہیں کہا، میں نے جو کام کیا اس کے بارے میں آپ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا اور میں نے جو کام نہیں کیا تو اس کے بارے میں کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کیا؟ آپ اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر تھے، میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم کسی چیز کو نہیں چھوا اور میں نے آپ کے پسینے سے زیادہ پاکیزہ کسی مشک یا خوشبو کو نہیں سونگھا۔

326- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد و احمد بن عبدة هو الضبى والمعنى واحد قَالَا عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عن رَسُوْلُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أَنَّهُ كَانَ عِنْدَهُ رَجُلٌ بِهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا يَكَادُ يُوَاجِهُ أَحَدًا بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ فَلَمَّا قَامَ قَالَ لِلْقَوْمِ لَوْ قُلْتُمْ لَهُ يَدَعُ هٰذِهِ الصُّفْرَةَ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک فرد بیٹھا ہوا تھا جس پر زرد رنگ کا نشان موجود تھا، آپ کو جو بات ناپسند ہوتی تھی وہ کسی شخص کے منہ پر نہیں کہا کرتے تھے۔ جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو آپ نے حاضرین سے فرمایا: تم نے اس سے یہ کیوں نہیں کہا کہ وہ اس زرد رنگ کو صاف کر دے؟

327- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عَنْ أَبِىْ اسحق عَنْ أَبِىْ عبد اللّٰه الجدلى و اسمه عبد بن عبد عن عائشة انها قالت لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا وَّلَا سَخَّابًا فِى الْأَسْوَاقِ وَ لَا يَجْزِىْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدزبان نہیں تھے اور نہ ہی بازار میں چلا کر بات کیا کرتے تھے۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے اور درگزر سے کام لیتے تھے۔

328- حَدَّثَنَا هرون بن اسحاق الهمدانى حَدَّثَنَا عبدة عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قَالَتْ مَاضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِيَدِهٖ شَيْئًا قَطُّ إِلَّا أَنْ يُّجَاهِدَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا ضَرَبَ خَادِمًا وَّلَا امْرَأَةً

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کے ذریعے کسی کی کبھی پٹائی نہیں کی سوائے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی خادم اور اہلیہ کو نہیں مارا۔

329- حَدَّثَنَا احمد بن عبدة الضبى حَدَّثَنَا فضيل بن عياض عن منصور عن الزهرى عن عروة عن عائشة قالت مَارَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْتَصِرًا مِنْ مَظْلَمَةٍ ظُلِمَهَا قَطُّ مَالَمْ يُنْتَهَكْ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ تَعَالٰى شَيْءٌ فَإِذَا انْتُهِكَ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ تَعَالٰى شَيْءٌ كَانَ مِنْ أَشَدِّهِمْ فِىْ ذٰلِكَ غَضَبًا وَّمَا

خُيِّرَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا مَالَمْ يَكُنْ مَأْثَمًا ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی کسی ایسی زیادتی کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا جو آپ کے ساتھ کی گئی ہو۔ البتہ جب اللہ تعالیٰ کی کسی حرمت کی پامالی ہوتی تھی تو آپ اس بارے میں سب سے زیادہ شدید غضبناک ہوا کرتے تھے۔ آپ کو جب بھی دو معاملوں کا اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان معاملے کو اختیار کیا بشرطیکہ وہ کوئی گناہ کی صورت نہ ہوتی۔

330- حَدَّثَنَا ابن أَبِيْ عمر حَدَّثَنَا سفين عن محمد بن الكندر عن عروة عن عائشة قَالَتْ إِسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ أَنَا عِنْدَهُ فَقَالَ بِئْسَ ابْنُ الْعَشِيْرَةِ أَوْ أَخُ الْعَشِيْرَةِ ثُمَّ أَذِنَ لَهُ فَأَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی میں اس وقت آپ کے پاس موجود تھی، آپ نے فرمایا: یہ اپنے خاندان کا سب سے برا شخص ہے، پھر آپ نے اسے اندر آنے کی اجازت دی۔ جب وہ اندر آیا تو آپ نے اس کے ساتھ نرمی سے بات کی، پھر جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اس کے بارے میں پہلے یہ بات کہی تھی پھر آپ نے اس کے ساتھ نرمی سے بات کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سب سے برا شخص وہ ہوتا ہے جسے لوگ اس کی بدزبانی سے بچنے کے لیے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔

331- حَدَّثَنَا سفين بن وكيع حَدَّثَنَا جميع بن عمير بن عبد الرحمن العجلى حدثنى رجل من بنى تميم من ولد أَبِيْ هالة زوج خديجة يكنى ابا عبدالله عن ابن لابى هالة عن الحسن بن على رضى الله عنهما قَالَ قَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ سَئَلْتُ أَبِيْ عَنْ سِيْرَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ جُلَسَائِهِ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ دَائِمَ الْبِشْرِ سَهْلَ الْخُلُقِ لَيِّنَ الْجَانِبِ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا سَخَّابٍ وَلَا فَحَّاشٍ وَلَا عَيَّابٍ وَلَا مَشَّاحٍ يَتَغَافَلُ عَمَّا لَا يَشْتَهِيْ وَلَا يُؤْيِسُ مِنْهُ وَلَا يُجِيْبُ فِيْهِ قَدْ تَرَكَ نَفْسَهُ مِنْ ثَلَاثٍ اَلْمِرَاءِ وَ الْإِكْبَارِ وَمَا لَا يَعْنِيْهِ وَتَرَكَ النَّاسَ مِنْ ثَلَاثٍ كَانَ لَا يَذُمُّ أَحَدًا وَّلَا يَعِيْبُهُ وَلَا يَطْلُبُ عَوْرَتَهُ وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا فِيْمَا رَجَا ثَوَابَهُ وَإِذَا تَكَلَّمَ أَطْرَقَ جُلَسَائُهُ كَأَنَّمَا عَلٰى رُءُوْسِهِمُ الطَّيْرُ فَإِذَا سَكَتَ تَكَلَّمُوْا لَا يَتَنَازَعُوْنَ عِنْدَهُ الْحَدِيْثَ وَ مَنْ تَكَلَّمَ عِنْدَهُ أَنْصَتُوْا لَهُ حَتّٰى يَفْرُغَ حَدِيْثُهُمْ عِنْدَهُ حَدِيْثُ أَوَّلِهِمْ يَضْحَكُ مِمَّا يَضْحَكُوْنَ مِنْهُ وَ يَتَعَجَّبُ مِمَّا يَتَعَجَّبُوْنَ وَ يَصْبِرُ لِلْغَرِيْبِ عَلَى الْجَفْوَةِ فِيْ مَنْطِقِهِ وَ مَسْأَلَتِهِ حَتّٰى إِنْ كَانَ أَصْحَابُهُ يَسْتَجْلِبُوْنَهُمْ وَ يَقُوْلُ إِذَا رَأَيْتُمْ طَالِبَ حَاجَةٍ يَطْلُبُهَا فَأَرْفِدُوْهُ وَلَا يَقْبَلُ الثَّنَاءَ إِلَّا مِنْ مُكَافِئٍ وَلَا يَقْطَعُ عَلٰى أَحَدٍ حَدِيْثَهُ حَتّٰى يَجُوْزَ فَيَقْطَعَهُ بِنَهْيٍ أَوْ قِيَامٍ ۔

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے کہ میں نے اپنے والد سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ محفل میں بیٹھنے کے طریقہ کار کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ رو اور نرم اخلاق کے مالک تھے۔ آپ بد مزاج نہیں تھے، سخت دل نہیں تھے، چلا کر بات نہیں کرتے تھے، بدزبانی کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے، عیب تلاش نہیں کرتے' اور تنگی نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ کو جس چیز کی خواہش نہیں ہوتی تھی اس سے چشم پوشی اختیار کرتے تھے۔ البتہ اس سے کسی دوسرے کو مایوس نہیں کرتے تھے، خود آپ اسے قبول نہیں کرتے تھے۔ آپ نے تین چیزوں کو اپنی ذات کے حوالے سے ترک کر دیا تھا: جھگڑا، تکبر اور لایعنی گفتگو کرنا۔ آپ لوگوں کے حوالے سے تین کام نہیں کرتے تھے: آپ کسی کی مذمت نہیں کرتے تھے، کسی کا عیب بیان نہیں کرتے' اور کسی کی پوشیدہ (خامیوں) کو تلاش نہیں کرتے تھے۔ آپ جب گفتگو کرتے' تو وہی گفتگو کرتے تھے جس میں آپ کو ثواب کا یقین ہوتا۔ جب آپ گفتگو کرتے' تو آپ کے پاس بیٹھے لوگ اپنے سروں کو جھکا لیتے تھے، یوں جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ جب آپ خاموش ہوتے' تو لوگ گفتگو کا آغاز کرتے تھے۔ لوگ آپ کے سامنے گفتگو میں بحث و مباحثہ نہیں کرتے تھے۔ آپ کی موجودگی میں جو شخص بات کرتا تو آپ کے سامنے سب لوگ خاموش ہو جاتے، یہاں تک کہ وہ اپنی بات کر کے فارغ ہو جاتا۔ سب لوگوں کی گفتگو آپ کی موجودگی میں اس پہلے آدمی کی مانند ہوتی تھی۔ جس بات پر لوگ ہنسا کرتے تھے آپ بھی اس پر مسکرا دیتے تھے اور جس بات پر لوگ حیرانگی ظاہر کرتے تھے آپ بھی حیرانگی ظاہر کرتے تھے۔ اگر کوئی اجنبی شخص اپنی بات یا کچھ مانگنے کے دوران بدتمیزی کا مظاہرہ کرتا تو آپ اس وقت صبر سے کام لیتے تھے' یہاں تک کہ آپ کے ساتھی یہ چاہتے تھے کہ اس طرح وہ بھی آپ سے فیض یاب ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی ضرورت مند کو دیکھو جو طلب گار ہو' تو اسے دے دیا کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس شخص کی تعریف قبول کرتے تھے جو بدلے کے طور پر کرتا تھا اور آپ کسی شخص کی گفتگو نہیں کاٹتے تھے۔ اگر کوئی شخص حد سے تجاوز کرتا تو آپ اسے روک کر اس کی گفتگو کاٹ دیتے یا پھر اٹھ کر چلے جاتے۔

332- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدی حَدَّثَنَا سفیان عن محمد بن المنکدر قَالَ سَمِعْتُ جابر بن عبد الله يَقُوْلُ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا .

حضرت امام محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے یہ سنا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کوئی چیز مانگی گئی تو آپ نے ''نہ'' نہیں کہا۔

333- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عمران ابو القاسم القرشی المکی حَدَّثَنَا ابراهیم بن سعد عن ابن شهاب عن عبید الله عن ابن عباس قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ اَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ حَتّٰى يَنْسَلِخَ فَيَاْتِيْهِ جِبْرِيْلُ فَيَعْرِضُ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنَ فَاِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ .

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی کے معاملے میں سب سے زیادہ

سخی تھے، آپ رمضان کے مہینے میں سب سے زیادہ سخی ہو جایا کرتے' یہاں تک کہ وہ مہینہ گزر جاتا تھا۔ اس مہینے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آیا کرتے، وہ آپ کے ساتھ قرآن پاک کا دور کیا کرتے تھے۔ جب جبرئیل علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کیا کرتے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی میں چلتی ہوئی ہوا سے زیادہ سخی ہوتے تھے۔

334- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد حَدَّثَنَا جعفر بن سليمان عن ثابت عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ .

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی چیز اگلے دن کے لیے سنبھال کر نہیں رکھی۔

335- حَدَّثَنَا هارون بن موسى بن اَبِىْ علقمة الفروى المدنى حدثنى اَبِىْ عن هشام بن سعد عن زيد بن اسلم عن ابيه عن عمر بن الخطاب اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَسَئَلَهُ اَنْ يُّعْطِيَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَاعِنْدِىْ شَيْءٌ وَلٰكِنِ ابْتَعْ عَلَيَّ فَاِذَا جَاءَنِىْ شَيْءٌ قَضَيْتُهُ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَعْطَيْتَهُ فَمَا كَلَّفَ اللّٰهُ مَالَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ فَكَرِهَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَوْلَ عُمَرَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْفِقْ وَ لَا تَخَفْ مِنْ ذِى الْعَرْشِ اِقْلَالًا فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ عُرِفَ الْبِشْرُ فِىْ وَجْهِهٖ لِقَوْلِ الْاَنْصَارِىْ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا اُمِرْتُ .

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے آپ سے کچھ مانگا کہ آپ اسے عطا کریں تو آپ نے فرمایا: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے تم میری طرف سے خریداری کرلو، جب میرے پاس کوئی چیز آئے گی تو میں اس کی ادائیگی کردوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اسے عطا کردیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس چیز کا پابند نہیں کیا جو آپ کی قدرت میں نہ ہو؟ تو آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات پسند نہیں آئی۔ انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ خرچ کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمی کا اندیشہ نہ کریں، تو آپ مسکرا دیے اور انصاری کی بات کے نتیجے میں آپ کے چہرے مبارک پر خوشی کے آثار نظر آئے۔ پھر آپ نے فرمایا: مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔

336- حَدَّثَنَا على بن حجر حَدَّثَنَا شريك عن عَبْدُ اللّٰهِ بْن محمد بن عقيل عن الربيع بنت معوذ بن عفراء قالت اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَ اَجْرٍ زُغْبٍ فَاَعْطَانِىْ مِلْاَ كَفِّهٖ حُلِيًّا وَ ذَهَبًا .

◆◆ حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں کا تھال لے کر آئی جس میں خربوزے بھی موجود تھے، تو آپ نے مجھے مٹھی بھر کے سونا اور زیورات عنایت فرمائے۔

337- حَدَّثَنَا على بن حشرم وغير واحد قالوا حَدَّثَنَا عِيْسٰى بن يونس عن هشام بن عروة عن ابيه

عن عائشة اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کَانَ یَقْبَلُ الْھَدِیَّۃَ وَ یُثِیْبُ عَلَیْھَا ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحفہ قبول کرلیا کرتے' اور اس کا عوض بھی دیا کرتے تھے۔

شرح

حسن اخلاق کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱-قرآن اور خلق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کی عظمت وشان بیان کی گئی ہے، اس سلسلہ میں دوآیات حسب ذیل ہیں:

۱-وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۝ اور بیشک (اے محبوب!) آپ اخلاق کے بڑے درجہ پر فائز ہیں۔

۲-فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ (آل عمران:۱۵۹)

(اے محبوب!) آپ اللہ کی رحمت کے سبب لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں، اگر آپ سخت دل (یا بد اخلاق) ہوتے تو لوگ آپ سے دور بھاگ جاتے۔

لفظ ''اخلاق'' خلق کی جمع ہے، اگر یہ لفظ خاء کے فتح کے ساتھ ہو اس کا معنیٰ ہے: کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا، پیدا کرنا اور جسم کی ظاہر صورت۔ اگر خاء کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنیٰ ہے: انسان کی طبعی اور جبلی صفت جس کا ادراک بصیرت سے کیا جا سکتا ہے۔

۲-حسن اخلاق کی فضیلت واہمیت:

حسن اخلاق کے سبب دشمن دوست بن جاتے ہیں اور بد اخلاقی کے سبب دوست دشمن بن جاتے ہیں۔ حسن اخلاق کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان اپنے حسن اخلاق کے سبب رات کو عبادت کرنے والے اور شدید موسم گرما میں کسی کو پانی پلانے والے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

(شعب الایمان، رقم الحدیث ۷۹۹۸)

۲-حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک بندہ اپنے حسن اخلاق کے سبب دن میں روزہ رکھنے والے اور رات میں قیام کرنے والوں کا درجہ پالیتا ہے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، ج۴، ص:۳۶۹)

۳-حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم میں سے میرے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو اچھے اخلاق کے مالک، نرم مزاج، لوگوں سے محبت کرنے والے اور لوگ ان سے محبت

کرنے والے ہوں گے۔ قیامت کے دن میرے نزدیک تم سے زیادہ قابل نفرت وہ لوگ ہوں گے جو منہ بھر کر باتیں کرنے والے، باتیں بنا کر لوگوں کو مرعوب کرنے والے اور تکبر وغرور کرنے والے ہوں گے۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، ج ۲، ص: ۴۰۹)

۴- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بہتر شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ضرور فرمائیں، فرمایا: وہ شخص ہے، جو تم میں سے سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہے۔

۵- حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میزان عمل میں حسن اخلاق سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔

۶- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بطور وصیت فرمایا تھا: تم جہاں بھی رہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، گناہ صادر ہونے کی صورت میں بعد میں نیکی کر لیا کرو کہ یہ اسے مٹا دے گی اور لوگوں کا رب اچھے اخلاق والے کے ساتھ ہے۔

۷- حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا: یا رسول اللہ! انسان کو سب سے اچھی چیز کونسی عطا کی گئی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: انسان کو حسن اخلاق سے بہتر کوئی چیز عطا نہیں کی گئی۔

۸- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسن اخلاق انسان کے گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتا ہے جس طرح دھوپ برف کو پگھلا دیتی ہے۔

۹- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں وہی شخص سب سے اچھا ہے جس کے اخلاق سب لوگوں سے اچھے ہوں۔

۱۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنوں میں ایمان کے اعتبار سے کامل ترین وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

۳- بچوں کے ساتھ حسن اخلاق، شفقت اور محبت کرنا:

۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا اور فرمایا: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے پاس سے گزرتے تو آپ بھی انہیں سلام فرمایا کرتے تھے۔

۲- حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے دن مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو آپ کی خدمت میں عبدالمطلب کے دو بیٹے حاضر ہوئے، آپ نے ایک کو اپنے آگے (سواری پر) بٹھا لیا اور دوسرے کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

۳- حضرت اُمّ قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا اپنے بچے کو لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوئیں، آپ نے بچے کو اپنی گود میں بٹھا لیا، اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا، آپ نے اس پر پانی بہا کر صاف کرایا اور کچھ نہ کہا۔

۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے پیار کرتے ہوئے بوسے دے رہے تھے، حضرت اقرع بن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ پاس بیٹھے یہ منظر دیکھ رہے تھے، انہوں نے عرض کیا: میرے دس بیٹے ہیں میں نے ان کو اس طرح کبھی نہیں چوما، آپ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

۵- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دیہاتی شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! جس طرح آپ بچوں کو چومتے ہیں ہم نے کبھی نہیں چوما، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ تمہارے دل سے رحمت نکال لے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

۴- حسن اخلاق کے عوض جنت میں اعلیٰ مقام:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے جھوٹ کو ترک کر دیا جبکہ وہ غلط تھا، اس کے لیے جنت کے شروع میں گھر ہوگا۔ جس شخص نے جھگڑے کو ختم کر دیا جبکہ وہ حق پر تھا، اس کے لیے جنت کے وسط میں گھر ہوگا۔ جس نے عمدہ اخلاق اختیار کیے اس کے لیے جنت میں بالائی حصہ میں گھر بنایا جائے گا۔

(علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۶، ص:۲۶)

۵- رزق کی طرح اخلاق بھی منجانب اللہ تقسیم ہونا:

جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں رزق تقسیم کرتا ہے، اسی طرح اخلاق تقسیم کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم میں اخلاق اس طرح تقسیم کیے ہیں جس طرح تم میں رزق تقسیم کیا ہے۔

(الادب المفرد للبخاری، ص:۹۱)

۶- اخلاق اور عبادت گزاری کے مابین ثواب کا امتیاز:

انسان عمدہ اخلاق کی وجہ سے دوسروں پر ثواب میں فوقیت حاصل کر لیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ دو آدمی (قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں) پیش ہوں گے جو نمازوں، روزوں، حج، جہاد اور دوسری نیکیوں کے اعتبار سے مساوی ہوں گے مگر ان میں سے ایک حسن اخلاق کا مالک ہوگا جس وجہ سے دونوں میں مشرق و مغرب کا فرق ہوگا۔

(علامہ احمد بن حسین بیہقی، ج:۶، ص:۳۳۸)

۷- دنیا میں لوگوں میں مقبول اور آخرت میں بارگاہ خداوندی کا مقرب:

کچھ لوگ ایسے بھی نیک بخت ہیں جو دنیا میں لوگوں کے ہاں معزز اور بارگاہ خداوندی میں مقرب ہوں گے اور وہ حسن اخلاق کی برکت سے ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے

فرمایا: اے اُمِ حبیبہ! حسن اخلاق والے دین ودنیا کی بھلائی حاصل کرلیں گے۔ (علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج ۱، ص ۴۰۱)

۸- دو اعمال جو کرنے میں آسان لیکن ترازو میں وزنی:

انسان کے دو اعمال ایسے ہیں جو کرنے میں آسان اور ترازو میں وزنی ہوں گے اور وہ حسن اخلاق اور سکوت ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اے ابوذر! کیا میں تمہیں دو خصلتیں بتاؤں جو کرنے میں نہایت آسان اور ترازو میں دوسرے اعمال کے مقابل زیادہ وزنی ہوں گی؟ عرض کیا: یارسول اللہ! ضرور فرمائیں، آپ نے فرمایا: حسن اخلاق اور خاموشی کا التزام کرنا، ان سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے جس سے انسان مزین کیا گیا ہو۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج: ۸، ص: ۲۲)

۹- تین امور کی برکت سے حساب آسان اور جنت میں داخلہ یقینی:

تین امور ایسے ہیں جن کی برکت کے باعث آخرت میں حساب آسان اور جنت میں داخلہ یقینی ہو جائے گا، وہ امور یہ ہیں:
(۱) محروم رکھنے والے کو نوازنا، (۲) تعلق منقطع کرنے والے سے جوڑنا، (۳) ظلم وستم کرنے والے کو معاف کرنا۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی میں تین خصلتیں موجود ہوں گی، اللہ تعالیٰ اس کا حساب آسان کردے گا اور اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کردے گا، صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر ہمارے والدین نثار ہوں کیا وہ اخلاق ہیں؟ فرمایا: وہ یہ ہیں:
(۱) جو شخص تمہیں محروم رکھے اس سے نوازنے کا معاملہ کرو، (۲) جو تم سے تعلق منقطع کرنے کی کوشش کرے، اس سے جوڑو، (۳) جو تم پر ظلم وزیادتی کرے، اسے معاف کرو۔ ان امور کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل کردے گا۔ (ایضاً، ص ۱۸۹)

۱۰- عبادت میں کم مگر عالی مرتبہ ہونا:

جو شخص حسن اخلاق کا مالک ہوگا، وہ خواہ عبادت میں کم مگر عالی مرتبہ ہوگا۔ اس حوالے سے چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:
۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے آخرت میں بلند درجہ حاصل کرلے گا' خواہ وہ عبادت میں کمزور ہوگا۔ (المعجم الصغیر للطبرانی، ص: ۷۶)
۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انسان اکثر اوقات زیادہ عبادت گزار نہ ہونے کے باوجود عمدہ اخلاق کی وجہ سے جنت میں اعلیٰ مقام حاصل کرلیتا ہے۔ اسی طرح بدخلقی کی وجہ سے جہنم میں اسفل درجہ میں پہنچ جاتا ہے۔

(اتحاف السادہ شرح احیاء العلوم للغزالی، ج ۷، ص ۳۲۴)

فائدہ نافعہ:

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چار خصلتیں ایسی ہیں جو انسان کو بلند درجہ تک پہنچا دیتی ہیں، خواہ اس کا عمل قلیل ہو، وہ چار خصلتیں یہ ہیں: (۱) حلم وبردباری، (۲) سخاوت وفیاضی، (۳) تواضع وانکساری، (۴) حسن اخلاق۔

۱۱-حسن اخلاق سے بہتر کوئی وصف نہ ہونا:

حسن اخلاق ایک ایسا وصف ہے، جس سے بہتر کوئی وصف نہیں ہوسکتا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تدبیر سے بہتر کوئی سمجھداری نہیں ہے، انبساط سے بہتر کوئی تقویٰ نہیں ہے اور حسن اخلاق سے بہتر کوئی شرف نہیں ہے۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۳۱۱)

۱۲-اسلام، حسن اخلاق کا نام ہے:

حسن اخلاق اتنا عمدہ وصف ہے کہ اسے مکمل اسلام کا نام دیا گیا ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قبیلہ بنوسلمہ کے ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ''اسلام'' کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ حسن اخلاق ہے، اس نے متعدد بار اپنا سوال دوہرایا تو آپ جواب میں یہی فرماتے رہے حتیٰ کہ اس نے پانچویں بار سوال کا عادہ کیا تو آپ کی طرف سے بھی یہی جواب تھا: حسن اخلاق کا نام اسلام ہے۔

(امام احمد بن حسین بیہقی، شعب الایمان، ج:۶، ص:۲۴۲)

۱۳-اعلیٰ اخلاق اللہ تعالیٰ کو پسند ہونا:

اعلیٰ اور عمدہ اخلاق اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین وصف ہے۔

۱-حضرت سعد بن سہل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں اعلیٰ عادات پسند ہیں اور برے اخلاق ناپسند ہیں۔

۲-مروی ہے: اللہ تعالیٰ کریم ہے، کرم وشرافت والے امور کو پسند کرتا ہے۔ وہ اچھے اخلاق کو پسند اور برے اخلاق کو ناپسند کرتا ہے۔ (امام جلال الدین سیوطی، جامع الصغیر، ج:۱، ص:۱۱۱)

۱۴-حسن اخلاق سے بہتر کوئی چیز نہ ہونا:

اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حسن اخلاق سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ اس حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱-قبیلہ مزینہ کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے سوال کیا: یا رسول اللہ! مسلمان کو افضل ترین کس چیز سے نوازا گیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: حسن اخلاق سے۔

۲-حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: لوگوں کو سب سے بہتر کونسی چیز دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو حسن اخلاق سے بہتر کوئی چیز نہیں دی گئی یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے عمدہ چیز حسن اخلاق ہے۔

۳-ایک شخص نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! مسلمانوں کو سب سے بہتر کونسی چیز دی گئی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

اخلاق حسنہ، پھر سوال کیا: پھر کونسی چیز دی گئی؟ جواب میں فرمایا: قلب سیاہ اور شکل اچھی، اپنے آپ کو دیکھ کر خوش ہو جائے۔

(امام احمد بن حسین بیہقی، شعب الایمان، ج:۶، ص:۲۳۵)

۱۵- حسن اخلاق میں برکت ہونا:

انسان کے حسن اخلاق میں برکت رکھی گئی ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عین برکت حسن اخلاق میں ہے۔

۱۶- دین، حسن اخلاق کا نام ہے:

اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں دین، حسن اخلاق کا نام ہے۔ حضرت ابو العلاء بن شخیر رضی اللہ عنہ سے مرسلاً منقول ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے دریافت کیا: دین کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: حسن اخلاق، پھر اس نے دائیں طرف سے سوال کیا: دین کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: حسن اخلاق، اس نے بائیں طرف آ کر سوال کیا: دین کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: حسن اخلاق، اس نے پیچھے ہو کر سوال کیا: دین کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم سمجھتے نہیں ہو؟ آپ نے اظہار ناراضگی نہ کیا۔ (اتحاف السادۃ شرح احیاء العلوم للغزالی، ج:۷، ص:۳۱۸)

۱۷- جس میں چار چیزیں ہوں وہ کامیاب رہا:

جو شخص چار چیزوں کا جامع ہو، پھر اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہو جائے وہ کامیاب رہا، ان چیزوں میں ایک حسن اخلاق ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں چار خصلتیں ہوں، اگر وہ دنیا سے رخصت ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے: (۱) بات کی سچائی، (۲) امانت کی حفاظت، (۳) حسن اخلاق، (۴) حلال لقمہ۔

(المستدرک للحاکم، ج:۴، ص:۲۱۴)

۱۸- جو شخص تین امور سے محروم وہ سب اوصاف سے محروم:

جس شخص میں تین امور موجود نہ ہوں، وہ سب اوصاف سے محروم تصور کیا جائے گا۔ ان تین میں سے ایک حسن اخلاق ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں یہ تین امور نہ ہوں وہ اپنے کسی عمل میں اچھے کام کا ہرگز گمان نہ کرے: (۱) ایسا خوف خدا جو ممنوعات سے روک دے، (۲) ایسی بردباری جو بے راہ روی سے روک دے، (۳) عمدہ اخلاق نہ ہوں کہ لوگوں کے ساتھ زندگی گزار سکے۔

۱۹- دین میں حسن اخلاق مطلوب ہونا:

کلیدی طور پر حسن اخلاق دین میں مطلوب ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل فرمایا: یہ وہ دین ہے جسے میں نے اپنے لیے منتخب کیا اور پسند فرمایا ہے۔ یہ دین سخاوت اور حسن اخلاق پر مشتمل ہے۔

۲۰-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کی جھلک:

امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کثیر خصائل، اوصاف اور اخلاق عالیہ کے جامع تھے۔آپ کے چند ایک اخلاق عالیہ حسب ذیل ہیں:

(۱) سب سے زیادہ بردبار ہونا، (۲) سب سے زیادہ شجاع و بہادر ہونا، (۳) سب سے زیادہ عادل ہونا، (۴) اپنی بیوی، کنیز اور محرم خاتون کے علاوہ کسی کو ہاتھ نہ لگانا، (۵) سب سے زیادہ سخی ہونا، (۶) خدمت میں پیش کی جانے والی دولت کو مکمل طور پر تقسیم کیے بغیر نہ جانا، (۷) ایک سال کے لیے معمولی وارزاں غذا (کھجوریں اور جو) حاصل کرنا، باقی سب کچھ تقسیم کر دینا، (۸) کسی سائل کو محروم نہ کرنا، (۹) سال پورا ہونے سے قبل خوراک ختم ہو جانے کی صورت میں صبر کرنا، (۱۰) نعلین شریفین کو اپنے ہاتھ سے گانٹھنا، (۱۱) اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگانا، (۱۲) گھریلو امور میں اہل خانہ کی معاونت کرنا، (۱۳) بازار سے سودا سلف خود خرید لانا، (۱۴) بکری کا دودھ اپنے ہاتھ سے دوہنا، (۱۵) اہل خانہ سے مل کر گوشت کاٹنا، (۱۶) سب سے بڑھ کر باحیا ہونا، (۱۷) آزاد اور غلام کی دعوت بلا امتیاز قبول کرنا، (۱۸) تحفہ پیش کرنے والے کو خود بھی نوازنا، (۱۹) زکوٰۃ وصدقہ قبول نہ کرنا، (۲۰) ہدیہ قبول کرنا، (۲۱) مسکین اور لونڈی کی دعوت قبول کرنے میں عار محسوس نہ کرنا، (۲۲) اپنی ذات کے لیے غصہ نہ کرنا، (۲۳) بھوک کے سبب اپنے شکم اطہر پر پتھر باندھنا، (۲۴) کھانے سے نقص نہ نکالنا، (۲۵) کھانا ناپسند ہونے کی صورت میں سکوت اختیار کرنا، (۲۶) حلال وطیب چیز کھانے سے احتراز نہ کرنا، (۲۷) عام اور سادہ لباس زیب تن کرنا، (۲۸) انگوٹھی استعمال کرنا، (۲۹) سواری پر اپنے پیچھے خادم یا دوسرے شخص کو سوار کرنا، (۳۰) بیماروں کی عیادت کرنا، (۳۱) نماز جنازہ میں شرکت کرنا بلکہ خود پڑھانا، (۳۲) تعزیت کے لیے تشریف لے جانا، (۳۳) فقراء کے ساتھ بیٹھنا، (۳۴) غرباء اور مساکین کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول کرنا، (۳۵) صلہ رحمی فرمانا، (۳۶) اشراف ورؤسا کو اپنے حسن اخلاق کے ساتھ مانوس کرنا، (۳۷) کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرنا، (۳۸) عذر پیش کرنے والے کا عذر قبول کرنا، (۳۹) حقیقت پر مبنی مزاح فرمانا، (۴۰) قہقہہ لگائے بغیر مسکرانا، (۴۱) اہل خانہ سے دوڑ میں مقابلہ کرنا، (۴۲) کسی کو برا بھلا نہ کہنا، (۴۳) خیر و برکت کی دعا کرنا، (۴۴) ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی ملامت کرنے والے کو معاف کرنا، (۴۵) مختار افعال میں سے آسان کو اختیار کرنا، (۴۶) ضرورتمند شخص کی حاجت برآری کے لیے اٹھ کھڑے ہونا، (۴۷) سلام کہنے میں پہل کرنا، (۴۸) ملاقاتی سے ازخود الگ نہ ہونا، (۴۹) مصافحہ کے وقت ازخود کسی سے ہاتھ نہ چھڑانا، (۵۰) مصافحہ کرنے میں پہل کرنا، (۵۱) بیٹھتے اٹھتے ذکر خداوندی میں مصروف رہنا، (۵۲) قرابت ورضاعت کا رشتہ نہ ہونے کے باوجود آنے والے کے لیے اپنی چادر بچھانا وغیرہ۔

چند اخلاق رزیلہ اور ان کا علاج

انسان بہت سے اخلاق رزیلہ کا ارتکاب کرتا ہے، جس کے نتیجہ میں وہ نقصان کر بیٹھتا ہے اور اپنے قریبی احباب کو دشمن بنالیتا ہے۔ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہے:

۱-غصہ اور اس کی وعید:

بے موقع و بے محل بات بات پر اظہار ناراضگی یا غصہ کرنا مسلمان کی شایان شان ہرگز نہیں ہے، کیونکہ اس سے مذہبی اور اخلاقی نقصان ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے محل و بے موقع غصہ کرنے سے منع کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے کوئی وصیت فرمائیں؟ آپ نے فرمایا: تم غصہ نہ کیا کرو، اس نے کئی بار اپنے سوال کا اعادہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک ہی جواب تھا: تم غصہ نہ کیا کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاقتور شخص وہ نہیں ہے، جو دوسرے کو گرا لے بلکہ طاقتور وہ ہے، جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو پا لے۔

ایک روایت میں ہے کہ غصہ کی حالت میں آدمی کو فوراً وضو کرنا چاہیے، کیونکہ غصہ شیطان کی طرف سے، شیطان آگ سے بنا ہے اور پانی کی وجہ سے آگ بجھ جاتی ہے۔

ایک روایت میں طبیب مطلق صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کا علاج تجویز کرتے ہوئے فرمایا: اگر کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آئے تو وہ بیٹھ جائے اور اگر بیٹھنے کی حالت میں غصہ آئے تو لیٹ جائے تاکہ غصہ ختم ہو جائے۔

۲-حسد اور اس کی مذمت:

کسی آسودہ حال شخص کو دیکھ کر دل ہی دل میں خیال کرنا کہ اس سے یہ نعمتیں چھن جائیں اور زوال پذیر ہو جائیں، حسد کہلاتا ہے۔ غصہ کی طرح حسد بھی بہت بڑا ناسور ہے، جس سے نفرت و کدورت اور عداوت جنم لیتی ہے۔ حسد کرنا بہت بڑا گناہ ہے، حاسد اللہ تعالیٰ پر معترض ہوتا ہے کہ اسے نعمتوں سے نوازا گیا ہے جبکہ مجھے اس سے محروم رکھا گیا ہے؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسد کرنے سے منع فرمایا ہے، فرمایا: حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ اے اللہ کے بندو! تم آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ! (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث ۲۵۵۹)

۳-لالچ اور اس کی وعید:

کسی کے پاس نعمت دیکھ کر یہ خیال کرنا کہ میری نعمت میرے پاس رہے، اس کی نعمت بھی میرے پاس آ جائے اور وہ اس سے محروم ہو جائے، لالچ کہلاتا ہے۔ حسد کی طرح لالچ بھی بہت بڑا ناسور ہے، جس وجہ سے انسان ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آدمی کے پاس دو میدان سونے کے بھرے ہوئے ہوں، تو وہ تیسرے میدان کا بھی طالب رہے گا کہ وہ بھی اسے مل جائے۔ ابن آدم کے پیٹ کو قبر کی مٹی کے علاوہ کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور جو شخص توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث ۱۰۴۸)

ایک روایت میں مذکور ہے کہ ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں:

(۱) امید (لالچ)، (۲) مال کی محبت۔ (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: ۶۴۲۰)

۴- بخل اور اس کی مذمت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی دولت کو نہ اپنے استعمال میں لانا اور نہ دوسروں پر خرچ کرنے کو بخل یا کنجوسی کہا جاتا ہے۔ لالچ کی طرح بخل بھی ایک قابل مذمت ناسور ہے اور بخیل شخص اللہ تعالیٰ کو نہایت درجہ کا ناپسند ہے۔ روایات کے مطابق وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا بلکہ وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔

۱- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سخی شخص اللہ تعالیٰ کے قریب، جنت کے قریب، لوگوں کے قریب ہوگا اور جہنم سے دور رہے گا۔ بخیل اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور ہوگا اور جہنم کے قریب ہوگا۔ بیشک سخی جاہل، بخیل عابد سے اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پیارا ہے۔ (امام ترمذی' جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۱۹۶۸)

۲- رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دھوکہ باز، بخیل اور احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(ایضاً، رقم الحدیث: ۱۹۷)

۳- ایک روایت میں مذکور ہے کہ مومن میں دو خصلتیں جمع نہیں ہو سکتیں: (۱) بخل، (۲) بد اخلاقی۔ (ایضاً، رقم الحدیث: ۱۹۶۹)

۵- تکبر اور اس کی مذمت:

دوسروں کو حقیر و معمولی سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو بڑا تصور کرنا، تکبر کہلاتا ہے۔ بخل کی طرح تکبر بھی ایک متعدی ناسور ہے۔ متکبر شخص شیطان کا ترجمان ہوتا ہے، روئے زمین پر سب سے پہلے شیطان نے تکبر کیا، اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا، اپنے آپ کو نبی علیہ السلام سے افضل قرار دیا، جس کے نتیجہ میں تا قیامت لعنت کا طوق اس کے گلے میں ڈال دیا گیا۔

متکبر شخص کی مذمت و وعید متعدد احادیث میں آئی ہے، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی برابر ایمان ہوگا وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا اور جس آدمی کے دل میں رائی برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۹۱)

۲- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میدان حشر میں متکبرین کو اس حالت میں پیش کیا جائے گا کہ ان کی شکل وصورت انسانوں کی ہوگی، ان کے قد چیونٹیوں کے برابر ہوں گے، وہ ذلت وخواری میں گھرے ہوئے ہوں گے، جہنم کی طرف انہیں گھسیٹ کر لایا جائے گا اور جہنم کے جیل خانہ میں انہیں بند کر دیا جائے گا جس کا نام ''بولس'' ہے۔ وہ ایسی آگ میں داخل کیے جائیں گے جو تمام لوگوں کو بھی جلا دے گی، جس کا نام ''نارالانیار'' ہوگا اور ان لوگوں کو جہنمیوں کا پیپ پلایا جائے گا۔

(جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۲۵۰۰)

۳- ایک روایت میں مذکور ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی وتواضع کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بلند مرتبہ عطا کرے گا، جو آدمی اپنے آپ کو معمولی تصور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ لوگوں کی نظر میں بڑھا دے گا۔ اس کے برعکس متکبر شخص کو اللہ تعالیٰ

پست کرے گا، جو خود کو بڑا سمجھے گا اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سامنے خنزیر کی طرح ذلیل وخوار کرے گا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث ۱۱۷۰۲)

۶-چغلی اور اس کی وعید و مذمت:

کسی کی بات سن کر دوسرے شخص کو بتانے کو چغلی کہا جاتا ہے۔ چغلی ایک متعدی ناسور ہے، چغلی اور چغل خور کی مذمت کی گئی ہے۔ یہ عمل حرام ہے، کبیرہ گناہ ہے اور اس سے احتراز از بس ضروری ہے۔

چغلی اور چغل خور کی مذمت و وعید میں متعدد روایات وارد ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چغلی کبائر میں سے ایک ہے۔ (الامام الذہبی، کتاب الکبائر، ص ۱۸۲)

۲-رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چغل خور آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث ۱۰۵)

۳-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ برا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے، جو ادھر اُدھر کی باتوں میں لگائی بجھائی کرکے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث ۱۸۰۲۰)

۴-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چغل خور کو آخرت سے قبل اس کی قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث ۲۱۶)

۷-غیبت اور اس کی مذمت:

کسی شخص کی عدم موجودگی میں دوسروں سے ایسی بات کہنا کہ اگر وہی بات اس کی موجودگی میں کی جائے تو وہ برا محسوس کرے، کو غیبت کہا جاتا ہے، خواہ وہ حقیقت پر مبنی ہو۔ چغلی کی طرح غیبت بھی متعدی مرض ہے، جس کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے اور اس پر اصرار انسان (مسلمان) کو کفر کے قریب کردیتا ہے۔

غیبت اور غیبت کرنے والے کی وعید و مذمت متعدد روایات میں بیان کی گئی ہے، اس کے چند شواہد حسب ذیل ہیں:

۱-رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الغيبة اشد من الزنا ۔ ''غیبت زنا سے بڑا گناہ ہے۔''

غیبت کو زنا سے بڑا گناہ قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ زانی زنا کے بعد پریشان ہو جاتا ہے، اس عمل کو دوسروں سے چھپانے کی کوشش کرتا ہے اور لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے۔ اس کے برعکس غیبت کرنے والا اپنے عمل پر ڈٹا رہتا ہے، جھگڑا کرتا ہے، اپنے آپ کو سچا جبکہ دوسرے کو جھوٹا بنانے کی ناپاک کوشش کرتا ہے اور اس کا یہ نظریہ لڑائی جھگڑے بلکہ قتل و غارت تک پہنچا دیتا ہے۔

۲-قرآن کریم میں غیبت کی مذمت کے حوالے سے فرمایا گیا ہے:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ (الحجرات: ۱۲)

اور تم میں سے کوئی شخص کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اسے ناپسند کرو گے۔

چھ قسم کے لوگوں کی غیبت جائز ہونا:

شرعی مقاصد کے پیش نظر چھ قسم کے لوگوں کی غیبت جائز ہے:

۱۔مظلوم' سلطان عادل کے سامنے ظالم کے عیوب ونقائص بیان کرسکتا ہے تا کہ اس کی دادرسی یقینی بن سکے۔
۲۔مستفتی، مفتی کے سامنے کسی کے عیوب بیان کرسکتا ہے تا کہ ان کی بنیاد پر فتویٰ دیا جا سکے۔
۳۔برائی بیان کرنے والے شخص کے عیوب کسی مقتدر شخصیت یا صاحب اقتدار سے بیان کرنا تا کہ اس کی زبان کو لگام دی جا سکے۔
۴۔مسلمانوں کے درمیان شر وفساد کے خاتمہ کے لیے کسی کے عیوب ونقائص بیان کرنا، تا کہ انتشار پر قابو پایا جا سکے مثلاً جھوٹے گواہوں، جھوٹے مفتیوں اور جھوٹے منصفوں وغیرہ کے عیوب نمایاں کرنا۔
۵۔فاسق معلن کے عیوب ونقائص کو بیان کرنا جائز ہے مثلاً زانی، شرابی اور شراب خور وغیرہ تا کہ لوگ ان کے ہاتھوں نقصان سے محفوظ رہ سکیں۔
۶۔کسی غیر معروف شخصیت کی پہچان کرانے کے لیے عیوب ونقائص بیان کرنا جائز ہے مثلاً محدثین کا طریقہ کار ہے کہ ایک نام کے متعدد راوی ہوں تو امتیاز کی غرض سے نام کے ساتھ اس کا عرف ذکر کر دیتے ہیں' جیسے: اعمش (چندھا)، اعمیٰ (اندھا)، اعرج (لنگڑا) اور احول (بھینگا) وغیرہ۔ نام کے ساتھ عرف بیان کرنے سے ان کی توہین وتذلیل ہرگز مقصود نہیں ہوتی بلکہ پہچان کرانا مقصود ہوتا ہے۔(الصحیح للمسلم مع شرح نووی، ج:۱،ص:۳۲۲)

۸۔بہتان اور اس کی سزا:

کسی نیک سیرت شخص پر جھوٹا الزام عائد کر دینے کو بہتان کہا جاتا ہے۔ یہ نہایت ذلیل حرکت ہے اور گناہ کبیرہ بھی مثلاً کسی پاک دامن پر زنا کاری کا الزام عائد کر دینا جبکہ ملزم کو اس کا علم بھی نہ ہو۔ بہتان گر کے لیے شریعت نے سزا مقرر کی ہے کہ اسے اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں گے، تاحیات وہ شخص مردود الشہادت قرار پائے گا اور قیامت کے دن اسے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ بہتان گری سے رکنا ضروری ہے ورنہ پورا معاشرہ عداوت وکدورت کا شکار ہوسکتا ہے۔

۹۔جھوٹ کی مذمت:

کسی سے متعلق خلاف واقع بہت کہنے کو ''جھوٹ'' کہا جاتا ہے، بہتان کی طرح یہ ناسور بھی متعدی، کبیرہ گناہ اور کذاب (جھوٹ) کو ملعون قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ○ (آل عمران:۶۱) جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

جھوٹا شخص اس قدر ذلیل وخوار ہوتا ہے کہ اسے کوئی منہ نہیں لگاتا، اس کی سچی بات کو بھی کوئی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، اس کے احباب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور اس پر کوئی اعتماد نہیں کرتا۔

۱۰۔عیب جوئی کی مذمت:

کسی شخص کے عیوب ونقائص کی تلاش میں رہنا اور دوسروں سے بیان کرنے کو ''عیب جوئی'' کہا جاتا ہے۔ جھوٹ اور بہتان

کی طرح عیب جوئی بھی قابل مذمت ناسور ہے اور اس کا شمار بھی کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مذمت میں فرمایا: وَلَا تَجَسَّسُوْا ۔ اور تم تجسس (عیب جوئی) نہ کرو۔

عیب جوئی کا مرتکب لوگوں کی نظروں میں گر جاتا ہے، اس سے تعلقات متاثر ہوتے ہیں، اسے کوئی منہ لگانے کے لیے تیار نہیں ہوتا، اس سے لوگ احتراز کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور قیامت کے دن اس کے کانوں اور آنکھوں میں پگھلا ہوا شیشہ ڈالا جائے گا۔ لہٰذا خواتین وحضرات کو اس متعدی مرض سے مکمل اجتناب کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ دارین کی ذلت وخواری سے بچا جا سکے۔

۱۱- بدگمانی اور اس کی مذمت:

کسی کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہونے کو "بدگمانی" کہا جاتا ہے، یہ بھی کبیرہ گناہ ہے، قرآن وحدیث میں اس کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے اور اس سے بار بار منع کیا گیا ہے۔ اس ممانعت کی وجہ نفرت ہونے سے احتراز کرنا ہے۔ چنانچہ اس کی مذمت میں یہ ارشاد ربانی موجود ہے: اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ یعنی تم بدگمانی سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی حَیاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ

باب 49: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء کا بیان

338- حَدَّثَنَا محمد بن غیلان حَدَّثَنَا ابو داوٗد حَدَّثَنَا شعبة عن قتادة قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بن اَبِی عتبة یحدث عَنْ اَبِیْ سعید الخدری قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَشَدَّ حَیَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِھَا وَ کَانَ اِذَا کَرِہَ شَیْئًا عَرَفْنَاہُ فِیْ وَجْھِہٖ ۔

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکی سے زیادہ حیا والے تھے اور جب آپ کو کوئی چیز ناپسند ہوتی، تو اس کا اندازہ آپ کے چہرے سے ہو جاتا تھا۔

339- حَدَّثَنَا محمود بن غیلان حَدَّثَنَا وکیع حَدَّثَنَا سفیان عن منصور عن موسی بن عَبْدُ اللّٰہِ بن یزید الخطمی عن مولی العائشة قَالَ قَالَتْ عَآئِشَةُ مَانَظَرْتُ اِلٰی فَرْجِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَوْ قَالَتْ مَارَاَیْتُ فَرْجَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَطُّ ۔

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام نے کہا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے کہ میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کی طرف نہیں دیکھا یا میں نے کبھی آپ کی شرمگاہ کو نہیں دیکھا۔

شرح

شرم وحیاء کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱-شرم وحیاء کا معنیٰ ومفہوم:

وہ کنواری لڑکی جس کی شادی ہونے والی ہوتی ہے، اسے گھر کے ایک کونے میں بٹھا دیا جاتا ہے، اسے کہتے ہیں ''مایوں بٹھانا'' وہ خواہ کتنی چالاک و ہوشیار ہو مگر اب نہایت شرما کر بات کرتی ہے، صرف اغیار سے نہیں بلکہ اپنے ارکان خانہ سے بھی گفتگو کرتے ہوئے شرماتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس شرمیلی لڑکی سے بھی زیادہ شرم وحیاء کرتے تھے۔ شرم وحیاء انسان کا خاص وصف ہے، جتنا کسی کا ایمان قوی ہوگا اتنا ہی وہ زیادہ حیاء دار ہوگا۔

۲-حیاء ایمان کا حصہ ہونا:

بلاشبہ حیاء ایمان کا حصہ ہے اور اس سے الگ نہیں ہوسکتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ستر (۷۰) سے زائد شاخیں ہیں، افضل ترین کلمہ طیبہ ہے، ادنیٰ درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے اور حیاء ایمان کا حصہ ہے۔

۳-حیاء کا ایمان سے تعلق ہونا:

حیاء اور ایمان کا چولی دامن کا تعلق ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء اور قلت کلام دونوں ایمان سے ہیں۔

۴-حیاء کا دین سے تعلق ہونا:

حیاء کا جس طرح ایمان سے تعلق ہے، اسی طرح دین سے تعلق ہے۔ حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے، حیاء کا تذکرہ شروع ہوگیا، لوگوں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا حیاء دین ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: پورا دین ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: حیاء، پاکدامنی اور قلت گفتگو ایمان سے ہیں۔

(امام احمد بن حسین بیہقی، شعب الایمان، ج:۶، ص:۲۳۵)

۵-حیاء اور ایمان میں گہرا تعلق ہونا:

حیاء اور ایمان کے درمیان چولی دامن سے بھی گہرا تعلق ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء اور ایمان دونوں ایک ساتھ ہیں، جب ایک رخصت ہوگا تو دوسرا بھی رخصت ہوگا۔

(امام احمد بن حسین بیہقی، شعب الایمان، ج:۶، ص:۱۴۰)

۶-چیز میں حیاء باعث زینت ہونا:

حیاء جس چیز میں بھی ہو باعث زینت ہوتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: برائی جس چیز میں ہو اسے عیب دار بنا دیتی ہے اور حیاء جس چیز میں بھی ہو اس کے لیے باعث زینت ہوتی ہے۔

(امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۳۰۸)

۷-حالت حیاء میں ہلاک نہ ہونا:

جو شخص صاحب حیاء ہو، اسی حالت میں اللہ تعالیٰ اسے ہلاک نہیں کرتا بلکہ ہلاکت کا ارادہ ہو تو اس سے حیاء کو نکال دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کو ہلاک کرنے کا قصد فرماتا ہے تو اس سے حیاء کو نکال لیتا ہے۔ (علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ص:۴۰۰)

۸-بے حیاء بے ایمان:

جو شخص بے حیاء ہو وہ صاحب ایمان نہیں ہو سکتا، کیونکہ بے حیائی اور ایمان دونوں کا جمع ہونا ممکن نہیں ہے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء ایمان کا حصہ ہے اور جس میں حیاء نہیں اس میں ایمان نہیں ہے۔ (علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج:۳، ص:۳۹۸)

۹-حیاء اللہ تعالیٰ کو پسند ہونا:

اللہ تعالیٰ کے ہاں دو خصلتیں زیادہ پسند ہیں: ایک بردباری اور دوسری حیاء ہے۔ حضرت اشج رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: تم میں دو خصلتیں ایسی موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں: (۱) بردباری، (۲) حیاء۔ میں نے دریافت کیا: یہ پہلے سے تھیں یا اب موجود ہوئی ہیں؟ آپ نے فرمایا: پہلے سے تھیں۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۳۰۸)

۱۰-حیاء کا تعلق ایمان سے اور ایمان کا تعلق جنت سے ہونا:

حیاء، ایمان اور جنت کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء کا تعلق ایمان سے ہے اور ایمان کا تعلق جنت سے ہے۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، ج:۲، ص:۲۱)

۱۱-ایمان کا حیاء کے لیے باعث زینت ہونا:

ایمان، حیاء کے لیے باعث زینت ہوتا ہے۔ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایمان مکمل طور پر خالی ہے، تقویٰ اس کا لباس ہے، شرم و حیاء اس کی زینت ہے اور مال اس کا نفقہ ہے۔

۱۲-حیاء، جنت کے قریب اور جہنم سے دور کرنے والی ہے:

حیاء ایسا وصف ہے جس میں موجود ہو، اسے جنت کے قریب اور جہنم سے دور کر دیتی ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے

منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء اور قلت گوئی دونوں امور کا تعلق ایمان سے ہے اور یہ دونوں جنت کے قریب اور جہنم سے دور کرنے والے ہیں۔ (علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج ۳، ص ۲۹۸)

۱۳- حیاء کا بھلائی ہونا:

حیاء سراپا بھلائی ہی بھلائی ہے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء مکمل طور پر خیر ہے۔ (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۲۶۱)

حضرت امام بخاری فرماتے ہیں: حیاء خیر کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حیاء وقار اور سکینہ کا سبب ہے۔ (الصحیح للبخاری، ج ۲، ص ۹۰۳)

۱۴- حیاء کا اسلام کے نفیس اخلاق میں سے ایک ہونا:

اسلام کے عمدہ اخلاق میں سے ایک ممتاز حیاء ہے۔ حضرت طلحہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مذہب کے عمدہ اخلاق وعادات ہیں، اسلام کے عمدہ اخلاق وعادات میں سے ایک حیاء ہے۔

(مطالب عالیہ، ج ۲، ص ۴۰۹)

۱۵- حیاء کو سب سے پہلے اٹھائے جانا:

اسلام کے عمدہ اخلاق وعادات میں سے شرم وحیاء کو سب سے قبل اٹھایا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلی چیز جو امت سے اٹھائی جائے گی وہ حیاء اور ایمان ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ان دونوں کا سوال کرو۔ (مطالب عالیہ، ج ۲، ص ۴۰۸)

۱۶- حیاء میں کمی کفر کا نقطہ آغاز ہونا:

حیاء میں کمی کفر کا نقطہ آغاز ہو سکتا ہے۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مرسلاً منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء میں کمی کفر ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے: جو شخص شرم وحیاء سے کام نہیں لیتا وہ کافر ہے۔ (مکارم خرائطی، ص ۹۱)

۱۷- حیاء انبیاء کرام علیہم السلام کی عادت ہونا:

کسی بھی معاملہ میں شرم وحیاء سے کام لینا حضرات انبیاء علیہم السلام کی عادت سے ہے۔ حضرت عبداللہ خطمی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ امور حضرات انبیاء علیہم السلام کی عادات میں شامل ہیں:

(۱) شرم وحیاء، (۲) تحمل وبردباری، (۳) پچھنے لگوانا، (۴) مسواک استعمال کرنا، (۵) عطر استعمال کرنا۔

(امام احمد بن حسین بیہقی، شعب الایمان، ج ۶، ص ۱۳۶)

۱۸- مکارم اخلاق کی بنیاد حیاء ہے:

مکارم اخلاق کی بنیاد شرم و حیاء ہے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: مکارم اخلاق دس ہیں، ان میں اصل حیاء ہے۔ (ایضاً، ج:۵،ص:۱۳۸)

۱۹- حیاء نہیں تو جنت نہیں:

حیاء اور جنت کا باہم گہرا تعلق ہے، جس میں حیاء نہیں ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں حیاء نہیں اس میں دین نہیں اور جس میں حیاء نہیں وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (مکارم ابن ابی الدنیا،ص:۸۶)

۲۰- اللہ تعالیٰ سے شرم و حیاء کرنا:

دینوی اور اخروی معاملات میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے شرم و حیاء کرنی چاہیے۔ حضرت ابوسعید بن زید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سے نصیحت کا طالب ہوا، آپ نے فرمایا: میں تمہیں تقویٰ کی نصیت کرتا ہوں اور اس بات کی بھی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے اس طرح شرم و حیاء کرو جس طرح اپنی قوم کے کسی نیک آدمی سے کرتے ہو۔ (امام احمد بن حسین بیہقی، شعب الایمان، ج:۶،ص:۱۴۶)

۲۱- حیاء ختم ہونے پر جو چاہے کرے:

جس شخص سے حیاء کا خاتمہ ہو جائے تو پھر وہ جو چاہے کرتا پھرے۔ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سابق انبیاء علیہم السلام کے نصائح میں سے ہے کہ جب تم سے شرم و حیاء باقی نہ رہے تو جو چاہو گناہ کرتے پھرو۔ (الصحیح للبخاری، ج:۲،ص:۹۰۲)

۲۲- جس زمانہ میں حیاء اٹھ جائے گی اس سے پناہ کی دعا کرنا:

سب سے برا دور وہ ہوگا جس میں حیاء نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہے گی، اس سے پناہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی:

اللھم لایدرکنی اولا ادرک زمان قوم لا یتبعون العلیم ولا یستحیون من العلیم قلوبھم قلوب الاعاجم والسنتھم السنة العرب۔

اے پروردگار! ان لوگوں کا زمانہ مجھے میسر نہ آئے جس میں علماء کی پیروی نہ کی جاتی ہو، کسی نیک بردبار سے شرم و حیاء نہ کی جاتی ہو، ان کے دل عجمیوں کی طرح اور ان کی زبان اہل عرب کی طرح ہو۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی حَجَامَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ

باب 50: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھنے لگوانے کا بیان

340– حَدَّثَنَا علی بن حجر حَدَّثَنَا اسمٰعیل بن جعفر عن حمید قَالَ سئل انس بن مالك عن كسب الحجام فقال انس اِحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ حَجَمَهٗ ابو طیبة فَاَمَرَلَهٗ بِصَاعَیْنِ من طَعَامٍ وَ كَلَّمَ اَهْلَهٗ فَوَضَعُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهٖ وَقَالَ اِنَّ اَفْضَلَ مَا تَدَاوَیْتُمْ بِهِ الْحَجَامَةُ اَوْ اِنَّ مِنْ اَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحَجَامَةُ ۔

◆◆ حضرت حمید رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پچھنے لگانے والے کی کمائی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے، حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو پچھنے لگائے تھے، آپ نے انہیں دو صاع اناج دینے کا حکم دیا' اور ان کے مالک کے ساتھ بات کی' تو ان کے مالک نے ان کی ادائیگی میں کمی کر دی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جو علاج کرتے ہو ان میں سب سے بہترین پچھنے لگوانا ہے۔

341– حَدَّثَنَا عمر بن علی حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا ورقاء بن عمر عن عبد الاعلٰی عن ابی جمیلة عن علی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَ اَمَرَنِیْ فَاَعْطَیْتُ الْحَجَّامَ اَجْرَهٗ ۔

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے، آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے پچھنے لگانے والے کو اس کا معاوضہ ادا کیا۔

342– حَدَّثَنَا ہارون بن اسحٰق الهمدانی حَدَّثَنَا عبدة عن سفیان الثوری عن جابر عن الشعبی عن ابن عباس اظنه قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِحْتَجَمَ فِی الْاَخْدَعَیْنِ وَ بَیْنَ الْكَتِفَیْنِ وَ اَعْطَی الْحَجَّامَ اَجْرَهٗ وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ یُعْطِهٖ ۔

◆◆ حضرت امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان نقل کیا ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کی دونوں جانب موجود رگوں اور دونوں کندھوں کے درمیان پچھنے لگوائے، پھر آپ نے پچھنے لگانے والے کو اس کا معاوضہ ادا کیا۔ اگر یہ حرام ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے عطا نہ کرتے۔

343– حَدَّثَنَا ہارون بن اسحاق حَدَّثَنَا عبدة عن ابن اَبِیْ لیلٰی عن نافع عن ابن عمر اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ دَعَا حَجَّامًا فَحَجَمَهٗ وَسَاَلَهٗ كَمْ خَرَاجُكَ فَقَالَ ثَلٰثَةُ اٰصُعٍ فَوَضَعَ عَنْهُ صَاعًا وَّ اَعْطَاهُ اَجْرَهٗ ۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگانے والے کو بلوایا، اس نے آپ کو پچھنے لگائے۔ آپ نے اس سے دریافت کیا: تم کتنا تاوان ادا کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا: تین صاع، تو آپ نے اس

کا ایک صاع معاف کروا دیا اور اس کا معاوضہ بھی ادا کیا۔

344- حَدَّثَنَا عبد القدوس بن محمد العطار البصری حَدَّثَنَا عمرو بن عاصم حَدَّثَنَا همام وجرير بن حازم قَالَا حَدَّثَنَا قتادة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ فِي الْاَخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ وَكَانَ يَحْتَجِمُ بِسَبْعِ عَشْرَةَ وَتِسْعِ عِشْرَةَ وَاِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کی دونوں جانب رگوں اور کندھوں پر پچھنے لگوائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سترہ (۱۷) یا انیس (۱۹) یا اکیس (۲۱) تاریخ کو پچھنے لگوائے تھے۔

345- حَدَّثَنَا اسحق بن منصور حَدَّثَنَا عبد الرزاق عن معمر عن قتادة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِمَلَلٍ عَلٰى ظَهْرِ الْقَدَمِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پچھنے لگوائے تو اس وقت آپ "ملل" مقام پر حالت احرام میں تھے، آپ نے پاؤں کی پشت پر پچھنے لگوائے۔

شرح

پچھنے لگوانے کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱- پچھنے لگوانا جائز ہونا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء سابقین علیہم السلام کے طرق علاج میں سے ایک پچھنے لگوانا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے، لگانے والے کو اس کی اجرت دی اور ارباب فن کی تحسین وتوصیف فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطیبہ غلام سے پچھنے لگوائے، اس کا مختصر تعارف یوں ہے: اس کا اصل نام: نافع یا دینار تھا، لقب: میسرہ تھا، قبیلہ بنو بیاضہ کا غلام تھا، مالک کا نام محیصہ بن مسعود انصاری تھا۔ یہ غلام فصد لگانے میں مہارت تامہ رکھتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی امور کے حوالے سے اس پر شفقت فرمائی: (۱) اس کے فن کو قابل اعتماد قرار دیا، (۲) مالک سے سفارش کر کے جمع کرائی جانے والی یومیہ رقم میں کمی کرائی، (۳) اس کے فن کی تحسین فرمائی، (۴) اس کی اجرت بروقت ادا فرمائی۔

اس حدیث سے چند مسائل ثابت ہوئے:

(۱) برص کا علاج کرانا جائز ہے۔ (۲) معالج کو اجرت دینا جائز ہے۔ (۳) مالی بوجھ کم کرانا جائز ہے۔ (۴) پچھنے لگوانا جائز ہے۔ (۵) فصد کی اجرت دینا لینا جائز ہے۔

سوال: بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ فصد لگوانا ناجائز اور اس کی اجرت دینا بھی منع ہے جبکہ پہلی حدیث باب سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے؟

جواب: (۱) ممانعت والی روایات منسوخ ہیں۔

(۲) ممانعت والی احادیث کراہت تنزیہی پر محمول ہیں۔

(۳) اثبات والی احادیث مبارکہ بیان جواز پر محمول ہیں۔

۲-حجامت اور فصد میں فرق:

محدثین کرام نے حجامت اور فصد میں فرق کی وضاحت کی ہے: (۱) حجامت: سنگی کے ذریعے خون نکالنے کو کہا جاتا ہے۔

(۲) فصد: پچھنے سے خون نکالنے کو کہا جاتا ہے۔

۳-تواریخ کے تعین کرنے کی وجہ

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی ماہ کی سترہ (۱۷)، انیس (۱۹) اور اکیس (۲۱) تواریخ کو پچھنے لگواتے تھے۔ ان تواریخ میں پچھنے لگوانے میں حکمت یہ تھی کہ ماہ کے ابتدائی ایام میں خون میں جوش ہوتا ہے، پچھنے لگوانے سے زیادہ خون بہہ جانے کا امکان ہوتا ہے جبکہ ماہ کے آخری ایام میں خون میں سکون ہوتا ہے جس میں پچھنے لگوانے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اس لیے تقریباً درمیان والے ایام کا تعین کیا گیا ہے۔ یاد رہے اسلامی ماہ کی تواریخ کا اعتبار کیا جائے گا۔

سوال: پچھنے لگوانے کی تواریخ کا تعین تو سامنے آ گیا مگر ایام کی وضاحت وتعین ضروری ہے؟

جواب: پچھنے کسی بھی دن لگوائے جا سکتے ہیں مگر بہترین ایام یہ ہیں:

(۱) جمعرات، (۲) پیر، (۳) منگل۔ تاہم جمعہ، ہفتہ اور اتوار کے دن فصد نہ کرایا جائے۔ اسی طرح بدھ کے دن بھی فصد نہ کروایا جائے، کیونکہ اس دن کوڑھ کا مرض لاحق ہونے کا اندیشہ ہے۔

فائدہ نافعہ:

تواریخ کے تعین کرنے کا بنیادی مقصد طاق عدد کو ترجیح دینا ہے جس کی فضیلت روایات میں مذکور ہے۔ واللہ تعالی اعلم

۴-فصد کروانے کے فوائد:

پچھنے جسم کے کسی بھی حصہ میں لگوائے جا سکتے ہیں، اس سے کثیر طبی فوائد حاصل ہوتے ہیں، جن میں سے دو حسب ذیل ہیں:

(۱) سر میں فصد کرانے سے جذام، جنون، برص، زیادتی نیند اور دانتوں کی تکالیف وغیرہ امراض سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

(۲) فصد کرانے سے دردِ سر دور ہوتی ہے، آنکھوں سے دھند کا خاتمہ ہوتا ہے اور قوت حافظہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ وغیرہ

۵-اجرت کے جواز وعدم جواز کا اصول:

جس طرح پچھنے لگانے والے کو اجرت دینا جائز ہے اسی طرح اس کا اجرت وصول کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ مثال کے طور پر سود، زنا کی اجرت، نجومی کی فیس، رشوت، تصویر سازی اور گانے کی اجرت لینا حرام ہے اور دینا بھی حرام ہے۔ اپنی عزت وناموس کو بچانے کے لیے، قیدی کو قید سے چھڑانے کے لیے اور اپنی ہجو سے کسی کا منہ بند کرنے کے لیے رشوت دینا جبکہ اس کے بغیر مسئلہ حل نہ ہوتا ہو، دینے والے کے لیے گناہ نہیں ہے مگر لینے والے کے لیے گ

گناہ اور حرام ہے۔ (علامہ زین الدین بن نجیم، الاشباہ والنظائر، ص ۱۳۲)

فائدہ نافعہ:

طبیب حاذق کے مشورہ کے بغیر پچھنے ہرگز نہ لگوائے جائیں، ہمیں اپنے آپ کو اہل عرب پر قیاس نہ کرنا چاہیے' کیونکہ ان کے اور ہمارے امراض میں فرق ہے۔ تاہم اس بات میں شک نہیں کہ پچھنے لگوانا کثیر امراض کا علاج ہے۔

۲- پچھنے لگوانے کے جسمانی حصے:

پچھنے لگوانے کا بنیادی مقصد علاج ہے، یہ جسم کے کسی بھی حصہ میں لگوائے جا سکتے ہیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عموماً اپنے کندھوں کے درمیان دونوں رگوں میں لگواتے تھے اور ایک دفعہ حالت احرام میں اپنے پاؤں پر لگوائے تھے۔ چونکہ رگوں کا تعلق پورے جسم کے خون کے ساتھ ہوتا ہے، اس طرح یہ عمل پورے جسم کے لیے مفید و نافع ثابت ہو سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي اَسْمَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب **51**: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ کا بیان

346- حَدَّثَنَا سعيد بن عبد الرحمٰن المخزومي و غير واحد قالوا حَدَّثَنَا سفيان عن الزهري عن محمد بن جبير بن مطعم عن ابيه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّ لِيْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَّ اَنَا اَحْمَدُ وَ اَنَا الْمَاحِيْ الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَ اَنَا الْحَاشِرُ الذي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيْ وَ اَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ ۔

◆◆ حضرت محمد بن جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے مخصوص نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں مٹانے والا ہوں، میرے ذریعے اللہ کفر کو مٹا دے گا اور میں حشر کرنے والا ہوں۔ لوگوں کو میرے قدموں میں اکٹھا کیا جائے گا، میں عاقب ہوں اور عاقب اس شخص کو کہتے ہیں جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

347- حَدَّثَنَا محمد بن طريف الكوفي حَدَّثَنَا ابوبكر بن عياش عن عاصم عَنْ اَبِيْ وائل عن حذيفة قَالَ لَقِيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَة فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّ اَنَا اَحْمَدُ وَ اَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ وَ نَبِيُّ التَّوْبَةِ وَ اَنَا الْمُقَفّٰى وَ اَنَا الْحَاشِرُ وَ نَبِيُّ الْمَلَاحِمِ

حَدَّثَنَا اسحٰق بن منصور حَدَّثَنَا النضر بن شميل حَدَّثَنَا حماد بن سَلْمَةَ عن عاصم عن زرٍ عن حذيفة عن النبي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نحوه بمعناه هٰكَذَا قَالَ حماد بن سَلْمَةَ عن عاصم عن زرٍ عن حذيفة ۔

◆◆ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ منورہ کے ایک راستے میں ملاقات

ہوئی تو آپ نے فرمایا: میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں، میں ''احمد'' ہوں، میں ''نبی رحمت'' ہوں، میں ''نبی توبہ'' ہوں، میں ''مقفی'' ہوں، میں ''حاشر'' ہوں، اور میں ''نبی ملاحم'' ہوں۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد سے بھی منقول ہے۔

شرح

اسماء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نفیس بحث

۱-احادیث باب میں مذکور اسماء گرامی کے مطالب ومفاہیم:

احادیث باب میں مذکور اسماء نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالب حسب ذیل ہیں:

۱-محمد صلی اللہ علیہ وسلم:

لفظ ''محمد'' کا معنیٰ ہے: وہ ذات جس کی تعریف بار بار کی جائے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمین میں اسم ذاتی ہے، بلاشبہ آپ کی تعریف پوری دنیا میں ہو رہی ہے، یہ تعریف نماز، اذان، تلاوت قرآن اور نعت خوانی کی صورت میں ہو رہی ہے۔ قیامت کے دن بھی آپ کی تعریف ہوگی، حساب کتاب تو چند گھنٹوں میں مکمل ہو جائے گا اور باقی پچاس سال آپ کی نعت وتوصیف میں گزریں گے۔ یہ مضمون آپ کے اسم گرامی سے ماخوذ ہے۔

۲-احمد صلی اللہ علیہ وسلم:

یہ اسم تفضیل واحد مذکر کا صیغہ ہے، جس کا معنیٰ ہے: وہ ذات جو اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد وثناء بیان کرنے والی۔ آپ پیدائش سے لے کر وصال تک اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء میں رطب اللسان رہے، اپنی امت کو اس کا درس دیا، ایک لمحہ بھی غفلت میں نہیں گزارا اور آپ سے بڑھ کر کوئی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے والا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

۳-الماحی صلی اللہ علیہ وسلم:

یہ فعل ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، جس کا معنیٰ ہے: مٹانے والا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو کفر حرف غلط کی طرح مٹ گیا اور اسلام کی روشنی پوری روئے زمین پر پھیل گئی۔ جب آپ نے اعلان نبوت کیا تو چند افراد کے علاوہ سب دشمن بن گئے، آپ حق کا پرچم لے کر نکلے تو کسی مخالفت کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھتے گئے، خواہ آپ کو سرزمین مکہ معظمہ سے ہجرت کرنا پڑی مگر اپنے پروگرام میں کمی نہیں آنے دی۔ بالآخر حق اور اسلام کو اتنا عروج ہوا کہ تا قیامت اسے کوئی ختم نہیں کر سکتا۔

۴-حاشر صلی اللہ علیہ وسلم:

یہ بھی فعل ثلاثی مجرد سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے، جس کا معنیٰ ہے: جمع کرنے والا، چونکہ قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے قبل قبر سے برآمد ہوں گے، لوگ اٹھ کر آپ کے حضور پیش کیے جائیں گے، آپ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے

حضور شفاعت کریں گے، جو قبول کی جائے گی اور حساب کتاب شروع ہو جائے گا جبکہ آسان بھی۔

۵-عاقب صلی اللہ علیہ وسلم:

یہ بھی فعل ثلاثی مجرد سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے، جس کا معنیٰ ہے: آخر میں آنے والا، چونکہ آپ انبیاء علیہم السلام کے آخر میں تشریف لائے اس لیے آپ کا یہ نام تجویز کیا گیا ہے۔ جس طرح آپ اول ہیں اسی طرح آخر بھی ہیں، اول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے فیضان سے لوح و کرسی، ملائکہ اور انبیاء وغیرہ کی تخلیق ہوئی۔ عاقب کا مطلب یہ ہوا کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب آخری کتاب، امت آخری امت، زمانہ آخری زمانہ ہے بالکل اسی طرح آپ کی نبوت آخری نبوت ہے۔ آپ نے واضح طور پر فرمایا: میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔

۶- نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت بن کر دنیا میں تشریف لائے، قرآن نے اعلان کیا: کوئی شخص ظلم و گناہ کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے، وہ اپنے گناہ کی معافی مانگے اور آپ بھی اس کے لیے مغفرت ذنوب کی سفارش کر دیں تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا، مزید فرمایا گیا: وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ٥ اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنوں اور بیگانوں سب کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے۔

۷- نبی التوبۃ صلی اللہ علیہ وسلم:

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کر لے، پھر اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے، آپ کی بارگاہ میں (خواہ زندگی میں یا بعد از وصال) حاضر ہو کر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے، آپ کے وسیلہ سے کی گئی دعا رد نہیں کی جاتی یا آپ کی دعا اس کے حق میں رد نہیں کی جاتی ہے۔

۸-المقفی صلی اللہ علیہ وسلم:

لفظ ''مقفی'' العاقب کے معنیٰ کے ساتھ ہے اور اس کی تشریح گزر چکی ہے۔

۹- نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم:

یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے نبی، جہاد کا مطلب ہے: **اعلاء کلمة الحق** کی کوشش کرنا، چونکہ مجاہد اپنی قوت کے ساتھ کلمہ حق کو بلند کرنے کی کوشش کرتا ہے اس لیے اسے ''مجاہد'' کہا جاتا ہے، مجاہد یا کلمہ حق بلند کرنے والے کے لیے ''میدان جہاد'' میں ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ مقصد تصنیف و تالیف، درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے۔ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ کلمہ حق اور اسلام کی سربلندی کے لیے گزرا تو آپ سے بڑھ کر ''مجاہد'' کون ہو سکتا ہے؟ اس طرح بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ''نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم'' ہوئے۔

۲-اسماءنبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد:

اسماءنبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد کا تعین کرنا دشوار ہے، کیونکہ اس بارے میں کوئی ایک روایت یا ایک قول موجود نہیں ہے بلکہ مختلف روایات اور مختلف اقوال ہیں۔ اسماءنبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد کے حوالے سے اقوال حسب ذیل ہیں:

(۱) اسماء باری تعالیٰ کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی کی تعداد ننانوے (۹۹) ہے۔

(۲) حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق اسماءنبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد تیس (۳۰) ہے۔

(۳) بعض علماء کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی کی تعداد تین سو (۳۰۰) ہے۔

(۴) بعض علماء کی تحقیق کے مطابق اسماء گرامی چار سو (۴۰۰) ہیں۔

(۵) امام ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق جس طرح اسماء الحسنیٰ کی تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰) ہے اسی طرح اسماءنبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰) ہے۔

۳-اسماءنبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و برکات:

جس طرح ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بابرکات اور صاحب فضیلت ہے اسی طرح آپ کے اسماء گرامی بھی بابرکت ہیں۔ اسماء گرامی میں سے اصل اسم ''محمد'' ہے اور یہ نام آپ کے دادا جان عبدالمطلب نے تجویز کیا تھا، لوگوں نے ان سے اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: میں نے اپنے پوتے کا یہ نام اس امید پر تجویز کیا ہے کہ تمام دنیا والے اس کی توصیف میں رطب اللسان رہیں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ نے جواب میں فرمایا: میں نے اپنے پوتے کا یہ نام اس لیے رکھا ہے تاکہ آسمانوں پر اللہ تعالیٰ اس کی تعریف و توصیف کرے اور زمین پر دنیا والے رطب اللسان رہیں۔

اسماءنبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و برکات کے حوالے سے چند روایات حسب ذیل ہیں:

۱-رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا، اس نے میری محبت اور میرے نام سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کا نام ''محمد'' رکھا تو وہ (باپ) اور اس کا لڑکا دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔

(امام علی متقی، کنز العمال، رقم الحدیث ۴۵۲۱۵)

۲-حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب بچے کا نام ''محمد'' رکھو تو نہ اسے مارو اور نہ محروم رکھو۔

۳-ایک خاتون رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ہاں اولاد زندہ نہیں رہتی؟ آپ نے فرمایا: تم اس بات کا التزام کرلو کہ اگر اللہ تعالیٰ اب بچہ عطا کرے گا تو اس کا نام ''محمد'' رکھوں گی۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بچہ عطا کیا جو زندہ رہا۔

۴-تم میں سے کسی کا کیا نقصان ہے کہ اگر اس کے گھر میں ایک محمد ہو یا دو محمد ہوں یا تین محمد ہوں؟ (یعنی اہل خانہ میں سے جتنے بھی اسماءنبوی صلی اللہ علیہ وسلم والے لوگ ہوں گے باعث خیر و برکت ہوں گے)

۵- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن دو آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جائیں گے، ان میں سے ایک کا نام احمد اور دوسرے کا محمد ہوگا، حکم ہوگا کہ انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے، وہ عرض کریں گے: یا الٰہ العالمین! ہمیں بتایا جائے کہ ہمیں کس نیک عمل کے انعام میں جنت میں بھیجا جارہا ہے جبکہ ہم نے اہل جنت والا کوئی کام نہیں کیا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جنت میں داخل ہو جاؤ، کیونکہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہوگا اسے جہنم میں داخل نہیں کروں گا۔

۶- حدیث معضل میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی یہ اعلان کرے گا: اے محمد! کھڑے ہو جاؤ اور جنت میں بغیر حساب داخل ہو جاؤ، یہ اعلان سن کر ہر وہ شخص کھڑا ہو جائے گا جس کا نام ''محمد'' ہوگا، یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ حکم اسے ہوا ہے۔ پس (اسم) محمد کی برکت وعظمت کے سبب کسی کو بھی نہیں روکا جائے گا۔

۷- جس گھر میں دسترخوان پر بیٹھ کر لوگ کھانا کھائیں، ان میں سے کوئی ''محمد'' نامی ہو، تو ایک دن میں اس مکان پر دوبار اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

۸- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے ہاں تین بیٹے ہوں اور ان میں سے کسی کا نام بھی ''محمد'' نہ ہو، تو وہ جاہل ہے (مسلمان ہونے اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا ہے کہ تینوں کا نام آپ کے اسم گرامی پر ہو یا کم از کم ایک کا نام تو آپ کے نام پر ضرور ہونا چاہیے تھا' لیکن یہ اس سعادت سے محروم ہے اور یہی ان کے جاہل ہونے کی علامت ہے۔ جہالت ایک لاعلاج اور متعدی مرض ہے)

۹- ایک روایت میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر چکر لگاتے رہتے ہیں، ان کی عبادت یہ ہے کہ جس گھر میں ''محمد'' نامی کوئی آدمی ہو، اس کی بلکہ تمام اہل خانہ کی نگرانی (حفاظت) کرنا۔

۱۰- ایک روایت میں منقول ہے کہ جس گھر میں ''محمد'' نامی کوئی فرد موجود ہو، اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

۴- بچوں کے نام تجویز کرنے کے حوالے سے چند اہم مسائل:

بچوں کے نام تجویز کرنے کے حوالے سے چند اہم مسائل حسب ذیل ہیں:

☆ اپنے بچوں کا نام غیر مسلم مشاہیر یا اداکاروں یا کھلاڑیوں کے نام پر ہرگز نہ رکھا جائے تاکہ قیامت کے دن ذلت وخواری سے بچا جا سکے جب اولاد کو ان لوگوں کے نام پر پکارا جائے گا۔ بچوں کے اچھے نام رکھنے کے حوالے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: قیامت کے دن تم اپنے اور اپنے اباء کے ناموں سے پکارے جاؤ گے، لہٰذا تم اچھے نام تجویز کرو۔

(امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۹۲۸)

☆ ہمارے ہاں بچوں کے نام تجویز کرنے کے حوالے سے یہ رسم چل نکلی ہے کہ دادا و دادی یا نانا و نانی یا چچا وغیرہ کو یہ ذمہ داری تفویض کی جاتی ہے کہ وہ جو چاہیں نام رکھ سکتے ہیں۔ اسلامی احکام ومسائل سے ناواقف ہونے کی وجہ سے وہ مختلف مشاہیر کے نام پر نام تجویز کر دیتے ہیں، ایسے گھر خیر وبرکت سے محروم اور بچے کی زندگی پر تاثیر اسم کے اچھے نتائج (اثرات) مرتب نہیں ہوتے۔

لہٰذا اچھا نام تجویز کرنے کے لیے علماء ربانیین سے رابطہ قائم کرنا چاہیے اور ان کی تجویز کو اولیت دینا چاہیے۔

☆ بچوں کے نام مسلم و غیر مسلم مشاہیر کے نام پر تجویز کرنے سے مکمل طور پر اجتناب کیا جائے بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اولیاء، صالحین، علماء ربانیین اور مسلمان فاتحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے ناموں پر تجویز کیا جائے تاکہ بچے کی شخصیت پر اسم کی تاثیر نمایاں ہو۔ اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد گرامی ہے: تم انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھو۔ (امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۹۵۰)

☆ بچوں کے نام بگاڑ کر، ان کو برے القاب سے پکارنے اور بری کنیت سے مخاطب کرنے سے احتراز کیا جائے بلکہ بروقت ان کے لیے اچھی کنیت کا انتخاب کیا جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بچوں کی کنیت تجویز کرنے میں جلدی کرو کہ کہیں ان کے (برے) القابات نہ پڑ جائیں۔ (امام علی متقی، کنز العمال، رقم الحدیث: ۴۵۲۲۲)

☆ بچوں کے لیے اچھے نام تجویز کیے جائیں، قدیم برے ناموں سے احتراز کیا جائے، برے ناموں والے بچوں کے نام تبدیل کر دیے جائیں، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی برے ناموں کو اچھے ناموں سے تبدیل کر دیتے تھے۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم برے ناموں کو بدا تے تھے۔

(جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۲۸۳۸)

ایک عورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی جس کا نام عاصیہ (نافرمان) تھا، آپ نے اس کا نام تبدیل کر کے ''جمیلہ'' رکھ دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نام ''برہ'' تھا، آپ نے تبدیل کر کے ''جویریہ'' رکھ دیا۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۲۱۴۰)

☆ عبدالمصطفیٰ، عبدالنبی اور عبدالرسول نام تجویز کرنے میں نسبت مقصود ہے۔ عبد کے دو معانی ہو سکتے ہیں:

(۱) بندہ، (۲) غلام۔ لہٰذا یہ نام تجویز کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اسی طرح غلام محمد، غلام صدیق، غلام فاروق، غلام علی اور غلام حسین وغیرہ ناموں میں بھی لفظ غلام کی نسبت انبیاء اور صالحین کی طرف کی گئی ہے، یہ بھی درست ہے۔ محمد بخش، احمد بخش، پیر بخش وغیرہ ناموں میں نبی یا ولی کے نام کے ساتھ ''بخش'' کا لفظ ملایا گیا ہے، بھی درست ہے۔

(صدر الشریعہ، علامہ محمد امجد علی اعظمی، بہار شریعت، حصہ: ۱۶، ص: ۲۱۲)

☆ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دو نام نہایت محبوب ہیں: (۱) عبداللہ، (۲) عبدالرحمٰن۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ناموں میں سے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۲۱۳۲)

☆ ختنہ کرنے کی مدت سات (۷) سال سے بارہ (۱۲) سال تک ہے۔ ساتویں دن ختنہ کرنا بہتر ہے، کیونکہ اس موقع پر بہتر طریقہ سے گوشت اگ کر زخم مکمل ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص اپنے بچے کا ختنہ ساتویں روز نہ کر سکا تو بعد میں بھی مدت کے اندر کرا سکتا ہے اور ختنہ کرانا سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي عَيْشِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 52: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ حیات کا بیان

348– حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد حَدَّثَنَا اَبُوْ الاحوص عن سماك بن حرب قَالَ سَمِعْتُ النعمان بن بشير رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ اَلَسْتُمْ فِيْ طَعَامٍ وَ شرابٍ مَاشِئْتُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَاُ بَطْنَهُ ۔

◆◆ حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: آج تم لوگ جو چاہتے ہو وہ کھا پی نہیں لیتے؟ میں نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کے پاس عام کھجوریں بھی اتنی نہیں ہوتی تھیں، جن کے ذریعے آپ اپنا پیٹ بھر لیں۔

349– حَدَّثَنَا هارون ابن اسحٰق حَدَّثَنَا عبدة عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قَالَتْ اِنْ كُنَّا اٰلُ مُحَمَّدٍ نَمْكُثُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ اِنْ هُوَ اِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ ۔

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے ایک مہینہ ایسا گزار دیتے تھے کہ ہم آگ نہیں جلاتے تھے، ہمارے پاس کھانے کے لیے صرف کھجوریں اور پانی ہوتا تھا۔

350– حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ زياد حَدَّثَنَا سيار حَدَّثَنَا سهل بن اسلم عَنْ يَزِيْدَ بن اَبِيْ منصور عن انس عَنْ اَبِيْ طلحة قَالَ شكونا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنْ بَطْنِهٖ عَنْ حَجَرَيْنِ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِنْ حديث اَبِيْ طَلْحَةَ لَا نعرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْه وَ مَعْنٰى قَوْلِهٖ وَ رَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ كَانَ اَحَدُهُمْ يَشُدُّ فِيْ بَطْنِهِ الْحَجَرَ مِنَ الْجَهْدِ وَالضَّعْفِ الَّذِيْ بِهٖ مِنَ الْجُوْعِ ۔

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھوک کی شکایت کی، ہم نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو اس پر ایک، ایک پتھر بندھا ہوا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے یہ روایت غریب ہے، ہم اسے صرف اسی سند کے ساتھ جانتے ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ ہم نے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو پتھر بندھا ہوا تھا۔ وہ بھوک اور مشقت کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے۔

351– حَدَّثَنَا محمد بن اسمٰعيل حَدَّثَنَا اٰدم بن اَبِيْ اياس حَدَّثَنَا شيبان اَبُوْ معاوية حَدَّثَنَا عبد الملك بن عمير عَنْ اَبِيْ سَلْمَةَ بن عبد الرحمٰن عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَاعَةٍ لَا

یَخرُجُ فِیهَا وَلَا یَلقَاهُ فِیهَا اَحَدٌ فَاَتَاهُ اَبُوبَکرٍ فَقَالَ مَا جَاءَ بِكَ یَا اَبَابَکرٍ فَقَالَ خَرَجتُ اَلقٰی رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَ سَلَّمَ وَ اَنظُرُ فِی وَجهِهٖ وَالتَّسلِیمُ عَلَیهِ فَلَم یَلبَث اَن جَاءَ عُمَرُ فَقَالَ مَاجَاءَ بِكَ یَا عُمَرُ قَالَ الجُوعُ یَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَ سَلَّمَ وَ اَنَا قَد وَجَدتُ بَعضَ ذٰلِكَ فَانطَلَقُوا اِلٰی مَنزِلِ اَبِی الهَیثَمِ بنِ التَّیهَانِ الاَنصَارِیِّ وَکَانَ رَجُلًا کَثِیرًا النَّخلِ وَالشَّجَرِ وَالشَّاءِ وَلَم یَکُن لَهٗ خَدَمٌ فَلَم یَجِدُوهُ فَقَالُوا لِامرَاَتِهٖ اَینَ صَاحِبُكِ فَقَالَتِ انطَلَقَ یَستَعذِبُ لَنَا المَاءَ فَلَم یَلبَثُوا اَن جَاءَ اَبُو الهَیثَمِ بِقِربَةٍ یَزعَبُهَا فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَاءَ یَلتَزِمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَ سَلَّمَ وَ یُفَدِّیهِ بِاَبِیهِ وَ اُمِّهٖ ثُمَّ انطَلَقَ بِهِم اِلٰی حَدِیقَتِهٖ فَبَسَطَ لَهُم بِسَاطًا ثُمَّ انطَلَقَ اِلَی النَّخلَةِ فَجَاءَ بِقِنوٍ فَوَضَعَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا تَنَقَّیتَ لَنَا مِن رُطَبِهٖ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنِّی اَرَدتُّ اَن تَختَارُوا اَو تَخَیَّرُوا مِن رُطَبِهٖ وَ بُسرِهٖ فَاَکَلُوا وَ شَرِبُوا مِن ذٰلِكَ المَاءِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ هٰذَا وَالَّذِی نَفسِی بِیَدِهٖ مِنَ النَّعِیمِ الَّذِی تُسئَلُونَ عَنهُ یَومَ القِیٰمَةِ ظِلٌّ بَارِدٌ وَّ رُطَبٌ طَیِّبٌ وَّ مَاءٌ بَارِدٌ فَانطَلَقَ اَبُو الهَیثَمِ لِیَصنَعَ لَهُم طَعَامًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ لَا تَذبَحَنَّ لَنَا ذَاتَ دَرٍّ فَذَبَحَ لَهُم عَنَاقًا اَوجَدیًا فَاَتَاهُم بِهَا فَاَکَلُوا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ هَل لَكَ خَادِمٌ قَالَ لَا قَالَ فَاِذَا اَتَانَا سَبیٌ فَاتِنَا فَاَتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ بِرَاسَینِ لَیسَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ فَاَتَاهُ اَبُوالهَیثَمِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ اِختَر مِنهُمَا فَقَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اختَرلِی فَقَالَ النَّبِی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ اِنَّ المُستَشَارَمُوتَمَنٌ خُذ هٰذَا فَاِنِّی رَایتُه یُصَلِّی وَاستَوصِ بِهٖ مَعرُوفًا فَانطَلَقَ اَبُوالهَیثَمِ اِلٰی امرَاَتِهٖ فَاَخبَرَهَا بِقَولِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ امرَاَتُهٗ مَااَنتَ بِبَالِغٍ مَا قَالَ فِیهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَن تَعتِقَهٗ قَالَ فَهُوَ عَتِیقٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَم یَبعَث نَبِیًّا وَّلَا خَلِیفَةً اِلَّا وَلَهٗ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَامُرُهٗ بِالمَعرُوفِ وَ تَنهَاهُ عَنِ المُنکَرِ وَبِطَانَةٌ لَّا تَالُوهُ خَبَالًا وَّ مَن یُّوقَ بِطَانَةَ السُّوءِ فَقَد وُقِیَ ۔

❖ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ایسے وقت میں باہر تشریف لائے کہ اس وقت میں آپ باہر تشریف نہیں لاتے تھے اور اس وقت کوئی آپ سے ملاقات نہیں کرتا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ سے ملے تو آپ نے دریافت فرمایا: اے ابوبکر! تم کیوں آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: یارسول اللہ! میں ملاقات کے لیے آیا ہوں، آپ کی زیارت کرنے کے لیے اور آپ کو سلام کرنے کے لیے آیا ہوں ۔ ابھی کچھ دیر گزری تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے عمر! تم کیوں آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: یارسول اللہ! بھوک کی وجہ سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے، پھر یہ لوگ حضرت ابوالہیثم بن تیہان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر گئے یہ بہت سے باغات، درختوں اور بکریوں کے مالک تھے، ان کے پاس کوئی خادم نہیں تھا وہ صاحب ان حضرات کو گھر میں نہیں ملے۔

ان حضرات نے ان کی اہلیہ سے دریافت کیا: تمہارے میاں کہاں ہیں؟ اس نے جواب دیا: وہ میٹھا پانی لینے کے لیے گئے ہیں، یہ حضرات وہیں ٹھہرے رہے۔ اسی دوران حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ مشکیزہ اٹھا کر لے آئے، جو انہوں نے بڑی مشکل سے اٹھایا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے اور اپنے ماں باپ کو آپ پر قربان کرنے لگے۔ پھر وہ ان حضرات کو لے کر اپنے باغ میں گئے، ان کے لیے بچھونا بچھایا پھر یہ باغ کے اندر گئے اور وہاں سے ایک خوشہ توڑ کر لائے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تازہ کھجوریں نکال کر کیوں نہیں لائے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے یہ ارادہ کیا کہ آپ حضرات اس میں سے تازہ یا خشک جو کھجوریں چاہیں لے لیں، ان حضرات نے اسے کھایا اور اس پانی کو پیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن حساب لیا جائے گا: ٹھنڈا سایہ، پاکیزہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی۔ پھر حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ گھر گئے تاکہ ان حضرات کے لیے کھانا تیار کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت کی کہ دودھ دینے والی بکری ہمارے لیے ذبح نہ کرنا، انہوں نے بکری کے ایک بچے یا بچی کو ذبح کیا، پھر وہ اس کا گوشت لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، ان حضرات نے اسے کھالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی خادم ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے پاس کچھ قیدی آئیں گے تو تم میرے پاس آنا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو (۲) قیدی آئے ان کے ساتھ کوئی تیسرا فرد نہیں تھا۔ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرلو! انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ میرے لیے اختیار کردیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہوتا ہے، تم اسے لے لو! میں نے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، تم اس کے بارے میں بھلائی کی وصیت کو قبول کرو۔ پھر حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پاس گئے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بارے میں بتایا تو اس خاتون نے ان سے کہا: آپ اس کا حق اسی وقت ادا کر سکتے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے، جب آپ اسے آزاد کردیں تو انہوں نے فرمایا: یہ آزاد ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی نبی کو یا کسی خلیفہ کو مبعوث کیا ہے، تو اس کے ساتھ دو (۲) مشیر ہوتے ہیں: ایک اسے نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور دوسرا اسے برباد کر کے چھوڑتا ہے، تو جس شخص کو برے مشیر سے بچالیا گیا اسے بچالیا گیا۔

352– حَدَّثَنَا عمر بن اسماعیل بن مجالد بن سعید حدثنی اَبِیْ عن بیان حدثنی قیس بن اَبِیْ حازم قَالَ سَمِعْتُ سعد بن اَبِیْ وقاص یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَوَّلُ رَجُلٍ اَهْرَاقَ دَمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اِنِّیْ لَاَوَّلُ رَجُلٍ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَغْزُوْ فِی الْعِصَابَةِ مِنْ اَصْحٰبِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا نَاْکُلُ اِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ وَالْحُبْلَةَ حَتّٰی تَقَرَّحَتْ اَشْدَاقُنَا حَتّٰی اِنَّ اَحَدَنَا لَیَضَعُ کَمَا تَضَعُ الشَّاةُ وَالْبَعِیْرُ وَاَصْبَحَتْ بَنُوْ اَسَدٍ یُعَزِّرُوْنَنِیْ فِی الدِّیْنِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَّ ضَلَّ عَمَلِیْ .

◆◆ حضرت قیس بن ابو حازم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دشمن کا خون بہایا اور میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیر پھینکا۔ مجھے اپنے بارے میں اچھی طرح یاد ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کرام کے ہمراہ ایک غزوہ میں شریک ہوا، ہم لوگ صرف درخت کے پتے کھایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہماری باچھیں چھل گئی تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک شخص اس طرح پاخانہ کیا کرتا تھا جیسے بکری یا اونٹ مینگنیاں کرتے ہیں۔ اب بنو اسد مجھے دین کے معاملے میں طعنہ دیتے ہیں، پھر تو میں نقصان اور رسوائی کا شکار ہو گیا اور میرا عمل ضائع ہو گیا۔

353- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا صفوان بن عِيسٰى حَدَّثَنَا عمرو بن عِيسٰى ابو نعامة العدوى قَالَ سَمِعْتُ خالد بن عمير و شويس اَبِيْ الرقاد قَالَا بَعَثَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّاب عُتْبَةَ بْنَ غَزْوَانَ وَقَالَ انْطَلِقْ اَنْتَ وَ مَنْ مَعَكَ حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِيْ اَقْصٰى اَرْضِ الْعَرَبِ وَاَدْنٰى بِلَادِ الْعَجَمِ فَاَقْبَلُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْمِرْبَدِ وَ جَدُوْا هٰذَا الْكَذَّانَ فَقَالُوْا مَاهٰذِهٖ قَالُوْ هٰذِهِ الْبَصْرَةُ فَسَارُوْا حَتّٰى اِذَا بَلَغُوْا حِيَالَ الْجِسْرِ الصَّغِيْرِ فَقَالُوْا هٰهُنَا اُمِرْتُمْ فَنَزَلُوْا فَذَكَرُوا الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ قَالَ فَقَالَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنِّيْ لَسَابِعُ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ حَتّٰى تَقَرَّحَتْ اَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُّ بُرْدَةً فَقَسَمْتُهَا بَيْنِيْ وَ بَيْنَ سَعْدٍ فَمَا مِنَّا مِنْ اُولٰئِكَ السَّبْعَةِ اَحَدٌ اِلَّا وَهُوَ اَمِيْرُ مِصْرٍ مِنَ الْاَمْصَارِ وَ سَتُجَرِّبُوْنَ الْاُمَرَاءَ بَعْدَنَا .

◆◆ حضرت خالد بن عمیر اور شویس ابو رقاد رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور انہیں یہ ہدایت کی تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھتے رہنا، جب تم عرب کے آخری علاقے تک پہنچو اور عجمی علاقوں کے قریب ہو جاؤ تو وہاں ٹھہرنا۔ یہ لوگ روانہ ہو گئے، جب یہ مربد پہنچے تو وہاں انہوں نے سفید پتھر پائے، انہوں نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا: یہ بصرہ ہے۔ انہوں نے چھوٹے پل پر پہنچنے کے بعد کہا: اسی جگہ کا تمہیں حکم دیا گیا تھا۔ ان لوگوں نے وہاں پڑاؤ کیا۔ اس کے بعد انہوں نے طویل حدیث نقل کی ہے جس میں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ ہیں: مجھے اپنے بارے میں اچھی طرح یاد ہے، میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سات ساتھیوں میں ساتواں تھا، ہماری خوراک صرف درخت کے پتے تھے، جس کی وجہ سے ہمارے منہ زخمی ہو چکے تھے: ایک دفعہ مجھے ایک چادر ملی، میں نے اسے اپنے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے درمیان تقسیم کر لیا۔ اب ان سات افراد میں سے ہر ایک کسی شہر کا گورنر ہے اور عنقریب تم ہمارے بعد آنے والے حکمرانوں کا بھی تجربہ کر لو گے۔

354- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا روح بن اسلم اَبُوْ حاتم البصرى حَدَّثَنَا حماد بن سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثابت عن انس قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَقَدْ اُخِفْتُ فِيْ اللّٰهِ وَ مَا يُخَافُ اَحَدٌ وَّلَقَدْ اُوْذِيْتُ فِي اللّٰهِ وَمَايُؤْذٰى اَحَدٌ وَّلَقَدْ اَتَتْ عَلَيَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَ يَوْمٍ وَمَالِيْ وَلِبَلَالٍ طَعَامٌ يَاْكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيْهِ اِبْطُ بِلَالٍ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں مجھے خوفزدہ کرنے کی جتنی کوشش کی گئی اتنا کسی کو خوفزدہ نہیں کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجھے جتنی اذیت پہنچائی گئی اتنی کسی کو نہیں پہنچائی گئی۔ مجھ پر تیس دن ایسے بھی گزرے جب میرے اور بلال کے لیے کھانے کی کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے کوئی جاندار کھا سکتا ہو۔ صرف اتنی سی خوراک ہوتی تھی جو بلال کی بغل میں چھپ سکتی تھی۔

355- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْن عبد الرحمن انبانا عفان بن مسلم حَدَّثَنَا ابان بن يزيد العطار حَدَّثَنَا قتادة عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَجْتَمِعْ عِنْدَهُ غَدَاءٌ وَّلَا عَشَاءٌ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ اِلَّا عَلٰى ضَفَفٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ كَثْرَةُ الْاَيْدِىْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صبح یا شام کے کھانے میں روٹی اور گوشت اس وقت اکٹھے ہوتے تھے جب آپ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔

عبداللہ نامی راوی کا کہنا ہے: لفظ ''ضفف'' کا مطلب کثیر لوگوں کا کھانے میں شامل ہونا۔

356- حَدَّثَنَا عبد بن حميد حَدَّثَنَا محمد بن اسمعيل بن اَبِىْ فديك حَدَّثَنَا ابن اَبِىْ ذئب عن مسلم بن جندب عن نوفل بن اياس الهذلى قَالَ كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لَنَا جَلِيْسًا وَّكَانَ نِعْمَ الْجَلِيْسُ وَ اِنَّهُ انْقَلَبَ بِنَا ذَاتَ يَوْمٍ حَتّٰى اِذَا دَخَلْنَا بَيْتَهُ وَ دَخَلَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَ اُتِيْنَا بِصَحْفَةٍ فِيْهَا خُبْزٌ وَّلَحْمٌ فَلَمَّا وُضِعَتْ بَكٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ لَهٗ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ هَلَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَشْبَعْ هُوَ وَاَهْلُ بَيْتِهٖ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ فَلَا اُرَانَا اُخِّرْنَا لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَّنَا.

حضرت نوفل بن ایاس ہذلی کا بیان ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ ہوتے تھے، وہ سب سے اچھے ساتھی تھے۔ ایک دفعہ وہ ہمیں اپنے ساتھ لے گئے، جب ہم ان کے گھر آئے تو وہ اندر گئے اور غسل کر کے آئے۔ اسی دوران پیالہ لایا گیا جس میں روٹی اور گوشت تھا' تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ میں نے ان سے سوال کیا: اے ابومحمد! آپ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا' تو آپ اور آپ کے اہل خانہ جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے۔ اس لیے میرے خیال میں جو ہمیں پیچھے رہنے دیا گیا ہے یہ ہمارے لیے بہتر نہیں ہے۔

شرح

طرزِ زندگی کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱- دادا عبدالمطلب اور چچا ابوطالب کی پرورش میں:

والد گرامی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے قبل دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، ولادت کے وقت سے ہی دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش اپنے ذمہ لی، وہ ازراہ شفقت اپنی اولاد سے بھی فوقیت

دیتے، جب تک آپ کی ضروریات پوری نہ کر لیتے تو اپنے لڑکوں کی طرف ہرگز توجہ نہ دیتے تھے، چھ (۶) سال کی عمر میں والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا مگر دادا کی شفقت میں اضافہ ہوا، انہوں نے آپ کو یہ پریشانی محسوس نہ ہونے دی۔ آٹھ سال کی عمر میں دادا جان کا انتقال ہو گیا، آپ کی پرورش شفیق و مہربان چچا ابو طالب نے اپنے ذمہ لے لی اور وہ تاحیات آپ کی خدمت میں مصروف رہے کہ آپ کے اعلان نبوت کے بعد قوم کی طرف سے آپ پر مخالفتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، آپ کو شہید کرنے کے منصوبے تیار ہونے لگے، راستہ میں کانٹے بچھائے جانے لگے حتیٰ کہ آپ سے مقاطعہ (بائیکاٹ) کرنے کی نوبت بھی آئی، ان حالات میں بھی انہوں نے عملی طور پر آپ سے مکمل تعاون کیا۔

۲-تجارت کا پیشہ اختیار کرنا:

اہل مکہ اکثر تجارت پیشہ تھے، وہ مختلف ممالک میں مختلف اشیاء کی تجارت کرتے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے متعلق لوگوں نے بھی پیشہ تجارت اختیار کر رکھا تھا، بڑے ہو کر آپ نے بھی بطور ذریعہ معاش تجارت کو اختیار کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ سال کے ہوئے تو چچا ابو طالب بغرض تجارت ملک شام روانہ ہونے والے تھے، آپ بھی ان کے ساتھ ملک شام جانے کے لیے اصرار فرمانے لگے، چچا جان بھی از راہ شفقت اپنے ساتھ لے جانے کے لیے تیار ہو گئے، بعض راہبوں کے مشورے کے مطابق آپ کو جلدی مکہ میں واپس لایا گیا تاکہ یہودی علماء آپ میں آثار نبوت دیکھ کر آپ کو شہید نہ کر دیں یا گزند نہ پہنچائیں۔ بہر حال ملک شام کی طرف آپ کا یہ پہلا سفر تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چوبیس (۲۴) سال کی ہوئی تو آپ کی صداقت، امانت اور شرافت کی شہرت پورے مکہ میں پھیل چکی تھی بلکہ لوگ آپ کو صادق و امین کے مبارک القاب سے یاد کرتے تھے۔ آپ کی امانت و صداقت کی اطلاع خدیجہ بنت خویلد تک پہنچی، وہ بیوہ مگر مالدار خاتون تھیں، انہوں نے اپنا مال تجارت ملک شام میں لے جانے کے لیے آپ سے رابطہ کیا، آپ بھی اپنے چچا ابو طالب سے مشورہ کے بعد تیار ہو گئے، انہوں نے اپنے خادم میسرہ کو بھی ساتھ روانہ کر دیا، آپ نے امانتداری اور صداقت کے اصولوں کے مطابق تجارت کی جس کے نتیجہ میں خدیجہ بنت خویلد کو اتنا منافع ہوا کہ اس سے قبل کبھی نہیں ہوا تھا۔ ملک شام سے واپسی کے وقت خدیجہ نے اپنے بالا خانہ سے خود دیکھا کہ دوپہر کے وقت آپ کے سر پر فرشتوں نے اپنے پروں سے سایہ کیا ہوا ہے، خادم میسرہ نے بھی آپ کی خوبیوں بالخصوص امانتداری اور صداقت کے بارے میں تفصیلاً بتایا۔ ان خوبیوں کی بناء پر خدیجہ نے آپ سے نکاح کرنے کا فیصلہ کر لیا، کسی کے ذریعے آپ کو پیغام نکاح بھیجا جو آپ نے اپنے چچا ابو طالب کی مشاورت سے قبول کر لیا اور آپ کی تجارت کے سبب آپ کا نکاح خدیجہ بنت خویلد سے ہو گیا۔ یہ آپ کا پہلا نکاح تھا، نکاح کے وقت آپ کی عمر مبارک پچیس (۲۵) سال اور خدیجہ کی عمر چالیس (۴۰) سال تھی۔

۳- درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرنا:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس (۴۰) سال کی عمر میں اعلان نبوت کیا، سرزمین مکہ میں صادق و امین کہنے والے لوگ آپ کی مخالفت پر اتر آئے، اعلان حق کو تسلیم کرنے کے بجائے بتوں کی حمایت کی باتیں کرنے لگے، انہوں نے

اس اعلان کو حقائق و اسلاف کے خلاف قرار دیا، تحریک اسلامی کو دبانے کی کوشش کرنے لگے، مگر حق دبنے یا مغلوب ہونے کے لیے نہیں بلکہ غالب ہونے کے لیے آتا ہے، مخالفت کا یہ سلسلہ آپ کے دائرہ کو تنگ کرتا رہا حتیٰ کہ آپ اور آپ کے خاندان کے بعض لوگوں سے مقاطعہ کی صورت اختیار کر گیا، شعب ابی طالب میں محصور کر دیے گئے اور تین سال تک آپ اور آپ کے ساتھی درختوں کے پتے کھا کر گزر اوقات کرتے رہے مگر تحریک اسلامی کو مغلوب کرنے کی کوشش کامیاب نہ ہونے دی۔

۴۔ کئی مہینوں تک گھر میں آگ نہ جلانا:

دنیا میں نبی کا کام عیش و عشرت کرنا نہیں ہوتا بلکہ اپنی قوم کو صراط مستقیم (دین) پر گامزن کرنا ہوتا ہے تاکہ آخرت کی زندگی آسان و کامیاب ہو جائے، اللہ کی طرف سے نبی پر یہ کام فرض ہوتا ہے اور قرض بھی، رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہلے مکی زندگی میں پھر مدنی زندگی میں اسی مقصد میں کوشاں رہے، اس منشاء کی تکمیل کے لیے شب و روز محنت کی اور کامیابی نے آپ کے قدم چومے مگر آپ کے گھریلو حالات اور گزر اوقات کی صورتحال بھی امتحان سے کم نہیں تھی لیکن حرف شکایت کبھی زبان پر نہیں آیا۔ آپ کے گھر میں دو، دو ماہ تک چولہا نہیں جلتا تھا یعنی دو ماہ گزر کر تیسرے ماہ کا چاند نظر آ جاتا مگر گھر میں کھانے پکانے کے لیے کوئی چیز میسر نہ ہوتی تھی۔ ان ایام میں معمولی کھجوروں اور پانی پر وقت پاس ہوتا تھا۔ اس طرح فاقہ پر فاقہ والی زندگی بسر ہوتی تھی۔

۵۔ فقر و فاقہ کی صورتحال کو پسند کرنا

اگر اللہ تعالیٰ کی رضاء و خوشنودی پیش نظر ہو تو انسان کو فقر و فاقہ کی حالت میں بھی لذت محسوس ہوتی ہے، بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ رضائے الٰہی کے لیے وقف تھا۔ اللہ کی بارگاہ میں جتنا کسی کا مرتبہ و مقام ہوتا ہے، اس کا امتحان بھی اتنا بڑا ہوتا ہے، چونکہ آپ محبوب رب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آپ کا امتحان بھی ''عظیم نبی کا عظیم امتحان'' کی حیثیت رکھتا ہے، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے محب جل شانہ کو خوش کرنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں فقر و فاقہ بھی آڑے نہیں آنے دیا۔ ایک موقع پر رب کائنات کی طرف سے اعلان ہوتا ہے: اے محبوب! اگر آپ پسند کرتے ہیں تو مکہ کے پہاڑوں کو آپ کے لیے سونا بنا دیں؟ عرض کیا: اے الٰہ العالمین! مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، میں تو چاہتا ہوں کہ ایک وقت سیر ہو کر کھاؤں اور ایک وقت فاقہ سے رہوں تاکہ تیرا زیادہ سے زیادہ شکر ادا کروں۔ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ یہ تاریخی دعا کی تھی: یارب العالمین! تو مجھے غریبوں میں زندہ رکھ اور غریبوں کے ساتھ اٹھا۔ ایک روایت میں موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غریب لوگ امراء سے پانچ سو (۵۰۰) سال قبل جنت میں داخل ہوں گے۔

۶۔ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنا:

فاقہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا جو مزہ آتا ہے وہ سیر ہونے کی صورت میں نہیں آتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی ذاکر خداوندی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ اکثر فاقہ میں رہا کرتے تھے، اگر یہ حالت ناگوار ہوتی پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ غزوہ خندق کے موقع پر خندق کھودی جا رہی تھی، صحابہ کے ساتھ آپ بھی اس عمل میں شامل تھے، مسلمانوں کی مالی حالت اچھی

نہ ہونے کی وجہ سے فاقوں پر نوبت پہنچ چکی تھی، صحابہ نے فاقہ سے سکون حاصل کرنے کے لیے اپنے پیٹوں پر ایک ایک پتھر باندھ لیا تھا، ساتھ ہی بارگاہ رسالت میں فاقہ اور پتھر باندھنے کی شکایت بھی کر دی تو آپ نے اپنے شکم اطہر سے کپڑا اٹھا کر دکھایا کہ میں تم سے اپنے آپ کو ممتاز نہیں سمجھتا، اگر تم نے ایک پتھر باندھا ہے تو میں نے دو پتھر باندھ رکھے ہیں۔ اہل مدینہ کی عادت تھی کہ شدید بھوک یا فاقہ کی صورت میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے، اس سے بھوک سے قدرے سہارا مل جاتا تھا۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ "مشبعہ" نامی خاص پتھر مدینہ میں پایا جاتا ہے، بھوک یا فاقہ کی حالت میں یہ پیٹ پر باندھا جاتا ہے اور اس کی تاثیر سے بھوک میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

۷- وصال کے روزے رکھنا:

فقر و فاقہ، کم خوری اور قوت لا یموت کے سبب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روزوں سے پیار سا ہو گیا تھا، ماہ رمضان کے علاوہ ہر ماہ میں ایام بیض یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تواریخ میں اہتمام سے روزہ رکھتے بلکہ آپ نے وصال (روزہ افطار کیے بغیر دوسرا روزہ شروع کر دینا) کا روزہ شروع کر دیا، آپ کو دیکھ کر صحابہ نے بھی وصال کا روزہ رکھنا شروع کر دیا، آپ نے انہیں اس روزہ رکھنے سے منع کیا، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بھی تو وصال کا روزہ رکھتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: تم میں سے میری مثل کون ہو سکتا ہے؟ میرا پروردگار مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

۸- حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت و تواضع کرنا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خدمت و ایثار کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدایا و تحائف پیش کرتے، دعوت طعام دینے میں سعادت تصور کرتے اور گھر میں آپ کی تشریف آوری پر اظہار مسرت کرتے تھے۔

ایک دن یار غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ ان کے چہرے پر بھوک کے آثار نمایاں تھے، تھوڑی دیر بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی حاضر خدمت ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے عمر! اس وقت آنے کی وجہ کیا ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! بھوک کا ستایا ہوا حاضر خدمت ہو گیا ہوں، آپ نے فرمایا: مجھے بھی قدرے بھوک لگی ہوئی ہے، آپ لوگ میرے ساتھ آئیں۔

آپ دونوں صحابہ سمیت حضرت ابوالہیثم انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر گئے، وہ مدینہ طیبہ کے امیر ترین شخص تھے، ان کا کھجوروں پر مشتمل خوبصورت باغ تھا اور بہت سی بکریاں بھی تھیں، ان کا خادم نہ ہونے کی وجہ سے گھریلو کام کاج خود کرتے تھے، ان کے مکان پر جانے سے پتہ چلا کہ وہ پینے کا صاف پانی لینے گئے ہیں، آپ ان کے گھر ٹھہر گئے، اسی وقت وہ بھی پانی کا مشکیزہ سر پر اٹھائے ہوئے آ گئے، اظہار مسرت کرنے لگے، اپنے والدین آپ کے قدموں پر نثار کرنے لگے۔ پھر معزز مہمانوں کی خدمت کے لیے اپنے باغ میں لے گئے، فرش بچھا کر اس پر بٹھا دیا، خود کھجوروں کا ایسا خوشہ توڑ لائے جس میں پکی، گدری اور کچی کھجوریں تھیں اور ٹھنڈا پانی پیش کیا۔ پھر کچھ دیر تک باتیں ہوتی رہیں، مہمانوں کے لیے کھانا تیار کرنے کے لیے ایک بکری ذبح کی، کھانا تیار ہونے پر پیش کیا، جو مہمانوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میزبان کے حق میں دعا کی، روانہ ہوتے وقت فرمایا: اگر میرے پاس غلام آئے تو مجھے یاد کرانا میں ایک غلام آپ کو دوں گا۔ کچھ دنوں بعد خدمت میں غلام پیش کیے گئے۔ حضرت ابوالہیثم انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ کو وعدہ یاد دلایا، دو غلام تھے ایک صاحب تقویٰ و نمازی تھا جو آپ نے عنایت کر دیا اور بعد میں انہوں نے یہ غلام آزاد کر دیا تھا۔

۹-ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو تنبیہ کرنا:

ایک دفعہ حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اخراجات میں اضافہ کرنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کر دیا، اس وقت حالات کی تنگی کی وجہ سے آپ مطالبہ پورا نہ کر سکے۔ مطالبہ کی بلا تاخیر تکمیل کا اصرار ہوتا رہا تو آپ نے بطور تنبیہ قسم کھالی کہ ایک ماہ تک ازواج کے پاس نہیں جائیں گے۔ مشہور ہو گیا کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو وہ مسجد میں آئے، دیکھا کہ لوگ مختلف حصوں میں تقسیم ہو کر بیٹھے ہیں، اظہار غم کرتے ہوئے رو رہے ہیں، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن گھر میں رو رہی ہیں، اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے جو رو رہی تھیں، ان سے فرمایا: کیا میں نے آپ لوگوں کو نہیں کہا تھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے بچو؟ پھر مسجد میں منبر کے پاس آ کر بیٹھنے کی کوشش کی مگر بیٹھ نہ سکے۔ ایک غلام حضرت رباح رضی اللہ عنہ کے ذریعے اندر آنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی جو نہیں مل سکی، دوسری بار اجازت حاصل کی پھر بھی نہ ملی جبکہ تیسری بار اجازت طلب کرنے پر آپ نے اجازت دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو طلاق دے دی ہے؟ فرمایا: نہیں۔ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! ہم مکہ میں قریشی عورتوں پر غالب رہا کرتے تھے جب سے مدینہ میں آئے ہیں انصاری عورتیں ہم پر غالب دکھائی دیتی ہیں جس کے نتیجہ میں قریشی عورتیں بھی متاثر ہوئی ہیں، پھر انہوں نے آپ کے گھر میں نظر دوڑائی تو تین چمڑے بغیر دباغت کے اور کچھ مقدار میں جو تھے، گھر کی یہ صورتحال دیکھ کر رونے لگے، آپ نے فرمایا: اے عمر! کیوں روتے ہو؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہ روؤں بوریا پر سونے کی وجہ سے آپ کے جسم مبارک پر نشانات پڑ گئے ہیں جبکہ آپ رسول اللہ ہیں، روم و فارس بے دین ہونے کے باوجود آسودگی و راحت میں ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عمر! تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آخرت رکھی ہے، کیونکہ آخرت کی وسعت دنیا کی وسعت کے مقابل بہتر ہے، کفار و مشرکین کو دنیا میں اچھی اشیاء میسر آ گئیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہیں۔

۱۰-اپنے مہمان کو صحابی کے سپرد کرنا:

بعض اوقات خورد و نوش کے لیے گھر میں کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مہمان کو اپنے کسی صحابی کے سپرد فرما دیتے اور وہ مہمان نوازی میں اہم کردار ادا کرتے۔ ایک دفعہ ایک مہمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو بھوکے تھے، آپ نے آدمی بھیج کر اپنے گھروں میں کھانے پینے کا پتہ کرایا مگر کوئی چیز موجود نہیں تھی، آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: کیا تم میں سے کسی میں وسعت ہے جو اس شب مہمان کی مہمان نوازی کر سکے؟ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ خدمت میں سر انجام دوں گا، وہ مہمان کو اپنے گھر لے گئے، اپنی بیوی سے فرمایا: یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں، ان کی

خدمت کرنے میں کوئی کمی نہ رہے، ان سے کوئی چیز چھپا کر نہ رکھی جائے۔ بیوی نے گھریلو صورتحال کے بارے میں بتایا قسم بخدا! ہمارے گھر میں بچوں کے لیے قلیل مقدار کھانے کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں ہے، صحابی نے کہا: بچوں کو بہلا کر سلا دو، جب وہ سو جائیں گے تو مہمان کے سامنے کھانا پیش کر دیں گے، چراغ درست کرنے کے بہانے گل کر دینا تاکہ مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھالے۔ برائے نام میں بھی ساتھ شامل رہوں گا۔ باشعار و باوفا بیوی نے ایسا ہی کیا، مہمان نے کھانا تناول کر لیا جبکہ میاں بیوی اور بچے رات بھر فاقہ سے سوئے رہے۔ اس موقع پر یہ ارشاد خداوندی نازل ہوا: یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ الخ وہ لوگ دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں خواہ خود فاقہ سے ہوں۔ (الحشر:۹)

تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر خاکہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا اصل مقصد فرائض نبوت انجام دیتے ہوئے اپنی امت کو صراط مستقیم (دین اسلام) پر گامزن کرنا، ان کی تعلیم و تربیت کرتے ہوئے عبادت و ریاضت کا خوگر بنانا، اور انہیں اسلامی اصولوں کا پابند بنانا تھا اور آپ کی بے مثال تعلیمات تا قیامت ملت اسلامیہ کی راہنمائی کرتی رہے گی جس کا مختصر خاکہ حسب ذیل ہے:

۱- حیات طیبہ ایک نظر میں:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ بالکل سیدھے تھے نہ ہی پیچدار تھے، چالیس (۴۰) سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلعت نبوت سے نوازا، دس (۱۰) سال مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہے، بعد ازاں دس (۱۰) سال مدینہ طیبہ میں رہے اور ساٹھ (۶۰) سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ اس وقت آپ کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں بیس (۲۰) بال بھی سفید نہیں ہوئے تھے۔ (الصحیح للبخاری، ج:۱، ص:۵۰۲)

انقطاع وحی کے تین سال مکی زندگی میں شمار نہیں کیے گئے ورنہ کل حیات طیبہ تریسٹھ (۶۳) سال ہے۔

۲- قد مبارک:

خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ طویل تھے، نہ پست قد، ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پر گوشت تھے۔ آپ کا سر مبارک بڑا تھا، اعضاء کے جوڑوں کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں اور سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی، آپ چلتے تو یوں محسوس ہوتا گویا اونچی جگہ سے نیچے کو اتر رہے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا آپ سے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ج:۱، ص:۹۶، ۱۲۷)

۳- حسن اخلاق کی تاریخی مثال:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بزاز (درزی) سے چار درہم میں ایک قمیص خریدا اور اسے زیب تن کیا، جب آپ کاشانہ نبوی سے باہر تشریف لائے تو ایک انصاری نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے قمیص عنایت فرما دیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کا قمیص عنایت کرے گا۔ آپ نے قمیص اتار کر اسے عنایت کر دیا۔

دوبارہ دکاندار کے ہاں تشریف لائے اور چار درہم میں دوسرا قمیص خرید لیا۔ اب آپ کے پاس صرف دو درہم باقی رہ گئے تھے۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ ایک بچی راستہ میں کھڑی رو رہی ہے، فرمایا: بچی کیوں رو رہی ہو؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے گھر والوں نے آٹا خریدنے کے لیے مجھے دو درہم دیے تھے، وہ گم ہو گئے ہیں۔ آپ نے باقی ماندہ دو درہم اسے عنایت فرما دیے اور تشریف لے گئے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ آپ کا وہاں سے گزر ہوا تو بچی کو پھر روتے ہوئے دیکھا، آپ نے اس سے رونے کی وجہ دریافت کی؟ اس نے بتایا: مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تاخیر ہونے کی وجہ سے گھر والے مجھے ماریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ اس کے گھر والوں کے پاس گئے۔

آپ نے انہیں سلام کیا، انہوں نے آپ کی آواز پہچاننے کے باوجود جواب نہ دیا، آپ نے تین بار سلام کیا، پھر انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے پہلی بار سلام سن لیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! سن لیا تھا مگر ہم نے اس بات کو پسند کیا کہ آپ ہم پر زیادہ سے زیادہ سلام فرمائیں۔

یارسول اللہ! ہمارے والدین آپ پر نثار ہوں، آپ نے کس مقصد کے لیے زحمت گوارا فرمائی؟ فرمایا: مجھے اس معصوم بچی پر رحم آ گیا کہ تم اسے اس کی غلطی پر مارو گے؟ کنیز کے آقا نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے اس کے ساتھ تشریف لانے کی وجہ سے میں نے اس لونڈی کو آزاد کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں خیر و برکت کی دعا فرمائی، انہیں جنت کی بشارت دی۔ پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان دس (۱۰) درہموں میں کیسی برکت رکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور ایک انصاری کو قمیص پہنائی اور اس کے بدلے ایک غلام لونڈی کو آزادی کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں، جس نے اپنی قدرت سے ہمیں توفیق عطا کی۔

(علامہ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج ۶، ص ۴۰)

۴۔ تواضع وانکساری کی نادر مثال:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے ہمیں ایک ایسی نادر مثال بھی ملتی ہے کہ غلام شتر سوار ہے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پاپیادہ ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کا گورنر تعینات کیا تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم انہیں رخصت کرنے کے لیے دور تک ساتھ گئے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار، آپ ساتھ پیدل چل رہے تھے اور گفتگو کا سلسلہ جاری تھا جس کا ایک ایک فقرہ شفقت ومحبت کی برسات برسا رہا تھا۔

الوداع کہتے وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! تم قرض کے حوالے سے زیر بار ہو، اگر کوئی ہدیہ پیش کرے تو قبول کر لینا، میں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔

پھر فرمایا: اے معاذ! شاید اس کے بعد ہم دونوں کی ملاقات نہ ہو سکے، جب تم مدینہ طیبہ واپس آؤ گے تو میرے بجائے میری قبر ملے گی۔

۵-حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آخری وصیت حسن اخلاق کی کرنا:

یمن روانہ ہوتے وقت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کوئی وصیت فرمائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، عرض کیا: مزید کچھ فرمائیں؟ فرمایا: گناہ کے فوراً بعد نیکی کرنا تاکہ گناہ مٹ جائے۔ عرض کیا: مزید کچھ فرمائیں؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کے لیے اپنا اخلاق اچھا رکھنا۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ج:۵ ص:۲۲۸)

۶-حسن اخلاق ایمان کا نام:

حسن اخلاق کا نام ایمان ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے افضل وہ شخص ہے جس کے اخلاق عمدہ ہوں اور حسن خلق، ایمان ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۸، ص:۱۹)

۷-دخول جنت کا سبب بننے والے اعمال:

بعض اعمال دخول جنت کا سبب بنتے ہیں، وہ تقویٰ اور حسن اخلاق ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کن اعمال کی وجہ سے جنت میں داخلہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: تقویٰ اور حسن خلق کی وجہ سے۔ پھر سوال کیا گیا: جہنم میں لے جانے والے اعمال کون سے ہیں؟ فرمایا: زبان اور شرمگاہ۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، ج:۲، ص:۲۱)

۸-حسن اخلاق باعث خیر و برکت:

حسن اخلاق کا نام ایمان ہے اور حسن اخلاق باعث خیر و برکت ہوتا ہے۔ حضرت عمر بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: افضل الایمان کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: حسن اخلاق۔

(علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۱، ص:۸۴)

۹-جنت کی ضمانت:

چھ امور پر زبان نبوت سے جنت کی ضمانت دی گئی ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مجھے چھ (۶) چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: (۱) بات کی سچائی، (۲) وعدہ کا ایفا، (۳) امانت کا ادا کرنا، (۴) عصمت کی حفاظت کرنا، (۵) نظروں کی حفاظت کرنا، (۶) ہاتھوں کو قابو میں رکھنا۔

(علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج:۳، ص:۵۸۷)

۱۰-علم اور سخاوت میں رشک:

دو چیزوں کی وجہ سے رشک درست ہوسکتا ہے اور وہ دو چیزیں علم اور سخاوت ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشک دو ہی چیزوں پر درست ہوسکتا ہے: (۱) وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے دولت عطا کی ہو اور وہ اسے مصرف میں خوب خرچ کرتا ہو۔ (۲) جسے اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت عطا کی ہو اور وہ رضاء الٰہی کے لیے ہمہ وقت درس و تدریس میں مصروف رہتا ہو۔

(الصحیح للبخاری، ج:۱، ص:۱۷)

۱۱-سواونٹ سے نوازنا:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سراپا سخاوت تھے، آپ نے ایک خادم کو سواونٹ سے نوازا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے مالِ غنیمت سے حضرت عیینہ رضی اللہ عنہ کو ایک سواونٹ اور حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو بھی سواونٹ سے نوازا تھا۔

۱۲-والدین کو خوش کرنے سے اللہ کا خوش ہونا:

جو انسان اپنے والدین کو خوش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے خوش ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب کی رضا والدین کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔

(امام ترمذی، جامع ترمذی، ج:۲، ص:۱۲)

۱۳-والدین کی زیارت سے حج مبرور کا ثواب عطا ہونا:

والدین کی ہر بار زیارت کے عوض اللہ تعالیٰ حج مبرور کا ثواب عطا کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک اولاد محبت کی نظر سے اپنے والدین کو دیکھے تو اسے ہر نگاہ پر ایک مقبول حج کا ثواب ملتا ہے، صحابہ نے عرض کیا: اگر کوئی ایک دن میں سو(۱۰۰) بار اپنے والدین کو دیکھتا ہے، تو کیا اسے سو حج کا ثواب ملے گا؟ آپ نے جواب دیا: ہاں تب بھی، اللہ بڑا ہے اور بہت پاکیزہ ہے۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ المصابیح ص:۴۲۱)

۱۴-والدین کی خدمت گناہوں کا کفارہ:

والدین کی خدمت کرنے سے انسان کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھ سے بہت بڑا گناہ صادر ہو گیا ہے، کیا میری توبہ کی امید ہے؟ آپ نے دریافت کیا: کیا تمہاری والدہ ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں، پوچھا: کیا خالہ ہے؟ جواب دیا: ہاں، فرمایا: ان کے ساتھ نیکی کرو۔ (علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج:۳، ص:۳۲۲)

۱۵-عورت گھر کی نگران:

بیوی اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہوتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المرأۃ راعیة فی بیت زوجها ۔ بیوی اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہوتی ہے۔ (الصحیح للبخاری، ج:۱، ص:۱۲۲)

۱۶-بیوی سے نفرت کی ممانعت:

زوجین میں نفرت کی وجہ سے گھر عذاب کدہ بن جاتا ہے، شوہر کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنی بیوی سے نفرت کرے۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزارہ کیا کرو، اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھی ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان والے شوہر کو اپنی مومنہ بیوی سے نفرت نہیں کرنی چاہیے۔ اگر اس کی کوئی عادت ناپسندیدہ ہوگی تو دوسری کوئی عادت پسندیدہ بھی ہوگی۔ (الصحیح للمسلم، ج:۱،ص:۴۷۵)

۱۷- شوہر کے حقوق بیوی پر:

اسلام آفاقی دین ہے جس میں سب کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی بیٹی سمیت حاضر ہوا، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ میری بیٹی ہے، جو نکاح کرنے سے انکاری ہے؟ آپ نے فرمایا: اے بیٹی! تم اپنے باپ کی بات مانو، اس نے عرض کیا: قسم بخدا! جب تک بیوی پر شوہر کے حقوق آپ بیان نہیں کرتے میں نکاح نہیں کروں گی؟ آپ نے فرمایا: شوہر کا حق بیوی پر اس قدر زیادہ ہے کہ اگر خاوند کے زخمی جسم سے خون، پیپ اور مواد بہہ رہا ہو اور وفا شعار بیوی اسے اپنی زبان سے چاٹ کر صاف کر دے تب بھی خاوند کا حق ادا نہ ہوگا۔ اس لڑکی نے عرض کیا: تب تو میں کبھی نکاح نہیں کروں گی۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۴،ص:۳۰۳)

۱۸- جنت کی حقدار بیوی:

اپنے شوہر کی فرمانبردار بیوی جنت میں داخل ہوگی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت پنجگانہ نماز باقاعدگی سے پڑھے، ماہ رمضان کے روزے رکھے، اپنی عفت کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبردار ہو، تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۴،ص:۳۰۱)

۱۹- خاوند کی ناراضگی سے اعمالِ صالحہ برباد:

اپنے شوہر کی نافرمان عورت کے اعمال صالحہ برباد ہو جاتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کی نماز قبول کی جاتی ہے اور نہ کوئی دوسرا عمل: (۱) بھاگا غلام یا لونڈی، (۲) وہ عورت جو شوہر کی نافرمان ہو، (۳) نشہ میں مست حتیٰ کہ وہ ہوش میں آ جائے۔

(علامہ احمد بن حجر عسقلانی، فتح الباری، شرح صحیح البخاری، ج:۹،ص:۲۹۴)

۲۰- اولاد پر خرچ کرنے کی فضیلت:

اپنی اولاد پر خرچ کرنا بہترین صدقہ ہے اور اس کا ثواب بھی زیادہ ہے۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے۔ (الصحیح بخاری، ج:۲،ص:۸۰۵)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا افضل ترین مال وہ ہے، جو اہل وعیال پر خرچ کیا جائے۔ (الصحیح للمسلم، ج:۱،ص:۳۲۲)

۲۱- لڑکیوں کا باعث خیر و برکت ہونا

انسان کے لیے لڑکیاں باعث خیر و برکت ہوتی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بچی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے، جو گھر والوں کے لیے برکت لے کر آتا ہے۔

(علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۰۰)

۲۲- لڑکیوں سے نفرت کی ممانعت:

لڑکوں کی طرح والدین کو چاہیے کہ وہ لڑکیوں سے بھی محبت کریں اور ان سے نفرت ہرگز نہ کریں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بیٹیوں سے نفرت نہ کرو، بیٹیاں بڑی محبت والی اور بڑی خیر و برکت والی ہوتی ہیں۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ج ۴، ص ۱۵۱)

۲۳- بیٹے کو بیٹی پر ترجیح دینے کی ممانعت:

بیٹوں کی طرح بیٹیاں بھی انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت و نعمت ہیں۔ بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دینے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی ایک بیٹی ہو، اس نے اسے نہ تکلیف دی، نہ نیچا دکھایا اور نہ ہی اس کے مقابلہ میں بیٹے کو ترجیح دی، اللہ تعالیٰ اس وجہ سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔

(امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۲۱۲)

۲۴- بہنوں سے حسن سلوک کے سبب جنت میں داخل ہونا:

بیٹیوں کی طرح بہنوں سے بھی مشفقانہ برتاؤ کرنا چاہیے۔

۱- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں، یا دو بیٹیاں اور دو بہنیں ہوں، اس نے ان کی پرورش کی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تو یہ جنت میں داخل ہوگا۔

(امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۲۱۳)

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ اسے بھی جنت میں داخل کرے گا۔

(المسند امام احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۲۳۵)

۲۵- رشتہ داروں سے حسن سلوک کے سبب جنت:

اپنے اعزاء و اقارب سے حسن سلوک کے سبب اللہ تعالیٰ جنت عطا کرتا ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے جنت کے قریب کرنے والے اور جہنم سے دور کرنے والے عمل سے آگاہ کریں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ، نماز ادا کرو،

زکوۃ دو اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ (علامہ علی بن ابی بکر، الترغیب والترہیب، ج:۳، ص:۳۳۶)

۲۶- چھ امور کی ضمانت پر دخول جنت کی ضمانت:

چھ امور کی ضمانت فراہم کرنے والے کے لیے دخول جنت کا پختہ وعدہ ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم چھ (۶) امور کی ذمہ داری لو تو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: (۱) بات کرتے وقت جھوٹ نہ بولنا، (۲) وعدہ کرنے پر اسے پورا کرنا، (۳) امانت میں خیانت نہ کرنا، (۴) نظروں کی حفاظت کرنا، (۵) عصمت کی حفاظت کرنا، (۶) رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا۔

۲۷- ہمسائے کو تکلیف دینا نبی علیہ السلام کو تکلیف دینے کے برابر:

ہمسائے کو بلا وجہ تکلیف دینا، نبی کو تکلیف دینے کے برابر جرم ہے۔

۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے ہمسائے کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔

(علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج:۳، ص:۳۵۴)

۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے پڑوسی سے لڑائی کی اس نے مجھ سے لڑائی کی اور جس نے مجھ سے لڑائی کی اس نے اللہ سے لڑائی کی۔ (ایضاً)

۲۸- نیک پڑوسی کی فضیلت:

نیک ہمسائے کی وجہ سے کئی گھروں کو سکون عطا کیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک مسلمان نیک پڑوسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سو (۱۰۰) گھروں کی مصیبتوں کو دور کرتا ہے۔

(علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج:۳، ص:۳۶۳)

۲۹- مسواک سنت انبیاء علیہم السلام:

مسواک حضرات انبیاء علیہم السلام کی محبوب سنت ہے، حضرت ملیح بن عبداللہ الخطمی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اشیاء انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں: (۱) حیاء و حلم، (۲) پچھنا لگوانا، (۳) مسواک کرنا، (۴) خوشبو لگانا، (۵) نکاح کرنا۔ (علامہ زکی الدین منذری، مجمع الزوائد، ج:۱، ص:۹۹)

۳۰- وضو کے وقت مسواک کے بعد نماز کا ثواب ستر (۷۰) گنا بڑھ جانا:

وضو کے وقت مسواک کے استعمال سے نماز کا ثواب ستر (۷۰) گنا بڑھ جاتا ہے۔

۱- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک کر کے پڑھی جانے والی نماز، بغیر مسواک والی نماز سے ستر (۷۰) گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ (علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج:؟؟، ص:۱۲۷)

۲-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو رکعت نماز مسواک کے ساتھ پڑھنا مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں بغیر مسواک کے ستر (۷۰) رکعات پڑھوں۔ (ایضاً)

۳۱-مسواک کا استعمال نصف ایمان:

وضو کے وقت مسواک کا استعمال نصف ایمان ہے۔ حضرت حسان بن عطیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک کرنا نصف وضو ہے اور وضو کرنا نصف ایمان ہے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۹،ص:۳۱۰)

۳۲-گھر میں نوافل ادا کرنے کی فضیلت:

گھر میں نوافل ادا کرنے سے خیر و برکت حاصل ہوتی ہے اور ریا کاری سے بچنے کی وجہ سے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔

۱-حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں (اللہ کا ذکر نماز کی شکل میں) کیا جاتا ہے، وہ زندہ کی طرح ہے اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہیں کیا جاتا وہ مردہ کی مثل ہے۔ (الصحیح للبخاری، ج:۱،ص:۱۵۸)

۲-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نماز کا کچھ حصہ اپنے گھر کے لیے بھی رکھو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ (الصحیح للبخاری، ج:۱،ص:۱۵۸)

۳۳-نماز سے گھروں کو روشن کرنا:

نماز نور ہے اور گھر میں نماز ادا کرنے سے گھر روشن ہو جاتا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اہل عراق کی ایک جماعت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی، ان سے دریافت کیا کہ مردوں کا گھر میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: یہی سوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیا گیا تھا، تو آپ نے فرمایا: گھر میں (نفلی) نماز نور ہے، پس تم اپنے گھروں کو منور کرو۔ (علامہ زکی الدین منذری، الترغیب والترہیب، ج:۱،ص:۲۷۹)

۳۴-ہر ماہ تین روزے رکھنے کی ترغیب:

ہر ماہ تین (۳) روزے رکھنے کی ترغیب و فضیلت احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہر مہینے میں تین (۳) روزے رکھیں: چاند کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو۔ (امام ابوعبدالرحمٰن احمد نسائی، سنن نسائی، ج:۱،ص:۲۴۰)

۳۵-دخول دار کے لیے اجازت طلب کرنا:

گھر میں داخل ہونے سے قبل اہل خانہ سے اجازت لینا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو یوں کہا: **السلام علیکم**، کیا عمر اندر آسکتا ہے؟ (الادب المفرد للبخاری، ص:۲۷۹)

۳۶- باپ اور بیٹے سے اجازت طلب کرنا:

گھر میں داخل ہونے کے لیے اپنے بیٹے اور باپ سے بھی اجازت طلب کرنا ہوگی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آدمی کو اپنے بیٹے اور والدہ سے اجازت لینی چاہیے اگر چہ والدہ بوڑھی ہوں۔ اسی طرح بھائی سے، بہن سے اور باپ سے بھی اجازت لینی چاہیے۔ (الادب المفرد للبخاری، ص:۳۷۳)

۳۷- والدہ سے اجازت طلب کرنا

دخول بیت کی غرض سے باپ، بہن اور اپنے بیٹے کی طرح والدہ محترمہ سے بھی اجازت لینی چاہیے۔ حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کیا والدہ کے پاس جانے کے لیے بھی میں پہلے اجازت طلب کروں گا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں، ماں کے پاس جانے کے لیے بھی اجازت لو، عرض کیا: میں والدہ کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں؟ فرمایا: ہاں، اجازت لے کر جاؤ۔

۳۸- دروازہ کے سامنے کھڑا ہونے کی ممانعت:

کسی کے گھر داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کرتے وقت دروازہ کے بالکل مقابل نہیں کھڑا ہونا چاہیے بلکہ دائیں بائیں کھڑا ہونا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب کوئی شخص دروازے پر آئے اور اجازت طلب کرنا چاہیے اور وہ دروازہ کے سامنے منہ کر کے کھڑا نہ ہو، دائیں یا بائیں کسی طرف ہٹ کر کھڑا ہو۔ اگر اجازت مل جائے تو خیر ورنہ واپس چلا جائے۔ (الادب المفرد للبخاری، ص:۳۷۷)

۳۹- بیویوں کو اپنے ساتھ حج میں شامل کرنا:

کسی بھی سفر پر روانہ ہوتے وقت حتی الامکان بیوی کو بھی ساتھ رکھنا چاہیے حتیٰ کہ حج کے موقع پر بھی۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اپنے ساتھ حج کرایا۔ (امام احمد بن حنبل، مسند، ج:۶، ص:۳۷۶)

۴۰- بیویوں کو خود سلام کرنا:

گھر میں داخل ہوتے وقت اپنے اہل وعیال کو سلام کہنے میں پہل کرنا مسنون ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر صبح کو اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے جاتے تو انہیں سلام کہنے میں پہل کرتے تھے۔ (علامہ علی بن ابی بکر ہیثمی، مجمع الزوائد، ج:۴، ص:۳۱۵)

۴۱- سلام کہنا سنت اور جواب دینا واجب:

کسی کو سلام کہنا مسنون مگر جواب دینا واجب ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلام کہنا سنت اور جواب دینا واجب ولازم ہے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۹، ص:۳۱۵)

۴۲- کلام سے پہلے سلام:

کسی سے ملاقات کے وقت کلام (گفتگو) کا آغاز کرنے سے پہلے سلام کرنا چاہیے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کلام کرنے سے پہلے سلام کیا جائے۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، ج ۲، ص ۹۵)

۴۳- امت کا بہترین تحفہ سلام:

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے لیے بہترین تحفہ سلام ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے "سلام" کو ہماری امت کا تحفہ بنایا ہے اور ذمیوں کے لیے باعث امن۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۸، ص ۱۰۹)

۴۴- عورتوں کو سلام کہنا:

مردوں کی طرح عورتوں کو بھی سلام کیا جائے گا، ان پر بھی جواب واجب ہے مگر پست آواز میں۔ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب عورتوں کے پاس سے گزرتے تھے، تو انہیں سلام فرماتے تھے۔

(امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۱۰)

۴۵- بچوں کو سلام کہنا:

خواتین و حضرات کی طرح بچوں کو بھی سلام کہنا مسنون ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام فرماتے تھے۔ (الصحیح للبخاری، ج ۲، ص ۹۲۳)

۴۶- ہاتھ کے اشارہ سے سلام و جواب ممنوع ہونا:

اپنے ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا یا جواب دینا منع ہے۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہمارے غیر کی مشابہت اختیار کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ تم یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ یہود اپنی انگلیوں کے اشارہ سے سلام کرتے ہیں اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں کے اشارہ سے ہوتا ہے۔

(علامہ علی بن ابی بکر ہیثمی، مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۳۹)

۴۷- زمین پر بیٹھ کر کھانا:

ٹیبل، کرسی اور چارپائی پر بیٹھ کر نہیں بلکہ زمین پر بیٹھ کر کھانا پینا سنت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے کھانا پیش کیا، آپ نے فرمایا: زمین یا چٹائی پر رکھو۔ (ایضاً، ج ۵، ص ۱۳)

۴۸- کرسی اور میز پر کھانا خلاف سنت ہونا:

کرسی یا میز پر کھانا خلاف سنت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر عمر تک کبھی

میز پر کھانا نہیں کھایا اور نہ کبھی چپاتی تناول فرمائی۔ (امام ترمذی، جامع ترمذی، ج:۲،ص:۵۹)

۴۹-دستر خوان پر کھانا مسنون:

دستر خوان پر رکھ کر کھانا تناول کرنا مسنون ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میز پر کھانا تناول نہیں کیا، نہ ہی چھوٹی طشتریوں میں نوش کیا اور آپ کے لیے نہ کبھی چپاتی پکائی گئی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز پر کھانا رکھ کر تناول کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: چمڑے کے دستر خوان پر۔

(امام احمد بن حنبل، المسند، ج:۳،ص:۱۳۰)

۵۰-جوتے اتار کر کھانا:

کھانا کھاتے وقت جوتے اتار دینا چاہیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو اپنے جوتے اتار دیا کرو، اس سے تمہارے پاؤں کو زیادہ راحت ملے گی۔

(امام ابو عبد اللہ دارمی، سنن دارمی، ج:۳،ص:۳۴)

۵۱-خادم کو کھانے میں شامل کرنا:

کھانا نہایت مشقت سے تیار کیا جاتا ہے، کھانا تیار کرنے والے خادم (نوکر) کو کھانے میں شریک کرنا چاہیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی کا نوکر کھانا لائے اگر وہ اسے کھانے میں شریک نہ کرے، تو کم از کم اسے ایک دو لقمے ہی کھلا دے۔ (الصحیح للبخاری، ج:۲،ص:۸۲۰)

۵۲-رزق کی ناقدری سے بچنا:

رزق اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اس کی ناقدری سے احتراز کرنا ازبس ضروری ہے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو روٹی کا ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا، اسے اٹھایا صاف کیا پھر کھا لیا، اور فرمایا: اے عائشہ! اپنے کرم فرما کا اکرام کرو یعنی کھانے کا۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۲۴۰)

۵۳-کھانے میں پھونک مارنے کی ممانعت:

کھانے پینے کی چیز میں پھونک مارنا منع ہے، کیونکہ پھونک کے ذریعے جراثیم کھانے میں مل کر پیٹ میں داخل ہوں گے جو مرض کا سبب بنیں گے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے سے منع کیا ہے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۱۵،ص:۲۶۰)

۵۴-برتن صاف کرنے کی فضیلت:

روایات میں کھانے کے برتن کو صاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم برتن صاف کیا کرو، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔ (الصحیح للمسلم، ج:۲، ص:۱۷۵)

۵۵- صاف کرنے والے کے حق میں برتن کی دعا:

کھانے کے بعد صاف کرنے والے کے حق میں برتن دعائے مغفرت کرتا ہے۔ حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں پیالہ میں کھا رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص برتن میں کھائے اور اسے صاف کرے تو برتن اس کے لیے بخشش کی دعا کرتا ہے۔ (امام ابو محمد عبد اللہ دارمی، سنن دارمی، ج:۱، ص:۲۲)

۵۶- کھانے کے بعد پانی نوش نہ کرنا:

کھانے کے اختتام پر پانی نہیں پینا چاہیے، کیونکہ یہ مرض کا باعث بن سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد پانی نوش نہیں فرماتے تھے، کیونکہ کھانے کے فوراً بعد پانی پینا مفسد ہضم ہے۔ جب تک کھانا ہضم نہ ہو جائے پانی نہیں پینا چاہیے۔

(شیخ عبد الحق محدث دہلوی، مدارج النبوت، ج:۱، ص:۷۸۰)

۵۷- آب زمزم کھڑے ہو کر پینا:

عام پانی بیٹھ کر پینا چاہیے مگر آب زمزم کھڑے ہو کر پینا مسنون ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آب زمزم پیش کیا گیا، تو آپ نے وہ کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔ (الصحیح للبخاری، ج:۲، ص:۸۴۰)

۵۸- وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہو کر پینا:

آب زمزم کی طرح وضو کا باقی ماندہ پانی بھی کھڑے ہو کر پینا مسنون ہے، حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔ (الصحیح للبخاری، ج:۲، ص:۸۴۰)

۵۹- ٹخنوں کے نیچے شلوار یا چادر لٹکانے کی وعید:

ٹخنوں کے نیچے شلوار یا تہبند لٹکانا منع اور قابل مؤاخذہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا تہبند نصف پنڈلی تک یا پنڈلی تک یا پھر ٹخنہ کے اوپر ہو اور جو ٹخنہ سے نیچے ہو تو جہنم کے لائق ہے۔

(امام احمد نسائی، سنن نسائی، ج:۲، ص:۲۵۹)

۶۰- عمامہ استعمال کرنا سنت:

مرد کے لیے سر پر عمامہ باندھنا سنت ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

(امام ترمذی، جامع ترمذی، ج:۱، ص:۲۰۷)

۲۱- ٹوپی پہننا مسنون:

عمامہ بغیر ٹوپی کے یا ٹوپی بغیر عمامہ کے یا دونوں کو جمع کر کے استعمال کرنا بھی جائز و مسنون ہے۔ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور مشرکین کے درمیان ٹوپی پر عمامہ باندھنے کا فرق ہے۔

(امام سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ج:۲، ص:۱۱۲)

بَابُ مَاجَاءَ فِی سِنِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 53: رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کا بیان

357— حَدَّثَنَا احمد بن منیع حَدَّثَنَا روح بن عبادة حَدَّثَنَا زکریا بن اسحق حَدَّثَنَا عمر و بن دینار عن ابن عباس قَالَ مَكَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوْحٰی اِلَيْهِ وَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا وَّ تُوُفِّیَ وَ هُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَ سِتِّيْنَ سَنَةً .

❖❖ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ (۱۳) سال مکہ مکرمہ میں قیام کیا، آپ کی طرف وحی نازل ہوتی رہی اور دس (۱۰) برس مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) برس تھی۔

358— حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا محمد بن جعفر عن شعبة عَنْ اَبِیْ اسحٰق عن عامر بن سعد عن جریر عن معاویة اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَخْطُبُ قَالَ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَ سِتِّيْنَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ وَاَنَا ابْنُ ثَلٰثٍ وَ سِتِّيْنَ سَنَةً .

❖❖ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبے کے دوران یہ بیان کرتے ہوئے سنا: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی وصال کے وقت عمر اتنی ہی تھی اور اب میں بھی تریسٹھ (۶۳) سال کا ہو گیا ہوں۔

359— حَدَّثَنَا حسین بن مهدی البصری حَدَّثَنَا عبد الرزاق عن ابن جریج عن الزهری عن عروة عن عائشة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَ سِتِّيْنَ سَنَةً .

❖❖ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وصال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔

360— حَدَّثَنَا احمد بن منیع و یعقوب ابن ابراهیم الدورقی قَالَا حَدَّثَنَا اسمعیل بن علیة عن خالد الحذاء حدثنی عمار مولیٰ بنی هاشم قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَ سِتِّيْنَ .

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت آپ کی عمر پینسٹھ (۶۵) برس تھی۔

361– حَدَّثَنَا محمد بن بشار و محمد بن ابان قالا حَدَّثَنَا معاذ بن هشام حدثني اَبِيْ عن قتادة عن الحسن عن دغفل بن حنظلة اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَ هُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَ سِتِّيْنَ سَنَةً

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى وَ دَغْفَلٌ لَا نَعْرِفُ لَهُ سَمَاعًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا ۔

◆◆ حضرت دغفل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پینسٹھ (۶۵) برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: حضرت دغفل رضی اللہ عنہ سے احادیث سننا ثابت نہیں ہے۔ تاہم وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس سے تعلق رکھتے ہیں۔

362– حَدَّثَنَا اسحق بن موسى الانصاری حَدَّثَنَا معن حَدَّثَنَا مالك ابن انس عن ربيعة بن اَبِيْ عبد الرحمن عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ وَلَا بِالْاَبْيَضِ الْاَمْهَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَاْسِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشَرَ سِنِيْنَ وَ بالمدينة عَشَرَ سِنِيْنَ وَ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَاْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً وَ لَيْسَ فِيْ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بن سعيد عن مالك بن انس عن ربيعة بن اَبِيْ عبد الرحمن عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ نحوه ۔

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لمبے نہیں تھے اور چھوٹے قد والے بھی نہیں تھے، آپ پھیکے سفید نہیں تھے اور بالکل گندمی بھی نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے چالیس (۴۰) برس کی عمر میں آپ کو مبعوث کیا، آپ نے دس (۱۰) برس مکہ مکرمہ میں قیام کیا، دس (۱۰) برس مدینہ میں قیام کیا اور ساٹھ (۶۰) برس کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی۔ اس وقت آپ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک میں بیس (۲۰) سفید بال بھی نہیں تھے۔

یہی روایت ایک دوسری سند سے بھی منقول ہے۔

شرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے حوالے سے مختلف روایات میں تطبیق

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے حوالے سے تین قسم کی روایات وارد ہوئی ہیں: (۱) تریسٹھ (۶۳) سال، (۲) ساٹھ (۶۰) سال، (۳) پینسٹھ (۶۵) سال۔ بظاہر ان میں تعارض معلوم ہوتا ہے مگر تطبیق کی صورت حسب ذیل ہے:

۱- عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) سال ہو: پہلی تین احادیث باب سے تریسٹھ (۶۳) سال عمر مبارک ثابت ہوتی ہے، یہی جمہور

محدثین اور مؤرخین کا نظریہ ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ چالیس (۴۰) سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا۔اس کے بعد تیرہ (۱۳) سال مکی زندگی ہے اور دس (۱۰) سال مدنی زندگی ہے۔اس طرح کل عمر تریسٹھ (۶۳) سال بنتی ہے۔

۲-عمر مبارک ساٹھ (۶۰) سال ہو: ساٹھ (۶۰) سال والی روایات کے رواۃ نے اہل عرب کے معروف طریقہ کے مطابق کسر کو چھوڑ دیا ہو یا انہوں نے اعلان نبوت کے بعد انقطاع وحی کے تین (۳) سالوں کو شمار نہ کیا ہو۔اس طرح عمر مبارک ساٹھ (۶۰) سال ہوئی۔

۳-عمر مبارک پینسٹھ (۶۵) سال ہو: پینسٹھ (۶۵) سال والی روایات کے رواۃ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سال ولادت اور سال وصال کو مکمل سال شمار کیا ہو۔اس طرح عمر مبارک پینسٹھ (۶۵) سال ہوئی۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي وَفَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 54: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان

363- حَدَّثَنَا اَبُوْ عمار الحسين بن حريث و قتيبة بن سعيد وغير واحد قالوا حَدَّثَنَا سفيان بن عيينة عن الزهرى عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَشْفَ السِّتَارَةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَنَظَرْتُ اِلٰى وَجْهِهٖ كَاَنَّهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ خَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَادَ النَّاسُ اَنْ يَّضْطَرِبُوْا فَاَشَارَ اِلَى النَّاسِ اَنِ اثْبُتُوْا وَ اَبُوْبَكْرٍ يَؤُمُّهُمْ وَاَلْقَى السِّجْفَ وَ تُوُفِّيَ مِنْ اٰخِرِ ذَالِكَ الْيَوْمِ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری وقت دیکھا جب آپ نے سوموار کے دن پردہ اٹھایا تو میں نے آپ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا، یوں جیسے وہ قرآن پاک کا ایک ورق ہے۔اس وقت لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے۔لوگ اپنی نماز توڑنے لگے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ تم لوگ نماز نہ توڑو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت ان لوگوں کی امامت کروا رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ گرا دیا۔اسی دن کے آخری حصہ میں آپ رب اعلیٰ کے حضور پہنچ گئے۔

364- حَدَّثَنَا محمد بن مسعدة البصرى حَدَّثَنَا سليم بن اخضر عن ابن عون عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة قالت كُنْتُ مُسْنِدَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى صَدْرِيْ اَوْقَالَتْ اِلٰى حَجْرِيْ فَدَعَا بِطَسْتٍ لِيَبُوْلَ فِيْهِ ثُمَّ بَالَ فَمَاتَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے کے ساتھ یا میری گود میں ٹیک لگائی ہوئی تھی۔آپ نے برتن منگوایا تا کہ اس میں پیشاب کریں، آپ نے پیشاب کیا پھر آپ کا وصال ہو گیا۔

365- حَدَّثَنَا قتيبة حَدَّثَنَا الليث عن ابن الهاد عن موسى بن سرجس عن القاسم بن محمد عن

عائشة انها قالت رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوتِ وَ عِنْدَهُ قَدَحٌ فِيْهِ مَآءٌ هُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالْمَآءِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی مُنْكَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْ قَالَ عَلٰى سَكَرَاتِ الْمَوْتِ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یاد ہے، جب آپ کا وصال ہونے والا تھا آپ کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں پانی موجود تھا، آپ اپنا ہاتھ مبارک اس پیالے میں ڈالتے تھے، اس پانی کے ذریعے اپنے چہرے پر مسح کرتے' اور یہ دعا کرتے تھے: ''اے اللہ! موت کی سختیوں کے خلاف میری مدد فرما۔'' اے اللہ! ''موت کی مدہوشیوں کے خلاف میری مدد کر۔''

366- حَدَّثَنَا الحسن بن الصباح البزار حَدَّثَنَا مبشر بن اسمعيل عن عبد الرحمن بن العلاء عن ابيه عن ابن عمر عن عائشة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالت لَا اَغْبِطُ اَحَدًا بِهَوْنِ مَوْتٍ بَعْدَ الَّذِیْ رَاَيْتُ مِنْ شِدَّةِ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى سالت ابازرعة فقلت له من عبد الرحمن بن العلاء هٰذَا قَالَ هو عبد الرحمٰن بن العلاء بن الجلاج .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب سے میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت وفات کو دیکھا ہے اس کے بعد مجھے کسی کی آسان موت پر رشک نہیں آیا۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ میں نے ابوزرعہ سے سوال کیا، میں نے ان سے کہا: یہ عبدالرحمٰن بن علاء کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ عبدالرحمٰن بن علاء بن حلاج ہیں۔

367- حَدَّثَنَا اَبُوْ كريب محمد بن العلاء حَدَّثَنَا اَبُوْ معاوية عن عبد الرحمن بن اَبِیْ بكر هوا بن المليكى عَنْ اَبِیْ مليكة عن عائشة قالت لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوْا فِیْ دَفْنِه فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَا نَسِيْتُهُ قَالَ مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِیْ يُحِبُّ اَنْ يُّدْفَنَ فِيْهِ اِدْفِنُوْهُ فِیْ مَوْضِعِ فِرَاشِه .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، تو آپ کے دفن کرنے کے بارے میں لوگوں کے درمیان اختلاف رائے ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات فرماتے ہوئے سنا ہے' جو مجھے نہیں بھولی۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہر نبی کو اس جگہ پر وفات دیتا ہے جہاں وہ پسند کرتا ہے اور اسے وہیں دفن کیا جائے۔'' اس لیے تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہیں دفن کرو جہاں آپ کا بستر مبارک ہے۔

368- حَدَّثَنَا محمد بن بشار و عباس العنبری وسوار بن عبد اللّٰه و غير واحد قالوا حَدَّثَنَا يحيىٰ بن سعيد عن سفيان الثوری عن موسى بن اَبِیْ عائشة عن عبيد اللّٰه بن عبد اللّٰه عن ابن عباس و عائشة

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُم اَنَّ اَبَابَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَامَاتَ .

حَدَّثَنَا نصر بن على الجهضمى حَدَّثَنَا مرحوم بن عبد العزيز العطار عَنْ اَبِىْ عمران الجونى عَنْ يَزِيْدَ بن بابنوس عن عائشة اَنَّ اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ فَوَضَعَ فَمَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى سَاعِدَيْهِ وَقَالَ وَانَبِيَّاهُ وَاصَفِيَّاهُ وَاخَلِيْلَاهُ .

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کو بوسہ دیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ کی وفات کے بعد انہوں نے اپنا منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے درمیان رکھا، اپنے دونوں ہاتھ آپ کی کلائیوں پر رکھے اور بولے: ہائے نبی! ہائے برگزیدہ شخصیت! ہائے خلیل!

369- حَدَّثَنَا بشر بن هلال الصواف البصرى حَدَّثَنَا جعفر بن سليمان عن ثابت عن انس قَالَ لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِىْ دَخَلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ اَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ اَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ وَمَا نَفَضْنَا اَيْدِيَنَا عَنِ التُّرَابِ وَاِنَّا لَفِىْ دَفْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَنْكَرْنَا قُلُوْبَنَا .

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب وہ دن تھا جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ آئے تھے تو اس دن مدینہ کی ہر چیز روشن ہوگئی تھی اور جب وہ دن آیا جس میں آپ کا وصال ہوا تو وہاں کی ہر چیز تاریک ہوگئی۔ ابھی ہم نے اپنے ہاتھوں سے مٹی نہیں جھاڑی تھی اور آپ کو دفن کرنے میں مشغول تھے کہ ہمیں اپنے دلوں کی کیفیت تبدیل ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔

370- حَدَّثَنَا محمد بن حاتم حَدَّثَنَا عامر بن صالح عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پیر کے دن ہوا۔

371- حَدَّثَنَا محمد بن اَبِىْ عمر حَدَّثَنَا سفيان بن عيينة عن جعفر بن محمد عن ابيه قَالَ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَمَكَثَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَلَيْلَةَ الثُّلَاثَاءِ وَدُفِنَ مِنَ اللَّيْلِ وَقَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ غَيْرُهٗ يُسْمَعُ صَوْتُ الْمَسَاحِىْ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ .

حضرت امام جعفر بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد (امام محمد الباقر) کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سوموار کے دن وصال ہوا تھا۔ اس دن اور منگل کی رات آپ یوں ہی رہے اور اگلی رات میں آپ مدفون ہوئے۔ سفیان اور دیگر سے منقول ہے: رات کے آخری حصہ میں پھاوڑے چلنے کی آواز سنائی دی گئی۔

372- حَدَّثَنَا قتيبة بن سعيد حَدَّثَنَا عبد العزيز بن محمد عن شريك بن عَبْدُ اللّٰهِ بن اَبِىْ نمر عَنْ اَبِىْ سلمة بن عبد الرحمن بن عوف قَالَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَدُفِنَ يَوْمَ

الثلثاء

قَالَ اَبُوْ عِيسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ .

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سوموار کے دن انتقال ہوا اور منگل کے دن آپ کو دفن کیا گیا تھا۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ حدیث غریب ہے۔

373- حَدَّثَنَا نصر بن علي الجهضمي حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بن نبيط اخبرنا عن نعيم بن اَبِىْ هند عن نبيط بن شريط عن سالم بن عبيد و كانت له صحبة قَالَ اُغْمِىَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ مَرَضِه فَاَفَاقَ فَقَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ وَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ اَوْ قَالَ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُغْمِىَ عَلَيْهِ فَاَفَاقَ فَقَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ قَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ وَمُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اِنَّ اَبِىْ رَجُلٌ اَسِيْفٌ اِذَا قَامَ ذٰلِكَ الْمَقَامَ تَبْكِىْ فَلَا يَسْتَطِيْعُ فَلَوْ اَمَرْتَ غَيْرَهٗ قَالَ ثُمَّ اُغْمِىَ عَلَيْهِ فَاَفَاقَ فَقَالَ مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ وَمُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ اَوْصَوَاحِبَاتِ يُوْسُفَ قَالَ فَاُمِرَ بِلَالٌ فَاَذَّنَ وَاُمِرَ اَبُوْبَكْرٍ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ خِفَّةً فَقَالَ انْظُرُوْا اِلٰى مَنْ اَتَّكِئُ عَلَيْهِ فَجَاءَتْ بَرِيْرَةُ وَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَاتَّكَأَ عَلَيْهِمَا فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ لِيَنْقُصَ فَاَوْمَا اِلَيْهِ اَنْ يَّثْبُتَ مَكَانَهٗ حَتّٰى قَضٰى اَبُوْبَكْرٍ صَلٰوتَهٗ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ فَقَالَ عُمَرُ وَاللّٰهِ لَا اَسْمَعُ اَحَدًا يَذْكُرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ اِلَّا ضَرَبْتُهٗ بِسَيْفِىْ هٰذَا قَالَ كَانَ النَّاسُ اُمِّيِّيْنَ لَمْ يَكُنْ فِيْهِمْ نَبِىٌّ قَبْلَهٗ فَاَمْسَكَ النَّاسُ قَالُوْا يَاسَالِمُ اِنْطَلِقْ اِلٰى صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَادْعُهٗ فَاَتَيْتُ اَبَابَكْرٍ وَ هُوَ فِى الْمَسْجِدِ فَاَتَيْتُهٗ اَبْكِىْ دَهِشًا فَلَمَّا رَاٰنِىْ قَالَ لِىْ اَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ اِنَّ عُمَرَ يَقُوْلُ لَا اَسْمَعُ اَحَدًا يَذْكُرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ اِلَّا ضَرَبْتُهٗ بِسَيْفِىْ هٰذَا فَقَالَ لِىْ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْتُ مَعَهٗ فَجَاءَ هُوَ النَّاسُ قَدْ دَخَلُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَفْرِجُوْا لِىْ فَاَفْرَجُوْا لَهٗ فَجَاءَ حَتّٰى اَكَبَّ عَلَيْهِ وَ مَسَّهٗ فَقَالَ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ثُمَّ قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ فَعَلِمُوْا اَنْ قَدْ صَدَقَ قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَنُصَلِّىْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالُوْا وَ كَيْفَ قَالَ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَ يَدْعُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ ثُمَّ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ وَ يَدْعُوْنَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَدْخُلَ النَّاسُ قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَيُدْفَنُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالُوْا اَيْنَ قَالَ فِى الْمَكَانِ الَّذِىْ قَبَضَ اللّٰهُ فِيْهِ

رُوْحَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَقْبِضْ رُوْحَهٗ اِلَّا فِيْ مَكَانٍ طَيِّبٍ فَعَلِمُوْا اَنْ قَدْ صَدَقَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ يُّغَسِّلَهٗ بَنُوْ اَبِيْهِ وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُوْنَ يَتَشَاوَرُوْنَ فَقَالُوْا انْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اِخْوَانِنَا مِنَ الْاَنْصَارِ نُدْخِلُهُمْ مَعَنَا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ مِنَّا اَمِيْرٌ وَّمِنْكُمْ اَمِيْرٌ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ لَهٗ مِثْلُ هٰذِهِ الثَّلٰثِ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا مَنْ هُمَا قَالَ ثُمَّ بَسَطَ يَدَهٗ فَبَايَعَهٗ وَ بَايَعَهُ النَّاسُ بَيْعَةً حَسَنَةً جَمِيْلَةً .

حضرت سالم بن عبید نے کہا: انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ بیماری کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہوئی، جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے دریافت کیا: نماز کا وقت ہو چکا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: بلال سے کہو وہ اذان دے اور ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہوئی، جب آپ کو ہوش آیا تو دریافت کیا: نماز کا وقت ہو چکا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: بلال سے کہو وہ اذان دے اور ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میرے والد نرم دل آدمی ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے لگیں گے اور نماز نہیں پڑھا سکیں گے، آپ ان کی بجائے کسی اور کو حکم دیں؟ راوی نے بیان کیا: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہوئی، جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا: بلال سے کہو کہ وہ اذان دے اور ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائے، تم لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کی خواتین کی طرح ہو۔ راوی نے کہا: پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا انہوں نے اذان دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتری محسوس کی پھر آپ نے فرمایا: کوئی میرے پاس آئے تاکہ میں اس کے ساتھ ٹیک لگاؤں؟ تو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اور ایک صاحب آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے ٹیک لگائی، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف ہاتھ کے ذریعے اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ پر رہیں حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز مکمل کر لی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے جس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے' تو میں اپنی اس تلوار کے ساتھ اسے قتل کر دوں گا۔

راوی نے کہا: لوگ پڑھے لکھے نہیں تھے، ان میں اس سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا تھا، اس لیے لوگ خاموش رہے۔ انہوں نے سالم سے کہا: تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی کے پاس جاؤ اور انہیں بلا کر لاؤ؟ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ اس وقت مسجد میں موجود تھے۔ میں حیران روتا ہوا ان کے پاس آیا، جب انہوں نے مجھے دیکھا تو مجھ سے دریافت کیا: کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے؟ میں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے جس کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے' تو میں اسے اپنی اس تلوار کے ذریعے قتل کر دوں گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چلو! میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ وہ آئے لوگ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے، انہوں نے فرمایا: اے لوگو! مجھے جگہ دو، لوگوں نے ان کو جگہ دی۔ وہ آگے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئے، آپ کو چھوا اور یہ آیت مبارکہ پڑھی: ''تم بھی مرنے

والے ہو اور وہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔" پھر لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول کے قریبی ساتھی! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں! تو لوگوں کو پتہ چل گیا کہ وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول کے قریبی ساتھی! کیا ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کریں؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں! لوگوں نے دریافت کیا: کیسے؟ انہوں نے فرمایا: کچھ لوگ اندر جائیں، تکبیر کہیں، دعا کریں پھر باہر نکل آئیں۔ پھر کچھ لوگ اندر گئے، انہوں نے تکبیر کہی، درود شریف پڑھا، دعا کی پھر وہ باہر نکل آئے۔ یہاں تک کہ تمام لوگ اندر چلے گئے۔

پھر انہوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول کے قریبی ساتھی! کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا جائے گا؟ آپ نے جواب دیا: جی ہاں! لوگوں نے دریافت کیا: کہاں؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: وہاں پر جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک کو قبض کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو وہاں قبض کیا ہوگا جو پاکیزہ جگہ ہوگی۔ اس سے لوگوں کو پتہ چل گیا کہ وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں ہدایت کی کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیں۔ آپ کے دودھیالی عزیز، آپ کو غسل دیں۔ پھر مہاجرین اکٹھے ہوئے اور ایک دوسرے سے مشاورت کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: آپ ہمارے ساتھ ہمارے انصاری بھائیوں کے پاس جائیں، ہم ان کے پاس اکٹھے چلتے ہیں تاکہ حکومت کے معاملے کا فیصلہ ہو جائے۔ انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے ہوگا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بولے: اس شخص کی مانند کون ہوسکتا ہے؟ جس میں یہ تین خوبیاں پائی جاتی ہوں:

"دو میں سے دوسرا جب وہ دونوں غار میں موجود تھے، جب اس نے اپنے ساتھی سے کہا: تم غمگین نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:) وہ دونوں کون تھے؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی، اس کے بعد تمام لوگوں نے اچھے اور بہتر طریقے سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

374- حَدَّثَنَا نصر بن علی حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزبیر شیخ باهلی قدیم بصری حَدَّثَنَا ثابت البنانی عن انس ابن مالك قَالَ لَمَّا وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَرْبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ وَاكَرْبَاهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا كَرْبَ عَلٰى اَبِيْكِ بَعْدَ الْيَوْمِ اِنَّهٗ قَدْ حَضَرَ مِنْ اَبِيْكِ مَا لَيْسَ بِتَارِكٍ مِنْهُ اَحَدًا الْوَفَاتُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی شدت کو محسوس کیا، جو جیسی بھی تھی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے کتنی تکلیف ہو رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے بعد تمہارے والد کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ تمہارے والد کے ہاں وہ چیز آ گئی ہے جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے یعنی موت ہے۔ اب قیامت کے دن ملاقات ہوگی۔

375- حَدَّثَنَا ابو الخطاب زیاد بن یحیی البصری و نصر بن علی قالا حَدَّثنا عبد ربه بن بارق الحنفی قَالَ سَمِعْتُ جدی ابا امی سماك بن ولید یحدث انه سمع ابن عباس یحدث اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ کَانَ لَهُ فَرَطَانِ مِنْ اُمَّتِیْ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهِمَا الْجَنَّةَ فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ فَمَنْ کَانَ لَهُ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِكَ قَالَ وَلِمَنْ کَانَ لَهُ فَرَطٌ یَامُوَفَّقَةُ قَالَتْ فَمَنْ لَمْ یَکُنْ لَّهُ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِكَ قَالَ فَاَنَا فَرَطٌ لِاُمَّتِیْ لَنْ یُّصَابُوْا بِمِثْلِیْ ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میری امت میں سے جس شخص کے دو بالغ بچے فوت ہو جائیں، اللہ تعالیٰ اس شخص کو ان دونوں کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ کی امت میں سے کسی شخص کا ایک نابالغ بچہ فوت ہوا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے وہ عورت جسے توفیق دی گئی جس کا ایک بچہ فوت ہوا ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: آپ کی امت میں سے کسی کا کوئی نابالغ بچہ فوت نہ ہوا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کا پیش رو ہوں گا اور انہیں مجھ جیسا پیش رو نہیں ملے گا۔

شرح

قبض روح کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱- پیر کے دن قبض روح ہونا:

پیر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، پیر کے دن آغاز ہجرت کیا، پیر کے دن مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے اور پیر کے دن قبض روح ہوئی۔ ولادت کے دن پوری دنیا روشن ہوگئی اور دخول مدینہ کے دن مدینہ طیبہ کا ذرہ ذرہ روشن ہو گیا۔ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا دن پریشان کن تھا کہ قوم نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظّمہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور قبض روح (وصال) کا دن قیامت کی پریشانی سے کم نہیں تھا جس میں مدینہ طیبہ کی ہر چیز اندھیرے میں ڈوب گئی۔

وصال کا سبب مرض شریف بنا، جس کا آغاز دردسر سے ہوا، پھر تمام جسم مبارک بخار کی لپیٹ میں آ گیا، کل مدت مرض بارہ (۱۲) یا چودہ (۱۴) ایام تھی، قبض روح مبارک پیر کے دن اور چاشت کے وقت ہوئی، تین ایام تک صحابہ شرف زیارت حاصل کرتے رہے پھر حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں قبر انور میں محو استراحت کر دیے گئے۔

۲- بکثرت موت کو یاد کرنے کی تاکید فرمانا:

ہمہ وقت بکثرت موت کو یاد رکھنا چاہیے' جس وجہ سے انسان گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اعمال صالحہ کی طرف راغب رہتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ لذتوں کو ختم کرنے اور توڑنے والی چیز کو بکثرت یاد کرو۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۳۱۴)

۳-مرنے کی تیاری کا حکم:

انسان کو ہمہ وقت موت کی تیاری کرنا چاہیے، کیونکہ یہ کسی وقت بھی آ سکتی ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بھائی! موت کے دن کی تیاری کرلو۔

(امام علی متقی، کنز العمال، ج:۱۵، ص:۵۴۴)

۴-باشعور اور ہوشیار آدمی وہ ہے، جو موت کی تیاری میں مصروف رہے:

بہترین اور باشعور وہ شخص ہے، جو ہمہ وقت موت کی تیاری میں مصروف رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: سب سے چالاک کون ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں، فرمایا: لوگوں میں سے زیادہ ہوشیار وہ شخص ہے، جو موت کو بکثرت یاد کرنے والا ہو اور زیادہ بہتر وہ ہے، جو موت کی تیاری میں مصروف رہے۔ (اتحاف السادہ فی شرح احیاء العلوم، ج:۱۰، ص:۲۲۹)

۵-موت کی یاد سے موٹاپا ختم:

موت کو یاد رکھنے سے انسان میں موٹاپا نہیں آ سکتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن جانوروں کو تم کھانے کے لیے استعمال میں لاتے ہو اگر وہ موت کے بارے میں جان لیں جو تم جانتے ہو، تو ان کا موٹا ہونا جو تم پسند کرتے ہو نہ ہو، اولاد آدم کو موٹاپا کیسے لاحق ہو سکتا ہے جب موت اس کے آگے ہو؟

(الاتحاف السادہ فی شرح احیاء العلوم، ج:۱۰، ص:۲۲۷)

۶-موت کو یاد رکھنے کی وصیت کرنا:

زبان نبوت سے بارہا مرتبہ امت کو موت یاد رکھنے کی وصیت کی گئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میری وصیت کو یاد رکھو تو تمہارے نزدیک موت سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ ہو۔ (ایضاً، ص:۲۳۰)

۷-قبر کی تیاری کا حکم:

زبان نبوت سے امت مسلمہ کو بارہا قبر کی تیاری کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ قبر کی تیاری کرلو، ہر روز قبر سات بار یوں پکارتی ہے: اے کمزور ابن آدم! اپنی زندگی میں اپنے نفس پر رحم کرلو، اس سے پہلے کہ میں تم پر رحم کا معاملہ کروں اور مجھ سے راحت پاؤ۔

۸-ہر روز قبر کا اعلان:

قبر ہر روز اپنے حال سے انسان کو اپنی تلخی اور اپنے راحت سے آگاہ کرتی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم لذتوں کو توڑنے والی چیز بکثرت ذکر کرو تو میں تمہیں جس حالت میں دیکھ رہا ہوں باز آ جاؤ، لذتوں کو توڑنے والی کو کثرت سے یاد کرو، کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گزرتا جس دن وہ یہ اعلان نہ کرتی ہو: میں تنہائی کا گھر ہوں،

اجنبیت کا گھر ہوں، مٹی کا گھر ہوں اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۱۵،ص:۵۵۰)

۹-موت کے بعد جنت میں جلدی لے جانے والا عمل آیۃ الکرسی

ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی ایسا وظیفہ ہے کہ موت کے علاوہ انسان کے لیے دخول جنت میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھتا ہے، اسے جنت سے روکنے والی کوئی چیز نہیں ہے، سوائے موت کے۔ (امام ولی الدین محمد، مشکوۃ المصابیح، ص:۸۹)

۱۰-مرنے سے قبل نپٹانے والے امور

زبان نبوت سے امت مسلمہ کو موت سے قبل نپٹانے کے لیے چند امور کی تاکید کی گئی ہے مثلاً کسی کے مال پر قبضہ، کسی پر ظلم و زیادتی اور حق تلفی وغیرہ کا تدارک۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی کی ذات پر یا عزت پر ظلم و ناانصافی کی یا ظالمانہ طور پر لیا ہو، وہ اسے ادا کر دے اس سے پہلے کہ قیامت آ جائے، جہاں دینار اور درہم نہیں قبول کیا جائے گا۔ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو وہی اس کے بدلے لیا جائے گا اور اس کے حق والے کو دیا جائے گا، اگر اس کا کوئی نیک عمل نہ ہوگا تو اس کی برائیاں اس پر لاد دی جائیں گی۔ (سنن کبریٰ للنسائی، ج:۳،ص:۶۹)

۱۱-موت کو یاد رکھنے سے دل کا زنگ دور:

موت کو یاد رکھنے کے نتیجہ میں دل کا زنگ دور ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح لوہے کو پانی لگ جانے سے زنگ لگ جاتا ہے، اسی طرح دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ دریافت کیا گیا: وہ کیسے دور ہوتا ہے؟ فرمایا: موت کو بکثرت یاد کرنے اور تلاوت قرآن سے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۱۵،ص:۱۵۱)

۱۲-موت مومن کا تحفہ:

زبان نبوت سے موت کو مومن کا بہترین تحفہ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا تحفہ موت ہے۔ (ایضاً، ص:۵۴۶)

۱۳-موت کو یاد رکھنے سے دل زندہ رہنا:

موت کو یاد رکھنے سے دل کو حیات نصیب ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کو خوب بکثرت یاد کرو، جو آدمی موت کو بکثرت یاد کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو زندہ رکھتا ہے اور موت اس پر آسان ہو جاتی ہے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۱۵،ص:۱۱)

۱۴-بیس (۲۰) بار موت کو یاد کرنے سے شہادت کا درجہ حاصل ہونا:

جو شخص شب و روز میں بیس (۲۰) بار موت کو یاد کرتا ہے، اسے شہادت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کیا شہداء کے ساتھ بھی کسی کا حشر ہوگا؟ آپ نے

جواب میں فرمایا ہاں، جو رات دن میں بیس (۲۰) بار موت کو یاد کرتا ہے۔ (اتحاف السادۃ، ج ۱۰، ص ۲۲۴)

۱۵- بستر پر موت کی یاد سے شہادت کا ثواب حاصل ہونا:

جب مسلمان سوتے وقت ۲۵ مرتبہ موت کو یاد کرتا ہے، پھر بستر پر مرنے سے بھی شہادت کا درجہ حاصل ہوگا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دن میں پچیس (۲۵) بار اپنے بستر پر یہ دعا پڑھے گا، تو اسے شہید کا درجہ حاصل ہوگا:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِي الْمَوْتِ وَفِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ . (ایضاً)

"اے اللہ! میری موت اور اس کے بعد کی منزلوں کو آسان کردے۔"

۱۶- دو اشیاء ناپسند ہونے کے باوجود انسان کے حق میں بہتر ہونا:

دو چیزیں ناپسند و مبغوض ہونے کے باوجود انسان کے حق میں بہتر ہیں۔ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو چیزوں سے اولادِ آدم کو کراہت ہے مگر وہ اس کے حق میں بہتر ہیں: (۱) موت مومنین کے حق میں فتنہ سے بہتر ہے۔ (۲) مال کی قلت، کیونکہ اس میں حساب کی آسانی ہوگی۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۳۲۱)

۱۷- موت کے وقت ہر مومن کی دعا:

ہر مسلمان موت کے وقت اپنے اعضاء کے لیے سلامتی کی دعا کرتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہر مسلمان موت کے وقت جب تک اعضاء میں سلامتی رہتی ہے تو یہی دعا کرتا ہے: تم پر سلامتی ہو، تم مجھ سے جدا ہو رہے ہو اور میں قیامت تک تم سے جدا ہو رہا ہوں۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج ۱۵، ص ۵۶۳)

۱۸- مرض یا مصائب کی حالت میں موت مومن کے لیے نافع:

حالتِ مرض یا مصائب میں موت مومن کے لیے نافع ہے، کیونکہ اس سے گناہ کم ہو جاتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ میرے کسی عزیز پر موت کی سختی تھی، سانس گھٹ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا: پریشان اور مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

(امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص ۱۰۵)

۱۹- نیک عمل کرتے ہوئے موت آنا مومن کے لیے مفید:

نیک اعمال انجام دینے کے دوران موت کا آنا مومن کے لیے بہتر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آدمی اگر اچھا عمل کرتا ہوا مر جائے، تو اس سے اچھی امید رکھو اور اگر برا عمل کرتا ہوا مر جائے تو اس پر خوف کرو، مگر وہاں امید مت رکھو۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج ۱۵، ص ۶۹۴)

۲۰-موت سے قبل مرض لاحق ہونا مغفرت ذنوب کا سبب:

موت سے قبل مرض لاحق ہونے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی مرض کی پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے (گناہوں سے) پاک کر دیتا ہے۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۲، ص:۳۰۲)

۲۱-حالت روزہ میں مرنے کی فضیلت:

حالت روزہ میں مرنے کے باعث تا قیامت روزوں کا ثواب ملتا ہے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو حالت روزہ میں موت آئے تو اللہ تعالیٰ تا قیامت اس کے روزے کا سلسلہ قائم رکھتا ہے۔ (امام جلال الدین سیوطی، شرح الصدور، ص:۳۱۴)

۲۲-ماہ رمضان اور یوم عرفہ میں موت کی فضیلت:

ماہ رمضان اور یوم عرفہ میں موت کے سبب اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دیتا ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رمضان میں فوت ہو، وہ جنت میں جائے گا، جس کی موت عرفہ کے دن ہو وہ جنت میں جائے گا اور جس کی موت صدقہ کے بعد واقع ہو وہ جنت میں جائے گا۔ (امام جلال الدین سیوطی، شرح الصدور، ص:۳۱۴)

۲۳-صدقہ کے بعد موت کی فضیلت:

صدقہ کرنے کے بعد موت آنے کی صورت میں آدمی جنت میں جائے گا۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس شخص نے کلمہ طیبہ **لا الٰــــہ الا اللہ** پڑھا، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا، پھر اس کا انتقال ہو گیا تو وہ جنت میں جائے گا۔جس آدمی نے رضاء خداوندی کے لیے روزہ رکھا اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ جنت میں جائے گا۔جس نے صدقہ کیا پھر موت آ گئی تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ (امام جلال الدین السیوطی، شرح الصدور، ص:۳۱۴)

۲۴-جمعہ کے دن موت آنے کی فضیلت:

جو شخص جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن فوت ہو جائے، اسے تین انعامات سے نوازا جائے گا: (۱) عذاب قبر اور فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا۔ (۲) مؤاخذہ اور حساب سے محفوظ رہے۔ (۳) شہادت کا درجہ حاصل ہو گا۔

۱-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن فوت ہو، وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۲، ص:۳۱۹)

۲-حضرت ایاس بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن وفات پا جائے، اسے شہید کا ثواب ملے گا اور وہ فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا۔ (علامہ ملا علی قاری، مرقات شرح مشکوٰۃ، ج:۳، ص:۲۴۲)

۲۵-باوضوموت پر شہادت کا درجہ:

باوضوموت آنے کی صورت میں شہادت کا ثواب ملتا ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس ملک الموت فرشتہ قبض روح کے لیے آئے، وہ حالت وضو میں ہو تو اسے شہادت کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔(علامہ ملاعلی قاری، مرقات شرح مشکوٰۃ، ج:۴،ص:۳۷)

۲۶-طالب علمی میں وفات پانے والے کوشہادت کا ثواب:

طالب علمی کے زمانہ میں کوئی فوت ہو جائے تو اسے شہادت کا ثواب دیا جاتا ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طالب علمی کی حالت میں وفات پانے والا شہید ہے۔

(علامہ عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ،ص:۵۳)

۲۷-موت مومن کی راحت:

موت مومن کے لیے سامان راحت ہے۔حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مومن کے لیے کسی میں راحت نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے، جس کی راحت اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے وابستہ ہو وہ موت کے دن کو خوشی کا دن قرار دیتا ہے۔

(الاتحاف السادہ،ص:۲۷۰)

حیاتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم:

قانونِ خداوندی (کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ) کے مطابق رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک لمحہ کے لیے موت طاری ہوئی، پھر آپ اپنی حیات سابق سے بھی قوی حیات کے ساتھ موصوف ہو گئے، آج بھی قبر انور میں حیات ہیں، تصرف فرماتے ہیں، امتیوں کا سلام سنتے ہیں، جواب سے نوازتے ہیں اور تصرف فرماتے ہوئے جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے چند دلائل حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دے دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے، اللہ کے انبیاء زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

(امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ،ص:۱۱۸)

۲-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا تو اسے میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا وہ (بذریعہ ملائکہ) مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

(امام ولی الدین محمد، مشکوٰۃ،ص:۸۷)

۳-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں۔(الجامع الصغیر للسیوطی،ص:۱۸۵)

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، امتیوں کا سلام و درود سنتے ہیں، جواب سے نوازتے ہیں، تصرف فرماتے ہوئے جہاں چاہیں آ اور جا سکتے ہیں۔

بَابُ مَاجَاءَ فِي مِيْرَاثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

باب 55: رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا بیان

376– حَدَّثَنَا احمد بن منيع حَدَّثَنَا حسين بن محمد حَدَّثَنَا اسرائيل عَنْ اَبِيْ اسحٰق عن عمرو بن الحارث اخي جويرية له صحبة قَالَ ما تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا سَلَاحَهٗ وَ بَغْلَتَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً ۔

حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ جو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں، انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوا انہوں نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (وصال کے وقت) صرف اپنے ہتھیار، خچر اور کچھ زمین چھوڑی تھی جسے آپ نے صدقہ قرار دیا تھا۔

377– حَدَّثَنَا محمد بن المثنى حَدَّثَنَا اَبُوْ الوليد حَدَّثَنَا حماد بن سَلْمَةَ عن محمد بن عمرو عَنْ اَبِيْ سَلْمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَتْ مَنْ تَرِثُكَ فَقَالَ اَهْلِيْ وَوَلَدِيْ فَقَالَتْ مَالِيْ لَا اَرِثُ اَبِيْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ وَلٰكِنِّيْ اَعُوْلُ عَلٰى مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْلُهٗ وَاُنْفِقُ عَلٰى مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور ان سے سوال کیا: آپ کا وارث کون بنے گا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میری بیوی اور بچے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: پھر میں اپنے والد کی وارث کیوں نہیں بن سکتی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، آپ نے فرمایا: ہمارا (انبیاء علیہم السلام کا) کوئی وارث نہیں ہوتا۔ البتہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی کفالت کرتے رہے میں ان کی کفالت کرتا رہوں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر خرچ کرتے رہے ہیں، میں ان پر خرچ کرتا رہوں گا۔

378– حَدَّثَنَا محمد بن المثنى حَدَّثَنَا يحيى بن كثير العنبرى ابوغسان حَدَّثَنَا شعبة عن عمرو بن مرة عَنْ اَبِيْ البخترى اَنَّ الْعَبَّاسَ وَ عَلِيًّا جَاءَ اِلٰى عُمَرَ يَخْتَصِمَانِ يَقُوْلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهٖ اَنْتَ كَذَا اَنْتَ كَذَا فَقَالَ عُمَرُ لِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَ سَعْدٍ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ اَسَمِعْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّ مَالِ نَبِيٍّ صَدَقَةٌ اِلَّا مَا اَطْعَمَهٗ اِنَّا لَا نُوْرَثُ وَ فِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ

ابوالبختری نے کہا: حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، یہ دونوں ایک دوسرے سے تنازع کر رہے تھے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے یہی کہہ رہا تھا کہ تم یہ ہو اور تم وہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم سے کہا: میں آپ لوگوں کو اللہ کے نام کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: نبی کا ہر مال صدقہ ہوتا ہے ماسوائے اس کے جو وہ کسی کو کچھ کھلا دے اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا؟ اس حدیث میں مکمل واقعہ منقول ہے۔

379– حَدَّثَنَا محمد بن المثنی حَدَّثَنَا صفوان بن عیسی عن اسامة بن زید عن الزهری عن عروة عن عائشة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَاتَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا (انبیاء کا) کوئی وارث نہیں ہوتا اور جو کچھ ہم چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

380– حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمن بن هدی حَدَّثَنَا سفین عَنْ اَبِی الزناد عن الاعرج عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقْسِمُ وَرَثَتِیْ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِی و مُؤْنَةِ عَامِلِیْ فَهُوَ صَدَقَةٌ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا: میرے وارث، دینار یا درہم تقسیم نہیں کر سکتے۔ میری بیویوں کے خرچ اور سرکاری اہل کاروں کے معاوضے کے بعد جو میں چھوڑ کر جاؤں گا وہ صدقہ ہوگا۔

381– حَدَّثَنَا الحسن بن علی الخلال حَدَّثَنَا بشر بن عمر قَالَ سَمِعْتُ مالك بن انس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عن الزهری عن مالك ابن اوس بن الحدثان قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عُمَرَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَطَلْحَةُ وَسَعْدٌ وَّجَآءَ عَلِیٌّ وَّالْعَبَّاسُ يَخْتَصِمَانِ فَقَالَ لَهُمْ عُمَرُ اَنْشُدُكُمْ بِالَّذِیْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ فَقَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ وَ فِی الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ .

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا حضرت عبدالرحمٰن، حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم بھی ان کے پاس آئے اسی دوران حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما بھی آئے، یہ دونوں کسی معاملہ میں جھگڑا کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میں تم لوگوں کو اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس کے حکم کے تحت آسمان اور زمین قائم ہیں۔ کیا آپ لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: ہمارا (انبیاء کا) کوئی وارث نہیں ہوتا اور جو ہم چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ جانتا ہے، ایسا ہی ہے۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس حدیث میں طویل واقعہ منقول ہے۔

382 - حَدَّثَنَا محمد بن بشار رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدی حَدَّثَنَا سفیان بن عاصم بن بهدلة عن ذر بن حبیش عن عائشة قالت مَاتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّ لَا شَاةً وَّلَا بَعِيْراً قَالَ وَاَشُكُّ فِي الْعَبْدِ وَالْاَمَةِ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دینار یا درہم، بکری یا اونٹ نہیں چھوڑا۔ یا کہا: کوئی غلام اور کنیز بھی نہیں چھوڑے۔

شرح

وراثت کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱- مال وراثت میں تصرف:

کسی کے فوت ہو جانے کے بعد وراثت کے قوانین جاری ہوں گے۔ سب سے پہلے مال وراثت سے میت کے کفن دفن کا انتظام کیا جائے گا، پھر میت کا قرض ادا کیا جائے گا جتنا بھی ہو، پھر ثلث مال سے وصیت پوری کی جائے گی بشرطیکہ اس نے کی ہو اور باقی ماندہ مال وراثت ورثاء میں اس طریقہ سے تقسیم کیا جائے گا جس طرح قرآن وسنت میں بیان کیا گیا ہے۔

۲- علم وراثت کی اہمیت اور فضیلت:

علم وراثت کو دیگر علوم کے مقابلہ میں نصف علم قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم علم وراثت سیکھو اور اسے سکھاؤ، یہ نصف علم ہے، اسے بھلا دیا جائے گا اور میری امت سے سب سے پہلے یہی علم اٹھایا جائے گا۔ (سنن کبریٰ، ج:۶ ص:۲۰۹، امام محمد بن یزید سنن ابن ماجہ، ص:۱۹۵)

۳- علماء وراثت کا ناپید ہونا، علامت قیامت:

علامات قیامت میں سے ایک یہ ہے کہ علماء وراثت ناپید ہو جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ، علم دین سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ، علم وراثت سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ، عنقریب یہ علم اٹھ جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے حتیٰ کہ دو آدمیوں کے درمیان وراثت کے حصوں کے بارے میں اختلاف ہوگا اور ان کے مابین کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوگا۔ (سنن کبریٰ، ج:۶ ص:۲۰۸)

فائدہ نافعہ:

دور حاضر کا المیہ، جہالت یا بے عملی ہے کہ لڑکیوں کو مکمل طور پر وراثت سے محروم کیا جاتا ہے، مال وراثت پر جس کا قبضہ ہوتا ہے وہ اسے تقسیم کرنے کا سوچتا بھی نہیں ہے، حصہ داروں میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ اختلاف تاحیات مقاطعہ یا قتل وغارت پر منتج ہوتا ہے۔

۴-وفات کے ساتھ ہی حق مال ختم ہو جانا:

کسی کے وفات پانے پر اس کا حق مال ختم ہو جاتا ہے۔حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا،اس نے دریافت کیا کہ اس کی والدہ وفات پا گئی ہیں جبکہ اس نے زیور چھوڑا ہے، میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں؟ آپ نے دریافت کیا: کیا آپ کی والدہ نے تمہیں کچھ کہا تھا؟ عرض کیا: نہیں،فرمایا: پھر اس زیور کو محفوظ رکھو۔ (علامہ علی بن ابی بکر،مجمع الزوائد، ج:۶،ص:۲۲۹)

۵-وراثت میں انصاف سے جنت کی وراثت:

انصاف کی بنیاد پر مال وراثت تقسیم کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ جنت کا وارث بنا دیتا ہے۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم چھ چیزوں کی ضمانت دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں،صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیا چیز ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: وراثت کی تقسیم میں ناانصافی مت کرو،اپنی طرف سے انصاف کرو۔

(علامہ علی بن ابی بکر،مجمع الزوائد، ج:۴،ص:۲۲۷)

۶-ذوی الفروض کو دینے کے بعد باقی ماندہ مال وراثت عصبہ قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کرنا:

میت کے کفن دفن،قرضہ کی ادائیگی اور وصیت کی تکمیل کے بعد سب سے پہلے وراثت ذوی الفروض کو دی جائے گی پھر عصبہ نسبی کو: (۱) عصبہ بنفسہ، (۲) عصبہ بغیرہ، (۳) عصبہ مع غیرہ۔

۱-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وراثت پہلے ذوی الفروض کو دو، جو بچ جائے ان رشتہ داروں کو دو جو مرد کی جانب سے ہوں۔ (امام محمد بن یزید،سنن ابن ماجہ،ص:۱۹۷)

۲-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتاب اللہ کے موافق وراثت تقسیم کرو، پہلے ذوی الفروض کے درمیان، پھر باقی ماندہ مرد کی طرف سے قریبی رشتہ دار کو دو۔ (ایضاً)

فائدہ نافعہ:

ذوی الفروض سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے حصے قرآن میں بیان کیے گئے اور وہ بارہ لوگ یہ ہیں: (۱) باپ، (۲) دادا، (۳) ماں شریک بھائی، (۴) شوہر، (۵) زوجہ، (۶) بیٹی، (۷) ماں، (۸) پوتی، (۹) سگی بہن، (۱۰) باپ شریک بہن، (۱۱) ماں شریک بہن، (۱۲) دادی۔

ان کو دینے کے بعد جو مال بچ جائے، وہ عصبہ کو دیا جائے گا۔

عصبہ: باپ کے وہ رشتہ دار ہیں جو مرد کی جانب سے ہوں۔

عصبہ کی دو اقسام ہیں:

(۱) عصبہ نسبی: اس سے مراد وہ لوگ ہیں، جن کا میت کے ساتھ نسب کا رشتہ ہو۔

(۲) عصبہ سببی: یہ اس دور میں ناپید ہیں۔

عصبہ نسبی کی تین اقسام ہیں:

(الف) عصبہ بنفسہ: اس سے مراد وہ مرد ہے جس کا میت سے رشتہ ملانے کے لیے درمیان میں عورت نہ ہو مثلاً باپ، بیٹا۔

(ب) عصبہ بغیرہ: اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو ذوی الفروض میں شامل ہوں اور اپنے بھائیوں سے مل کر دوبارہ حصہ دار بن جائیں، یہ چار ہیں: (۱) بیٹی، (۲) پوتی، (۳) حقیقی بہن، (۴) علاتی بہن۔

(ج) عصبہ مع غیرہ: اس سے مراد وہ خواتین ہیں جو دوسری عورت سے مل کر عصبہ بنتی ہوں مثلاً حقیقی بہن اور علاتی بہن۔

افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا مسئلہ

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متروکہ اشیاء:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیزیں اور غلام سب کے سب آپ کی عین حیات میں وفات پا گئے تھے یا انہیں آزاد کر دیا گیا تھا اور ان میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ دلدل نامی ایک خچر تھا' جو مقوقش شاہ اسکندریہ نے بطور تحفہ پیش کیا تھا۔ ایک زرہ تھی جو حسب حال ایک یہودی کے ہاں گروی رکھی گئی تھی، ایک خود تھا' جو جنگ میں استعمال کیا جاتا تھا، ذوالفقار نامی ایک تلوار تھی، ایک استعمال شدہ کمبل تھا اور چند زیر استعمال کپڑے تھے۔ یہ تمام اشیاء معمولی اور قابل التفات تھیں۔

تاہم آپ کی ملک میں چار اہم چیزیں تھیں: (۱) باغ فدک کا نصف حصہ، (۲) وادی القریٰ کا تہائی حصہ، (۳) خیبر کا پانچواں حصہ، (۴) بنی نضیر کی زمین کا کچھ حصہ۔ خواہ یہ اشیاء قابل التفات تھیں مگر ان میں وراثت جاری نہیں ہوئی بلکہ وقف ہو گئی تھیں۔ دور صدیقی میں ایک دفعہ حضرت خاتون جنت اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی طرف سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ان اشیاء کے بارے میں مطالبہ بھی ہوا تھا لیکن انہوں نے دینے سے انکار کر دیا تھا۔ البتہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے اخراجات خلیفہ وقت کے ذمہ تھے وہ انہیں بیت المال سے وظائف کی صورت میں کرتے رہے۔

۲- حضرات انبیاء علیہم السلام کے ترکہ میں وراثت جاری نہ ہونے کا مسئلہ اور اس کی وجوہات

تمام علماء امت کا متفقہ اور اجماعی فیصلہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا ترکہ وقف ہوتا ہے اور وہ ورثاء میں تقسیم نہیں ہو سکتا۔

اس کی متعدد وجوہات ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱- حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں، اشیاء پر ان کی ملک باقی رہتی ہے اور ان کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے کسی کا نکاح بھی حرام ہے۔

۲- حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی زندگی میں بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے بلکہ متولیانہ حیثیت سے تصرف کرتے ہیں یعنی ناپائیدار اشیاء کو اپنی تصور نہیں کرتے بلکہ انہیں ناقابل التفات تصور کرتے ہوئے برائے نام تصرف کرتے ہیں۔

۳- کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملک ہے اور نبی علیہ السلام محض خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اس میں برائے نام تصرف

کرتا ہے۔

۴- اگر بالفرض حضرات انبیاء علیہم السلام کے ترکہ میں وراثت جاری ہوتی تو اس بات کا قوی امکان تھا کہ کوئی بد بخت مال کے لالچ میں کسی نبی کو شہید کر دے، پھر وہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ہو جائے۔

۵- امت کی توجہ اس بات کی طرف نہ جائے کہ نبی کا منصب اپنے اہل وعیال کو دولت سے نوازنا ہے، کیونکہ نبی کی نبوت کا مقصد بہت بلند ہے کہ اللہ سے کٹی ہوئی قوم کو اللہ تعالیٰ سے ملانا۔

۶- کثرت دولت دنیوی میل کچیل ہے، جس سے نبی کی قدسی ذات کو پاک وصاف رکھنا ہے۔

۷- ہر نبی اپنی امت کے لیے روحانی باپ کی حیثیت رکھتا ہے، باپ کا ترکہ پوری اولاد کے لیے ہوتا ہے اور وراثت جاری ہونے کی صورت میں امت کے ہر فرد کو اس کا حصہ پہنچانا ناممکنات میں سے ہے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِی رُؤْیَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فِی الْمَنَامِ

باب 56: خواب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کا بیان

383- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا عبد الرحمٰن بن مهدی حَدَّثَنَا سفین عَنْ اَبِیْ اسحاق عَنْ اَبِی الاحوص عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰنِیْ فی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ .

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

384- حَدَّثَنَا محمد بن بشار و محمد ابن المثنی قالا حَدَّثَنَا محمد بن جعفر حَدَّثَنَا شعبة عَنْ اَبِی حصین عَنْ اَبِیْ صٰلح عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَصَوَّرُ اَوْقَالَ لَا یَتَشَبَّہُ بِیْ .

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا، یا کہا: میری مشابہت اختیار نہیں کر سکتا۔

385- حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ حَدَّثَنَا خلف بن خلیفة عَنْ اَبِیْ مالك الا شجعی عن ابیه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی و اَبُوْ مَالِكٍ هٰذَا هُوَ سَعْدُ بْنُ طَارِقِ بْنِ اَشْیَمٍ وَ طَارِقُ بْنُ اشیم هو من اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ .

◆◆ حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ اپنے والد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ ابو مالک، سعد بن طارق بن اشیم ہیں اور حضرت طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

386- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هو ابن سعيد حَدَّثَنَا عبد الواحد بن زياد عن عاصم بن كليب حدثني اَبِىْ انه سمع اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ رَاٰنِىْ فِى الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِىْ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَتَمَثَّلُنِىْ قَالَ اَبِىْ فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقُلْتُ قَدْرَاَيْتُهُ فَذَكَرْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ فَقُلْتُ شَبَّهْتُهُ بِهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنَّهُ كَانَ يُشْبِهُهُ ۔

حضرت عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے والد نے مجھے بیان کیا: انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

راوی نے بتایا کہ میرے والد نے یہ بات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سنائی، میں نے ان سے کہا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (خواب میں) دیکھا کہ آپ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں، مجھے تو وہ ان کے مشابہہ محسوس ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ ان کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔

387- حَدَّثَنَا محمد بن بشار حَدَّثَنَا ابن عدى و محمد بن جعفر قَالَا حَدَّثَنَا عوف بن اَبِىْ جَمِيْلَةَ عَنْ يَزِيْدَ الفارسى و كان يكتب المصاحف قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِى الْمَنَامِ زَمَنَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنِّىْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِى النَّوْمِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَتَشَبَّهَ بِىْ فَمَنْ رَاٰنِىْ فِى النَّوْمِ فَقَدْ رَاٰنِىْ هَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَنْعَتَ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِىْ رَاَيْتَهُ فِى النَّوْمِ قَالَ نَعَمْ اَنْعَتُ لَكَ رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ جِسْمُهُ وَلَحْمُهُ اَسْمَرُ اِلَى الْبَيَاضِ اَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ حَسَنُ الضِّحْكِ جَمِيْلُ دَوَائِرِ الْوَجْهِ قَدْ مَلَاءَتْ لِحْيَتُهُ مَابَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ قَدْ مَلَاَتْ نَحْرَهٗ قَالَ عَوْفٌ وَّلَا اَدْرِىْ مَاكَانَ مَعَ هٰذَا النَّعْتِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْرَاَيْتَهُ فِى الْيَقْظَةِ مَا اسْتَطَعْتَ اَنْ تَنْعَتَهُ فَوْقَ هٰذَا

حضرت یزید فارسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ یہ صاحب قرآن پاک کی کتابت کیا کرتے تھے، انہوں نے کہا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے زمانے کی بات ہے۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا، جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے مجھے ہی دیکھا۔'' کیا تم اس شخصیت کا حلیہ بیان کر سکتے ہو جن کو تم نے خواب میں دیکھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! میں آپ کے سامنے ان کا حلیہ بیان کرتا ہوں: وہ درمیانے جسم کے آدمی تھے، صحت کے اعتبار سے درمیانے تھے، گندمی رنگت کے مالک تھے

جو سفیدی کی طرف مائل تھی، ان کی دونوں آنکھیں یوں تھیں جیسے انہوں نے سرمہ ڈالا ہوا اور ان کی مسکراہٹ خوبصورت تھی، چہرے کے نین نقش اچھے اور خوبصورت تھے بلکہ ان کی داڑھی مبارک نے سینے کو بھرا ہوا تھا۔

عوف نامی راوی نے کہا: مجھے یہ یاد نہیں کہ انہوں نے اس کے علاوہ اور کیا چیزیں بیان کی تھیں پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر تم بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتے تو اس سے زیادہ آپ کا حلیہ بیان نہیں کر سکتے تھے۔

388- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زیاد حَدَّثَنَا یعقوب بن ابراهیم بن سعد حَدَّثَنَا ابن اخی ابن شهاب الزهری عن عمه قَالَ قَالَ اَبُوْ سَلْمَةَ قَالَ اَبُوْقَتَادَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّم مَنْ رَاٰنِیْ یَعْنِیْ فِی النَّوْمِ فَقَدْرَاٰی الْحَقَّ.

حضرت امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے چچا کے حوالے سے بیان کیا: حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا، تو اس نے مجھے صحیح دیکھا۔

389- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عبد الرحمٰن حَدَّثَنَا معلی بن اسد حَدَّثَنَا عبد العزیز بن المختار حَدَّثَنَا ثابت عن انس اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّم قَالَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَخَیَّلُ بِیْ قَالَ وَرُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّةِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

390- حَدَّثَنَا محمد بن علی قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارِك اِذَا ابْتُلِیْتَ بِالْقَضَآءِ فَعَلَیْكَ بِالْاَثَرِ.

امام محمد بن علی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تمہیں قاضی بنا دیا جائے تو تم پر حدیث کی اتباع کرنا ضروری ہے۔

391- حَدَّثَنَا محمد بن علی حَدَّثَنَا النضر اَخْبَرَنَا ابن عوف عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ هٰذَا الْحَدِیْثُ دِیْنٌ وَّانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِیْنَکُمْ.

حضرت امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ یہ حدیث (مکمل) دین ہے، پس تم معلوم کر لیا کرو کہ تم کس سے اپنا دین سیکھ رہے ہو؟

شرح

خواب کے حوالے سے اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱-خواب پیش کرنا:

اگر کوئی شخص خواب دیکھے تو تعبیر لینے کے لیے دوسرے سے بیان کر سکتا ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جو شخص خواب دیکھتا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خود پیش کرتا۔ میں نے بھی خیال کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کرم کرے تو میں بھی خواب دیکھوں اور اس کی تعبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کروں۔ بہر حال میں نے بھی خواب دیکھا۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج ۲،ص ۱۰۴۱)

۲-خواب پسند کرنا:

اچھا خواب وہ ہے، جو خوبصورت ہو اور ایسا خواب دیکھنے کی خواہش ظاہر کرنی چاہیے۔ حضرت ابوبکر ثقفی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے خواب پسند تھے اور آپ لوگوں سے خواب کے بارے میں دریافت کیا کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد طیالسی، مسند طیالسی، ج ۱،ص ۲۱۷)

۳-خواب معلوم کرنا:

تعبیر بتانے کے لیے کسی سے خواب معلوم کرنا جائز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد خواب معلوم فرماتے تھے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی اپنے صحابہ سے خواب کے بارے میں بکثرت دریافت کرتے تھے کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے، جس نے خواب دیکھا ہوتا وہ آپ کے حضور بیان کر دیتا تھا۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج ۲،ص ۱۰۴۳)

۴-نماز فجر کے بعد خواب کی تعبیر دینا:

نماز فجر کے بعد تعبیر خواب کا وقت نہایت موزوں ہے، حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے صحابہ سے خواب دریافت کرتے، جس نے اللہ تعالیٰ کی مشیت سے خواب دیکھا ہوتا وہ بیان کر دیتا۔

۵-نماز فجر کے بعد خواب معلوم:

جس طرح تعبیر بیان کرنے کا بہترین وقت نماز فجر کے بعد کا ہے، اسی طرح خواب بیان کرنے اور معلوم کرنے کا وقت بھی یہی بہتر ہے۔ حضرت ابن زمیل جہنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے فارغ ہو جاتے تو آرام سے تشریف فرما ہو جاتے، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ تَوَّابًا، ستر (۷۰) بار پڑھتے، پھر فرماتے ستر (۷۰) سات سو (۷۰۰) کے برابر ہے، جس کے گناہ ایک دن میں سو (۱۰۰) سے زیادہ ہوں اس کے لیے کوئی بھلائی نہیں ہے۔ پھر

لوگوں کی طرف چہرہ انور کر لیتے۔ آپ خواب کو پسند کرتے، لوگوں سے خواب کے بارے میں دریافت کرتے کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ چنانچہ میں نے آپ کے حضور اپنا خواب بیان کیا تھا۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج: ۶، ص: ۱۸۳)

۶- پہلی تعبیر کو اوّلیت دینا:

خواب دیکھنے والا اپنا خواب بیان کرکے جس سے پہلے تعبیر لے، اس کا اعتبار کرے اور اسے ترجیح دے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پہلی تعبیر دے اس کا اعتبار ہوگا۔

(امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص: ۲۷۹)

۷- خواب بیان کرتے یا تعبیر دیتے وقت پڑھی جانے والی دعا:

جب کسی سے خواب بیان کیا جائے یا کوئی تعبیر دے تو اس وقت پڑھی جانے والی دعا یہ ہے: **خَيْرٌ تَلْقَاهُ شَرٌّ تَوَقَّاهُ وَخَيْرٌ لَّنَا وَشَرٌّ لِّاَعْدَائِنَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ** ۔ (علامہ شبلی نعمانی، ج: ۷، ص: ۴۱۱)

حضرت ضحاک جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خواب سنتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

(ترجمہ) تمہیں بھلائی حاصل ہو، برائی سے محفوظ رہو۔ بھلائی ہمارے لیے، برائی دوسروں کے لیے، تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

۸- اچھا خواب مومن کے لیے بشارت ہے:

اچھا خواب مسلمان کے لیے بشارت کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبوت میں مبشرات کے علاوہ کچھ باقی نہیں، دریافت کیا گیا: مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اچھے خواب۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری، ج: ۲، ص: ۱۰۳۵)

۹- مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہونا:

مومن کا خواب نبوت کے چھیالیسویں حصہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج: ۲، ص: ۱۰۳۵)

۲- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اچھا خواب نبوت کا چھیالیسویں حصہ ہے۔ (ایضاً)

فائدہ نافعہ:

نبوت کا چھیالیسواں حصہ اس طرح ہے کہ نبوت سے پہلے چھ ماہ تک خواب و منام کا سلسلہ چلتا رہا، اس کے بعد تیئیس (۲۳) سال تک وحی کے نزول کا سلسلہ جاری رہا، چھ ماہ تیئیس (۲۳) سال سے چھیالیسواں حصہ حاصل ہے۔ اس طرح نبوت کا

چھیالیسواں حصہ بن گیا۔

۱۰-اچھا خواب دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا:

اچھا خواب چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، لہٰذا اس پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اچھا خواب دیکھے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے، اس پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اور اسے بیان کرے۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج:۲، ص:۱۰۴۳)

۱۱-ناپسندیدہ خواب شیطان کی طرف سے ہونا:

برے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، برا خواب دیکھنے پر تعوذ پڑھنا چاہیے اور خواب بیان کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھے خواب اللہ کی طرف سے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہیں۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری، ج:۲، ص:۱۰۴۷)

۱۲-اقسام خواب:

خواب تین قسم کے ہو سکتے ہیں: (۱) اچھے جو اللہ کی طرف سے ہوتے، (۲) برے جو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، (۳) اپنے نفس و ذہن کی باتیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب کی تین اقسام ہیں: (۱) اللہ کی طرف سے بشارت، (۲) خیالی باتیں، (۳) شیطان کا خوفزدہ کرنا۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص:۲۷۹)

۱۳-ناپسندیدہ خواب بیان نہ کرنا:

جب کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو کسی سے ہرگز بیان نہ کرے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب تم ناپسندیدہ خواب دیکھو تو اپنے دوستوں کے علاوہ کسی سے بیان نہ کرو، تاکہ اس سے کوئی ضرر نہ ہو۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج:۲، ص:۱۰۴۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ناپسندیدہ خواب دیکھو تو یہ شیطان کی طرف سے ہے، اس کی برائی سے پناہ مانگو اور کسی سے بیان ہرگز نہ کرو تاکہ نقصان نہ ہو۔ (ایضاً)

برے خواب کے پانچ آداب ہیں، جو حسب ذیل ہیں:

۱-اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہوئے یہ پڑھا جائے: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

۲-بائیں جانب تھوکا جائے۔

۳-کسی سے بیان ہرگز نہ کرے۔

۴-اپنی کروٹ بدل لی جائے۔

۵-بیدار ہو کر نماز ادا کرے۔

۱۴- صادق کا خواب سچا:

جو شخص صادق ہو، اس کا خواب بھی سچا ہوگا، جسے بیان کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو سچا ہوتا ہے اس کا خواب بھی سچا ہوتا ہے۔ (امام محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص ۲۸)

۱۵- خواب کس سے بیان کیا جائے؟

اپنا خواب اپنے خیرخواہ، صاحب تقویٰ اور نیک آدمی سے بیان کیا جائے۔

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب کسی عالم یا خیرخواہ کے علاوہ کسی سے بیان نہ کیا جائے۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج: ۷، ص: ۱۸۲)

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی خواب دیکھے، تو اسے کسی خیرخواہ یا صاحب علم سے بیان کرے۔ (امام علی متقی، ج: ۱۹، ص: ۲۶۲)

۱۶- اچھے خواب کے آداب:

اچھے خواب کے آداب کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ روایات میں اچھے خواب کے تین آداب بیان ہوئے ہیں: (۱) الحمد للہ کہنا، (۲) اللہ تعالیٰ کی تعریف وثناء کرنا، (۳) اسے بیان کرنا، (۴) اس کی تعبیر کسی خیرخواہ عالم سے دریافت کرنا۔

(امام احمد بن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح بخاری، ج: ۱۲، ص: ۳۷۰)

۱۷- خواب ہمیشہ اپنے خیرخواہ سے بیان کیا جائے:

نہایت مخلص اور خیرخواہ سے اپنا خواب بیان کرنا چاہیے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اپنا اچھا خواب اپنے اچھے دوست سے بیان کرنا چاہیے۔

۱۸- تعبیر واقع ہونا:

دیکھے گئے خواب کی تعبیر واقع ہوتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: جب تم تعبیر دو تو اچھی تعبیر دو، خواب دیکھنے والے کے موافق تعبیر واقع ہوتی ہے۔

(امام احمد بن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح بخاری، ج: ۱۲، ص: ۴۳۲)

۱۹- دودھ کی تعبیر علم سے دینا

کوئی خواب میں دودھ دیکھتا ہے یا پیتا ہے، تو اس کی تعبیر علم سے ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب بیان کیا کہ میرے سامنے دودھ پیش کیا گیا، میں نے اسے نوش کیا، میں نے اس کی سیرابی اپنے ناخنوں میں محسوس کی۔ پھر باقی ماندہ دودھ عمر کو دیا۔ لوگوں نے اس کی تعبیر دریافت کی تو فرمایا: علم۔

(امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج: ۲، ص: ۱۰۳۷)

۲۰-شاہ یمن تبع الحمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مکتوب محبت:

شاہ یمن تبع الحمیری جلوس کی شکل میں جس میں کثیر تعداد میں علماء، فصحاء، دانشور اور اہل قلم لوگ موجود تھے مختلف ممالک اور زمین کے خطوں کی سیر کرتا ہوا ''یثرب'' میں پہنچا۔ علماء نے سفارش کی کہ ہمیں اس شہر میں مستقل قیام کی اجازت دی جائے انہوں نے نہ صرف ان کی سفارش منظور کی بلکہ خود اسی شہر میں ایک سال تک قیام کرنے کا فیصلہ کیا اور علماء کے لیے رہائش گاہیں تیار کرا دیں۔ ایک سال قیام مکمل ہونے پر تبع الحمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مکتوب محبت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لکھا۔ بند کر کے ایک ''شامول'' نامی عالم کے سپرد کیا، یہ وصیت کی کہ اگر تمہاری موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہو جائے یہ امانت خود پیش کرنا ورنہ نسل در نسل وصیت کرتے رہنا تاکہ یہ مکتوب آپ تک پہنچ جائے۔ ایک ہزار چالیس برس بعد اس عالم کی اکیسویں (۲۱) پشت میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ذریعے یہ مکتوب آپ تک پہنچا، جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

''اے رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی کتاب پر ایمان لایا، آپ کے رب پر جو تمام جہانوں کا مالک ہے، پر ایمان لایا۔ آپ کے رب کی طرف سے اسلام اور ایمان کی جو فضیلتیں نازل ہوئی ہیں، میں ان پر ایمان لایا اور انہیں تسلیم کیا۔ اگر میں نے آپ کو پالیا تو گویا ایک عظیم نعمت حاصل کر لی، آپ میرے لیے قیامت کے دن شفاعت فرمائیے گا، میں آپ کی اولین امت میں سے ہوں، اللہ بروز قیامت مجھے نہیں بھولیے گا، کیونکہ میں آپ کی اتباع، تشریف آوری، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعثت اور رسالت پر مکمل ایمان رکھتا ہوں۔''

ہجرت مدینہ کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام پذیر ہوئے تو انہوں نے ڈبہ میں بند یہ محبت نامہ آپ کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پڑھنے کا حکم دیا، ان کی زبان سے پورا مکتوب سنا، آپ نے خوشی کا اظہار کیا اور شاہ یمن تبع الحمیری کی سفارشات اور ایمان کو قبول کیا۔ پھر اظہار مسرت کرتے ہوئے آپ نے تین بار فرمایا: مرحبا یا ایھا الاخ الصالح۔ (امام محمد بن یوسف الصالحی شامی، سبل الہدیٰ والرشاد، ج:۳، ص:۲۷۴)

۲۱-حضرت شیخ ابوالعباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضوری:

عاشق رسول، حضرت شیخ ابوالعباس مرسی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شمار مشاہیر اکابر میں ہوتا ہے، بہت بڑے عابد و زاہد تھے، بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں مقام حضوری حاصل تھا، ہمہ وقت چہرہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نظروں کے سامنے ہوتا تھا بلکہ ایک لمحہ بھی اوجھل یا غیر حاضری برداشت نہیں تھی۔ آپ نے خود فرمایا: اگر ایک لمحہ بھی چہرۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میری آنکھوں سے اوجھل ہو جائے تو اس لمحہ میں خود کو مسلمان تصور نہیں کر کروں گا۔

۲۲-حضرت امام بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ کو فالج سے شفایابی اور چادر کا تحفہ عطا ہونا:

حضرت امام بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ کا شمار ممتاز اولیاء میں ہوتا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنون کی حد تک عقیدت و محبت تھی، آپ کی شان میں ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ لکھا۔ آپ پر فالج کا حملہ ہوا تو تمام جسم متاثر ہو گیا، چلنا پھرنا

کچا بیٹھنا بھی دشوار تھا اور چودہ (۱۴) سال کا عرصہ اسی مرض میں گزر گیا۔ایک رات سوئے تو قسمت جاگ اٹھی ،سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی ،آپ نے فرمایا: بوصیری!اٹھو اور میری شان میں لکھا ہوا اپنا قصیدہ سناؤ ،عرض کیا: یارسول اللہ! میں تو فالج زدہ ہوں ،میں کیسے اٹھ سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس ان کے جسم پر پھیرا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئے ،اپنا قصیدہ سنایا اور آپ جھوم جھوم کر سنتے رہے ،اختتام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر عنایت فرمائی ،صبح بیدار ہوئے تو فالج کا نام و نشان نہیں تھا ،چادر ہاتھ میں تھی اور اپنے قصیدے کا نام ''قصیدہ بردہ'' رکھ دیا۔صبح ہوئی تو چودہ (۱۴) سال بعد آپ پہلی مرتبہ گلی میں گئے ،ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی ،انہوں نے کہا: اے بوصیری! رات والا قصیدہ مجھے بھی سناؤ ،بوصیری چونک گئے کہ میں نے کسی کو بتایا نہیں ہے ،تو انہیں رات والے واقعہ کا کیسے علم ہو گیا؟ مجذوب نے کہا: بوصیری! جب تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قصیدہ سنا رہے تھے ،آپ جھوم جھوم کر سن رہے تھے ،تو کچھ فاصلے پر بیٹھ کر میں بھی سن رہا تھا۔

۲۳-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سید احمد رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ فرمانا:

حضرت شیخ عزالدین عمر رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوالفرج رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: ۵۵۵ھ کے حج میں ،میں اپنے شیخ سید احمد رفاعی حسینی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ تھا۔اسی سال طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے حج کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ جب حضرت سیّد احمد رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ پہنچے تو رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے سامنے کھڑے ہو کر لوگوں کی موجودگی میں بلند آواز سے عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا جَدِّيْ یعنی اے میرے جدِ محترم! آپ پر سلامتی ہو ،تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَعَلَيْكَ يَا وَلَدِيْ ، اے میرے بیٹے! تم پر بھی سلامتی ہو۔ یہ جواب مسجدِ نبوی میں موجود ہر شخص نے اپنے کانوں سے سنا ،جواب سن کر حضرت سید احمد رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ پر جذب طاری ہو گیا ،آپ تھرا اٹھے ،آپ کا رنگ زرد ہو گیا ،روتے ہوئے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے ،تادیر سسکیاں بھرتے رہے ،پھر عرض کیا: اے جدِ محترم!

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها   تقبل الارض عنی وهی نائبتی
وهذه دولة الاشباح قد حضرت   فامدد یمینك کی تحظی بها شفتی

اے جدِ مکرم! دوری کی حالت میں اپنی روح و خیال کو بھیجا کرتا ہے ،جو میری نیابت میں آستان بوسی کرتے ،اور آج یہ دور افتادہ خود درِ دولت پر حاضر ہے۔ لہٰذا اپنا دستِ کرم دراز فرمائیں تاکہ میرے لب دست بوسی کی سعادت حاصل کر لیں۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مقدس و معطر دستِ مبارک قبر سے باہر نکالا ،جسے نوے ہزار زائرین کے ہجوم میں امام رفاعی نے چوما ،یہ سب لوگ دستِ مقدس کو دیکھ رہے تھے۔اس وقت حجاج کرام کے درمیان شیخ حیات بن قیس حرانی ،حضرت سید عبدالقادر جیلانی ،شیخ خمیس اور شیخ عدی بن مسافر شامی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ موجود تھے۔

۲۴-بیداری میں زیارتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہونا:

جس طرح خواب میں زیارتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز ہو سکتا ہے ،اسی طرح بیداری میں بھی ہو سکتا ہے بلکہ کثیر عشاق

رسول کو یہ شرف حاصل ہوا ہے۔ ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:
(۱) حضور غوث اعظم، (۲) حضرت شیخ ابو العباس مرسی، (۳) حضرت امام جلال الدین سیوطی، (۴) حضرت شیخ سید احمد رفاعی، (۵) حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، (۶) حضرت امام احمد رضا قادری، (۷) شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۲۵- بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام پیش کرنے اور طلب شفاعت کے حوالے سے روایات:

بارگاہ رسالت میں درود و سلام پیش کرنے اور طلب شفاعت کے حوالے سے کثیر روایات ہیں، جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حج کیا، میری وفات کے بعد میری قبر انور کی زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ (علامہ علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، ج:۴، ص:۲)

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بغیر کسی کام کے محض میری زیارت کے لیے آیا، قیامت کے دن اس کی شفاعت کرنا مجھ پر واجب ہے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، رقم الحدیث: ۴۲۵۸۳)

۳- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میری قبر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (امام علی متقی، کنز العمال، ج:۱۲، ص:۲۶۰)

۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔

☆☆☆☆☆☆☆